# سیرتِ رسولِ عربی ﷺ



علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ

شبیر برادرز
اردو بازار، لاہور

إِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

# سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم

پروفیسر علامہ نور بخش توکلی علیہ الرحمتہ

شبیر برادرز

40-بی، اردو بازار، لاہور

نام کتاب : سیرت رسول عربی

نام مصنف : علامہ نور بخش توکلی

ناشر : شبیر برادرز، لاہور

پرنٹرز : اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز، لاہور

کمپوزرز : فرخ ضیاء، شیراز طاہر، محمد ندیم

قیمت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# پہلا مقدمہ

## ملک عرب کا جغرافیہ

ملک عرب براعظم ایشیا کے جنوب مغرب میں واقع ہے۔ چونکہ اس کو تین طرف سے سمندر نے اور چوتھی طرف سے دریائے فرات نے جزیرے کی طرح گھیرا ہوا ہے۔ اسلئے اسے جزیرہ نما عرب کہتے ہیں۔

اس کے شمال میں بلاد شام و عراق ہیں۔ مغرب میں بحر احمر یعنی عیرہ و قلزم، جنوب میں بحر ہند اور مشرق میں خلیج عمان اور خلیج فارس ہیں۔

اس کا طول شمالاً جنوباً پندرہ سو میل کے قریب اور اوسط عرض شرقاً غرباً آٹھ سو میل ہے۔ اس کا رقبہ ایک لاکھ بیس ہزار مربع میل یعنی براعظم یورپ کی ایک تہائی کے قریب ہے۔

علمائے جغرافیہ نے برہنائے طبیعت ارضی اس ملک کو آٹھ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ جن کا بیان بطریق اختصار نیچے لکھا جاتا ہے۔

۱۔ اقلیم حجاز:۔ جو مغرب میں بحر احمر کے ساحل کے قریب واقع ہے۔ حجاز سے ملحق ساحل بحر کو جو نشیب ہے تہامہ یا غور کہتے ہیں۔ اور حجاز سے مشرق کو جو حصہ ملک ہے وہ نجد (زمین مرتفع) کہلاتا ہے۔ حجاز چونکہ نجد و تہامہ کے درمیان حاجز و حائل ہے۔ اس لئے اسی نام سے موسوم ہے۔

حجاز کے مشہور شہروں میں مکہ مشرفہ ہے جو مشرق میں جبل ابو قبیس اور مغرب میں جبل قعیقعان کے درمیان واقع ہے۔ اس شہر مبارک میں نوشیرواں کی تخت نشینی کے بیالیسویں سال فیل میں ربیع الاول کی بارہویں تاریخ کو سیدنا مولانا محمد مصطفیٰ ﷺ پیدا ہوئے۔ خانہ کعبہ (بیت اللہ شریف) اسی شہر میں ہے۔ مناسک حج کے مشہور مقامات میں سے صفا اور مروہ تو بیت اللہ شریف کے عین قریب ہی ہیں۔ منیٰ تین میل مشرق کو ہے۔ منیٰ سے اسی قدر فاصلے پر مشرق کی طرف مزدلفہ اور مزدلفہ سے مشرق کو اتنے ہی مسافت پر عرفات ہے۔

مکہ مشرفہ سے شمال کی طرف قریباً دو سو میل کے فاصلہ پر مدینہ منورہ ہے۔ جہاں حضور سرور کائنات علیہ الوف التحیۃ والصلوٰۃ کا مزار مقدس واقع ہے۔ مدینہ منورہ سے قریباً تین سو میل شمال کو جبل احد ہے۔ جہاں حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک ہے۔

مکہ مشرف کی بندرگاہ جدہ ہے جو ۴۳ میل کے فاصلے پر بحیرہ قلزم کے ساحل پر واقع ہے۔ مدینہ منورہ کی بندرگاہ ینبوع ہے جو مدینہ سے ۱۳۷ میل کے فاصلے پر بحیرہ قلزم کے ساحل پر ہے۔ حجاز ریلوے لائن ۱۹۰۸ء میں دمشق سے مدینہ منورہ تک تیار ہو گئی تھی۔ مدینہ منورہ سے مکہ مشرفہ کی اس وقت تک تیار نہیں ہوئی۔

اس اقلیم میں حرمین شریفین کے علاوہ بدر' احد' خیبر' فدک' حنین' طائف' تبوک اور غدیر خم اسلامی تاریخ میں بہت مشہور ہیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام کا شہر مدین تبوک کے محاذ میں ساحل بحر احمر پر واقع ہے۔ حجر میں جو وادی القریٰ میں ہے آثار ثمود اب تک پائے جاتے ہیں۔ طائف اہل مکہ مشرفہ کا مصیف ہے یہاں کے میوے مشہور ہیں۔

**۲۔ اقلیم یمن:۔** جو حجاز کے جنوب میں بحر احمر اور بحر ہند کے ساحل سے متصل واقع ہے اس کی یمن برکت یا کعبۃ اللہ سے جانب یمین ہونے کے سبب سے اس نام سے موسوم ہے۔

اس اقلیم میں نجران' صنعاء اور سباء و مارب مشہور تاریخی مقامات ہیں۔ مخا' حدیدہ اور زبید تجارتی حیثیت رکھتے ہیں۔

صنعاء دار السلطنت ہے جو عدن سے ۱۲۸ میل ہے۔ کنیسہ قلیس اسی شہر میں تھا۔ اسکی بندرگاہ حدیدہ ہے۔ جہاں سے بن اور چمڑے بیرونی ممالک کو جاتے ہیں۔ صنعاء سے چار دن کی مسافت پر سبا و مآرب کے آثار پائے جاتے ہیں جن کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے۔

نجران ایک بڑا شہر تھا جس کے متعلق ستر گاؤں تھے۔ یہ شہر ملک عرب میں عیسائیت کا مرکز تھا۔ یہاں ایک بڑا گرجا تھا۔ جسے ہو عبد المدان بن الدیان حارثی نے کعبۃ اللہ کے مقابلہ میں بنایا تھا۔ وہ کعبۃ اللہ کی طرح اس کی تعظیم کرتے تھے اور اسے کعبہ نجران کہا کرتے تھے۔ اسی گرجا کے بڑے بڑے پادری ہجرت کے بارہویں سال حضور سید المرسلین ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے۔ اور حضور نے ان کو مباہلہ کی دعوت دی تھی۔ نجران ہی کے ایک گاؤں میں قصہ اصحاب اخدود وقوع میں آیا تھا۔ جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ کے کلام پاک میں پایا جاتا ہے۔

**۳۔ اقلیم حضر موت:۔** جو یمن کے مشرق میں بحر ہند اور ساحل سے متصل واقع ہے۔ اس کے مشہور شہر تریم اور شبام دار السلطنت ہے ان کے علاوہ مرباط' ظفار' شحر اور مکلا ساحل پر واقع ہیں۔ مکلا سے لوبان بیرونی ممالک کو جاتا ہے۔

**۴۔ اقلیم مہرہ:۔** جو حضر موت کے مشرق میں واقع ہے۔ یہاں کے اونٹ مشہور ہیں۔ جنہیں قبیلہ مہرہ کی نسبت کر کے اہل مہریہ بولتے ہیں۔ یہاں کے باشندوں کی غذا عموماً مچھلی ہے۔



**۵۔ اقلیم عمان:۔** جو مہرہ سے متصل بحر ہند بحر عمان کے ساحل سے ملحق ہے۔ اس کے مشہور شہروں میں سے مسقط اور صحار ہیں۔ یہاں کے باشندے عموماً خوارج اباضیہ ہیں۔

**۶۔ اقلیم الاحساء:۔** جسے بحرین بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ بحر فارس و بحر عمان کے ساحل پر واقع ہے۔ اسکے جزائر میں موتیوں کے مغاص ہیں۔ اسکے مشہور شہروں میں سے قطیف' ہفوف اور ہجر ہیں۔ یہاں کے باشندے عموماً رافضی تبرائی ہیں۔

**۷۔ اقلیم نجد:۔** جو حجاز کے مشرق اور صحرائے شام کے جنوب میں ہے۔ اسی اقلیم کی نسبت حدیث شریف میں آیا ہے کہ یہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔ یہ پیشین گوئی محمد بن عبد الوہاب اور فرقہ وہابیہ کے ظہور سے پوری ہو گئی۔ اسی اقلیم کے شمالی حصے میں حرب داحس اور حرب بسوس وقوع میں آئیں۔ جن میں سے ہر ایک چالیس سال تک جاری رہی۔ وہابیہ کا دار السلطنت ریاض ہے۔

**۸۔ اقلیم الاحقاف:۔** جو عمان و احساء و نجد و حضر موت و مہرہ کے درمیان میں ایک وسیع بے آباد صحرا ہے۔ اس کا حال معلوم نہیں۔ حضرت ہود علیہ السلام کی قبر مبارک حضر موت کے متصل احقاف ہی میں ہے۔

## پیداوار

یمن وغیرہ میں بن کے پیڑ اور صمغ عربی کے درخت (اقاقیا) ہوتے ہیں حضر موت میں اقاقیا عطریہ اور مشمومات اور عود قاقلی ہوتا ہے۔ کھجور' کپاس' مکئی اور چاول یمن میں خصوصیت سے ہوتے ہیں۔ سنا جنوبی حجاز اور تہامہ میں ہوتی ہے۔ بلسان مکہ مشرفہ کے قریب اور حنا مغربی ساحل پر پائی جاتی ہے۔ نجد کے گھوڑے اور مہرہ کے اونٹ مشہور ہیں۔ گدھے' دنبے' بکریاں اور مویشی کثرت سے ہیں۔ عرب میں وحوش میں سے شتر مرغ' چیتا' پلنگ' سیاہ گوش اور کفتار ہیں۔

## دوسرا مقدمہ

# عرب کی تاریخ قدیم پر طائرانہ نظر

زمانہ قدیم میں طوفان نوح کے بعد جزیرۂ عرب میں سام بن نوح کی نسل کے لوگ آباد تھے۔ چنانچہ بنو یعرب بن قحطان بن عامر بن شالخ بن ارفخشد بن سام یمن میں بستے تھے۔ بنو جرہم بن قحطان اور بنو عملیق بن لوذ بن سام حجاز میں رہتے تھے۔ بنو طسم بن لوذ اور بنو جدیس بن عامر بن آرم بن سام یمامہ میں بحرین تک پھیلے ہوئے تھے۔ قوم عاد بن عوض بن آرم شحر و عمان و حضر موت کے مابین احقاف میں آباد تھی۔ اس قوم کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کو بھیجا تھا۔ قوم ثمود بن جاثر بن آرم حجاز و شام کے درمیان حجر میں آباد تھی۔ انکی طرف حضرت صالح علیہ السلام بھیجے گئے تھے۔

ایک زمانہ گزرنے پر عاد و ثمود و جدیس و عمالیق و جرہم فنا ہو گئے۔ اس واسطے ان کو عرب بائدہ بولتے ہیں۔ ان میں سے جو باقی رہے وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں مل جل گئے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی قبیلہ جرہم میں ہوئی تھی اس واسطے ان کی اولاد کو عرب مستعربہ کہتے ہیں اور بنو قحطان کو عرب عاربہ یعنی اصلی عرب بولتے ہیں۔ القصہ مذکورہ بالا تباہی و اختلاط کے بعد عرب میں دو بڑے قبیلے رہ گئے۔ بنو قحطان اور بنو عدنان (بنو اسماعیل) ان دونوں کی بہت سی شاخیں تھیں۔ اب عرب کا بڑا حصہ خاندان اسماعیل سے ہے۔ اور خود حضور سید المرسلین ﷺ بھی اسی خاندان سے ہیں۔

قدیم الایام سے عربوں کی تجارت مصر و شام کے ساتھ تھی۔ چنانچہ جب بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں گرا دیا تو انہوں نے دیکھا کہ گلعاد سے اسماعیلیوں کا قافلہ آ رہا ہے۔ جن کے اونٹوں پر ادویہ و بلسان و مر لدے ہوئے ہیں اور وہ مصر کو جا رہے ہیں (۱)۔ یہ چیزیں لاشوں کے معطر بنانے میں مصریوں کے کام آیا کرتی تھیں۔ اس کے مدتوں بعد وہ اہائی صور کے ساتھ مویشیوں اور ادویہ اور بیش بہا پتھروں اور سونے کی تجارت کرتے دیکھے جاتے ہیں۔
(۲) قرون ماضیہ میں عربوں پر بہت سے بیرونی حملے ہوئے۔ مگر وہ کسی کے ماتحت نہ رہے۔ چنانچہ مصری فاتح شیفک ان کو زیر نہ کر سکا۔ قیروش فارسی (متوفی ۵۲۹ قبل مسیح) نے عرب کے شمالی حصے کے بعض عربوں کو مغلوب کیا۔ مگر مورخ ہیرودوتس (متوفی ۴۲۴ قبل مسیح) ہمیں یقین دلاتا ہے کہ دارا ہشتسپ (جس نے سلطنت فارس کی توسیع کی تھی) کے عہد میں عرب خراج سے بری تھے۔ بخت نصر بابلی نے ان پر حملہ کیا۔ اور ان کے بہت سے شہر فتح کئے۔ مگر غنیمت لے کر



اپنے وطن کو چلا آیا۔ (۳) سکندر اعظم کا جانشین انطیغونس (متوفی ۳۰۱ قبل مسیح) ان پر حملہ آور ہوا۔ مگر اسے ان کے ساتھ ان ہی کی شرائط پر صلح کرنی پڑی۔ رومی فاتح پوپے (مولود ۱۰۶ قبل مسیح) نے ملک عرب کے ایک حصے کو تاخت و تاراج کیا۔ مگر اس کی فوج پسپا ہوئی تو عربوں نے شدت سے تعاقب کیا۔ اور وہ کچھ عرصے تک شام میں رومیوں کو تنگ کرتے رہے۔ ولادت مسیح سے تقریباً ۲۴ سال پہلے رومی سپہ سالار ایلیوس گالس خیرہ قلزم تک آیا۔ اس نے چاہا کہ عرب کو فتح کرے مگر ناکام رہا۔ طراجان رومی نے ۱۲۰ء کے قریب ان پر حملہ کیا اور شہر حجر کا محاصرہ کر لیا مگر رعد و ژالہ و گرد باد اور مکھیوں کے جھنڈ کے سبب سے اس کا لشکر کامیاب نہ ہوا۔ جب وہ حملہ کرتے تو یہی آفتیں پیش آتیں۔ ۲۰۰ء کے قریب سیواروس رومی نے لشکر کثیر اور سامان حرب کے ساتھ شہر حجر کا دوبارہ محاصرہ کیا مگر لشکر و شاہ کے درمیان ایک بے وجہ تنازع نے شاہ کو محاصرہ اٹھا لینے پر مجبور کر دیا۔ (۴) شاہ فارس شاپور نے ذوالاکتاف نے عرب پر حملہ کیا۔ تو بحرین و حجر و یمامہ میں کشت و خون کرتا ہوا مدینہ تک پہنچ گیا۔ سرداران عرب جو گرفتار ہو کر آتے تھے۔ وہ ان کے مونڈھے نکال دیتا تھا۔ اس لئے اسے ذوالاکتاف کہتے تھے۔ (۵) مگر اسی بادشاہ نے ۳۶۰ کے قریب تکریت پر جو خود مختار عربوں کا ایک مضبوط قلعہ تھا۔ حملہ کیا تو ناکام رہا۔ (۶) دسویں صدی قبل مسیح میں یمن میں ملوک حمیر بن سبا میں سے ایک فاسق خبیث بادشاہ مالک نام تھا۔ وہ باکرہ عورتوں کو بلا کر ان کی آبروریزی کرتا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنی چچازاد بہن بلقیس سے بھی یہی ارادہ ظاہر کیا۔ بلقیس نے کہا میرے محل میں آجانا۔ اور اس کے قتل کرنے کے لئے اپنے اقرباء میں سے دو آدمی مقرر کئے۔ جب وہ محل میں داخل ہوا۔ تو ان آدمیوں نے اسے قتل کر ڈالا۔ اہل یمن نے اسی سبب سے بلقیس کو اپنا حکمران بنایا۔ ورنہ وہ عورت کی حکومت کو پسند نہ کرتے تھے۔ یہ وہی بلقیس ہے جس کا قصہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔ بلقیس کے بعد خاندان حمیر کے بہت سے بادشاہ یکے بعد دیگرے تخت یمن پر متمکن ہوئے۔ جب اہل یمن نے خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ تو ان پر سیل عرم بھیجا گیا۔ جس سے ان کے باغات وغیرہ برباد ہو گئے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں وارد ہے وہ رزق و معاش کی تلاش میں مختلف اطراف کی ہجرت کر کے چلے گئے۔ چنانچہ بنو لخم بن عدی کی ایک جماعت خراسان کی طرف نکلی۔ انہوں نے دریائے فرات کے قریب شہر حیرہ کی بنا ڈالی۔ جو بعد میں اسی خاندان کا دارالسلطنت رہا۔ ملوک لخمیہ بنو مناذرہ ۶۳۴ء تک اکاسرہ کی طرف سے عراق پر گورنر ہوتے رہے۔ اس کے بعد اسلام کا تسلط ہو گیا۔ بنو لخم کی طرح بنو قحطان کی ایک جماعت ہجرت کر کے دمشق کے متصل ایک چشمہ پر جسے غسان کہتے تھے جا اتری۔ وہ آخر کار شام کے حکمران بن گئے۔ ملوک غسان جنہیں مورخین عرب 'عرب متنصرہ' سے تعبیر کرتے ہیں۔ قیاصرہ روم کی

طرف سے قریباً ۲۰۰ء سے ۶۳۶ء تک ملک شام میں حکمرانی کرتے رہے۔ اس خاندان کا آخری بادشاہ جبلہ بن ایہم تھا۔ جو بھاگ کر قیصر کے ہاں چلا گیا تھا۔ اس کے بعد یہ ملک عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں مسلمانوں کے قبضے میں آگیا۔ بنو قحطان میں سے قبیلہ ازد کے دو بھائی اوس و خزرج مدینہ میں آبسے۔ انصار ان ہی کی اولاد میں سے ہیں۔ قحطانیوں میں سے بعض اندرون جزیرہ عرب میں چلے گئے چنانچہ ملوک کندہ نے نجد میں اپنی سلطنت قائم کی۔ ان کے علاوہ عرب میں اور متفرق ملوک تھے جن کے ذکر کی یہاں چنداں ضرورت نہیں۔

سیل عرم کے بعد جو لوگ یمن میں رہ گئے ان پر بنو قحطان بدستور حکمرانی کرتے رہے ان بادشاہوں میں سے ایک کا نام شمر ابن افریقیس بن ابرہہ تھا کہتے ہیں کہ شمر مذکور بڑا عالی ہمت تھا۔ اس نے عراق پر لشکر کشی کی۔ اور اسے فتح کر کے چین کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں جب وہ صغد میں پہنچا تو اس نواح کے باشندے ایک مقام میں پناہ گزین ہو گئے۔ شمر نے چاروں طرف سے محاصرہ کر کے ان کو قتل کیا۔ اور اس مقام کو کھدوا کر ویران کر دیا۔ اس واسطے اس مقام کو شمر کند کہنے لگے۔ جسے عرب 'معرب کر کے سمرقند بولتے تھے۔ شمر وہاں سے چین کی طرف بڑھا مگر وہ اور اس کی فوج پیاس سے ہلاک ہو گئی۔ (۷) تبابع (۸) یمن میں سے تبان اسعد ابو کرب تھا۔ وہ بلاد شرق کو فتح کر کے واپس آتا ہوا مدینہ میں اترا۔ جہاں وہ جاتا ہوا اپنے بیٹے کو چھوڑ گیا تھا۔ مگر اس کو کسی نے ناگہاں قتل کر دیا تھا۔ اس لئے تبع مذکورہ نے مدینہ اور اہل مدینہ کو تباہ کرنا چاہا۔ مگر یہود بنی قریظہ کے دو عالموں نے تبع کو منع کیا۔ اس نے وجہ دریافت کی۔ تو عالموں نے کہا کہ آخر زمانہ میں قریش میں سے ایک پیغمبر پیدا ہو گا۔ جس کی ہجرت اسی شہر مدینہ کی طرف ہو گی۔ وہ یہ سن کے باز آیا اور اس نے مذہب یہود اختیار کر لیا۔

تبع مذکورہ مدینہ سے اپنے وطن یمن کی طرف روانہ ہوا راستے میں اس نے مکہ میں چھ دن قیام کیا۔ اور طواف کر کے کعبہ پر بد دیمانی چڑھائی۔ یہ تبع پہلا شخص ہے۔ جس نے سب سے پہلے کعبۃ اللہ پر پردہ چڑھایا۔ مکہ سے وہ یمن میں آیا۔ دونوں عالم اس کے ساتھ تھے۔ اس نے اپنی قوم یعنی حمیر کو یہودیت کی دعوت دی۔ حمیر اس وقت تک بت پرست تھے۔ انہوں نے تبع کی دعوت سے آخر کار مذہب یہود اختیار کر لیا۔

تبان اسعد کے بعد اس کے بیٹے حسان کو عمرو بن تبان اسعد نے ملک کے لالچ میں قتل کر دیا۔ عمرو مذکور بھی جلدی ہلاک ہو گیا۔ اور حمیر کی سلطنت کا شیرازہ پراگندہ ہو گیا۔ لخیعہ ینوف ذو شناتر جو شاہی خاندان میں سے نہ تھا ان کا بادشاہ بن بیٹھا۔ وہ فاسق خبیث تھا۔ ابنائے ملوک سے لواطت کیا کرتا تھا تاکہ وہ بادشاہ نہ بن جائیں کیونکہ اس زمانے میں عرب کی عادت تھی کہ ایسے



[illegible] کو بادشاہ نہ بناتے تھے۔ زرعہ بن تبان اسعد اپنے بھائی حسان کے قتل کے وقت بچہ ہی تھا۔ [illegible] خوبصورت تھا۔ اس کے سر کے بال پیٹھ پر پہنچتے تھے۔ اس واسطے اس کا لقب ذو نواس تھا [illegible] کے سبب سے لوگ اسے یوسف کہا کرتے تھے۔ ذو شناتر نے اسے بلا بھیجا۔ ذو نواس سمجھ [illegible] چھری جوتے میں پاؤں تلے چھپا کر لے گیا۔ جب وہ خلوت میں پہنچا تو اسی چھری سے [illegible] کا کام تمام کر دیا۔ یہ شجاعت دیکھ کر حمیر نے ذو نواس ہی کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ اہل نجران اس وقت عیسائی تھے۔ ذو نواس لشکر سمیت نجران میں گیا۔ اور اس نے اہل نجران کو یہودیت کی دعوت دی۔ ذو نواس نے ایک خندق کھدوا کر آگ سے بھر دی۔ جو لوگ یہودی ہونے سے انکار [illegible] ان کو آگ میں گرا دیتا تھا۔ قرآن کریم میں اسی ذو نواس اور اس کے اصحاب کو سورہ بروج میں اصحاب الاخدود کہا گیا ہے۔ نجران کے عیسائیوں میں سے ایک شخص دوس ذو ثعلبان قیصر روم [illegible] (متوفی ۵۶۵ء) کے پاس پہنچا۔ اور اسے سب ماجرا کہہ سنایا۔ قیصر نے جواب دیا کہ تمہارا ملک ہم سے بہت دور ہے۔ ہم شاہ حبشہ نجاشی کو جو عیسائی ہے تمہاری مدد کے لئے لکھ دیتے ہیں۔ [illegible] دوس قیصر کا نامہ نجاشی کے پاس لایا۔ نجاشی نے اپنے ایک امیر ارباط کو لشکر جرار دے کر دوس کے ساتھ روانہ کیا۔ اس لشکر میں ابرہہ اشرم بھی تھا۔ ذو نواس کو شکست ہوئی۔ وہ بدین خیال کہ [illegible] دشمن کے ہاتھ گرفتار ہو جائے ۵۲۸ء میں سمندر میں ڈوب کر مر گیا۔ ارباط ۵۲۹ء سے [illegible] تک یمن میں حکمران رہا۔ وہ کمزوروں پر تعدی کیا کرتا تھا۔ اس لئے بہت سی رعیت اس کے خلاف ابرہہ سے مل گئی۔ ابرہہ نے ارباط سے کہا کہ ہم دونوں سمجھ لیں۔ چنانچہ دونوں لڑے [illegible] ابرہہ نے پس پشت ایک غلام مقرر کیا تھا۔ جب ارباط نے حربہ مارا تو ابرہہ کی پیشانی پر پڑا اور اس کی [illegible] ناک اور ہونٹ کاٹ دیئے۔ اسی سبب سے اس کو ابرہہ اشرام کہتے ہیں۔ یہ دیکھ کر اس غلام نے ابرہہ کی پشت کی طرف سے نکل کر ارباط کو قتل کر ڈالا۔ اس طرح حبشہ اور یمن نے ابرہہ کو بادشاہ تسلیم کر لیا۔ نجاشی یہ حال سن کر ابرہہ پر ناراض ہوا۔ مگر ابرہہ نے معافی مانگ کر اس کو راضی کر لیا۔ اسی ابرہہ نے صنعاء میں ایک گرجا بنایا تھا۔ تاکہ عرب بجائے کعبۃ اللہ کے اس کا طواف کیا کریں۔ مگر بنو کنانہ میں سے ایک شخص نے اس میں بول و براز کر دیا۔ اس پر ابرہہ ہاتھی لے کر [illegible] کو ڈھانے آیا۔ مگر وہ اور اس کی فوج تباہ ہو گئی۔ یہ قصہ اصحاب فیل قرآن مجید میں مذکور ہے۔ حضور ختم المرسلین ﷺ کا تولد شریف اس واقعہ کے پچپن دن بعد ہوا۔

ابرہہ کے بعد اس کا بیٹا یکسوم تخت یمن پر بیٹھا۔ مگر جلد ہی ہلاک ہو گیا۔ پھر یکسوم کا بھائی مسروق تخت نشین ہوا۔ اہل یمن اجنبیوں کی حکومت سے تنگ آئے ہوئے تھے۔ اس لئے [illegible] ذی یزن حمیری قیصر روم کے پاس گیا اور اپنے ملک کو غیروں کی غلامی سے آزاد کرنے کے

لئے اس سے مدد مانگی۔ قیصر نے مدد دینے سے انکار کر دیا۔ اس لئے وہ کسریٰ نوشیرواں کے دربار میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ ہمارے ملک پر اجنبیوں کی حکومت ہے اگر آپ مدد کریں تو ہمارا ملک آپ کے زیر فرمان ہو جائے گا۔ کسریٰ کے ایک مرزبان نے یہ مشورہ دیا۔ کہ بادشاہ کے قید خانہ میں آٹھ سو آدمی واجب القتل موجود ہیں ان کو بھیج دیا جائے۔ اگر وہ ہلاک ہو گئے فہو المراد۔ اور اگر فتحیاب ہو گئے تو علاقہ مفتوحہ آپ کے قبضے میں آ جائے گا۔ چنانچہ قیدیوں میں سے ایک شخص وہرز کی سرکردگی میں وہ سب مہم یمن پر بھیج دیئے گئے۔ اہل فارس کو فتح نصیب ہوئی۔ اور مسروق مارا گیا۔ اس طرح حبشہ کا تصرف یمن پر بہتر سال ۵۲۹ء سے ۶۰۱ تک) رہا۔

وہرز کے بعد کسریٰ کی طرف مرزبان بن وہزر پھر تیجان بن مرزبان نائب السلطنت مقرر ہوا۔ تیجان کے بعد اس کا بیٹا جانشین ہوا۔ مگر کسریٰ نے اسے معزول کر کے باذان کو اپنا نائب مقرر کیا۔ جب حضور سید المرسلین ﷺ مبعوث ہوئے تو اس وقت یہی باذان حاکم یمن تھا۔ جب کسریٰ (خسرو پرویز) کو حضور اقدس ﷺ کی بعثت کی خبر پہنچی تو اس نے باذان کو لکھا کہ تم اس مدعی نبوت کے پاس جاؤ اور اسے کہہ دو کہ اپنے دعوے سے باز آ جائے۔ ورنہ اس کا سر قلم کر کے ہمارے پاس بھیج دو۔ باذان نے وہ خط رسول کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں بھیج دیا۔ حضور نے باذان کو جواب میں لکھا کہ کسریٰ فلاں مہینے کی فلاں تاریخ کو قتل ہو جائے گا۔ جب یہ نامہ باذان کو ملا تو کہنے لگا کہ اگر وہ نبی ہیں تو ایسا ہی ہوگا۔ چنانچہ کسریٰ کو اس کے بیٹے شیرویہ نے اسی مہینے اور اسی تاریخ کو قتل کر دیا۔ جیسا کہ رسول کریم ﷺ نے پیش گوئی فرمائی تھی۔ یہ دیکھ کر باذان اور دیگر فارس جو یمن میں تھے مشرف بہ اسلام ہوئے۔

حروب عرب کہ جنہیں ایام عرب سے تعبیر کیا جاتا ہے اس مختصر مقدمہ میں اس کی تفصیل کی گنجائش نہیں۔ عرب جاہلیت کی دینی و اخلاقی حالت کا بیان آگے آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔



# پہلا باب

## برکات نور محمدی

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے بالواسطہ اپنے حبیب محمد ﷺ کا نور پیدا کیا، پھر اسی نور کو تخلیق عالم کا واسطہ ٹھہرایا۔ (۱) اور عالم ارواح ہی میں اس روح سراپا نور کو وصف نبوت سے سرفراز فرمایا۔ چنانچہ ایک روز صحابہ کرام نے حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا کہ آپ کی نبوت کب عطا ہوئی؟ آپ نے فرمایا:۔ وادم بین الروح والجسد (ترمذی) یعنی میں اس وقت نبی تھا۔ جب آدم کی روح نے جسم سے تعلق نہ پکڑا تھا۔ بعد ازاں اسی عالم میں اللہ تعالیٰ نے دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کی روحوں سے وہ عہد لیا جو واذ اخذ اللہ میثاق النبیین۔ میں مذکور ہے۔ (۲) اس وقت ان پیغمبروں کی روحوں نے عہد مذکور کے مطابق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت اور انہوں نے اقرار کر لیا۔ تو نور محمدی کے فیضان سے ان روحوں میں وہ قابلیتیں پیدا ہو گئیں کہ دنیا میں عالم ارواح میں ان کو منصب نبوت عطا ہوا اور ان سے معجزات ظہور میں آئے امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے:۔

وکل آیٍ اتی الرُّسُلُ الکِرَامُ بِہَا ... فَاِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُّورِہٖ بِہِمْ

فانہ شمسُ فضلٍ ہُمْ کَوَاکِبُہَا ... یُظْہِرْنَ اَنْوَارَہَا لِلنَّاسِ فِی الظُّلَمِ

### ترجمہ منظوم

معجزے جتنے کہ لائے رسولان کرام
اُسی کے نور سے جا ملتی ہے سب کی بہم
آفتاب فضل ہے وہ سب کواکب اس کے تھے
ظلمتوں میں نور پھیلایا جنھوں نے بیش و کم

اسی عہد کے سبب سے حضرات انبیائے سابقین علیہم السلام اپنی اپنی امتوں کے ظہور نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد و بشارت اور ان کی اتباع و امداد کی تاکید فرماتے رہے

ہیں۔ اگر حضور نبی امی بالی ہو وای کی نبوت دنیا میں ظاہر نہ ہوتی۔ تو تمام انبیائے سابقین علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوتیں باطل ہو جاتیں اور وہ تمام بشارتیں ناتمام رہ جاتیں۔ پس دنیا میں حضور اقدس ﷺ کی تشریف آوری نے تمام انبیائے سابقین علیہم السلام کی نبوتوں کی تصدیق فرما دی۔ (۴) جس طرح رسول کریم ﷺ بل جاء بالحق وصدق المرسلین کا نور ازہر منبع انوار الانبیاء تھا۔ اسی طرح آپ کے جسم اطہر کا مادہ بھی لطیف ترین اشیاء سے تھا۔ چنانچہ حضرت کعب احبار سے منقول ہے۔ (۵) کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو پیدا کرنا چاہا۔ تو جبرائیل کو حکم دیا کہ سفید مٹی لاؤ۔ پس جبریئل بہشت کے فرشتوں کے ساتھ اترے اور حضرت کی قبر شریف کی جگہ سے مٹھی بھر خاک سفید چمکتی دمکتی اٹھالائے۔ پھر وہ مشت خاک سفید بہشت کے چشمہ تسنیم کے پانی سے گوندھی گئی۔ یہاں تک کہ سفید موتی کی مانند ہو گئی۔ جس کی بڑی شعاع تھی بعد ازاں فرشتے اسے لے کر عرش و کرسی کے گرد اور آسمانوں اور زمین میں پھرے یہاں تک کہ تمام فرشتوں نے آپ (روح انور و مادہ اطہر) کو آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے پہچان لیا۔ (۶) **بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ**۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا کیا۔ تو اپنے حبیب پاک کے نور کو ان کی پشت مبارک میں بطور ودیعت رکھا۔ اس نور کے انوار ان کی پیشانی میں یوں نمایاں تھے جیسے آفتاب آسمان میں اور چاند اندھیری رات میں۔ اور ان سے عہد لیا گیا کہ یہ نور انوار پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوا کرے۔ اسی واسطے جب وہ حضرت حواء علیہا السلام سے مقاربت کا ارادہ کرتے' تو انہیں پاک و پاکیزہ ہونے کی تاکید فرماتے یہاں تک کہ وہ نور حضرت حواء علیہا السلام کے رحم پاک میں منتقل ہو گیا اس وقت وہ انوار جو حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں تھے حضرت حواء کی پیشانی میں نمودار ہوئے۔ ایام حمل میں حضرت آدم علیہ السلام نے بپاس ادب و تعظیم حضرت حواء سے مقاربت ترک کر دی۔ یہاں تک کہ حضرت شیث علیہ السلام پیدا ہوئے۔ تو وہ نور ان کی پشت میں منتقل ہو گیا۔ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ تھا کہ حضرت شیث علیہ السلام اکیلے پیدا ہوئے۔ آپ کے بعد ایک بطن میں جوڑا (لڑکا لڑکی) پیدا ہوتا رہا اس طرح یہ نور پاک' پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتا ہوا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد ماجد حضرت عبداللہ تک پہنچا۔ اور ان سے بناء بر قول اصح ایام تشریق میں جمعہ کی رات کو آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کے رحم پاک میں منتقل ہوا۔

اسی نور کے پاک و صاف رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت کے تمام آباؤ امہات کو شرک و کفر کی نجاست اور زنا کی آلودگی سے پاک رکھا ہے اسی نور کے ذریعہ سے حضرت کے تمام



آباؤ اجداد [illegible] مبین و مرجع خلائق تھے۔ اسی نور کی برکت سے حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ [illegible] کے مسجود بنے اور اسی نور کے وسیلہ سے ان کی توبہ قبول ہوئی۔ اسی کی برکت سے حضرت نوح علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کشتی طوفان میں غرق ہونے سے بچی۔ اسی نور کی برکت [illegible] حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام پر آتش نمرود گلزار ہو گئی۔ اور اسی نور کے طفیل سے انبیائے سابقین علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات پر اللہ تعالیٰ کی عنایات بے غائب ہوئیں۔

جب آنحضرت ﷺ غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تو حضرت عباس رضی اللہ [illegible] نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت سے آپ کی مدح میں چند اشعار عرض کئے۔ (۱) [illegible] مذکور ہے کہ کشتی نوح کا طوفان سے بچنا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آتش نمرود کا گلزار [illegible] حضور کے نور ہی کی برکت سے تھا۔ حضرت امام الائمہ ابو حنیفہ نعمان بن ثابت تابعی کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور رسول اکرم ﷺ کی مدح میں یوں فرماتے ہیں (۲):۔'

انت الذی لَوْ لَاكَ مَاخُلِقَ امْرُءٌ ۔۔۔ كَلَّا وَلَا خُلِقَ الْوَرٰى لَوْلَاكَا
انت الذی مِنْ نُورِكَ لِلْبَدْرِ السَّنَا ۔۔۔ وَالشَّمْسُ مُشْرِقَةٌ بِنُوْرِ بَهَاكَا
انت الذی لَمَّا تَوَسَّلَ اٰدَمُ ۔۔۔ مِنْ زَلَّةٍ بِكَ فَازَ وَهُوَ اَبَاكَا
وبك الْخَلِيْلُ دَعَا فَعَادَتْ نَارُهُ ۔۔۔ بَرْدًا وَّقَدْ خَمِدَتْ بِنُوْرِ سَنَاكَا
وَدَعَاكَ اَيُّوبُ لِضُرٍّ مَسَّهُ ۔۔۔ فَاُزِيْلَ عَنْهُ الضُّرُّ حِيْنَ دَعَاكَا
وبك الْمَسِيْحُ اَتٰى بَشِيْرًا مُّخْبِرًا ۔۔۔ بِصِفَاتِ حُسْنِكَ مَادِحًا لِعُلَاكَا
وكذاك مُوْسٰى لَمْ يَزَلْ مُتَوَسِّلًا ۔۔۔ بِكَ فِي الْقِيٰمَةِ مُحْتَمِيًا بِحِمَاكَا
والانبياء وَكُلُّ خَلْقٍ فِي الْوَرٰى ۔۔۔ وَالرُّسُلُ وَالْاَمْلَاكُ تَحْتَ لِوَاكَا

آپ ہی کی وہ مقدس ذات ہے کہ اگر آپ نہ ہوتے تو ہرگز کوئی آدمی پیدا نہ ہوتا۔ اور نہ کوئی مخلوق پیدا ہوتی۔ آپ وہ ہیں کہ آپ کے نور سے چاند کو روشنی ہے اور سورج آپ ہی کے نور [illegible] چمک رہا ہے آپ وہ ہیں کہ جب آدم نے لغزش کے سبب سے آپ کا وسیلہ پکڑا تو وہ کامیاب ہو گئے۔ حالانکہ وہ آپ کے باپ ہیں آپ ہی کے وسیلہ سے خلیل نے دعا مانگی' تو آپ کے [illegible] نور سے آگ ان پر ٹھنڈی ہو گئی اور بجھ گئی۔ اور ایوب نے اپنی مصیبت میں آپ ہی کو پکارا تو [illegible] ان کی مصیبت دور ہو گئی۔ اور مسیح آپ ہی کی بشارت اور آپ ہی کی صفات حسنہ کی خبر [illegible] اور آپ کی مدح کرتے ہوئے آئے۔ اسی طرح موسیٰ آپ کا وسیلہ پکڑنے والے اور قیامت [illegible] آپ کے سبزہ زار میں پناہ لینے والے رہے اور انبیاء اور مخلوقات میں سے ہر مخلوق اور پیغمبر اور [illegible] آپ کے جھنڈے تلے ہوں گے۔

مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ یوں فرماتے ہیں:۔

وصلی اللہ علی نور کزو شد نور ہا پیدا

زمین از حب او ساکن فلک در عشق او شیدا

محمد احمد و محمود دے را خالقش بستود

کزو شد بود ہر موجود زو شد دیدہا بینا

اگر نام محمد را نیاوردے شفیع آدم

نہ آدم یافتے توبہ' نہ نوح از غرق نجینا

نہ ایوب از بلا راحت نہ یوسف حشمت و جاہت

نہ عیسیٰ آں مسیحادم نہ موسیٰ آں ید بیضا



دوسرا باب

## حالات نسب وولادت شریف تابعثت شریف

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ سیدنا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن [illegible] عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ اور عدنان حضرت اسماعیل بن خلیل [illegible] سے ہیں۔

## خاندانی شرافت وسیادت

رسول اللہ ﷺ کا خاندان عرب میں ہمیشہ سے ممتاز و معزز چلا آتا تھا۔ نضر (یافہر) کا لقب قریش تھا۔ اس وجہ سے اس کی اولاد کو قریشی اور خاندان کو قریش کہنے لگے اور اس سے اوپر والے کنانی کہلائے۔ قریش کی وجہ تسمیہ میں بہت سے مختلف اقوال ہیں جن کے ایراد کی اس مختصر میں گنجائش نہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "میں بنی آدم کے بہترین قرنوں میں بھیجا گیا۔ ایک قرن بعد دوسرے قرن کے یہاں تک کہ میں اس قرن سے ہوا۔ جس میں کہ ہوا" حدیث مسلم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے کنانہ کو برگزیدہ کیا۔ اور کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو بنی ہاشم میں سے مجھ کو برگزیدہ کیا۔ اسی طرح ترمذی شریف میں بہ سند حسن آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خلقت کو پیدا کیا تو مجھ کو ان کے سب سے اچھے گروہ میں بنایا۔ پھر قبیلوں کو چنا' تو مجھ کو سب سے اچھے قبیلے میں بنایا۔ پھر گھرانوں کو چنا' تو مجھے ان کے سب سے اچھے گھر میں بنایا۔ پس میں روح و ذات اور اصل کے لحاظ سے ان سب سے اچھا ہوں۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے:۔

لَمْ یَخْلُقِ الرَّحْمٰنُ مِثْلَ مُحَمَّدٍ اَبَدًا وَّ عِلْمِیْ اَنَّہٗ لَا یَخْلُقُ

خدا نے حضرت محمد کا مثل کبھی پیدا نہیں کیا اور مجھے علم ہے کہ وہ آپ کا مثل پیدا نہ کرے گا۔

نضر کے بعد فہر اپنے وقت میں رئیس عرب تھا۔ اس کا ہمعصر حسان بن عبد کلال حمیر
چاہتا تھا کہ کعبہ کے پتھر اٹھا کر یمن میں لے جائے۔ تاکہ حج کے لئے وہیں کعبہ بنا دیا جائے۔ جب
اس ارادے سے حمیر وغیرہ کو ساتھ لے کر یمن سے آیا۔ اور مکہ سے ایک منزل پر مقام نخلہ
اترا۔ تو فہر نے قبائل عرب کو جمع کر کے اس کا مقابلہ کیا۔ حمیر کو شکست ہوئی۔ حسان گرفتار ہوا
تین برس کے بعد فدیہ دے کر رہا ہوا۔ اس واقعہ سے فہر کی ہیبت و عظمت کا سکہ عرب کے دلوں
جم گیا۔

فہر کے بعد قصی (۱) بن کلاب نے نہایت عزت و اقتدار حاصل کیا۔ قصی مذ
آنحضرت ﷺ کے جد خامس ہیں۔ ان کا اصلی نام زید تھا۔ کلاب کی وفات کے بعد ان کی والد
فاطمہ نے بنو عذرہ میں سے ایک شخص ربیعہ بن حرام سے شادی کر لی تھی۔ وہ فاطمہ کو اپنی ولایت
یعنی ملک شام کو لے گیا۔ فاطمہ اپنے ساتھ زید کو بھی لے گئی۔ چونکہ زید ابھی بچہ ہی تھے اور اپ
وطن مالوف سے دور جا رہے تھے اس لئے ان کو قصی (تصغیر اقصیٰ بہ بعید) کہنے لگے۔ جب قصی
جوان ہو گئے تو پھر مکہ میں اپنی قوم میں آ گئے۔ اور وہیں حلیل خزاعی کی بیٹی سے شادی کر لی۔
حلیل اس وقت کعبہ کا متولی تھا۔ اس کے مرنے پر تولیت قصی کے ہاتھ آئی۔ اس نے خزاعہ کو بیت
المال سے نکال دیا۔ اور قریش کو گھاٹیوں پہاڑیوں اور وادیوں سے جمع کر کے مکہ کے اندر اور باہر آباد
کیا۔ اس وجہ سے قصی کو مجمع بھی کہتے ہیں۔

قصی نے کئی کارہائے نمایاں کئے۔ چنانچہ ایک کمیٹی گھر قائم کیا جسے دار الندوہ کہتے ہیں۔
مہمات امور میں مشورے یہاں کرتے۔ لڑائی کے لئے جھنڈا یہیں تیار ہوتا۔ نکاح اور دیگر
تقریبات کی مراسم یہیں ادا کرتے۔ حرم کی رفادت و سقایت (۲) کا منصب بھی قصی ہی نے قائم
کیا۔ چنانچہ موسم حج میں قریش کو جمع کر کے یہ تقریر کی۔ 'تم خدا کے پڑوسی اور خدا کے گھر کے
متولی ہو۔ اور حجاج خدا کے مہمان اور خدا کے گھر کے زائرین ہیں۔ وہ اور مہمانوں کی نسبت تمہاری
میزبانی کے زیادہ مستحق ہیں۔ اس لئے ایام حج میں ان کے کھانے پینے کے لئے کچھ مقرر کرو۔' اس
پر قریش نے سالانہ رقم مقرر کی۔ جس سے ہر سال ایام منیٰ میں غریب حاجیوں کو کھانا کھلایا جاتا
تھا۔ سقایت کے لئے قصی نے چرمی حوض بنائے جو ایام حج میں کعبہ کے صحن میں رکھے جاتے تھے۔
ان حوضوں کے بھرنے کے لئے مکہ کے کنوؤں کا پانی مشکوں میں اونٹوں پر لایا جاتا تھا۔ ان مناصب
کے علاوہ قریش کے باقی شرف بھی یعنی حجابت (کعبہ کی کلید برداری و تولیت) اور لواء (علم ہدی)
اور قیادت (امارت لشکر) قصی کے ہاتھ میں تھے۔ اور قصی ہی پہلے شخص ہیں، جنہوں نے مزدلفہ پر
روشنی کی تاکہ لوگوں کو عرفات سے نظر آ جائے۔



قصی کے چار لڑکے (عبدالدار، عبد مناف، عبدالعزیٰ، عبد) اور دو لڑکیاں (تخمر، برہ)
عبدالدار اگرچہ عمر میں سب سے بڑا تھا۔ مگر شرافت و وجاہت میں اپنے بھائیوں کے ہم پایہ
اور عبد مناف تو سب سے اشرف تھے یہ آنحضرت ﷺ کے جد رابع تھے۔ ان کا اصلی نام
رسول اللہ ﷺ کے نور کی جھلک ان کی پیشانی میں ایسی تھی کہ ان کو قمر البطحا (وادی مکہ کا
کہا کرتے تھے۔ جب قصی بہت بوڑھے ہو گئے تو انہوں نے عبدالدار سے کہا کہ میں تجھے
بھائیوں کے برابر کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر حرم شریف کے تمام مناصب اس کے سپرد کر
قصی کی ہیبت کے سبب سے اس وقت کسی نے اعتراض نہ کیا۔ مگر قصی کے بعد جب عبدالدار
عبد مناف کا بھی انتقال ہو چکا تو عبد مناف کے بیٹوں (ہاشم، عبد شمس، مطلب، نوفل) نے اپنا
ظاہر کیا اور چاہا کہ حرم شریف کے وظائف عبدالدار کی اولاد سے چھین لیں۔ اس پر قریش
اختلاف پیدا ہو گیا۔ بنو اسد بنی عزیٰ اور بنو زہرہ بن کلاب اور بنو تیم بن مرہ اور بنو حارث بن
بنو عبد مناف کی طرف اور بنو مخزوم اور بنو سہم اور بنو جمح اور بنو عدی بن کعب دوسری
ہو گئے۔ بنو عبد مناف اور ان کے احلاف نے قسمیں کھا کر معاہدہ کیا کہ ہم ایک دوسرے کا
چھوڑیں گے۔ اور یک جہتی کے اظہار کے لئے ایک پیالہ خوشبو سے بھر کر حرم شریف
اور سب نے اس میں اپنی انگلیاں ڈبوئیں۔ اس لئے ان پانچ قبائل کو مطیبین کہتے ہیں۔ اسی
فریق نے باہم معاہدہ کیا اور ایک پیالہ خون سے بھر کر اس میں اپنی انگلیاں ڈبو کر
اس لئے ان پانچ قبائل کو لعقۃ الدم (خون کے چاٹنے والے) کہتے ہیں۔ غرض ہر دو
لڑائی کے لئے تیار ہو گئے۔ مگر اس بات پر صلح ہو گئی کہ سقایت و رفادت و قیادت بنو عبد
کو دی جائے۔ اور حجابت و لواء و ندوہ بدستور بنو عبدالدار کے پاس رہے۔ چنانچہ ہاشم کو جو
میں سب سے بڑے تھے۔ سقایت و رفادت ملی۔ ہاشم کے بعد مطلب کو اور مطلب کے
عبدالمطلب اور عبدالمطلب کے بعد ابو طالب کو ملی۔ اور ابو طالب نے اپنے بھائی عباس کے حوالہ
قیادت عبد شمس کو دی گئی۔ عبد شمس کے بعد اس کے بیٹے امیہ کو پھر امیہ کے بیٹے حرب کو
حرب کے بیٹے ابو سفیان کو عطا ہوئی۔ اس لئے جنگ احد اور احزاب میں ابو سفیان ہی قائد تھا۔
کے وقت وہ قافلہ قریش کے ساتھ تھا۔ اس لئے عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس امیر الجیش تھا۔
دار الندوہ عبدالدار کی اولاد میں رہا۔ یہاں تک کہ عکرمہ بن عامر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار
حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ انہوں نے اسے دار الامارت بنا لیا
اور آخر کار حرم میں شامل ہو گیا۔ حجابت آج تک عبدالدار کی اولاد میں ہے۔ اور وہ بنو شیبہ بن عثمان
بن ابی طلحہ بن عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار ہیں۔ لواء بھی اسی کی اولاد میں رہا۔ چنانچہ جنگ احد

میں جھنڈا ان ہی کے ہاتھ میں تھا۔ جب ایک قتل ہو جاتا تو وہ دوسرا اس کی جگہ لیتا۔ اس طرح ان کی ایک جماعت قتل ہو گئی۔

ہاشم (۳) نے منصب رفادت و سقایت کو نہایت خوبی سے انجام دیا ذی الحجہ کی پہلی تاریخ کو صبح کے وقت کعبہ سے پشت لگا کر یوں خطاب کرتے تھے۔ 'اے قریش کے گروہ تم خدا کے گھر کے پڑوسی ہو۔ خدا نے بنی اسمٰعیل میں سے تم کو اس کی تولیت کا شرف بخشا ہے اور تم کو اس کے پڑوس کے لئے خاص کیا ہے۔ خدا کے زائرین تمہارے پاس آ رہے ہیں جو اس کے گھر کی تعظیم کرتے ہیں۔ پس وہ خدا کے مہمان ہیں۔ اور خدا کے مہمانوں کی میزبانی کا حق سب سے زیادہ تم پر ہے۔ اس لئے تم خدا کے مہمانوں اور اس کے گھر کے زائرین کا اکرام کرو۔ جو ہر ایک شہر سے تیروں جیسی لاغر اور سبک اندام اونٹنیوں پر ژولیدہ مو اور غبار آلودہ آ رہے ہیں۔ اس گھر کے رب کی قسم اگر میرے پاس اس کام کے لئے کافی سرمایہ ہوتا تو میں تمہیں تکلیف نہ دیتا میں اپنے کسب حلال کی کمائی میں سے دے رہا ہوں۔ تم میں سے بھی جو چاہے ایسا کرے۔ میں اس گھر کی حرمت کا واسطہ دے کر گزارش کرتا ہوں کہ جو شخص بیت اللہ کے زائرین کو اپنے مال سے دے 'وہ بجز حلال کی کمائی کے نہ ہو۔' اس تقریر پر قریش اپنے حلال مالوں میں سے دیا کرتے اور دار الندوہ میں جمع کر دیتے۔

ہاشم کا اصلی نام عمرو تھا۔ علو رتبہ کے سبب عمرو العلا کہلاتے تھے۔ نہایت مہمان نواز تھے 'ان کا دستر خوان ہر وقت بچھا رہتا تھا۔ ایک سال قریش میں سخت قحط پڑا۔ یہ ملک شام سے خشک روٹیاں خرید کر ایام حج میں مکہ میں پہنچے۔ اور روٹیوں کا چورا کر کے اونٹوں کے گوشت کے شوربے میں ڈال کر ثرید بنایا اور لوگوں کو پیٹ بھر کر کھلایا۔ اس دن سے ان کو ہاشم (روٹیوں کا چورہ کرنے والا) کہنے لگے۔

عبد مناف کے صاحبزادوں نے قریش کی تجارت کو بہت ترقی دی اور دول خارجہ کے ساتھ تعلقات پیدا کر کے ان سے کاروان قریش کے لئے فرامین حفظ و امن حاصل کئے۔ چنانچہ ہاشم نے قیصر روم اور ملک غسان اور عبد شمس نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی سے اور نوافل نے اکاسرہ عراق سے اور مطلب نے یمن کے شاہ حمیر سے اسی قسم کے فرمان لکھوا لئے۔ اس کے بعد ہاشم نے قریش کے لئے سال میں دو تجارتی سفر مقرر کئے اس لئے قریش موسم سرما میں یمن و حبشہ میں اور گرما میں عراق و شام میں جاتے اور ایشیائے کوچک کے مشہور شہر انقرہ (انگورہ) تک پہنچ جاتے۔

ہاشم کی پیشانی میں نور محمدی چمک رہا تھا۔ احبار میں سے جو آپ کو دیکھتا آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیتا۔ قبائل عرب و احبار میں سے آپ کو شادی کے پیام آتے مگر آپ انکار کر دیتے۔ ایک دفعہ



بغرض تجارت آپ ملک شام کو گئے۔ راستے میں مدینہ میں بنو عدی بن نجار میں سے ایک شخص عمرو بن لبید خزرجی کے ہاں ٹھہرے۔ اس کی صاحبزادی سلمٰی حسن و صورت و شرافت میں اپنی قوم کی تمام عورتوں میں ممتاز تھی۔ آپ نے اس سے شادی کر لی۔ مگر عمرو نے ہاشم سے یہ عہد لیا کہ سلمٰی (۴) جو اولاد جنے گی وہ اپنے میکے میں جنے گی۔ شادی کے بعد ہاشم شام کو چلے گئے۔ جب واپس آئے تو سلمٰی کو اپنے ساتھ مکہ میں لے آئے۔ حمل کے آثار محسوس ہوئے تو سلمٰی کو مدینہ میں چھوڑ کر آپ شام کو چلے گئے۔ اور وہیں غزہ (۵) میں پچیس سال کی عمر میں انتقال کیا۔ اور غزہ ہی میں دفن ہوئے سلمٰی کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کے سر میں کچھ سفید بال تھے۔ اس لئے اس کا نام شیبہ رکھا گیا۔ اور شیبۃ الحمد بھی کہتے تھے۔ حمد کی نسبت اس کی طرف اس امید پر کی گئی کہ اس سے افعال نیک سرزد ہوں گے۔ جس کے سبب سے لوگ اس کی تعریف کیا کریں گے۔ شیبہ سات یا آٹھ سال مدینہ ہی میں رہے۔ پھر مطلب کو خبر لگی تو بھتیجے کو لینے کے لئے مدینہ میں پہنچے۔ جب مدینہ سے واپس آئے تو شیبہ کو اپنے پیچھے اونٹ پر سوار کر لیا۔ شیبہ کے کپڑے پھٹے پرانے تھے۔ جب چاشت کے وقت مکہ میں داخل ہوئے تو لوگوں نے مطلب سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ مطلب نے کہا۔ یہ میرا عبد (غلام) ہے۔ اس وجہ سے شیبہ کو عبدالمطلب کہنے لگے۔ وجہ تسمیہ میں مورخوں نے اور قول بھی نقل کئے ہیں۔

مطلب کے بعد اہل مکہ کی ریاست عبدالمطلب کو ملی (۶) اور رفادت و سقایت ان کے سپرد ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ کا نور ان کی پیشانی میں چمک رہا تھا۔ ان سے کستوری کی سی خوشبو آتی تھی۔ جب قریش کو کوئی حادثہ پیش آتا تو عبدالمطلب کو کوہ شبیہ پر لے جاتے اور ان کے وسیلہ سے بارگاہ رب العزت میں دعا مانگتے۔ اور ایام قحط میں ان کے واسطہ سے طلب باراں کرتے اور وہ دعا قبول ہوتی۔ عبدالمطلب پہلے شخص ہیں جو تحنث کیا کرتے تھے۔ یعنی ہر سال ماہ رمضان میں کوہ حرا پر جا کر خدا کے گیان دھیان میں گوشہ نشین رہا کرتے۔ وہ موحد تھے۔ شراب و زنا کو حرام جانتے تھے۔ نکاح محارم سے اور حالت برہنگی طواف کعبہ سے منع کرتے۔ لڑکیوں کے قتل سے روکتے۔ چور کا ہاتھ کاٹ دیتے۔ بڑے مستجاب الدعوات اور فیاض تھے۔ اپنے دستر خوان سے پہاڑیوں کی چوٹیوں پر چرند پرند کو کھلایا کرتے تھے۔ اس لئے انہیں مطعم الطیر (پرندوں کو کھلانے والے) کہتے تھے۔ یہ سب کچھ نور محمدی کی برکت سے تھا۔

عبدالمطلب نے چاہ زمزم کو نئے سرے سے کھدوا کر درست کیا۔ اس کا قصہ یوں ہے کہ حضرت اسماعیل علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کعبہ کی تولیت نابت بن اسماعیل کے سپرد ہوئی اور ان کے بعد نابت کا نانا مضاض بن عمرو جرہمی متولی ہوا۔ جب بنو جرہم حرم شریف کی بے حرمتی

کرنے اور کعبہ کے مال اپنے خرچ میں لانے لگے تو بنو بکر بن عبد مناف بن کنانہ اور غبشان خزاعی نے
ان کو مکہ سے یمن کی طرف نکال دیا۔ اس وقت سے خزاعہ متولی ہوئے۔ خزاعہ میں سے اخیر متولی
حلیل بن حبشیہ تھا۔ جس کے بعد تولیت قصی کے ہاتھ آئی جیسا کہ پہلے مزکور ہوا۔ عمرو بن
حارث بن مضاض جرہمی نے جاتے وقت کعبہ کے ہر دو غزال طلائی اور حجر رکن کو زمزم میں ڈال کر
اسے ایسا بند کر دیا تھا کہ مدت گزرنے پر کسی کو اس کا نشان تک معلوم نہ رہا۔ آخر کار عبدالمطلب کو
خواب میں اس کے کھودنے کا اشارہ ہوا۔ عبدالمطلب کے ہاں اس وقت صرف ایک صاحبزادہ
حارث تھا۔ اسی کو ساتھ لے کر کھودنے لگے۔ جب کنوئیں کا بالائی حصہ نظر آیا تو خوشی میں تکبیر
کہی۔ کھودتے کھودتے ہر دو غزال اور کچھ تلواریں اور زرہیں برآمد ہوئیں۔ یہ دیکھ کر قریش نے کہا
کہ اس میں ہمارا بھی حق ہے۔ عبدالمطلب نے بجائے مقابلہ کے اس معاملہ کو قرعہ اندازی پر چھوڑا
چنانچہ ہر دو غزال کا قرعہ کعبہ پر تلواروں اور زرہوں کا قرعہ عبدالمطلب پر پڑا اور قریش کے نام کچھ
نہ نکلا۔ اس طرح عبدالمطلب نے زمزم کو کھود کر درست کیا۔ اس وقت سے زمزم ہی کا پانی حاجیوں
کے کام آنے لگا۔ اور مکہ کے کنوؤں کے پانی کی ضرورت نہ رہی۔

زمزم کے کھودنے میں عبدالمطلب نے اپنے معاونین کی قلت محسوس کر کے یہ منت
مانی تھی کہ اگر میں اپنے سامنے دس بیٹوں کو جوان دیکھ لوں۔ تو ان میں سے ایک کو خدا کی راہ میں
قربان کروں گا۔ جب مراد بر آئی تو ایفائے نذر کے لئے دسوں بیٹوں کو لے کر کعبہ میں آئے۔ اور
پجاری سے اپنی نذر کا حال بیان کیا اور کہا کہ ان دسوں پر قرعہ ڈالو' دیکھو کس کا نام نکلتا ہے۔ چنانچہ
ایک نے اپنے اپنے نام کا قرعہ دیا۔ ایک طرف پجاری قرعہ نکال رہا تھا۔ دوسری طرف عبدالمطلب
یوں دعا کر رہے تھے:۔ 'یا اللہ میں نے ان میں سے ایک کی قربانی کی منت مانی تھی اب میں ان پر قرعہ
اندازی کرتا ہوں' تو جسے چاہتا ہے اس کا نام نکال۔ 'اتفاق سے عبداللہ کا نام نکلا۔ جو رسول اللہ ﷺ
کے والد اور عبدالمطلب کے سب بیٹوں میں پیارے تھے۔ عبدالمطلب چھری ہاتھ میں لے کر ان کو
قربان گاہ کی طرف لے چلے۔ مگر قریش اور عبداللہ کے بھائی مانع ہوئے۔ آخر کار عبداللہ اور دس
اونٹوں پر قرعہ ڈالا گیا اتفاق یہ کہ عبداللہ ہی کے نام پر قرعہ نکلا۔ پھر عبداللہ اور بیس اونٹوں پر قرعہ
ڈالا گیا مگر نتیجہ وہی نکلا۔ بڑھاتے بڑھاتے سو اونٹوں پر نوبت پہنچی تو قرعہ اونٹوں پر نکلا۔ چنانچہ
عبدالمطلب نے سو اونٹ قربانی کئے' اور عبداللہ بچ گئے۔ اسی واسطے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے انا
ابن الذبیحین یعنی میں دو ذبیح (اسماعیل و عبداللہ) کا بیٹا ہوں۔

جب عبدالمطلب اونٹوں کی قربانی سے فارغ ہوئے تو عبداللہ کی شادی کی فکر ہوئی۔
عبداللہ نور محمدی کے سبب کمال حسن و جمال رکھتے تھے۔ قضیہ ذبح سے اور مشہور ہو گئے قریش کی



عورتیں ان کی طرف مائل تھیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو پردہ عفت و عصمت میں محفوظ رکھا۔
عبدالمطلب ان کے لئے ایسی عورت کی تلاش میں تھے جو شرف نسب و حسب و عفت میں ممتاز ہو۔
اس لئے وہ ان کو بنو زہرہ کے سردار وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ کے ہاں لے گئے۔
وہب کی بیٹی آمنہ زہریہ قرشیہ نسب و شرف میں قریش کی تمام عورتوں سے افضل تھیں
عبدالمطلب نے وہب کو عبداللہ کی شادی کا پیغام دیا۔ اور وہیں عقد ہو گیا۔ (۷) بعض کہتے ہیں کہ
آمنہ اپنے چچا وہب کے پاس رہتی تھیں۔ عبدالمطلب نے وہب کو پیغام دیا اور نکاح ہو گیا۔ اور اسی
مجلس میں خود عبدالمطلب نے وہب کی صاحبزادی ہالہ سے شادی کی۔

عبدالمطلب کے ہاں بقول ابن ہشام پانچ بیویوں سے دس لڑکے اور چھ لڑکیاں پیدا ہوئیں
جن کی تفصیل یوں ہے:۔

| زوجہ کا نام | اولاد |
|---|---|
| سمراء بنت جندب ہوازنیہ | حارث (۸) |
| لبنیٰ بنت ہاجرہ خزاعیہ | ابو لہب (اصلی نام عبدالعزیٰ) |
| فاطمہ بنت عمرو مخزومیہ | ابو طالب (اصلی نام عبد مناف) زبیر۔ |
| | عبداللہ (والد رسول اللہ) |
| | بیضاء۔ عاتکہ۔ برہ۔ امیمہ۔ اروی۔ |
| ہالہ بنت وہیب زہریہ | حمزہ۔ مقوم۔ حجل۔ صفیہ۔ |
| نتیلہ بنت خباب خزرجیہ | عباس۔ ضرار۔ |

جب نور محمدی حضرت آمنہ کے رحم مبارک میں منتقل ہو گیا تو کئی عجائبات ظہور میں
آئے۔ اس سال قریش میں سخت قحط سالی تھی۔ اس نور کی برکت سے زمین پر جا بجا روئیدگی کی مخملی
چادر نظر آنے لگی۔ درختوں نے اپنے پھل جھکا دیئے اور مکہ میں اس قدر فراخ سالی ہوئی کہ اس
سال کو سنۃ الفتح والابتہاج کہنے لگے۔ قریش کا ہر ایک چارپایہ فصیح عربی زبان میں حضرت آمنہ کے
حمل کی خبر دینے لگا۔ بادشاہوں کے تخت اور بت اوندھے گر پڑے۔ مشرق و مغرب کے وحشی چرند
پرند اور دریائی جانوروں نے ایک دوسرے کو خوشخبری دی۔ جن پکار اٹھے کہ حضرت کا زمانہ قریب
آ گیا۔ کاہنوں کی آمد و جانی رہی اور رہبانیت پر خوف طاری ہوا۔ حضرت کی والدہ ماجدہ نے خواب
میں دیکھا کوئی کہہ رہا ہے 'تیرے پیٹ میں جہان کا سردار ہے۔ جب وہ پیدا ہو تو ان کا نام محمد رکھنا۔'

# حضرت عبداللہ کی وفات

جب قول مشہور کے موافق حمل شریف کو دو مہینے پورے ہو گئے تو حضرت کے دادا عبدالمطلب نے آپ کے والد حضرت عبداللہ کو مدینہ میں کھجوریں لانے کے لئے بھیجا۔ حضرت عبداللہ وہاں اپنے والد کے ننہال بنو عدی بن نجار میں ایک ماہ بیمار رہ کر انتقال فرما گئے۔ اور وہیں دار نابغہ میں دفن ہوئے۔ بعض کہتے ہیں کہ عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ کو تجارت کے لئے شام بھیجا تھا۔ وہ واپس آتے ہوئے مدینہ میں بنو عدی میں ٹھہرے اور بیمار ہو کر یہیں رہ گئے۔ حضرت عبداللہ کا ترکہ ایک لونڈی ام ایمن برکہ حبشیہ اور پانچ اونٹ اور کچھ بکریاں تھیں۔

# واقعہ اصحاب فیل

تولد شریف سے ۵۵ دن پہلے ایک واقعہ پیش آیا جو اصحاب فیل کا واقعہ کر کے مشہور ہے۔ اس واقعہ کی کیفیت بطریق اختصار یوں ہے کہ اس وقت شاہ حبشہ کی طرف سے ابرہہ یمن کا گورنر تھا۔ اس نے شہر صنعاء میں ایک کلیسا بنایا اور شاہ حبشہ کو لکھا کہ میں نے آپ کے لئے ایک بے نظیر کلیسا بنوایا ہے۔ میں کوشش کر رہا ہوں کہ عرب کے لوگ آئندہ خانہ کعبہ کو چھوڑ کر یہیں حج و طواف کیا کریں۔ جب یہ خبر عرب میں مشہور ہو گئی تو بنی کنانہ میں سے ایک شخص نے غصہ میں آکر اس کلیسا میں بول و براز کر دیا۔ یہ دیکھ کر ابرہہ آگ بگولہ ہو گیا اور اس نے قسم کھائی کہ کعبہ کی اینٹ سے اینٹ نہ بجا دوں تو میرا نام ابرہہ نہیں۔ اسی وقت فوج و ہاتھی لے کر کعبہ پر چڑھائی کی۔ یہاں تک کہ مقام مُغمَّس میں جو مکہ مشرفہ سے دو میل ہے جا اترا۔ اور ایک سردار کو حکم دیا کہ اہل مکہ سے چھیڑ چھاڑ شروع کرے۔ چنانچہ وہ سردار قریش کے اونٹ اور بھیڑ بکریاں ہانک لایا جن میں دو سو اونٹ عبدالمطلب بن ہاشم کے بھی تھے۔ بعد ازاں ابرہہ کی طرف سے حناطہ حمیری گیا اور عبدالمطلب کو ابرہہ کے پاس لے آیا۔ ابرہہ نے عبدالمطلب کا بڑا اکرام کیا اور دونوں میں بذریعہ ترجمان یہ گفتگو ہوئی۔

ابرہہ۔ تم کیا چاہتے ہو۔

عبدالمطلب۔ میرے اونٹ واپس کر دو۔

ابرہہ۔ (متعجب ہو کر) تمہیں اونٹوں کا تو خیال ہے۔ مگر خانہ کعبہ جو تمہارا اور تمہارے آباؤ اجداد کا دین ہے جسے میں ڈھانے آیا ہوں اس کا نام تک نہیں لیتے۔

عبدالمطلب۔ میں اونٹوں کا مالک ہوں۔ خانہ کعبہ کا مالک اور ہے۔ وہ اپنے گھر کو بچائے گا۔

ابرہہ۔ خانہ کعبہ مجھ سے بچ نہیں سکتا۔



عبدالمطلب۔ پھر تم جانو اور وہ۔

اس گفتگو کے بعد عبدالمطلب اپنے اونٹ لے کر مکہ میں واپس آگیا اور قریش سے کہنے لگا کہ شہر سے نکل جاؤ اور پہاڑیوں کے دروں میں پناہ لو۔ یہ کہہ کر خود چند آدمیوں کو ساتھ لے کر خانہ کعبہ میں گیا اور دروازے کا حلقہ پکڑ کر یوں دعا کی۔

لا هُمَّ ان العبد يمنع رحله فامنع دارك

لا يغلبنّ صليبهم ومحالهم غدوامحالك

ان كنت تاركهم وقبلتنا فأمر مابدالك

(ترجمہ) اے اللہ بندہ اپنے گھر کو بچایا کرتا ہے تو بھی اپنا گھر بچا۔ ایسا نہ ہو کہ کل کو ان کی صلیب اور ان کی تدبیر تیری تدبیر پر غالب آجائے۔ اگر تو ہمارے قبلہ کو ان پر چھوڑنے لگا، تو حکم کر جو چاہتا ہے۔

ادھر عبدالمطلب یہ دعا کر کے اپنے ساتھیوں سمیت پہاڑوں کے درے میں پناہ گزیں ہو گئے۔ ادھر صبح کو ابرہہ خانہ کعبہ کو ڈھانے کے لئے فوج اور ہاتھی لے کر تیار ہوا۔ جب اس نے ہاتھی کا منہ مکہ کی طرف کیا تو وہ بیٹھ گیا۔ بہتیرے آنکس مارے مگر نہ اٹھا۔ آخر مکہ کی طرف سے اس کا منہ موڑ کر اٹھایا تو اٹھا اور تیز بھاگنے لگا۔ غرض جب مکہ کی طرف اس کا منہ کرتے تو بیٹھ جاتا۔ اور دوسری طرف کرتے تو اٹھ کر بھاگتا۔ اسی حال میں اللہ تعالیٰ نے سمندر کی طرف سے ابابیلوں کے غول بھیجے۔ جن کے پاس کنکریاں تھیں۔ ایک ایک چونچ میں اور دو دو پنجوں میں انہوں نے کنکروں کا مینہ برسانا شروع کیا۔ جس پر کنکر گرتی ہلاک ہو جاتا۔ یہ دیکھ کر ابرہہ کا لشکر بھاگ نکلا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنا گھر دشمن سے بچا لیا۔ قرآن مجید کی سورہ فیل میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

قصہ اصحاب فیل میں دو طرح سے حضرت کی کرامت ظاہر ہے۔ ایک تو یہ کہ اگر اصحاب فیل غالب آتے تو وہ حضرت کی قوم کو قید کر لیتے اور غلام بنا لیتے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اصحاب فیل کو ہلاک کر دیا۔ تاکہ اس کے حبیب پاک پر حمل و طفولیت کی حالت میں اسیری و غلامی کا داغ نہ لگے۔ دوسرے یہ کہ اصحاب فیل نصاریٰ اہل کتاب تھے جن کا دین قریش کے دین سے جو بت پرست تھے یقیناً بہتر تھا۔ مگر یہ کہ حضرت کے وجود باوجود کی برکت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ شریف کی حرمت قائم رکھنے کے لئے قریش کو باوجود بت پرست ہونے کے اہل کتاب پر فتح دی۔ یہ واقعہ حضرت کی نبوت کا پیش خیمہ تھا۔ کیونکہ آپ کے دین میں اسی بیت اللہ کی تعظیم کی گئی اور اسی کی طرف نماز کا حکم ہوا۔

# تولد شریف

جب حمل شریف کو چاند کے حساب سے پورے نو مہینے ہوگئے تو حضور اقدس ﷺ ۱۲ ربیع الاول کو دو شنبہ کے دن فجر کے وقت کہ ابھی بعض ستارے آسمان پر نظر آرہے تھے پیدا ہوئے۔ دونوں ہاتھ زمین پر رکھے ہوئے۔ سر آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے۔ (جس سے آپ اپنے علو مرتبہ کی طرف اشارہ فرما رہے تھے) بدن بالکل پاکیزہ اور تیز بو کستوری کی طرح خوشبودار ختنہ کئے ہوئے۔ ناف بریدہ۔ چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح نورانی۔ آنکھیں قدرت الٰہی سے سرمگیں۔ دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت درخشاں۔ آپ کی والدہ نے آپ کے دادا عبدالمطلب کو جو اس وقت خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے بلا بھیجا۔ وہ حضرت کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اور بیت اللہ شریف میں لے جاکر آپ کے لئے صدق دل سے دعا کی اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت عظمیٰ کا شکریہ ادا کیا۔ آپ کے چچا ابولہب کی لونڈی ثویبہ نے ابولہب کو تولد شریف کی خبر دی تو اس نے اس خوشی میں ثویبہ کو آزاد کر دیا۔

حضرت جس مہینے میں پیدا ہوئے۔ اس کا نام تو ربیع تھا ہی۔ مگر وہ موسم بھی ربیع (بہار) کا تھا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

ربیع فی ربیع' فی ربیع و نور فوق نور' فوق نور

چہرہ مبارک ۱۲' موسم ربیع ۱۲' ماہ تولد شریف ۱۲

## تولد شریف کی خوشی کا ثمرہ

ابولہب کی موت کے ایک سال بعد حضرت عباس نے خواب میں ابولہب کو برے حال میں دیکھا۔ پوچھا تجھے کیا ملا؟ ابولہب نے جواب دیا۔

لم الق بعد کم غیر انی سقیت فی هٰذه بعتاقتی ثویبة

(ترجمہ) تمہارے بعد مجھے کچھ آرام نہیں ملا سوائے اس کے کہ ثویبہ کو آزاد کرنے کے سبب سے بمقدار اس (مغاک میان ابہام و سبابہ) کے پانی مل جاتا ہے جسے میں پی لیتا ہوں۔

اس حدیث (۹) عروہ بن زبیر کا مطلب یہ ہے کہ ابولہب بتا رہا ہے کہ میرے تمام اعمال رائگاں گئے سوائے ایک کے اور یہ کہ میں نے حضرت کی ولادت کی خوشی میں اپنی لونڈی ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا۔ اس ایک عمل کا فائدہ باقی رہ گیا۔ اور وہ یوں ہے کہ اس کے بدلے ہر دو شنبہ کو ابہام و سبابہ کے درمیانی مغاک کی مقدار مجھے پانی مل جاتا ہے جسے میں انگلیوں سے چوس لیتا ہوں اور



عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ یہ حضور رسول اللہ ﷺ کی خصوصیات سے ہے۔ ورنہ کافر کا کوئی عمل فائدہ نہ دے گا۔

فقیر توکلی گزارش کرتا ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تولد شریف پر خوشی منانے سے ایک کافر کو یہ فائدہ پہنچا تو قیاس کیجئے کہ ایک مسلمان جو ہر سال مولود شریف کرتا اور حضور احمد مختار ﷺ کے تولد شریف پر خوشیاں مناتا ہے اس دار فانی سے رخصت ہو جائے تو اسے کس قدر فائدہ پہنچے گا۔

## تولد شریف کے وقت خوارق

تولد شریف کے وقت غیب سے عجیب و غریب اور خارق عادت امور ظاہر ہوئے تاکہ آپ کی نبوت کی بنیاد پڑ جائے۔ اور لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ و پسندیدہ ہیں۔ اور ان کے نور سے حرم شریف کی پست زمین اور ٹیلے روشن ہوگئے۔ آپ کے ساتھ ایسا نور نکلا کہ مکہ مشرفہ کے رہنے والوں کو ملک شام کے قیصری محل نظر آگئے۔ شیاطین پہلے آسمانوں پر چلے جاتے اور کاہنوں کو بعض مغیبات کی خبر دے دیتے تھے۔ اور وہ لوگوں کو کچھ اپنی طرف سے ملا کر بتا دیا کرتے تھے۔ اب آسمانوں میں ان کا آنا جانا بند کر دیا گیا۔ اور آسمانوں کی حفاظت شہاب ثاقب سے کر دی گئی۔ اس طرح وحی و غیر وحی میں خلط ملط ہو جانے کا اندیشہ جاتا رہا۔ شہر مدائن میں محل کسریٰ پھٹ گیا اور اس کے چودہ کنگرے گر پڑے۔ اس میں اشارہ تھا کہ چودہ حکمرانوں کے بعد ملک فارس خادمان اسلام کے قبضہ میں آجائے گا۔ (۱۰) فارس کے آتش کدے ایسے سرد پڑ گئے کہ ہر چند ان میں آگ جلانے کی کوشش کی جاتی تھی مگر نہ جلتی تھی۔ بحیرہ ساوہ جو ہمدان و قم کے درمیان چھ میل لمبا اور اتنا ہی چوڑا تھا اور جس کے کناروں پر شرک و بت پرستی ہوا کرتی تھی یکایک بالکل خشک ہو گیا۔ وادی ساوہ (شام و کوفہ کے درمیان) کی ندی جو بالکل خشک پڑی تھی لبالب بہنے لگی۔

## رضاعت

آنحضرت ﷺ کو آپ کی والدہ ماجدہ نے [illegible] دودھ پلایا۔ پھر ابولہب کی آزاد کی ہوئی لونڈی ثویبہ نے چند روز ایسا ہی کیا۔ بعد ازاں حلیمہ سعدیہ نے یہ خدمت اپنے ذمہ لی۔

قریش میں دستور تھا کہ شہر کے لوگ اپنے شیر خوار بچوں کو بدوی آبادی میں بھیج دیا کرتے تھے تاکہ بچے بدوؤں میں پل کر فصاحت اور عرب کی خالص خصوصیات حاصل کریں اور مدت رضاعت کے ختم ہونے پر عوضانہ دے کر واپس لے آتے تھے۔ اس لئے نواح مکہ کے قبائل کی

بدوی عورتیں سال میں دو دفعہ ربیع و خریف میں بچوں کی تلاش میں شہر مکہ میں آتی تھیں۔ چنانچہ اس دفعہ قحط سالی میں حلیمہ سعدیہ اپنے قبیلہ کی دس عورتوں کے ساتھ اسی غرض سے شہر میں آئی۔ حلیمہ کے ساتھ اس کا شیر خوار بچہ عبداللہ نام' اس کا شوہر حارث بن عبدالعزیٰ سعدی' ایک دراز گوش اور ایک اونٹنی تھی۔ بھوک کے مارے نہ اونٹنی دودھ کا ایک قطرہ دیتی تھی اور نہ حلیمہ کی چھاتیوں میں کافی دودھ تھا۔ اس لئے بچہ بے چین رہتا تھا۔ اور رات کو اس کے رونے کے سبب سے میاں بیوی سو بھی نہ سکتے تھے۔ اب قسمت جاگی تو حلیمہ کو جو شرف و کمال میں مشہور تھی ایسا مبارک رضیع مل گیا کہ ساری زحمت کافور ہو گئی۔ دیکھتے ہی دائیں چھاتی سے لگا لیا۔ دودھ نے جوش مارا حضرت نے پیا اور بائیں چھاتی چھوڑ دی جس سے حلیمہ کے بچے نے پیا۔ اس کے بعد بھی ایسا ہی ہوتا رہا۔ یہ عدل جبلی کا نتیجہ تھا۔ ڈیرے پر پہنچی تو پھر دونوں بچوں نے سیر ہو کر دودھ پیا۔ حارث نے اٹھ کر اونٹنی کو جو دیکھا تو اس کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے تھے۔ جس سے میاں بیوی سیر ہو گئے اور رات آرام سے کٹی۔ اس طرح تین راتیں مکہ میں گزار کر حضرت آمنہ کو وداع کر دیا گیا اور حلیمہ اپنے قبیلہ کو آئی۔ اس نے حضرت کو اپنے آگے دراز گوش پر سوار کر لیا۔ دراز گوش نے پہلے کعبہ کی طرف تین سجدے کر کے سر آسمان کی طرف اٹھایا گویا شکر یہ ادا کیا کہ اس سے یہ خدمت لی گئی۔ پھر روانہ ہوئی۔ اور حضرت کی برکت سے ایسی چست و چالاک بن گئی کہ قافلہ کے سب چوپائیوں سے آگے چل رہی تھی حالانکہ جب آئی تھی تو کمزوری کے سبب سے سب سے پیچھے رہ جاتی تھی۔ ساتھ کی عورتیں حیران ہو کر پوچھتی تھیں ابوذویب کی بیٹی! کیا یہ وہی دراز گوش ہے؟ حلیمہ جواب دیتی واللہ یہ وہی ہے۔ بنو سعد میں اس وقت سخت قحط تھا۔ مگر حضرت کی برکت سے حلیمہ کے مویشی سیر ہو کر آتے اور خوب دودھ دیتے۔ اور دوسروں کے مویشی بھوکے آتے اور وہ دودھ کا ایک قطرہ بھی نہ دیتے۔ اس طرح حلیمہ کی سب تنگ دستی دور ہو گئی۔ (۱۱)

حلیمہ حضرت کو کسی دور جگہ نہ جانے دیتی تھی۔ ایک روز وہ غافل ہو گئی۔ اور حضرت اپنی رضاعی بہن شیماء کے ساتھ دوپہر کے وقت بھیڑوں کے ریوڑ میں تشریف لے گئے مائی حلیمہ تلاش میں نکلی۔ اور آپ کو شیما کے ساتھ پایا۔ کہنے لگی ایسی تپش میں؟ شیما بولی۔ (۱۲)' اماں جان ! میرے بھائی نے تپش محسوس نہیں کی۔ بادل آپ پر سایہ کرتا تھا۔ جب آپ ٹھہر جاتے تو بادل بھی ٹھہر جاتا اور جب آپ چلتے تو بادل بھی چلتا۔ یہی حال رہا یہاں تک کہ ہم اس جگہ آ پہنچے ہیں۔'

جب حضرت دو سال کے ہو گئے تو مائی حلیمہ نے آپ کا دودھ چھڑا دیا۔ اور آپ کو آپ کی والدہ کے پاس لے کر آئی اور کہا۔ کاش تو اپنے بیٹے کو میرے پاس اور رہنے دے تاکہ قوی ہو جائے۔ کیونکہ مجھے اس پر وبائے مکہ کا ڈر ہے۔ یہ سن کر بی بی آمنہ نے آپ کو حلیمہ کے ساتھ واپس



کر دیا۔ حلیمہ کا بیان ہے کہ ہمیں واپس آئے دو یا تین مہینے گزرے تھے کہ ایک روز حضرت اپنے رضاعی بھائی عبداللہ کے ساتھ ہمارے گھروں کے پیچھے ہماری بھیڑوں میں تھے کہ آپ کا بھائی دوڑتا ہوا آیا کہنے لگا کہ میرے اس قریشی بھائی کے پاس دو شخص آئے جن پر سفید کپڑے ہیں۔ انہوں نے اس کو لٹا کے بل لٹا کر اس کا پیٹ پھاڑ دیا۔ یہ سن کر میں اور میرا خاوند دوڑے گئے۔ دیکھا کہ آپ کھڑے ہیں اور چہرے کا رنگ بدلا ہوا ہے۔ ہم دونوں آپ کے گلے لپٹ گئے اور پوچھا' بیٹا! تجھے کیا ہوا؟ آپ نے بیان کیا کہ دو شخص میرے پاس آئے جن پر سفید کپڑے تھے۔ انہوں نے پہلو کے بل لٹا کر میرے پیٹ کو پھاڑ دیا۔ اور اس میں ایک خون کی پھٹکی نکال کر کہا۔ ھذا حظ الشیطن (یہ تمہارے شیطان کا حصہ ہے) پھر اسے ایمان و حکمت سے بھر کر سی دیا۔ پس ہم آپ کو اپنے گھر میں لے آئے۔ میرے خاوند نے کہا' حلیمہ! مجھے ڈر ہے اس لڑکے پر کچھ آسیب ہے۔ آسیب کے ظاہر ہونے سے پہلے اسے اس کے کنبے میں چھوڑ آئیں۔ میں آپ کو آپ کی والدہ کے پاس لائی اور بہت اصرار کے بعد اس سے حقیقت حال بیان کی۔ ماں نے کہا' اللہ کی قسم ان پر شیطان کو دخل نہیں۔ میرے بیٹے کی بڑی شان ہے۔

## تعدد شق صدر

واضح رہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شق صدر چار مرتبہ ہوا ہے۔ ایک وہ جس کا ذکر اوپر ہوا۔ یہ اس واسطے تھا کہ حضور انور وساوس شیطان سے جس میں بچے مبتلا ہوا کرتے ہیں محفوظ رہیں۔ اور بچپن ہی سے اخلاق حمیدہ پر پرورش پائیں۔ دوسری مرتبہ دس برس کی عمر میں ہوا تاکہ کامل ترین اوصاف پر جوان ہوں۔ تیسری مرتبہ غار حرا میں بعثت کے وقت ہوا تاکہ آپ وحی کے بوجھ کو برداشت کر سکیں۔ چوتھی مرتبہ شب معراج میں ہوا تاکہ آپ مناجات الٰہی کے لئے تیار ہو جائیں۔

## حضرت آمنہ کی وفات

حضرت کی عمر مبارک چھ سال کی ہوئی تو آپ کی والدہ آپ کو ساتھ لے کر مدینہ میں آپ کے دادا کے ننہال بنو عدی بن نجار میں ملنے گئیں بعض کہتے ہیں کہ اپنے شوہر کی قبر کی زیارت کے لئے گئی تھیں۔ ام ایمن بھی ساتھ تھیں۔ جب واپس آئیں تو راستے میں مقام ابوا میں انتقال فرما گئیں اور وہیں دفن ہوئیں۔

ہجرت کے بعد جب حضرت کا گزر بنو نجار پر ہوا تو اپنے قیام مدینہ کا نقشہ سامنے آ گیا اور اپنی قیام گاہ کو دیکھ کر فرمایا۔' اس گھر میں میری والدہ مکرمہ مجھے لے کر ٹھہری تھیں۔ میں بنی

عدی بن نجار کے تالاب میں تیرا کرتا تھا۔' (مواہب لدنیہ)

## عبد المطلب وابو طالب کی کفالت

ام ایمن حضرت کو مکہ میں لائیں اور آپ کے دادا عبد المطلب کے حوالہ کیا۔ عبد المطلب آپ کی پرورش کرتے رہے۔ مگر جب آپ کی عمر مبارک آٹھ سال کی ہوئی تو انہوں نے بھی وفات پائی اور حسب وصیت آپ کے چچا ابو طالب جو حضرت علی کے باپ اور آپ کے والد عبد اللہ کے ماں جایا بھائی تھے۔ آپ کے تربیت کا کفیل ہوئے۔ ابو طالب نے آپ کی کفالت کو بہت اچھی طرح انجام دیا۔ اور آپ کو اپنی ذات اور بیٹوں پر مقدم رکھا۔

## طفولیت میں حضرت کی دعا سے نزول باراں

ایک دفعہ ابو طالب نے حضرت کو ساتھ لے کر بارش کے لئے دعا کی تھی جو حضور کی برکت سے فوراً قبول ہوئی تھی۔ چنانچہ ابن عساکر جلہمہ بن عرفطہ سے ناقل ہے کہ اس نے کہا کہ میں مکہ میں آیا۔ اہل مکہ قحط میں مبتلا تھے۔ ایک بولا کہ لات و عزیٰ کے پاس چلو دوسرا بولا کہ منات کے پاس چلو۔ یہ سن کر ایک خوبرو جید الرائے بوڑھے نے کہا۔

تم کہاں الٹے جا رہے ہو حالانکہ ہمارے درمیان باقیہ ابراہیم و سلالہ اسماعیل موجود ہے۔ وہ بولے کیا تمہاری مراد ابو طالب ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ پس وہ سب اٹھے اور میں بھی ساتھ ہو لیا۔ جا کر دروازے پر دستک دی ابو طالب نکلا تو کہنے لگے۔ 'ابو طالب! جنگل قحط زدہ ہو گیا۔ ہمارے زن و فرزند قحط میں مبتلا ہیں۔ چل مینہ مانگ۔' پس ابو طالب نکلا اس کے ساتھ ایک لڑکا تھا۔ گویا آفتاب تھا۔ جس سے ہلکا سیاہ بادل دور ہو گیا۔ اس کے گرد اور چھوٹے چھوٹے لڑکے تھے۔ ابو طالب نے اس لڑکے کو لیا اور اس کی پیٹھ کعبہ سے لگائی۔ اس لڑکے (محمد ﷺ) نے التجا کرنے والے کی طرح اپنی انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ حالانکہ اس وقت آسمان پر کوئی بادل کا ٹکڑا نہ تھا۔ اشارہ کرنا تھا کہ چاروں طرف سے بادل آنے لگے۔ برسا اور خوب برسا جنگل میں پانی ہی پانی نظر آنے لگا۔ اور آبادی و وادی سب سرسبز و شاداب ہو گئے۔ اسی بارے میں ابو طالب نے کہا۔

وَاَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ

اور گورے رنگ والے جن کی ذات کے وسیلہ سے نزول باراں طلب کیا جاتا ہے۔

## یتیموں کے ملجا و ماویٰ' رانڈوں اور درویشوں کے نگہبان

بعثت کے بعد جب قریش آنحضرت ﷺ کو ستا رہے تھے تو ابو طالب نے ایک قصیدہ



[illegible] ابن ہشام میں دیا ہوا ہے۔ شعر مذکور اسی قصیدے میں سے ہے۔ اس شعر میں ابو طالب [illegible] محسن سے حضرت کے احسانات جتا رہا ہے۔ اور گویا کہہ رہا ہے کہ ایسے قدیم بابرکت [illegible] آزار کیوں ہو؟ (مواہب و زرقانی)

## شام کا پہلا سفر

[illegible] حضرت کی عمر مبارک بارہ سال کی ہوئی تو ابو طالب حسب معمول قافلہ قریش [illegible] تجارت ملک شام کو جانے لگا۔ یہ دیکھ کر آپ اس سے لپٹ گئے۔ اس لئے اس نے [illegible] لے لیا۔ جب قافلہ شہر بصریٰ میں پہنچا تو وہاں بحیرا راہب نے آپ کو دیکھ کر پہچان [illegible] پکڑ کر کہنے لگا۔ یہ سارے جہان کا سردار ہے۔ رب العالمین کا رسول ہے۔ اللہ [illegible] کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گا۔ قریشیوں نے پوچھا تجھے یہ کیونکر معلوم ہوا۔ اس نے [illegible] تم گھاٹی سے چڑھے کوئی درخت اور پتھر باقی نہ رہا مگر سجدے میں گر پڑا۔ درخت اور [illegible] سوا کسی دوسرے شخص کو سجدہ نہیں کرتے اور میں ان کو مہر نبوت سے پہنچانتا ہوں جو [illegible] کی ہڈی کے نیچے سیب کی مانند ہے پھر اس راہب نے کھانا تیار کیا۔ جب وہ ان کے [illegible] حضرت اونٹوں کے چرانے میں مشغول تھے۔ اس نے کہا' آپ کو بلا لو۔ آپ آئے تو [illegible] سایا کیا ہوا تھا۔ جب آپ قوم کے نزدیک آئے تو ان کو درخت کے سایہ کی طرف [illegible] پایا جس وقت آپ بیٹھ گئے تو درخت کا سایا آپ کی طرف ہٹ آیا۔ پھر کہا تمہیں [illegible] ان کا ولی کون ہے؟ انہوں نے کہا ابو طالب۔ پس اس نے ابو طالب سے بتاکید تمام کہا [illegible] واپس لے جاؤ۔ کیونکہ اگر تم آگے بڑھو گے تو ڈر ہے کہیں یہودی ان کو قتل کر دیں۔ [illegible] آپ کو واپس لے آیا۔ اور شہر بصریٰ سے آگے نہ بڑھا اور اس راہب نے حضرت کو [illegible] زیتون کا تیل زاد راہ دیا۔ (۱۳)

## حرب فجار میں شرکت

[illegible] اسلام سے پہلے عرب میں جو لڑائیاں ان مہینوں میں پیش آتی تھیں۔ جن میں لڑنا [illegible] فجار کہلاتی تھیں۔ چوتھی یعنی اخیر حرب فجار میں حضور اقدس ﷺ نے بھی شرکت [illegible] اس جنگ کا سبب یہ تھا کہ نعمان بن منذر شاہ حیرہ ہر سال اپنا تجارتی مال بازار عکاظ میں [illegible] کے لئے اشراف عرب میں سے کسی کی پناہ میں بھیجا کرتا تھا۔ اس دفعہ جو اس نے [illegible] گئے۔ اتفاقاً عرب کی ایک جماعت اس کے پاس حاضر تھی جن میں بنی کنانہ میں [illegible] اور ہوازن میں سے عروہ رحال موجود تھا۔ نعمان نے کہا۔ اس قافلہ کو کون پناہ دے گا؟

براض بولا۔ میں بنی کنانہ سے پناہ دیتا ہوں۔ نعمان نے کہا میں ایسا شخص چاہتا ہوں جو اہل نجد و تہامہ سے پناہ دے۔ یہ سن کر عروہ نے کہا۔ اکلب خلیع یجیر هالك میں اہل نجد و تہامہ سے پناہ دیتا ہوں۔ براض نے کہا اے عروہ کیا تو بنی کنانہ سے پناہ دیتا ہے؟ عروہ نے کہا۔ تمام مخلوق سے۔ پس عروہ اس قافلہ کے ساتھ نکلا۔ براض بھی اس کے پیچھے روانہ ہوا۔ اور موقع پاکر عروہ کو ماہ حرام میں قتل کر ڈالا۔ ہوازن نے قصاص میں براض کو قتل کرنے سے انکار کیا کیونکہ عروہ ہوازن کا سردار تھا۔ وہ قریش کے کسی سردار کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ مگر قریش نے منظور نہ کیا اس لئے قریش و کنانہ اور ہوازن میں جنگ چھڑ گئی کنانہ کا سپہ سالار اعظم حرب بن امیہ تھا۔ جو ابو سفیان کا باپ اور حضرت امیر معاویہ کا دادا تھا۔ اور ہوازن کا سپہ سالار اعظم مسعود بن معتب ثقفی تھا۔ لشکر کنانہ کے ایک پہلو پر عبداللہ بن جدعان اور دوسرے پر کریز بن ربیعہ اور قلب میں حرب بن امیہ تھا۔ اس جنگ میں کئی لڑائیاں ہوئیں۔ ان میں سے ایک میں حضرت کے چچا آپ کو بھی لے گئے۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک چودہ سال کی تھی۔ مگر آپ نے خود لڑائی نہیں کی۔ بلکہ تیر اٹھا اٹھا کر اپنے چچاؤں کو دیتے رہے چنانچہ فرماتے ہیں۔ (۱۴) وکنت انبل علی اعمامی بعضے کہتے ہیں آپ نے بھی تیر پھینکے تھے بہر حال اخیر میں فریقین میں صلح ہو گئی۔

## حلف الفضول میں شرکت

جب قریش حرب فجار سے واپس آئے تو یہ واقعہ پیش آیا کہ شہر زبید کا ایک شخص اپنا مال تجارت مکہ میں لایا جسے عاص بن وائل سہمی نے خرید لیا۔ مگر قیمت نہ دی۔ اس پر زبیدی نے اپنے احلاف عبدالدار و مخزوم و جمح و سہم و عدی بن کعب سے مدد مانگی مگر ان سب نے مدد دینے سے انکار کیا۔ پھر اس نے جبل ابو قبیس پر کھڑے ہو کر فریاد کی۔ جسے قریش کعبہ میں سن رہے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت کے چچا زبیر بن عبدالمطلب کی تحریک پر بنو ہاشم زہرہ اور بنو اسد بن عبدالعزےٰ سب عبداللہ بن جدعان کے گھر میں جمع ہوئے اور باہم عہد کیا کہ ہم ظالم کے خلاف مظلوم کی مدد کیا کریں گے۔ اور مظالم واپس کرا دیا کریں گے اس کے بعد وہ سب عاص بن وائل کے پاس گئے اور اس سے زبیدی کا مال واپس کرایا۔ اس معاہدہ کو حلف الفضول اس واسطے کہتے ہیں کہ یہ معاہدہ اس معاہدہ کے مشابہ تھا جو قدیم زمانہ میں جرہم کے وقت مکہ میں بریں مضمون ہوا تھا کہ ہم ایک دوسرے کی حق رسانی کیا کریں گے۔ اور قوی سے ضعیف کا اور مقیم سے مسافر کا حق لے کر دیا کریں گے۔ چونکہ جرہم کے وہ لوگ جو اس معاہدہ کے محرک تھے ان سب کا نام فضل تھا۔ جن میں سے فضل بن حارث اور فضل بن وداعہ اور فضل بن فضالہ تھے۔ اس لئے اس کو 'حلف الفضول' سے موسوم کیا گیا تھا۔



اس معاہدہ قریش میں آنحضرت ﷺ بھی شریک تھے۔ اور عہد نبوت میں فرمایا کرتے تھے کہ اس معاہدے کے مقابلہ میں اگر مجھ کو سرخ رنگ کے اونٹ بھی دیئے جاتے تو میں اسے نہ توڑتا اور ایک روایت میں ہے کہ میں عبداللہ بن جدعان کے گھر میں ایسے معاہدے میں حاضر ہوا کہ اگر اس سے غیر حاضری پر مجھے سرخ رنگ کے اونٹ بھی دیئے جاتے تو میں پسند نہ کرتا۔ اور آج اسلام میں بھی اگر کوئی مظلوم یا ال حلف الفضول کہہ کر پکارے تو میں مدد دینے کو حاضر ہوں۔

## شام کا دوسرا سفر

جب حضرت کی عمر مبارک پچیس سال کی ہوئی تو آپ کے صدق و امانت کا شہرہ دور دور تک پہنچ چکا تھا یہاں تک کہ زبان خلق نے آپ کو امین کا لقب دے دیا تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت خدیجہ نے جو ایک معزز مالدار خاتون تھیں آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ میرا مال تجارت لے کر شام کو جائیں۔ جو معاوضہ میں اوروں کو دیتی ہوں' آپ کو اس کا مضاعف دوں گی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قبول فرمایا۔ اور مال تجارت لے کر شام کو روانہ ہوئے۔ حضرت خدیجہ کا غلام میسرہ آپ کے ساتھ تھا جو آپ کی خدمت کرتا تھا اور آپ کی ضروریات کا متکفل تھا۔ جب آپ شام میں پہنچے تو بازار بصرے میں ایک راہب نسطورا نام کی خانقاہ کے نزدیک اترے۔ وہ راہب میسرہ کی طرف آیا اور اسے جانتا تھا۔ کہا 'اے میسرہ! یہ کون ہے جو اس درخت کے نیچے اترا ہے۔' میسرہ نے کہا اہل حرم میں سے قریش سے ہے راہب نے کہا۔ سوائے نبی کے اس درخت کے نیچے کبھی کوئی نہیں اترا۔ پھر اس نے پوچھا۔ کیا اس کی دونوں آنکھوں میں سرخی ہے۔ میسرہ نے جواب دیا ہاں۔ اور کبھی دور نہیں ہوتی۔ یہ سن کر راہب بولا۔ یہ وہی ہیں اور یہی آخر الانبیاء ہیں۔ کاش میں ان کو پاؤں جس وقت یہ مبعوث ہوں گے۔' اور میسرہ سے کہا کہ 'ان سے جدا نہ ہونا اور نیک نیتی سے ان کے ساتھ رہنا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت کا شرف عطا کیا ہے۔' حضرت بازار بصرے میں خرید و فروخت کر کے مکہ واپس آئے جب حضرت خدیجہ نے جو عورتوں کے درمیان ایک بالا خانے میں بیٹھی تھی آپ کو آتے ہوئے دیکھا تو دو فرشتے آپ کے سر مبارک پر دھوپ سے سایہ کئے ہوئے تھے میسرہ نے حضرت خدیجہ سے بیان کیا کہ میں نے تمام سفر میں آپ کا یہی حال دیکھا ہے اور اس راہب کے قول و وصیت کی خبر دی۔ اللہ تعالیٰ نے اس تجارت میں مضاعف نفع دیا۔ حضرت خدیجہ نے جو دیکھا اور سنا اس سے ظاہر ہو گیا کہ آپ بیشک ساری مخلوق کی طرف اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔

# حضرت خدیجہ سے نکاح

اس وقت حضرت خدیجہ بیوہ تھیں۔ ان کی دو شادیاں پہلے ہو چکی تھیں۔ ان کی پاکدا[illegible]
کے سبب لوگ جاہلیت میں ان کو طاہرہ کہا کرتے تھے۔ ان کا سلسلہ نسب پانچویں پشت [illegible]
آنحضرت ﷺ کے خاندان سے ملتا ہے۔ حضرت خدیجہ نے امور مذکورہ بالا کو مد نظر رکھ کر واپس
آنے کے قریباً تین مہینے بعد یعلےٰ بن منیہ کی بہن نفیسہ کی وساطت سے آپ کو نکاح کا پیغام بھیجا۔
آپ نے اس درخواست کی خبر اپنے چچاؤں کو دی۔ انہوں نے قبول کیا۔ پس تاریخ معین پر ا[illegible]
طالب اور امیر حمزہ اور دیگر روسائے خاندان کے حضرت خدیجہ کے مکان پر گئے۔ اور ان کے [illegible]
عمرو بن اسد نے اور بقول بعض ان کے بھائی عمرو بن خویلد نے ان کا نکاح کر دیا۔ شادی کے وقت ان
کی عمر چالیس سال کی تھی۔ ابو طالب نے نکاح کا خطبہ پڑھا اور پانسو درہم مہر قرار پایا۔ یہ آنحضرت
کی پہلی شادی تھی۔ حضرت خدیجہ کے انتقال کے بعد آنحضرت نے چند شادیاں اور کیں۔ تمام
ازواج مطہرات کا مہر پانسو درہم ہی مقرر ہوا۔ آنحضرت ﷺ کی تمام اولاد حضرت خدیجہ ہی کے
بطن سے ہوئی۔ صرف ایک صاحبزادے جن کا نام ابراہیم تھا حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے جو سنہ
آٹھ ہجری میں پیدا ہوئے اور سنہ دس ہجری میں انتقال فرما گئے۔

## تعمیر کعبہ

جب حضرت کی عمر مبارک پینتیس سال کی ہوئی تو قریش نے کعبہ کو از سر نو بنایا۔ علامہ
(۱۵) ازرقی (متوفی ۲۲۳ھ) نے تاریخ مکہ میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے (۱۶)
پتھروں سے جو تعمیر کی تھی اس کا طول و عرض حسب ذیل تھا:۔

ارتفاع ------------------ ۹ گز۔
طول (سامنے کی طرف) حجر اسود سے رکن شامی تک۔ ۲۳ گز (۳۲ ہاتھ)
عرض (میزاب شریف کی طرف) رکن شامی سے رکن غربی تک۔ ۲۲ گز (۲۲ ہاتھ)
طول (پچھواڑے کی طرف) رکن غربی سے رکن یمانی تک۔ ۳۱ گز (۳۱ ہاتھ)
عرض رکن یمانی سے حجر اسود تک ------------------ ۲۰ گز (۲۰ ہاتھ)

اس عمارت کو حضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیر کر رہے تھے۔ اور حضرت اسماعیل علیہ
السلام کندھے پر پتھر لاد کر لا رہے تھے۔ جب دیواریں اونچی ہو گئیں تو مقام پر کھڑے ہو کر کام
کرتے رہے۔ جب حجر اسود کی جگہ تک پہنچ گئے تو آپ نے حضرت اسماعیل سے فرمایا کہ ایک پتھر
لاؤ۔ میں اسے یہاں نصب کر دوں' تاکہ لوگ طواف یہاں سے شروع کیا کریں حضرت اسماعیل



[illegible] میں گئے تو حضرت جبرئیل حجر اسود لے کر حاضر ہوئے۔ اس بنا میں دروازہ سطح زمین
[illegible] تھا۔ مگر چوکھٹ بازو نہ تھے۔ نہ کواڑ تھے نہ چھت۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد
[illegible] جرہم و قصی نے اپنے اپنے وقت میں اس عمارت کی تجدید کی۔ چونکہ عمارت نشیب
[illegible] تھی۔ وادی مکہ کی رَووں کا پانی حرم میں آ جاتا تھا اس پانی کی روک کے لئے بالائی حصہ پر بند
[illegible] تھا۔ مگر وہ ٹوٹ ٹوٹ جاتا تھا۔ اس دفعہ ایسے زور کی رو آئی کہ کعبہ کی دیواریں پھٹ
[illegible] اس لئے قریش نے پرانی عمارت کو ڈھا کر نئے سرے سے مضبوط و مسقف بنانے کا ارادہ
[illegible] اتفاق یہ کہ ایک رومی تاجر باقوم کا جہاز ساحل جدہ پر کنارے سے ٹکرا کر ٹوٹ گیا۔ باقوم
[illegible] معمار و نجار بھی تھا۔ قریش کو جو خبر لگی تو ولید بن مغیرہ چند اور قریشیوں کے ساتھ وہاں پہنچا۔
[illegible] چھت کے لئے جہاز کے تختے مول لے لئے۔ اور باقوم کو بھی ساتھ لے آیا۔ دیواروں کے
[illegible] قریش کے ہر ایک قبیلہ نے الگ الگ پتھر ڈھونے شروع کئے۔ مرد دو دو مل کر دور سے پتھروں
[illegible] پر اٹھا کر لاتے تھے۔ چنانچہ اس کام میں حضرت اپنے چچا عباس کے ساتھ شریک تھے۔
[illegible] کے متصل اجیاد سے پتھر لا رہے تھے۔ جب سامان عمارت جمع ہو گیا تو ابو وہب بن عمرو بن
[illegible] مخزومی کے مشورے سے قبائل قریش نے تعمیر کے لئے بیت اللہ کی چاروں طرفیں آپس میں
[illegible] کر لیں۔

ابو وہب مذکور حضرت کے والد ماجد عبد اللہ کا ماموں تھا۔ اسی نے قریش سے کہا تھا کہ
[illegible] تعمیر میں کسب حلال کی کمائی کے سوا اور مال صرف نہ کیا جائے۔ جب عمارت حجر اسود کے
[illegible] پہنچ گئی تو قبائل میں سخت جھگڑا پیدا ہوا۔ ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ ہم ہی حجر اسود کو اٹھا کر نصب
[illegible] اسی کشمکش میں چار دن گزر گئے۔ اور تلواروں تک نوبت پہنچ گئی۔ بنو عبد الدار اور بنو
[illegible] کعب نے تو اس پر جان دینے کی قسم کھائی اور حسب دستور اس حلف کی تاکید کے لئے ایک
[illegible] بھر کر اپنی انگلیاں اس میں ڈبو کر چاٹ لیں۔ پانچویں دن سب مسجد حرام میں جمع ہوئے۔
[illegible] بن مغیرہ مخزومی نے جو حضرت ام المومنین ام سلمہ کا والد اور قریش میں سب سے معمر تھا یہ
[illegible] کہ کل صبح جو شخص اس مسجد کے باب بنی شیبہ سے حرم میں داخل ہو وہ ثالث قرار دیا
[illegible] سب نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ دوسرے روز سب سے پہلے داخل ہونے والے ہمارے
[illegible] ﷺ تھے۔ دیکھتے ہی سب پکار اٹھے 'یہ امین ہیں ہم ان پر راضی ہیں۔' جب انہوں نے
[illegible] معاملہ ذکر کیا تو آپ نے ایک چادر بچھا کر اس میں حجر اسود کو رکھا۔ پھر فرمایا کہ ہر طرف
[illegible] ایک سردار انتخاب کر لیں۔ اور وہ چاروں سردار چادر کے چاروں کونے تھام لیں اور اوپر
[illegible] اس طرح جب وہ چادر مقام نصب کے برابر پہنچ گئی تو حضرت نے حجر اسود کو اپنے

مبارک ہاتھ سے اٹھا کر دیوار میں نصب فرما دیا۔ اور وہ سب خوش ہو گئے۔

قریش نے اس تعمیر میں بہ نسبت سابق کئی تبدیلیاں کر دیں۔ بنائے خلیل میں ارتفاع نو گز تھا۔ اب اٹھارہ گز ارتفاع کر کے عمارت مسقف کر دی گئی۔ مگر سامان تعمیر کے لئے نفقہ حلال کافی نہ ملا اس لئے بنائے خلیل میں سے جانب غرب کا کچھ حصہ چھوڑ دیا گیا اور اس کے گرد چار دیواری کھینچ دی گئی کہ پھر موقع ملے گا تو کعبہ کے اندر لے لیں گے اس حصہ کو حجر یا حطیم کہتے تھے۔ (۱۸) بنائے خلیل میں کعبہ کا دروازہ سطح زمین کے برابر تھا مگر اب قریش نے زمین سے اونچا کر دیا۔ تاکہ جس کو چاہیں اندر جانے دیں اور جس کو چاہیں روک دیں۔ عہد نبوت میں حضرت کا ارادہ ہوا کہ حجر کی عمارت کعبہ میں ملا لیں دروازہ سطح زمین کے برابر کر دیں۔ مگر بدیں خیال ایسا کیا کہ قریش نئے نئے مسلمان ہیں' کہیں دیوار کعبہ گرانے سے بد ظن ہو کر دین اسلام سے نہ پھر جائیں۔



# تیسرا باب

## حالات بعثت شریف تا ہجرت

اس عنوان پر قلم اٹھانے سے پہلے مناسب بلحہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت عرب اور باقی دنیا کی دینی اور اخلاقی اور روحانی حالت جو تھی اس کا مجمل بیان پیش کیا جائے جس سے [illegible] نبی آخر الزمان علیہ السلام کی بعثت کی ضرورت و اہمیت ثابت ہو جائے۔

## دنیا کی حالت

عرب پہلے دین ابراہیم علیہ السلام پر تھے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد ان کے [illegible] حضرت نابت کعبہ کے متولی ہوئے۔ ان کے بعد قبیلہ جرہم متولی ہوا۔ اس قبیلہ کو عمرو ابن لحی نے جو قبیلہ خزاعہ کا مورث اعلیٰ تھا۔ بیت اللہ شریف سے نکال دیا اور خود متولی بن گیا۔ اس کا اصلی نام عمرو بن ربیعہ بن حارثہ بن عمرو بن عامر ازدی تھا عرب میں بت پرستی کا بانی یہی شخص تھا۔ اسی نے سائبہ' وصیلہ' بحیرہ' حامیہ کی رسم ایجاد کی تھی۔ ایک دفعہ یہ سخت بیمار ہو گیا۔ کسی نے کہا کہ بلقاء واقعہ شام میں ایک گرم پانی کا چشمہ ہے اگر تم اس میں غسل کرو تو تندرست ہو جاؤ گے۔ اسلئے یہ بلقاء میں پہنچا اور اس چشمہ میں غسل کرنے سے اچھا ہو گیا۔ وہاں اس نے لوگوں کو بتوں کی پوجا کرتے دیکھا۔ پوچھا کہ یہ کیا ہیں۔ انہوں نے کہا ہم ان کے وسیلہ سے بارش کی دعا کرتے ہیں۔ اور ان کے وسیلہ سے دشمن پر فتح پاتے ہیں۔ یہ سن کر اس نے درخواست کی کہ ان میں سے کچھ ہمیں بھی عنایت کیجئے۔ غرض اس نے وہ بت لا کر کعبہ کے گرد نصب کر دیئے اور عرب کو ان کی پوجا کی دعوت دی۔ اس طرح عرب میں بت پرستی شائع ہو گئی۔ جس کا اجمالی (۱) خاکہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:۔

بت کا نام:۔ ود۔

مقام جہاں وہ بت تھا:۔ دومتہ الجندل جو دمشق و مدینہ کے وسط میں ہے۔

قبیلہ جو اس بت کو پوجتا تھا:۔ کلب۔

کیفیت:۔ یہ بت بشکل انسان بزرگ جثہ تھا۔ جس پر دو حلہ منقوش تھے' ایک حلہ

بطور ازار دوسرا بطور چادر، تلوار لٹکائے ہوئے اور کمان شانے پر، سامنے ایک تھیلے میں نیزہ اور جھنڈا تھا اور ایک ترکش تھی جس میں تیر تھے حارثہ اجداری اپنے بیٹے مالک کو دودھ دے کر اس بت کے پاس بھیجا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ اپنے معبود کو پلا لاؤ۔

بت کا نام :۔ سواع۔
مقام جہاں وہ بت تھا :۔ رہاط
قبیلہ جو اس بت کو پوجتا تھا :۔ ہذیل
کیفیت :۔ بولحیان اس بت کے خادم یا پجاری تھے۔

بت کا نام :۔ یغوث۔
مقام جہاں وہ بت تھا :۔ مذحج۔
قبیلہ جو اس بت کو پوجتا تھا :۔ مذحج واہل جرش۔
کیفیت :۔ مذحج یمن میں ایک ٹیلہ کا نام ہے۔

بت کا نام :۔ یعوق۔
مقام جہاں وہ بت تھا :۔ خیوان۔
قبیلہ جو اس بت کو پوجتا تھا :۔ ہمدان اور اسکے نواح کے لوگ یمن میں۔
کیفیت :۔ خیوان صنعاء یمن سے مکہ کی طرف دو دن کا راستہ ہے۔

بت کا نام :۔ نسر۔
مقام جہاں وہ بت تھا :۔ بلخع۔
قبیلہ جو اس بت کو پوجتا تھا :۔ حمیر
کیفیت :۔ بلخع سرزمین سبا واقع یمن میں ہے۔ پوجتے رہے یہاں تک کہ ذونواس نے ن کو یہودی بنالیا۔ اس طرح حمیر کے لئے تبدیل مذہب سے پہلے صنعاء یمن میں ایک مندر رئام تھا جس پر وہ قربانیاں چڑھاتے تھے۔

بت کا نام :۔ فلس (بشکل انسان)۔
مقام جہاں وہ بت تھا :۔ اجا۔
قبیلہ جو اس بت کو پوجتا تھا :۔ طیٔ۔
کیفیت :۔ قبیلہ طیٔ کے دو پہاڑ اجا و سلمیٰ مدینہ منورہ سے جانب شمال تین مرحلہ کے فاصلہ پر ہیں۔ اس بت پر قربانی چڑھاتے تھے۔ اگر کوئی جانور بھاگ کر اس کی پناہ میں آتا تو وہ اسی کا ہو جاتا۔ ایک روز اس کا پجاری صیفی نام ایک عورت کی اونٹنی بھگا لایا اور اس بت کے پاس لا کر باندھ



دی۔ عورت نے اپنے ہمسایہ سے شکایت کی۔ وہ اونٹنی کو کھول کر لے گیا۔ پجاری نے بت سے فریاد کی مگر کچھ نہ بنا۔ عدی بن حاتم نے یہ دیکھ کر بت پرستی چھوڑ دی اور عیسائی ہو گئے۔ پھر ۹ ھ میں مشرف باسلام ہوئے۔ رضی اللہ عنہ۔

بت کا نام :۔ منات۔
مقام جہاں وہ بت تھا :۔ قدید کے قریب ساحل بحر پر کوہ مشلل کے نواح میں
قبیلہ جو اس بت کو پوجتا تھا :۔ اوس وخزرج ہذیل وخزاعہ۔
کیفیت :۔ قریش اور باقی تمام عرب اس کی عبادت کرتے تھے اور اس پر قربانیاں چڑھاتے تھے۔ اوس وخزرج جب مدینہ سے حج کرنے آتے تو ارکان حج ادا کر کے اپنے سر اس بت کے پاس منڈواتے تھے اور اس کے بغیر حج کو نا تمام سمجھتے تھے۔

بت کا نام :۔ لات۔
مقام جہاں وہ بت تھا :۔ طائف۔
قبیلہ جو اس بت کو پوجتا تھا :۔ ثقیف۔
کیفیت :۔ مربع پتھر تھا۔ تمام عرب اس کی تعظیم کرتے تھے۔

بت کا نام :۔ عزیٰ۔
مقام جہاں وہ بت تھا :۔ وادی حراض واقعہ نخلہ شامیہ (مکہ سے جانب شمال دو دن کا [illegible])
قبیلہ جو اس بت کو پوجتا تھا :۔ قریش۔
کیفیت :۔ یہ ایک شیطانہ تھی۔ جس کا تھان ببول کے تین درختوں میں تھا۔ فتح مکہ کے بعد حضرت خالد بن ولید نے ان درختوں کو کاٹ دیا اور عزیٰ کو قتل کر دیا قریش دیگر اصنام کی نسبت اس کی تعظیم زیادہ کیا کرتے تھے۔ انہوں نے حرم کعبہ کی طرح وادی حراض میں ایک درہ کو بھی حرم قرار دیا تھا۔ اس درہ کا نام سقا تھا۔ اور قربانیوں کے لئے ایک مذبح بنایا تھا جسے غبغب کہتے تھے۔ عرب لات ومنات وعزیٰ کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔ اور ان کا عقیدہ تھا کہ یہ ہماری شفاعت کریں گے۔

بت کا نام :۔ ذوالخلصہ۔
مقام جہاں وہ بت تھا :۔ تبالہ۔
قبیلہ جو اس بت کو پوجتا تھا :۔ خثعم۔ بجیلہ ازد سراۃ۔
کیفیت :۔ تبالہ مکہ و یمن کے درمیان مکہ سے سات یا آٹھ دن کی راہ ہے۔ یہ بت سفید

پتھر پر منقوش تھا۔ جس پر تاج کی مثل کوئی شے تھی۔

بت کا نام :۔ سعد۔

مقام جہاں وہ بت تھا :۔ ساحل جدہ۔

قبیلہ جو اس بت کو پوجتا تھا :۔ مالک و ملکان پسر ان کنانہ۔

کیفیت :۔ طویل پتھر تھا۔ اس پر خون بہایا جاتا تھا۔ مالک و ملکان پسر ان کنانہ ساحل جدہ۔

بت کا نام :۔ ذوالکفین۔

مقام جہاں وہ بت تھا :۔ ارض دوس واقع یمن۔

قبیلہ جو اس بت کو پوجتا تھا :۔ دوس۔

کیفیت :۔ فتح مکہ کے بعد حضرت طفیل بن عمرو دوسی نے اس بت کو بحکم رسول ﷺ آگ سے جلادیا تھا۔

بت کا نام :۔ ذوالشریٰ۔

مقام جہاں وہ بت تھا :۔ ذوالشریٰ۔

قبیلہ جو اس بت کو پوجتا تھا :۔ بنو حارث بن یشکر ازدی۔

کیفیت :۔ ذوالشریٰ مکہ معظمہ کے قریب ایک مقام کا نام ہے۔

بت کا نام :۔ اقیصر۔

مقام جہاں وہ بت تھا :۔ مشارف شام۔

قبیلہ جو اس بت کو پوجتا تھا :۔ قضاعہ۔ لخم۔ جذام۔ عاملہ۔ غطفان۔

کیفیت :۔ اس کا حج کرتے۔ قربانی دیتے اور اس کے پاس اپنا سر منڈایا کرتے سر منڈوانے والا ہر بال پر گیہوں کے آٹے کی ایک مٹھی پھینکا کرتا تھا۔

بت کا نام :۔ نہم۔

مقام جہاں وہ بت تھا :۔

قبیلہ جو اس بت کو پوجتا تھا :۔ مزینہ

کیفیت :۔ اس کا پجاری خزاعی بن عبد نہم مزنی تھا۔ اس نے جب رسول اللہ ﷺ کا حال سنا تو اس بت کو توڑ کر حاضر خدمت ہوا اور ایمان لایا۔

بت کا نام :۔ عائم رضاء یار ضی۔

مقام جہاں وہ بت تھا :۔



قبیلہ جو اس بت کو پوجتا تھا :۔ ازد سرات۔ بنو ربیعہ بن کعب بن سعد تمیمی

کیفیت :۔ اس بات کا ذکر صنعاء کے پرانے کتبوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ اس کو مستوغر [illegible] تمیمی نے زمانہ اسلام میں منہدم کر دیا۔

بت کا نام :۔ سعیر۔

مقام جہاں وہ بت تھا :۔

قبیلہ جو اس بت کو پوجتا تھا :۔ غزہ۔

کیفیت :۔ اس پر قربانیاں چڑھاتے تھے۔

بت کا نام :۔ عمیانس۔

مقام جہاں وہ بت تھا :۔ موضع خولان واقعہ یمن۔

قبیلہ جو اس بت کو پوجتا تھا :۔ خولان۔

کیفیت :۔ مویشیوں اور کھیتوں کو اس بت اور خدا تعالیٰ کے درمیان تقسیم کیا کرتے [illegible] کلبی و جعلو للہ مما ذرا من الحرث والانعام الایہ۔ خولان ہی کے بارے [illegible] ہے۔

بت کا نام :۔ ہبل۔

مقام جہاں وہ بت تھا :۔ مکہ۔

قبیلہ جو اس بت کو پوجتا تھا :۔ قریش۔

کیفیت :۔ کعبہ اللہ جو خانہ خدا تھا' بت خانہ بنا ہوا تھا۔ اس میں تین سو ساٹھ بت تھے [illegible] بڑا اور جوف کعبہ میں نصب کیا ہوا تھا۔ یہ بت بشکل انسان عقیق احمر کا بنا ہوا تھا۔ [illegible] ہوا تھا۔ قریش کو اسی حالت میں ملا تھا۔ انہوں نے اس کے لئے سونے کا ہاتھ بنا [illegible] کے سامنے سات تیر رکھے ہوئے تھے۔ جن سے پجاری قرعہ اندازی کیا کرتے تھے۔ [illegible] دونوں زمزم کی جگہ پر تھے قریش ان کے پاس قربانیاں دیا کرتے تھے۔ قریش کا ایک [illegible] تھا۔ علاوہ ان کے مکہ کے گھر گھر میں ایک ایک بت تھا۔ جب کوئی سفر کو جاتا تو بطور [illegible] مسح کرتا۔ جب واپس آتا تو گھر میں داخل ہو کر سب سے پہلے اس کو مسح کرتا۔

مندرجہ بالا بتوں کے علاوہ عرب میں اور بھی بت تھے۔ ستاروں کی بھی پوجا ہوتی تھی۔ [illegible] سورج کی پرستش کرتا تھا۔ کنانہ چاند کو۔ بنو تمیم دبران کو۔ قیس شعری کو اسد [illegible] جذام مشتری کو پوجتے تھے۔ (۲)

عرب میں درخت پرستی بھی پائی جاتی تھی۔ مکہ مشرفہ کے قریب ایک بڑا سبز درخت تھا

جاہلیت میں لوگ سال میں ایک دفعہ وہاں آتے اور اس درخت پر اپنے ہتھیار لٹکاتے اور اس کے پاس حیوانات ذبح کرتے۔ کہتے ہیں کہ عرب جب حج کو آتے تو اپنی چادریں اس درخت پر لٹکا دیتے اور حرم میں بغرض تعظیم بغیر چادروں کے داخل ہوتے۔ اس لئے اس درخت کو انواط کہتے تھے۔

(۳) ابن اسحاق نے حدیث وہب بن منبہ میں ذکر کیا ہے کہ جب فیمیون نصرانی اپنی سیاحت میں نجران میں بطور غلام فروخت ہوا تو اس وقت اہل نجران ایک بڑے درخت کی پوجا کیا کرتے تھے۔ اس درخت کے پاس سال میں ایک دفعہ عید ہوا کرتی تھی۔ وہ عید کے موقع پر اپنے اچھے سے اچھے کپڑے اور عورتوں کے زیورات اس درخت پر ڈال دیا کرتے تھے۔ پھر وہ فیمیون کی کرامت دیکھ کر عیسائی ہو گئے۔ (۴)

بتوں پر عموماً حیوانات کا خون بہایا جاتا تھا۔ مگر بعض دفعہ انسان کو بھی ذبح کر دیتے تھے چنانچہ نیلوس ایک قسم کی قربانی کا ذکر جو ۴۱۰ء میں دی گئی تھی بدیں الفاظ کرتا ہے:۔

حجاز کے وحشی عربوں کے ہاں دیوتا کی کوئی صورت نہ تھی۔ صرف ان گھڑ پتھروں کی ایک قربانگاہ ہوا کرتی تھی۔ اس پر وہ ستارہ صبح (زہرہ) کے لئے کوئی انسان یا سفید اونٹ بڑی جلدی سے ذبح کیا کرتے تھے۔ یہ قربانی طلوع آفتاب سے پہلے بظاہر بدیں وجہ ہوا کرتی تھی کہ وہ ستارہ اس عمل میں پیش نظر رہے۔ وہ مقام متبرک کے گرد بھجن گاتے ہوئے تین بار طواف کرتے۔ تب سردار قوم یا بوڑھا پجاری اس بھینٹ پر پہلا وار کرتا اور اس کا کچھ خون پیتا۔ بعد ازاں حاضرین کود پڑتے اور اس جانور کو کچا اور صرف نیم پوست کندہ طلوع آفتاب سے پہلے کھا جاتے۔ خود نیلوس کا بیٹا زہرہ کی بھینٹ چڑھنے کو تھا کہ ایک اتفاق سے امر سے بچ گیا۔ نیلوس سے پیشتر پور فری بیان کرتا ہے کہ عرب میں دومہ کے باشندے سال میں ایک بار ایک لڑکے کی بھینٹ دیتے۔ اور اسے قربانگاہ کے نیچے دفن کر دیتے۔ (۵)

اوپر کے بیان سے ظاہر ہے کہ عرب کے طول و عرض میں بت پرستی کا جال بچھا ہوا تھا اس کے علاوہ یہودیت و نصرانیت و مجوسیت بھی کہیں کہیں رائج تھی۔ (۶) چنانچہ حمیر 'کنانہ' بنو حارث بن کعب اور کندہ میں یہودیت تھی۔ مدینہ میں یہودیوں کا زور تھا۔ خیبر میں بھی یہودی بستے تھے۔ ربیعہ 'غسان اور بعض قضاعہ میں نصرانیت تھی۔ مجوسیت بہت کم تھی۔ وہ بت پرستی و یہودیت و عیسائیت میں جذب ہوتے ہوتے صرف بنو تمیم میں رہ گئی تھی۔ جن کے منازل نجد سے یمامہ تک پائے جاتے تھے۔ حضرت حاجب بن زرارہ تمیمی اسی قبیلہ سے تھے۔ جنہوں نے کسریٰ کے ہاں اپنی کمان رہن رکھی تھی۔ اور رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں فک کرا کر بطور ہدیہ خدمت اقدس میں بھیجی تھی۔



عرب میں ازدواج کی کثرت تھی۔ چنانچہ جب حضرت غیلان ثقفی ایمان لائے تو ان [illegible] عورتیں تھیں۔ جمع بین الاختین جائز سمجھتے تھے۔ چنانچہ ضحاک بن فیروز کا بیان ہے [illegible] اسلام لایا تو اس کے تحت دو سگی بہنیں تھیں۔ جب کوئی شخص مر جاتا تو اس کا سب [illegible] ماں کو میراث میں پاتا۔ چاہتا تو اس سے شادی کر لیتا۔ ورنہ اپنے کسی اور بھائی یا [illegible] کے لئے دے دیتا۔ زناکاری کا عام رواج تھا۔ اور اسے جائز خیال کرتے تھے۔ [illegible] صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جاہلیت میں نکاح چار طرح کا تھا۔ (۷) ایک [illegible] جیسا کہ آج کل ہے کہ زوج و زوجہ کے ولی مہر معین پر متفق ہو جائیں اور ایجاب و [illegible] دوسرا نکاح استبضاع۔ بدیں طور پر شوہر اپنی عورت کو حیض سے پاک ہونے کے [illegible] فلاں سے استبضاع (طلب ولد) کرلے اور خود اس سے مقاربت نہ کرتا۔ یہاں تک کہ [illegible] حمل ظاہر ہو جاتا۔ اس وقت چاہتا تو وہ اپنی زوجہ سے مجامعت کرتا یہ استبضاع بغرض [illegible] کیا جاتا تھا۔ تیسرا نکاح جمع۔ بدیں طور کہ دس سے کم مرد ایک عورت پر یکے بعد [illegible] داخل ہوتے۔ یہاں تک وہ حاملہ ہو جاتی۔ وضع حمل کے چند روز بعد وہ عورت ان سب کو [illegible] کہتی کہ تم نے جو کیا وہ تمہیں معلوم ہے۔ میرے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے ان میں سے [illegible] طرف اشارہ کر کے کہتی کہ یہ تیرا بچہ ہے۔ پس وہ اسی کا سمجھا جاتا تھا۔ اور وہ شخص انکار نہ کر [illegible] نکاح بغایا۔ بدیں طور کہ بہت سے مرد جمع ہو کر بغایا (زناکار عورتیں) میں سے کسی پر [illegible] ٹوک داخل ہوتے۔ یہ بغایا بطور علامت کے اپنے دروازوں پر جھنڈے نصب کرتی [illegible] کے پاس جاتا جب ان میں سے کوئی حاملہ ہو جاتی تو وضع حمل کے بعد وہ سب مرد [illegible] ہوتے اور قافہ کو بلاتے وہ قافہ اس بچہ کو (اس کے اعضاء دیکھ کر فراست سے) [illegible] کرتا اسی کا بیٹا سمجھا جاتا تھا۔ اور اس سے انکار نہ ہو سکتا تھا۔

شراب خوری اور قمار بازی بھی عرب میں کثرت سے رائج تھیں۔ مہمان نوازی کی طرح [illegible] میں مال و دولت لٹانے پر فخر کیا کرتے تھے۔ ملک عرب میں انگوروں یا کھجوروں وغیرہ [illegible] شراب [illegible] تے تھے وہ ان کے لئے کافی نہ تھی۔ اس لئے شراب کا بہت بڑا حصہ دیگر ممالک [illegible] تھا۔ وہ بہت تیز ہوتی تھی۔ پانی میں ملا کر استعمال کیا کرتے تھے۔ شراب کی دوکانوں پر [illegible] کرتے تھے۔ جب کسی دوکان میں شراب کا ذخیرہ ختم ہو جاتا تو جھنڈا اتار لیا جاتا تھا [illegible] میں جن مقامات کی شراب کا ذکر آیا ہے ان کی تفصیل یوں ہے۔

ملک کا نام:۔ سیریا یعنی شام۔

مقامات جو شراب کے لئے مشہور تھے:۔ جدر، حمص، بیت راس، خص،

اندرین مبصری، صرخد، آب۔

**کیفیت:۔** بیت راس دو شہروں کا نام ہے۔ ایک بیت المقدس میں دوسرا انواح حلب میں ہے۔ دونوں میں انگور بکثرت اور شراب کے لئے مشہور تھے۔ جدر کی شراب کو جدریہ کہتے تھے۔

**ملک کا نام:۔** فلسطین

**مقامات جو شراب کے:۔** مقدر، عوز، بیسان۔

**کیفیت:۔** مقدر کی شراب کو مقدری یا مقدریہ اور بیسان کی شراب کو بیسانیہ بولتے تھے۔

**ملک کا نام:۔** الجزیرہ۔

**مقامات جو شراب کے لئے مشہور تھے:۔** عانہ۔

**کیفیت:۔** عانہ کی شراب کو عانیہ کہتے تھے۔

**ملک کا نام:۔** کلدیہ یا بابلونیا۔

**مقامات جو شراب کے لئے مشہور تھے:۔** بابل، صریفوں، قطربل۔

**کیفیت:۔** صریفوں عکبرا کے قریب ہے اور قطربل بغداد و عکبر کے درمیان ہے۔ ان مقامات کی شراب کو بابلیہ و صریفیہ و قطربلیہ کہتے تھے۔

خلاصہ کلام یہ کہ دین ابراہیمی جو عرب کا اصلی دین تھا۔ سوائے چند رسموں کے جن سے عقل سلیم کو قطع نظر ارشاد انبیاء علیہم السلام کے انکار نہیں ہو سکتا عرب میں معدوم ہو گیا تھا بجائے توحید کے عموماً شرک وبت پرستی تھی۔ وہ معبودان باطل کو قادر مطلق کی طرح اپنے حاجت روا جانتے تھے۔ بعضے اجرام فلکیہ، آفتاب ماہتاب و ستارگان کی پوجا کرتے تھے۔ بعضے تشبیہ کے قائل تھے اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں سمجھ کر ان کی پوجا کرتے اور خدا کے ہاں ان کی شفاعت کے امیدوار تھے۔ شرک و تشبیہ کا کیا ذکر بعض کو خدا کی ہستی ہی سے انکار تھا۔ وہ شب و روز شراب خوری، قمار بازی، زناکاری اور قتل و غارت گری میں مشغول رہتے تھے۔ قساوت قلب کا یہ حال تھا کہ لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دیتے تھے۔ بتوں پر آدمیوں کی قربانی چڑھانے سے دریغ نہ کرتے۔ لڑائیوں میں آدمیوں کو زندہ جلا دینا۔ مستورات کا پیٹ چاک کرنا اور بچوں کو تہ تیغ کرنا عموماً جائز سمجھتے تھے ان کے درمیان جو یہود و نصاریٰ تھے ان کی حالت بھی دگرگوں تھی۔ ان کی کتابیں محرف ہو چکی تھیں۔ یہود خدا کو مغلولۃ الید اور حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ اور نصاریٰ تین خدا مانتے تھے۔ اور مسئلہ کفارہ کی آڑ میں اعمال حسنہ کی کوئی ضرورت ہی محسوس نہ کرتے تھے۔



یہ حالت صرف عرب کے ساتھ مخصوص نہ تھی۔ بلکہ تمام دنیا میں اسی طرح کی تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ چنانچہ اہل فارس (۸) آگ کے پوجنے اور ماؤں کے ساتھ وطی کرنے میں مشغول تھے۔ ترک شب و روز بستیوں کے تباہ کرنے اور بندگان خدا کو اذیت دینے میں مصروف تھے۔ ان کا دین بتوں کی پوجا اور ان کی عادت مخلوقات پر ظلم کرنا تھا۔ ہندوستان کے لوگ بتوں کی پوجا اور خود کو آگ میں جلانے کے سوا کچھ نہ جانتے تھے۔ اور نیوگ کو جائز سمجھتے تھے۔

یہ عالم گیر ظلمت اس امر کی متقضی تھی کہ حسب عادت الٰہی ملک عرب میں جہاں دنیا بھر کے ادیان باطلہ و عقائد قبیحہ، اخلاق ردیہ موجود تھے۔ ایک ہادی تمام دنیا کے لئے مبعوث ہو۔ چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔

عرب جیسی قوم میں جس کی حالت اوپر بیان ہوئی محمد مصطفیٰ ﷺ کی زندگی بعثت تک ہر پہلو کے لحاظ سے بالکل بے لوث رہی۔ آپ اخلاق حمیدہ سے متصف اور صدق و امانت میں مشہور تھے۔ حتی کہ قوم نے آپ کو امین کا لقب دیا ہوا تھا۔ آپ مجالس لہو و لعب میں کبھی شریک نہ ہوئے۔ وہ افعال جاہلیت جن کی آپ کی شریعت میں ممانعت وارد ہے، آپ کبھی ان کے مرتکب نہ ہوئے جو جانور بتوں پر ذبح کئے جاتے آپ ان کا گوشت نہ کھاتے۔ فسانہ گوئی، شراب خوری، قمار بازی اور بت پرستی جو قوم میں عام شائع تھیں، آپ ان سب سے الگ رہے۔ سال میں ایک ماہ رمضان میں کوہ حرا میں جو مکہ مشرفہ سے تین میل کے فاصلہ پر منیٰ کو جاتے ہوئے بائیں طرف کو ہے اعتکاف فرمایا کرتے۔ اور وہاں ذکر و فکر میں مشغول رہتے۔ چند راتوں کا توشہ ساتھ لے جاتے۔ وہ ختم ہو چکتا تو گھر تشریف لاتے اور اسی قدر توشہ لے کر حراء میں جا معتکف ہوتے۔

## ابتداء وحی

جب آپ کی عمر مبارک چالیس سال کی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو منصب نبوت سے سرفراز فرمایا۔ وحی کی ابتداء رویائے صادقہ سے ہوئی۔ جو کچھ آپ رات کو خواب میں دیکھتے، بعینہ وہی ظہور میں آتا۔ چھ ماہ اسی حالت میں گزر گئے کہ ایک روز آپ حسب معمول غار حراء میں مراقب تھے کہ فرشتہ (جبرئیل) آپ کے پاس آیا۔ اس نے آپ سے کہا۔ اقراء (پڑھو) آپ نے فرمایا۔ ما انا بقاری (میں پڑھا ہوا نہیں) آپ کا بیان ہے کہ اس پر فرشتہ نے مجھے پکڑ کر بھینچا۔ یہاں تک کہ وہ مجھ سے غایت وسع و طاقت کو پہنچا۔ پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا اقرا میں نے کہا ما انا بقاری اس نے مجھے پکڑ کر دوسری بار بھینچا یہاں تک کہ وہ مجھ سے غایت وسع و طاقت کو پہنچا۔ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا اقراء میں نے کہا ما انا بقاری پس اس نے مجھے پکڑ کر تیسری بار بھینچا

یہاں تک کہ وہ مجھ سے غایت وسع اور طاقت کو پہنچا۔ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا:۔

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ☆ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ☆ اِقْرَأْ وَ رَبُّکَ الْاَکْرَمُ ☆ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ☆ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ ☆

پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ پیدا کیا آدمی کو لہو کی پھٹکی سے۔ پڑھ اور تیرا رب بڑا کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم سے سکھایا آدمی کو جو کچھ نہ جانتا تھا۔

یہ سب پڑھ کر آپ گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجہ سے سارا قصہ بیان کیا وہ آپ کو اپنے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ جو عیسائی اور تورات و انجیل کا ماہر تھا۔ اس نے یہ ماجرا سن کر کہا کہ یہ وہی ناموس و فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰ پر اترا تھا۔ (۹) اس کے بعد کچھ مدت تک وحی بند رہی تا کہ آپ کا شوق و انتظار زیادہ ہو جائے۔ پھر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ ☆ قُمْ فَاَنْذِرْ ☆ وَ رَبَّکَ فَکَبِّرْ ☆ وَ ثِیَابَکَ فَطَھِّرْ ☆ وَالرُّجْزَ فَاھْجُرْ ☆

اے لحاف میں لپٹے اٹھ کھڑا ہو۔ پس ڈر سنا اور اپنے رب کی بڑائی کر اور اپنے کپڑے پاک رکھ۔ اور پلیدی کو چھوڑ دے۔

## آغاز دعوت

قم فانذر سے آپ پر انذار اور دعوت الی اللہ فرض ہو چکی تھی۔ مگر اعلان دعوت کا حکم نہ آیا تھا۔ اس لئے آپ نے پہلے خفیہ طور سے ان لوگوں کو دعوت اسلام دی جن پر آپ کا اعتماد تھا اور آپ کے حالات سے بخوبی واقف تھے۔ اس دعوت پر کئی مرد و زن ایمان لائے۔ چنانچہ مردوں میں سب سے پہلے جو آپ پر ایمان لائے وہ حضرت ابو بکر صدیق ہیں۔ لڑکوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت علی المرتضیٰ ہیں۔ اور عورتوں میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ آزاد کئے ہوئے غلاموں میں حضرت زید بن حارثہ' اور غلاموں میں حضرت بلال ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایمان لاتے ہی دعوت اسلام شروع کر دی۔ عشرہ مبشرہ میں سے پانچ یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ غنی۔ سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص۔ طلحہ بن عبید اللہ۔ عبد الرحمٰن بن عوف اور زبیر بن العوام آپ ہی کی ترغیب سے مشرف باسلام ہوئے۔ ان کے بعد حضرت سعید بن زید۔ ابو ذر غفاری ارقم بن ابی ارقم۔ عبد اللہ بن مسعود۔ عثمان بن مظعون۔ ابو عبیدہ بن الجراح۔ عبیدہ بن حارث۔ حصین والد عمران بن حصین۔ عمار بن یاسر۔ خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہم بن الارت۔ خالد بن سعید بن العاص اور صہیب رومی وغیرہم سابقین اولین کے زمرہ میں شامل ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ اور عورتوں میں فاطمہ بنت خطاب ہمشیرہ عمر فاروق۔ اسماء بنت ابی بکر۔ اسماء بنت



سلامہ۔ تمیمیہ۔ اسماء بنت عمیس خثعمیہ۔ فاطمہ بنت المجلل قرشیہ عامریہ۔ فکیہہ بنت یسار۔ رملہ بنت ابی عوف اور امینہ بنت خلف خزاعیہ۔ سابقات الی الاسلام میں سے ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ لیکن یہ سب کچھ جو ہوا پوشیدہ طور پر ہوا۔ نماز بھی شعاب مکہ میں چھپ کر پڑھا کرتے تھے۔ ایک روز حضرت سعد بن ابی وقاص اور کچھ اصحاب مکہ کے کسی شعاب میں نماز پڑھ رہے تھے کہ مشرکین نے دیکھ کر اس فعل کو برا کہا۔ پس باہم لڑائی ہو گئی۔ حضرت سعد نے اونٹ کے تالو کی ہڈی ان اشراروں میں سے ایک پر ماری اور سر توڑ ڈالا۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب دار ارقم میں جو کوہ صفا کے نشیب میں تھا رہتے تھے اور وہیں نماز پڑھتے۔

## تبلیغ علی الاعلان

خفیہ دعوت کو جب تین سال ہو چکے تو اعلان کا حکم اس طرح آیا۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِکِیْنَ۔ (سورۂ حجر)

ترجمہ:۔ پس تو کھول کر بیان کر دے جو تجھے حکم دیا جاتا ہے اور مشرکوں سے کنارہ کر۔

وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ۔ (شعراء)

ترجمہ:۔ اور ڈرا اپنے نزدیک کے ناطے والوں کو۔

اس پر (۱۰) آنحضرت ﷺ نے کوہ صفا پر چڑھ کر قبیلہ قریش کے بطون کو یوں پکارا۔ یا بنی فہر یا بنی عدی۔ یہاں تک کہ وہ جمع ہو گئے۔ جو خود نہ آسکتا تھا۔ وہ اپنی طرف سے کسی اور کو بھیجتا تا کہ دیکھے کہ یہ پکار کیسی ہے۔ پس ابو لہب اور قریش آ گئے۔ آپ نے فرمایا۔ 'بتاؤ اگر میں تم سے کہوں کہ وادی مکہ سے ایک سواروں کا لشکر تم پر تاخت و تاراج کرنا چاہتا ہے۔ تو کیا تمہیں یقین آجائے گا؟' وہ بولے۔ ہاں کیونکہ ہم نے تم کو سچ ہی بولتے دیکھا ہے۔' آپ نے فرمایا تو میں تم سے کہتا ہوں کہ اگر تم مجھ پر ایمان نہ لاؤ گے تو تم پر سخت عذاب نازل ہو گا۔ اس پر ابو لہب بولا۔ 'تجھ پر آئندہ ہمیشہ ہلاک و زیاں ہو۔ کیا اس کے لئے تو نے ہم کو جمع کیا ہے؟ تب یہ آیتیں نازل ہوئیں:۔

تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ وَّتَبَّ۔ مَآ اَغْنٰی عَنْہُ مَالُہٗ وَمَا کَسَبَ۔

ترجمہ:۔ ہلاک ہو جیو ہاتھ ابو لہب کے اور ہلاک ہو وہ۔ کام نہ آیا اس کو مال اس کا اور نہ جو کچھ کمایا۔

جب آنحضرت ﷺ نے اعلان دعوت کیا اور بت پرستی کی علانیہ مذمت شروع کی تو سردار قریش عتبہ و شیبہ پسران ربیعہ بن عبد شمس' ابو سفیان' ابو جہل ولید بن مغیرہ' عاص بن وائل سہمی اور اسود بن مطلب وغیرہ ابو طالب کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ تیرا بھتیجا ہمارے معبودوں کو برا کہتا ہے اور ہمارے آباؤ اجداد کو گمراہ بتاتا ہے اور ہمیں احمق ٹھہراتا ہے۔ تم اس کو منع کر دو۔ یا پچ

میں سے ہٹ جاؤ۔ ہم اس سے سمجھ لیں گے۔ ابو طالب نے انہیں نرمی سے سمجھا کر رخصت کر دیا۔ آپ نے تبلیغ کو جاری رکھا مگر قریش بجائے روبراہ ہونے کے آپ سے عداوت زیادہ کرنے لگے۔ اور ایک دوسرے کو آپ سے لڑنے پر ابھارنے لگے۔ وہ دوبارہ ابو طالب کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ 'ابو طالب! بیشک ہم میں تیری قدر و منزلت ہے ہم نے تم سے کہا تھا کہ اپنے بھتیجے کو منع کر دو۔ مگر تم نے ایسا نہیں کیا۔ خدا کی قسم! ہم اپنے معبودوں اور آباؤ اجداد کی توہین گوارا نہیں کر سکتے۔ تم اس کو روک دو' ورنہ وہ اور تم میدان میں آؤ کہ ہم دونوں میں سے ایک کا فیصلہ ہو جائے۔' وہ یہ کہہ کر چلے گئے۔ ابو طالب نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بلا کر کہا۔ اے میرے بھتیجے! تیری قوم نے میرے پاس آکر ایسا ایسا کہا ہے' تو اپنے آپ پر اور مجھ پر رحم اور مجھے امر مالا یطاق کی تکلیف نہ دے"۔ یہ سن کر حضور نے بدیں خیال کہ اب میرے چچا نے مجھے چھوڑ دیا ہے اور میری مدد سے عاجز آگیا ہے یوں فرمایا 'اے میرے چچا! اللہ کی قسم اگر وہ سورج کو میرے دائیں ہاتھ پر اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ پر رکھ دیں تا کہ میں اس کام کو چھوڑ دوں۔ تب بھی میں اس کو نہ چھوڑوں گا۔ یہاں تک کہ اللہ اسے غالب کر دے یا میں خود اسمیں ہلاک ہو جاؤں۔ (۱۱)

دست از طلب ندارم تا کام من بر آید
یا تن رسد بجاناں یا جاں ز تن بر آید

پھر آپ آبدیدہ ہوئے اور رو پڑے۔ آپ واپس ہوئے تو ابو طالب نے کہا:۔ 'اے میرے بھتیجے! جو کچھ آپ چاہیں کہیں میں کبھی آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں گا۔' جب قریش نے دیکھا کہ ابو طالب اس طرح نہیں مانتا۔ تو عمارہ بن ولید بن مغیرہ کو ساتھ لے کر اس کے پاس آئے' کہنے لگے۔ اے ابو طالب! یہ عمارہ قریش میں نہایت قوی اور خوبصورت نوجوان ہے۔ ہم یہ تجھے دیتے ہیں۔ تو اس کو اپنا بیٹا بنا لے۔ اور اس کے عوض میں اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالے کر دے۔ ابو طالب نے کہا۔ 'اللہ کی قسم! تم مجھے بڑی تکلیف دیتے ہو۔ کیا تم مجھے اپنا بیٹا دیتے ہو کہ میں اسے تمہارے واسطے پالوں اور اپنا بیٹا تمہیں دوں کہ اسے قتل کر ڈالو! اللہ کی قسم ایسا ہرگز نہ ہوگا۔' یہ سن کر قریش اور بھی برافروختہ ہو گئے وہ ایک روز ولید بن مغیرہ کے پاس جمع ہوئے۔ ولید مذکور فصاحت و بلاغت میں ان کا سردار تھا۔ ایام حج قریب تھے۔ ولید و قریش میں یوں گفتگو ہوئی:۔

ولید۔ اے گروہ قریش! حج کا موسم آگیا ہے۔ عرب کے قبائل تمہارے پاس آئیں گے جنہوں نے تمہارے صاحب کا حال سن لیا ہے۔ اس کے بارے میں ایک رائے پر اتفاق کر لو۔ ایسا نہ ہو کہ تم ایک دوسرے کی تکذیب کرو۔

قریش۔ آپ ہی ایک رائے قائم کر دیں۔ ہم اسے تسلیم کر لیں گے۔



ولید۔ نہیں تم ہی کہو میں سنتا ہوں۔

قریش۔ ہم کہیں گے کہ وہ کاہن ہے۔

ولید۔ اللہ کی قسم وہ کاہن نہیں ہم نے کاہن دیکھے ہوئے ہیں اس کا کلام نہ کاہن کا زمزمہ ہے اور سجع۔

قریش۔ ہم کہیں گے کہ وہ دیوانہ ہے۔

ولید۔ وہ دیوانہ نہیں۔ ہم نے دیوانگی دیکھی ہوئی ہے۔ وہ دیوانہ کا غیظ و غضب نہیں نہ دیوانہ کا خلجان و وسوسہ ہے۔

قریش۔ ہم کہیں گے کہ وہ شاعر ہے۔

ولید۔ وہ شاعر نہیں۔ ہمیں تمام اقسام شعر رجز' ہزج' قریض' مقبوض اور مبسوط معلوم ہیں۔ اس کا کلام شعر نہیں۔

قریش۔ ہم کہیں گے کہ وہ جادوگر ہے۔

ولید۔ وہ جادوگر نہیں۔ ہم نے جادوگر اور ان کے جادو دیکھے ہوئے ہیں۔ یہ جادوگروں کا پھونک مارنا نہیں۔ اور نہ ان کا رسیوں یا بالوں کو گرہ دینا ہے۔

قریش۔ ابو عبد شمس! پھر تم بتاؤ ہم کیا کہیں؟

ولید۔ اللہ کی قسم' اس کے کلام میں بڑی حلاوت ہے۔ اس کلام کی اصل مضبوط جڑ والا درخت خرما ہے اور کی فرع پھل ہے۔ ان باتوں میں سے جو بات تم کہو گے۔ وہ ضرور پہچان لی جائے گی کہ جھوٹ ہے۔ اس کے بارے میں صحت سے قریب تر قول یہ ہے کہ تم کہو۔ وہ جادوگر ہے۔ اور ایسا کلام لایا ہے جو جادو ہے۔ اس کلام میں وہ باپ بیٹے میں' بھائی بھائی میں' میاں بیوی میں اور خویش اقارب میں جدائی ڈال دیتا ہے۔

ولید کا کلام سن کے وہ مجلس سے چلے گئے۔ جب موسم حج میں لوگ آنے لگے تو وہ ان کے راستوں میں بیٹھتے۔ جو کوئی ان کے پاس سے گزرتا وہ اس کو آنحضرت ﷺ سے ڈرا دیتے اور آپ کا حال بیان کر دیتے اللہ تعالیٰ نے ولید کے بارے میں یہ آیات نازل فرمائیں:۔

ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا ۔ وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ۔ وَّ بَنِیْنَ شُهُوْدًا ۔ وَّ مَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِیْدًا ۔ ثُمَّ یَطْمَعُ اَنْ اَزِیْدَ ۔ كَلَّاؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰیٰتِنَا عَنِیْدًا ۔

چھوڑ دے مجھ کو اور اس کو جو میں نے بنایا اکیلا۔ اور دیا میں نے اس کو مال پھیلا کر اور بیٹے موجود (یعنی زندگی والے) اور تیاری کر دی اس کی خوب تیاری۔ اور پھر لالچ رکھتا ہے کہ اور دوں۔ کوئی نہیں وہ ہے ہماری آیتوں کا مخالف۔

ان کے بعد کی اور کئی آیتیں ولید ہی کے بارے میں ہیں۔

اسی طرح ایک دن جب کہ آنحضرت ﷺ مسجد میں اکیلے بیٹھے ہوئے تھے سردار قوم عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس اور قریش میں یوں (۱۲) گفتگو ہوئی:۔

عتبہ۔ اے گروہ قریش! کیا محمد (ﷺ) کے پاس جاؤں تاکہ اس سے کلام کروں اور چند باتیں اس کے آگے پیش کروں۔ شاید وہ ان میں سے ایک بات کو پسند کرے۔ پس ہم وہ کر دیں اور وہ ہم سے باز رہے۔

قریش۔ ہاں اے ابو الولید۔ آپ جایئے اور اس سے گفتگو کیجئے۔

عتبہ۔ (حضرت سے مخاطب ہو کر) بھائی کے بیٹے! آپ کو معلوم ہے کہ خویش واقارب میں آپ بزرگ وبرگزیدہ اور نسب میں عالی رتبہ ہیں۔ آپ اپنی قوم میں ایک نیا مذہب لائے ہیں جس سے آپ نے ان کی جماعت کو پراگندہ کر دیا ہے۔ آپ نے ان کے داناؤں کو نادان بتایا۔ ان کے معبودوں اور ان کے دین کو برا کہا۔ اور ان کے گزشتہ آباؤ اجداد کو کافر بتایا۔ سنیئے میں چند باتیں پیش کرتا ہوں۔ شاید آپ ان میں سے ایک بات پسند فرمائیں۔

آنحضرت ﷺ۔ ابو الولید! بیان کر' میں سنتا ہوں۔

عتبہ۔ بھائی کے بیٹے! اس نئے مذہب سے آپ کا مقصود اگر مال ہے تو آپ کے لئے اتنا مال جمع کر دیتے ہیں کہ آپ ہم سب سے زیادہ مالدار بن جائیں۔ اگر اس سے ہم پر شرف مقصود ہے تو ہم آپ کو اپنا سردار بنا لیتے ہیں۔ آپ کے بغیر کوئی کام نہ کیا کریں گے۔ اگر آپ کو ملک مطلوب ہے تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیتے ہیں۔ اگر ہم آپ سے اس جن کو نہ روک سکیں جو آپ کے پاس آتا ہے تو آپ کا علاج کرائیں گے۔ اور علاج میں اپنا خرچ کریں گے۔ یہاں تک کہ وہ جن بھاگ جائے۔

آنحضرت ﷺ۔ ابو الولید! کیا تو کہہ چکا جو کہنا تھا؟

عتبہ۔ ہاں۔

آنحضرت ﷺ۔ مجھ سے سن۔

عتبہ۔ سنایئے۔

آنحضرت ﷺ نے سورہ حم السجدہ کی آیات تا آیہ سجدہ تلاوت فرما کر سجدہ کیا اور عتبہ کھڑا سنتا رہا۔

آنحضرت ﷺ۔ ابو الولید! تو نے سنا؟

عتبہ۔ میں نے سن لیا۔ آپ جانیں اور آپ کا کام۔

قریش۔ (عتبہ کو آتا دیکھ کر ایک دوسرے سے) اللہ کی قسم ابو الولید وہ چہرہ لے کر نہیں آیا جو لے



گیا تھا۔ (عتبہ کو پاس بیٹھا دیکھ کر) ابو الولید! وہاں کا حال سنایئے۔

عتبہ۔ اللہ کی قسم میں نے ایسا کلام سنا کہ اس کی مثل کبھی نہیں سنا۔ اللہ کی قسم وہ شعر نہیں۔ نہ جادو ہے۔ نہ کہانت۔ اے گروہ قریش! میرا کہا مانو۔ اس شخص کو کرنے دو جو کرتا ہے اور اس سے الگ ہو جاؤ۔ اللہ کی قسم میں نے جو کلام اس سے سنا ہے اس کی بڑی عظمت و شان ہو گی۔ اگر عرب اس کو مغلوب کر لیں تو تم غیر کے ذریعے اس سے بچ گئے۔ اگر وہ عرب پر غالب آگیا تو اس کا ملک تمہارا ملک ہے۔ اور اس کی عزت تمہاری عزت ہے تم اس کے سبب سے خوش نصیب ہو جاؤ گے۔

قریش۔ ابو الولید! اللہ کی قسم اس نے اپنی زبان سے تجھے بھی جادو کر دیا۔

عتبہ۔ اس کی نسبت میری رائے ہے۔ تم جو چاہو کرو۔

اب رسول اللہ ﷺ کا ذکر بلاد عرب میں دور دور پہنچ چکا تھا قریش روز بروز تشدد میں زیادتی کرتے جاتے تھے۔ انھوں نے آپ کو طرح طرح کی اذیتیں دیں کمینے لوگوں کو آپ پر برانگیختہ کیا۔ آپ کی تکذیب کی۔ آپ پر استہزاء کیا۔ آپ کو شاعر کہا۔ جادوگر بتایا۔ کاہن کہا۔ سڑی اور پاگل بتایا مگر آپ برابر تبلیغ فرماتے رہے۔

ایک روز آپ خانہ کعبہ کے نزدیک نماز پڑھ رہے تھے۔ حرم شریف میں اس وقت قریش کی ایک جماعت موجود تھی۔ عقبہ بن ابی معیط نے ابو جہل کی ترغیب سے ذبح کئے ہوئے اونٹوں کی اوجھ سجدے کی حالت میں آپ کے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دی یہ دیکھ کر وہ سب اشرار قہقہہ مار کر ہنسے۔ کسی نے آپکی صاحبزادی بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خبر کر دی وہ فوراً دوڑی آئیں اور آپ کی پشت مبارک سے وہ پلیدی دور کر دی اور ان کو برا بھلا کہا۔ یہ نابکار حرمات اللہ کی بے حرمتی بھی کیا کرتے تھے۔ اس لئے جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو یوں بددعا فرمائی۔ (۱۳) 'یا اللہ! تو گروہ قریش کو پکڑ۔ یا اللہ! تو ابو جہل بن ہشام۔ عتبہ بن ربیعہ۔ شیبہ بن ربیعہ۔ عقبہ بن ابی معیط اور امیہ بن خلف کو پکڑ۔' اس حدیث کے راوی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سب کو بدر کے دن مقتول دیکھا اور امیہ کے سوا سب چاہ بدر میں پھینک دیئے گئے۔ امیہ موٹا تھا۔ جب اسے کھینچنے لگے تو چاہ میں ڈالنے سے پہلے ہی اس کے اعضاء ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔

اس طرح شیاطین قریش ایک دن خانہ کعبہ میں جمع تھے۔ ابو جہل ایک بھاری پتھر اٹھا کر سجدے کی حالت میں آنحضرت ﷺ کے سر مبارک کو کچلنے کے لئے آگے بڑھا۔ جب وہ نزدیک پہنچا تو وہ خوف زدہ اور رنگ بدلا ہوا پیچھے بھاگا۔ اور پتھر ہاتھ سے نہ پھینک سکا۔ قریش نے پوچھا۔ ابو

الحکم! تجھے کیا ہوا؟ بولا جب میں نزدیک گیا تو میں نے اس کے درے ایک اونٹ دیکھا۔ اللہ کی قسم میں نے اس کا وہ سر اور گردن اور دانت دیکھے کہ کبھی کسی اونٹ کے دیکھنے میں نہیں آئے۔ وہ اونٹ مجھے کھانے لگا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ۱۴۔ وہ جبرئیل تھے۔ اگر ابو جہل اور نزدیک آتا تو اسے پکڑ لیتے۔' ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ وہ نابکار کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے اور رسول اللہ ﷺ مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھ رہے تھے۔ عقبہ بن ابی معیط نے آپ کی گردن مبارک میں چادر ڈال لی۔ پھر اسے کھینچا یہاں تک کہ آپ گھٹنوں کے بل گر پڑے۔ لوگوں کو گمان ہوا کہ آپ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوڑے آئے اور فرمانے لگے۔ ۱۵۔ کیا تم ایک شخص کو اس لئے قتل کرتے کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے۔' یہ سن کر وہ ہٹ گئے۔

یہ اذیتیں آنحضرت ﷺ تک محدود نہ تھیں۔ بلکہ آپ کے اصحاب بھی طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا تھے۔ وہ غریب مسلمان جن کا مکہ میں کوئی قبیلہ اور یار و یاور نہ تھا۔ خصوصیت سے قریش کا تختہ مشق بنے ہوئے تھے۔ اذیتیں مختلف انواع کی تھیں مثلاً آگ پر لٹا دینا۔ تپتی ریت پر لٹا کر بھاری پتھر سینہ پر رکھ دینا تاکہ کروٹ نہ لے سکے۔ چابک سے اس قدر مارنا کہ ٹوٹ جائے۔ چٹائی میں لپیٹ کر ناک میں دھواں دینا۔ جکڑ کر کوٹھڑی میں بند کر دینا۔ پاؤں میں رسی باندھ کر تپتی ریت پر گھسیٹنا۔ گلا اس قدر گھونٹنا کہ دم نکل جانے کا گمان ہو جائے۔ زد و کوب سے بےہوش و مختل الحواس کر دینا نیزہ مار کر ہلاک کر دینا وغیرہ۔

## سن ۵ نبوت

جب آنحضرت ﷺ نے دیکھا کہ مسلمانوں کا مکہ میں رہنا مشکل ہو گیا ہے تو آپ نے اصحاب سے فرمایا کہ ملک حبشہ کا بادشاہ اپنے ہاں کسی پر ظلم نہیں ہونے دیتا۔ تم میں سے جو چاہیں وہاں چلے جائیں۔ چنانچہ اس سال ماہ رجب میں اول اول گیارہ مرد اور چار عورتوں نے ہجرت کی۔ جن میں حضرت عثمان غنی اور ان کی زوجہ محترمہ رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ بھی تھیں۔ حسن اتفاق سے جب یہ بندرگاہ پر پہنچے تو دو تجارتی جہاز حبشہ کو جا رہے تھے جہاز والوں نے ان کو سستے کرایہ پر بٹھا لیا۔ قریش کو خبر لگی تو انہوں نے بندرگاہ تک تعاقب کیا۔ مگر موقعہ نکل چکا تھا۔

مہاجرین قریباً تین ماہ حبشہ میں امن و امان سے رہے۔ ماہ شوال میں ان کو یہ غلط خبر پہنچی کہ اہل مکہ ایمان لے آئے ہیں۔ اس لئے ان میں سے اکثر مکہ میں واپس آ گئے۔

## سن ۶ نبوت

اس سال آنحضرت ﷺ کے چچا امیر حمزہ ایمان لائے۔ اور ان کے تین دن بعد



حضرت عمر فاروق بھی مشرف باسلام ہوئے جو لوگ حبشہ سے واپس آئے تھے قریش نے ان کو اور دوسرے مسلمان کو زیادہ ستانا شروع کیا۔ یہاں تک کہ ہجرت پر مجبور ہوئے چنانچہ اس دفعہ ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت سے حج کر کے حبشہ چلی گئیں۔

جب آنحضرت ﷺ نے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی تو مہاجرین حبشہ میں سے کچھ لوگ فوراً واپس آ گئے۔ حضرت جعفر بن ابی طالب وغیرہ جو وہاں رہ گئے تھے وہ فتح خیبر کے وقت مدینہ میں واپس آئے۔ جب حضرت جعفر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور نے ان سے معانقہ کیا۔ اور پیشانی کو بوسہ دے کر فرمایا۔ ۱۶۔ میں نہیں بتا سکتا کہ فتح خیبر سے مجھے زیادہ خوشی ہے یا جعفر کے آنے سے۔' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بارادۂ ہجرت حبشہ کی طرف نکلے تھے۔ برک الغماد تک جو مکہ سے یمن کی طرف پانچ دن کی راہ ہے پہنچے تھے کہ قبیلہ قارہ کا سردار ابن الدغنہ ملا۔ اس نے پوچھا 'کہاں جا رہے ہو؟ آپ نے جواب دیا کہ میری قوم نے مجھے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ میں چاہتا ہوں کہ کہیں الگ جا کر خدا کی عبادت کروں۔ ابن الدغنہ نے کہا یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ سا فیاض و مہمان نواز اپنوں سے نیک سلوک کرنے والا۔ غریب پرور اور دولت حق میں لوگوں کا مددگار مکہ سے نکل جائے یا نکالا جائے۔ میں آپ کو اپنی پناہ میں لیتا ہوں۔ اس لئے آپ ابن الدغنہ کے ساتھ مکہ میں واپس آ گئے۔ (۱۷)

جب قریش کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے مشورہ کر کے ایک سفارت بسر کردگی عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ (یا عمارہ بن ولید) نجاشی کی خدمت میں مع تحائف بھیجی۔ سفراء وہاں پہنچ کر پہلے بادشاہ کے بطارقہ سے ملے۔ اور نذریں پیش کر کے کہا کہ ہم میں چند نادان لونڈوں نے ایک نیا دین ایجاد کیا ہے جو نصرانیت و بت پرستی دونوں سے جدا ہے۔ وہ بھاگ کر یہاں پناہ گزین ہو گئے ہیں۔ ہمیں اشراف قریش نے آپ کے بادشاہ کے پاس بھیجا ہے کہ ان کو واپس کر دے۔ درخواست پیش ہونے پر آپ ہماری تائید کر دیں چنانچہ سفراء نے نجاشی کی خدمت میں حاضر ہو کر تحائف پیش کئے۔ اور سارا قصہ بیان کیا۔ بادشاہ نے مہاجرین کو طلب کیا۔ بطارقہ نے کہا۔ حضور! یہ لوگ ان کے حال سے خوب واقف ہیں۔ آپ ان کے حوالہ کر دیں۔ 'بادشاہ نے کہا' نہیں پہلے ہم ان سے دریافت کر لیں۔' چنانچہ جب مہاجرین دربار میں حاضر ہوئے تو حضرت جعفر بن ابی طالب نے ان کی طرف سے اس طرح تقریر شروع کی۔ (۱۸)

شاہا! ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے۔ بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ مردار کھاتے تھے۔ بدکاریاں کرتے تھے۔ اپنوں سے دشمنی رکھتے تھے۔ پڑوسیوں سے بد سلوک کرتے تھے۔ قوی لوگ کمزوروں کو کھا جاتے تھے۔ ہم جہالت میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ایک رسول ہماری

طرف بھیجا۔ جس کے نسب اور صدق و امانت اور پرہیزگاری سے ہم لوگ پہلے سے واقف تھے۔ اس نے ہم کو یہ دعوت دی کہ ہم خدا کو ایک جانیں۔ اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ بتوں کی پوجا جو ہم اور ہمارے باپ دادا کیا کرتے تھے۔ چھوڑ دیں۔ سچ بولا کریں۔ امانت ادا کریں۔ اپنوں سے محبت و سلوک رکھیں۔ ہمسایوں سے نیک سلوک کریں۔ محارم اور خونریزی سے باز آئیں۔ یتیموں کا مال نہ کھائیں۔ عفیف عورتوں پر تہمت نہ لگائیں۔ نماز پڑھیں۔ صدقہ دیں۔ روزے رکھیں پس ہم اس پر ایمان لے آئے۔ اللہ کی عبادت کرنے لگے۔ شرک و بت پرستی چھوڑ دی۔ حرام کو حرام اور حلال کو حلال جاننے لگے۔ اس جرم پر ہماری قوم ہم پر ٹوٹ پڑی۔ اور اذیت دے کر مجبور کرنے لگی کہ ہم اللہ کی عبادت چھوڑ کر پھر بتوں کو پوجنے لگ جائیں۔ اور خبائث کو بدستور سابق حلال سمجھیں۔ جب انہوں نے ہم پر قہر و ظلم کیا اور ہمارے فرائض مذہبی کی جا آوری میں سد راہ ہو گئے۔ تو ہم آپ کے ملک میں آپ کی پناہ میں آ گئے۔ ہمیں امید ہے کہ آپ کے ہاں ہم پر ظلم نہ ہو گا۔'

یہ تقریر سن کر نجاشی نے کہا کہ تمہارے پیغمبر پر جو کلام اترا ہے اس میں سے کچھ سناؤ۔ حضرت جعفر نے سورہ مریم کی چند آیتیں پڑھیں۔ نجاشی سن کر اتنا رویا کہ اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ اور اس کے اساقفہ بھی روئے۔ پھر نجاشی کہا۔ "یہ کلام اور انجیل دونوں ایک ہی چراغ کے پرتو ہیں۔" اس کے بعد سفیروں سے کہا کہ تم واپس چلے جاؤ۔ اللہ کی قسم! میں ان کو تمہارے حوالہ نہ کروں گا۔

دوسرے دن عمرو بن العاص نے حاضر دربار ہو کر عرض کیا۔ 'حضور! یہ لوگ حضرت عیسیٰ کی نسبت برا عقیدہ رکھتے ہیں۔' نجاشی نے مسلمانوں کو طلب کیا۔ جب وہ حاضر ہوئے تو ان سے پوچھا کہ 'تم حضرت عیسیٰ کی نسبت کیا عقیدہ رکھتے ہو؟' حضرت جعفر نے کہا ہم اعتقاد رکھتے ہیں جیسا کہ ہمارے پیغمبر نے فرمایا ہے کہ عیسیٰ خدا کے بندے اور پیغمبر اور روح اللہ اور کلمتہ اللہ ہیں۔ یہ سن کر نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھا لیا اور کہا۔ 'واللہ جو تم نے کہا حضرت عیسیٰ اس سے تنکے کے برابر بھی زیادہ نہیں ہیں۔' جب نجاشی کی زبان سے یہ الفاظ نکلے تو بطارقہ حاضرین کے نتھنوں سے خرخراہٹ کی آواز آنے لگی۔ مگر نجاشی نے پروانہ کی۔ اور سفارت بالکل ناکام واپس آئی۔

## سن ۷ نبوت

قریش نے جب دیکھا کہ باوجود تشدد و مزاحمت کے اسلام قبائل عرب میں پھیل رہا ہے۔ حضرت حمزہ و عمر جیسے لوگ ایمان لا چکے ہیں۔ نجاشی نے مسلمانوں کو پناہ دی ہے اور سفارت



بے نیل و مرام واپس آگئی ہے تو انہوں نے بالاتفاق یہ قرار دیا (۱۹) کہ (حضرت) محمد (ﷺ) کو قتل کر دیا جائے۔ ابو طالب کو یہ خبر پہنچی تو اس نے بنی ہاشم و بنی مطلب کو جمع کر کے کہا (حضرت) محمد (ﷺ) کو بغرض حفاظت اپنے شعب (درہ) میں لے چلو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب قریش کو معلوم ہوا کہ ہاشم و مطلب کی اولاد نے (سوائے ابو لہب کے) بلا امتیاز مذہب آنحضرت کو اس طرح اپنی پناہ میں لے لیا ہے تو انہوں نے مقام محصب میں جو کہ مکہ و منیٰ کے درمیان ہے آپس میں یہ عہد کیا کہ ہاشم و مطلب کی اولاد سے مناکحت اور لین دین سب موقوف کر دیا جائے۔ یہاں تک کہ وہ تنگ آکر محمد (ﷺ) کو قتل کے لئے ہمارے حوالہ کر دیں۔ (۲۰) اور تاکید مزید کے لئے یہ معاہدہ تحریر کر کے کعبتہ اللہ کی چھت میں لٹکا دیا۔ کفار قریش نے نہایت سختی سے اس معاہدہ پر عمل کیا۔ باہر سے جو غلہ مکہ میں آتا وہ خود ہی خرید لیتے اور مسلمانوں تک نہ پہنچنے دیتے۔ اگر ان میں سے کوئی بطور صلہ رحم اپنے کسی مسلمان رشتہ دار کو اناج بھیجتا تو اس کے بھی سد راہ ہوتے۔ غرض بنو ہاشم شعب ابی طالب میں طرح طرح کی تکلیفیں اٹھاتے رہے۔ ابو طالب کا یہ معمول تھا کہ جب لوگ سو جاتے تو آنحضرت ﷺ کو بغرض حفاظت آپ کے بستر سے اٹھاتا تا کہ دوسرے بستر پر جا لیٹیں اور آپ کے بستر پر اپنے کسی بیٹے یا بھائی کو لٹاتا۔

صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت عباس نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ ابو طالب آپ کی مراعات و مدد کیا کرتا تھا۔ آپ کے لئے ناراض ہوا کرتا تھا۔ کیا یہ عمل اس کو فائدہ دے گا؟ آپ نے فرمایا:۔

نعم و جدته في غمرات من النّار فاخرجته الى ضحضاح

ہاں میں نے اسے سرتاپا بڑی آگ میں پایا پس اس کو نکال کر تھوڑی آگ میں کر دیا جو اس کے ٹخنوں تک پہنچتی ہے۔

یہ تو عذاب قبر میں تخفیف ہے قیامت کو بھی اس کا یہی حال ہو گا۔ چنانچہ ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ ابو طالب کا ذکر آیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

لعله تنفعه شفاعتي يوم القيمة فيجعل في ضحضاح من النار يبلغ كعبيه يغلى منه دماغه۔

مجھے امید ہے قیامت کو میری شفاعت اسے فائدہ دے گی۔ پس اس کو تھوڑی آگ میں کر دیا جائے گا جو اس کے ٹخنوں تک پہنچے گی جس سے اس کا دماغ جوش کھائے گا۔

بعض علماء نے خلاف احادیث صحاح ابو طالب کا ایمان ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

والعلم عند الله۔

جب تین سال اسی حالت میں گزر گئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک ﷺ کو خبر
کہ اس معاہدے کو دیمک اس طرح چاٹ گئی ہے کہ اللہ کے نام کے سوا اس میں کچھ باقی نہیں
آپ نے یہ خبر ابو طالب کو دی۔ اس نے کفار قریش کو جا کر کہا۔ 'اے گروہ قریش! میرے بھتیجے
مجھ کو اس طرح خبر دی ہے۔ تم اپنا معاہدہ لاؤ۔ اگر یہ خبر صحیح نکلی تو تم قطع رحم سے باز آؤ۔ اور اگر
نکلی تو میں اپنے بھتیجے کو تمہارے حوالے کر دوں گا۔' وہ اس پر راضی ہو گئے۔ جب معاہدہ دیکھا
ویسا ہی پایا گیا جیسا کہ خبر دی گئی تھی۔ اسی وقت پانچ اشخاص (ہشام بن عمرو۔ زبیر بن ابی
مخزومی۔ مطعم بن عدی۔ ابو البختری۔ زمعہ بن الاسود) کچھ قیل و قال کے بعد اس معاہدے کو چا
کرنے پر متفق ہو گئے۔ اور آخر کار ابو البختری نے لے کر پھاڑ ڈالا۔ باقی سب جا بجا روبراہ ہونے
مزید ایذاء کے درپے ہو گئے۔

## سن ۱۰ نبوت

اس سال ماہ رمضان میں ابو طالب نے وفات پائی۔ اور اس کے تین روز بعد خدیجۃ الکبریٰ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی انتقال فرما گئیں۔ اب کفار قریش رسول اللہ ﷺ کی ایذا رسانی پر اور دلیر
گئے۔ ایک روز ایک نابکار نے راہ میں آپ کے سر مبارک پر خاک ڈال دی۔ آپ اسی حالت میں گھر
تشریف لے گئے۔ آپ کی صاحبزادی نے دیکھا۔ تو پانی لے کر سر مبارک کو دھونے لگیں۔ رو
جاتی تھیں۔ آپ نے فرمایا۔ 'جان پدر! اللہ تعالیٰ تیرے باپ کو بچا لے گا۔' "۲۱۔

آخر آنحضرت ﷺ نے تنگ آ کر اس خیال سے کہ اگر ثقیف ایمان لے آئے تو قریش
کے برخلاف میری مدد کریں گے' طائف کا قصد کیا۔ زید بن حارثہ آپ کے ساتھ تھے۔ آپ
وہاں پہنچ کر اشراف ثقیف یعنی عبد یالیل اور اس کے بھائی مسعود حبیب کو دعوت اسلام دی۔ مگر
انہوں نے آپ کی دعوت کا بری طرح جواب دیا ایک بولا۔ 'اگر تجھے خدا نے پیغمبر بنایا ہے تو وہ کعبہ کا
پردہ چاک کر رہا ہے۔' دوسرے نے کہا۔ 'کیا اللہ کو پیغمبری کے لئے تیرے سوا کوئی اور نہ ملا
تیسرے نے کہا۔ 'میں ہرگز تجھ سے کلام نہیں کر سکتا۔ اگر تو پیغمبری کے دعویٰ سے سچا ہے تو تجھ
سے گفتگو کرنا خلاف ادب ہے۔ اور اگر جھوٹا ہے تو قابل خطاب نہیں۔' جب آپ مایوس ہو کر واپس
ہوئے تو انہوں نے کمینے لوگوں اور غلاموں کو آپ پر ابھارا۔ جو آپ کو گالیاں دیتے اور تالیاں بجاتے
تھے۔ اتنے میں لوگ جمع ہو گئے۔ وہ آپ کے راستہ میں دو رویہ صف باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ جب
آپ درمیان سے گزرے تو قدم اٹھاتے وقت آپ کے پاؤں پر پتھر برسانے لگے۔ یہاں تک کہ
نعلین مبارک خون سے بھر گئے۔ جب آپ کو پتھروں کا صدمہ پہنچتا تو بیٹھ جاتے۔ مگر وہ بازو تھام کر



[illegible] جب پھر چلنے لگتے تو پتھر برساتے اور ساتھ ساتھ ہنستے جاتے۔ اس طرح انہوں نے
[illegible] ابن ربیعہ کے باغ تک آپ کا تعاقب کیا۔ آپ نے باغ میں ایک انگور کی شاخ کے
[illegible] پناہ لی۔ عتبہ اور شیبہ اگرچہ آپ کے سخت دشمن تھے۔ مگر آپ کی اس حالت پر ان کو بھی
[illegible] انہوں نے اپنے نصرانی غلام عداس سے کہا کہ انگور کا ایک خوشہ تھال میں رکھ کر ان کے
[illegible] جا اور کہہ دے کہ کھا لیں۔ آپ نے بسم اللہ کہہ کر کھایا۔ عداس متعجب ہو کر کہنے لگا کہ ان
[illegible] کے لوگ ایسا نہیں کہتے۔ آپ نے پوچھا۔ تو کہاں سے ہے؟ اس نے کہا نینویٰ سے۔ آپ
[illegible] کہ وہ نیک بندے یونس بن متیٰ کا شہر ہے پھر اس نے آپ سے یونس کا حال پوچھا۔ آپ
[illegible] کہ وہ بھی میری طرح پیغمبر تھے۔ یہ سن کر وہ آپ کے ہاتھ پاؤں چومنے لگا اور اسلام لایا۔

اسی سفر میں مقام نخلہ میں جو مکہ مشرفہ سے ایک رات کا راستہ ہے۔ شہر
[illegible] ۲۲ کے جن حاضر ہوئے۔ آپ رات کو نماز میں قرآن مجید پڑھ رہے تھے۔ وہ سن کر ایمان
[illegible] واذ صرفنا الیك نفرا من الجن۔ الآیہ میں اسی طرف اشارہ ہے۔ نخلہ میں چند روز قیام
[illegible] آپ حرا میں تشریف لائے۔ اور مطعم بن عدی کو پیغام بھیجا کہ کیا تم مجھے اپنی پناہ و امان
[illegible] سکتے ہو؟ مطعم نے قبول کیا۔ آپ رات کو مطعم کے ہاں رہے۔ جب صبح ہوئی تو مطعم اور اس
[illegible] نے ہتھیار لگائے اور آنحضرت ﷺ سے کہا کہ آپ طواف کیجئے۔ اور خود تلواریں لگائے
[illegible] مطاف میں موجود رہے جب حضرت طواف سے فارغ ہوئے تو اسی ہیئت میں آپ کے
[illegible] خانہ تک آپ کے ساتھ آئے۔

اس سفر طائف کے مدتوں بعد ایک روز عائشہ صدیقہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کیا
[illegible] کوئی ایسا دن آیا ہے جو احد کے دن سے سخت ہو۔ فرمایا بے شک میں نے تیری قوم سے دیکھا
[illegible] اور جو میں نے ان سے دیکھا اس میں سب سے سخت عقبہ کا دن تھا۔ جب کہ میں نے اپنے
[illegible] عبد یالیل بن کلال پر پیش کیا۔ اس نے دعوت اسلام کو قبول نہ کیا۔ پس میں غم کی حالت میں
[illegible] سے چلا۔ مجھے ہوش نہ آیا مگر قرن الثعالب میں سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بادل نے
[illegible] کیا ہوا ہے۔ میں نے نظر اٹھائی تو اس بادل میں حضرت جبرئیل دکھائی دیئے۔ حضرت
[illegible] نے مجھے آواز دی اور کہا بیشک اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کا قول سن لیا ہے۔ اور انہوں نے جو
[illegible] جواب دیا وہ بھی سن لیا ہے۔ آپ کی طرف پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا گیا ہے۔ تاکہ آپ اسے حکم
[illegible] آپ اپنی قوم میں چاہتے ہیں۔ حضور کا بیان ہے کہ پھر مجھے پہاڑوں کے فرشتے نے آواز
[illegible] سلام کے بعد کہا اے محمد! بیشک اللہ نے آپ کی قوم کا قول سن لیا ہے۔ میں پہاڑوں کا فرشتہ
[illegible] مجھ کو آپ کے رب نے آپ کی طرف بھیجا ہے۔ تاکہ آپ مجھے جو چاہیں حکم دیں۔ اگر آپ

چاہتے ہیں کہ میں اخشبین ۲۳۔ کو ان پر الٹ دوں۔ (تو الٹ دیتا ہوں) آپ نے جواب دیا۔ بلکہ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسے بندے پیدا کرے گا جو صرف اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔' ۲۴۔

## سن ۱۱ھ تا ۱۳ھ نبوت

آنحضرت ﷺ کی عادت شریف تھی کہ ہر سال موسم حج میں تمام قبائل عرب کو جو مکہ اور نواح مکہ میں موجود ہوتے دعوت اسلام دیا کرتے تھے۔ اسی غرض سے ان کے میلوں میں بھی تشریف لے جایا کرتے۔ ان میلوں میں سے عکاظ و مجنہ و ذوالمجاز کا ذکر حدیث میں آیا ہے۔ عکاظ جو سب سے بڑا تھا نخلہ و طائف کے درمیان طائف سے دس میل کے فاصلہ پر لگا کرتا تھا۔ یہ عرب کی تجارت کی بڑی منڈی اور شعراء کا دنگل تھا ذیقعد کی پہلی تاریخ سے بیس تک رہا کرتا تھا۔ پھر مجنہ جو مر الظہران کے متصل مکہ سے چند میل پر تھا۔ اخیر ذیقعدہ تک لگتا۔ اور ذوالمجاز جو عرفہ کے متصل تھا ذی الحجہ کی پہلی تاریخ سے آٹھویں تک قائم رہتا۔ بعد ازاں لوگ حج کو نکلتے۔ آنحضرت ﷺ لوگوں کے ڈیروں پر جا کر تبلیغ فرماتے۔ مگر کوئی آپ کی نصرت کا دم نہ بھرتا تھا۔ عرب کے قبائل جن کے پاس حضرت بغرض تبلیغ تشریف لے گئے یہ ہیں۔ بنو عامر محارب 'فزارہ' غسان' مرہ' حنیفہ' سلیم' عبس' بنو نصر' کندہ' کلب' حارث بن کعب عزرہ' حضارمہ' ان سب کو آپ نے دعوت اسلام دی۔ مگر کوئی ایمان نہ لایا۔ ابو لہب لعین ہر جگہ ساتھ جاتا۔ جب آپ کہیں تقریر فرماتے تو وہ برابر سے کہتا 'اس کا کہنا نہ مانو۔ یہ بڑا دروغ گو دین سے پھرا ہوا ہے۔'

اللہ تعالیٰ کو اپنے دین اور رسول کا اعزاز منظور تھا۔ اس لئے نبوت کے گیارہویں سال رجب میں آپ نے حسب عادت منیٰ میں عقبہ کے نزدیک جہاں اب مسجد عقبہ ہے قبیلہ خزرج کے چھ آدمیوں کو اسلام کی دعوت دی تو وہ ایمان لے آئے واضح رہے کہ مدینہ کا اصلی نام یثرب تھا۔ بہت قدیم زمانہ میں یہاں قوم عمالقہ کے لوگ آباد تھے' ان کے بعد شام سے یہود آبسے۔ اور انہوں نے یثرب اور اس کے نواح میں اپنی سکونت کے لئے آہستہ آہستہ چھوٹے چھوٹے قلعے بنائے۔ جب مارب واقع یمن میں سیل عرم آیا تو وہاں کے لوگ یمن سے نکل کے مختلف جگہوں میں جا بسے۔ چنانچہ قبیلہ ازد بن غوث قحطانی کے دو بھائی اوس و خزرج یثرب میں آبسے۔ تمام انصار انہی کے خاندان سے ہیں۔ جیسا کہ پہلے آچکا ہے۔ یہود کا چونکہ بڑا اقتدار و زور تھا اس لئے قبیلہ اوس و خزرج آخر کار ان کے حلیف بن گئے۔ یہود اہل کتاب اور صاحب علم تھے۔ اوس و خزرج نے جو بت پرست تھے ان سے سنا ہوا تھا کہ ایک اور پیغمبر عنقریب مبعوث ہونے والا ہے۔ اس لئے جب



آنحضرت ﷺ نے حسب معمول دعوت اسلام دی تو خزرج کے چھ اشخاص نے آپ کے حالات پر غور کر کے ایک دوسرے سے کہا کہ 'واللہ! یہ تو وہی ہیں جن کا ذکر ہم نے یہود مدینہ سے سنا ہوا ہے۔ کہیں یہود ہم سے سبقت نہ لے جائیں۔' اس لئے وہ سب آپ پر ایمان لائے۔ انہوں نے مدینہ میں پہنچ کر اپنے بھائی بندوں کو اسلام کی دعوت دی۔ آئندہ سال بارہ مرد ایام حج میں مکہ میں آئے اور انہوں نے عقبہ کے متصل آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر عورتوں کی طرح بیعت کی۔ کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ چوری نہ کریں گے۔ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گے زنا نہ کریں گے۔ بہتان نہ لگائیں گے۔ کسی امر معروف میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گے۔ چونکہ عورتوں سے ان ہی باتوں پر بیعت ہوئی تھی۔ اس لئے بیعت مذکورہ کو عورتوں کی سی بیعت کہا گیا۔ اس کو بیعت عقبہ اولیٰ یعنی عقبہ میں اول مرتبہ بیعت بولتے ہیں آنحضرت ﷺ نے ان بارہ کے ساتھ مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف کو بدیں غرض بھیجا کہ ان کو تعلیم اسلام دیں۔ حضرت مصعب نے سعد بن زرارہ کے مکان پر قیام کیا۔ پھر ان کے ساتھ لے کر بنی عبدالاشہل اوسی میں آئے۔ اس قبیلہ کے سردار سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر آپ کے سمجھانے سے ایمان لائے اور ان کے ایمان لانے سے سارا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔ بقول مشہور اسی سال ماہ رجب کی ستائیسویں رات کو آنحضرت ﷺ کو حالت بیداری میں جسد شریف کے ساتھ معراج شریف ہوا اور پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔

نبوت کے تیرہویں سال ایام حج میں انصار کے ساتھ ان کی قوم کے بہت سے مشرک بھی بغرض حج مکہ میں آئے۔ جب حج سے فارغ ہوئے تو ان میں سے تہتر مرد اور دو عورتیں اپنی قوم سے چھپ کر ایام تشریق میں رات کے وقت عقبہ منیٰ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت حضرت عباس بن عبدالمطلب جو اب تک اسلام نہ لائے تھے۔ آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے۔ سب سے پہلے وہی بولے۔ 'اے گروہ خزرج! محمد (ﷺ) اپنی قوم میں معزز ہیں۔ اور اپنے شہر میں مددگاروں کی ایک جماعت ساتھ رکھتے ہیں۔ ہم نے ان کو دشمنوں سے بچایا۔ اگر تم اپنے عہد کو پورا کر سکو اور ان کا ساتھ دے سکو تو بہتر۔ ورنہ ابھی سے ان کا ساتھ چھوڑ دو۔' اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان کو دعوت اسلام دی اور فرمایا کہ میں تم سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ تم مجھ سے وہ چیز باز رکھو گے جو اپنے اہل و عیال سے باز رکھتے ہو۔ یہ سن کر سب سے پہلے براء بن معرور انصاری خزرجی نے آپ کا دست مبارک پکڑ کر کہا۔ 'ہمیں منظور ہے۔ یارسول اللہ ہمیں بیعت کر لیجئے۔ واللہ ہم اہل حرب و اہل سلاح ہیں۔ یہی چیزیں باپ دادا سے ہمیں ورثہ میں ملی ہیں۔' ابو الہیثم بن تیہان انصاری اوسی نے قطع کلام کر کے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! یہود سے ہمارے

تعلقات ہیں جو بیعت سے ٹوٹ جائیں گے۔ ایسا نہ ہو کہ جب اللہ آپ کو غلبہ دے تو آپ ہمیں چھوڑ کر اپنی قوم میں چلے جائیں۔ آپ نے مسکرا کے فرمایا۔ 'نہیں۔ تمہارا خون میرا خون ہے۔ میرا جینا مرنا تمہارے ساتھ ہے۔ میں تمہارا ہوں اور تم میرے ہو۔ تمہارا دشمن میرا دشمن اور تمہارا دوست میرا دوست ہے۔' اس طرح جب وہ بیعت کے لئے آمادہ ہو گئے تو عباس بن عبادہ بن نصلہ انصاری خزرجی نے ان سے کہا۔ 'یہ بھی خبر ہے کہ تم محمد (ﷺ) سے کس چیز پر بیعت کر رہے ہو۔ یہ عرب و عجم سے جنگ پر بیعت ہے۔ اگر تمہارا خیال ہے کہ جب تمہارے مال تاراج ہوں اور تمہارے اشراف قتل ہوں۔ تم ان کا ساتھ چھوڑ دو گے۔ تو ابھی سے چھوڑ دو۔ اور اگر ایسی مصیبت پر بھی ساتھ دے سکو تو بیعت کر لو۔ سب بولے ہم اسی بات پر بیعت کرتے ہیں۔ مگر یا رسول اللہ اگر ہم اس عہد پر ثابت رہیں تو ہمیں کیا ملے گا؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ بہشت۔ یہ سن کر سب نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ اسے عقبہ کی بیعت ثانیہ کہتے ہیں۔ بیعت کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان میں سے بارہ اشخاص کو نقیب مقرر کیا۔ جن کے نام خود انصار نے پیش کئے۔ اور ان سے یوں خطاب فرمایا۔ 'تم اپنی اپنی قوم کے حالات کے کفیل ہو۔ جیسا کہ حواری حضرت عیسیٰ ابن مریم (علیہا السلام) کے تھے اور میں اپنی قوم کا کفیل ہوں۔' وہ بولے کہ ہاں! منظور ہے۔ اس کے بعد وہ اپنے اپنے ڈیروں پر چلے گئے۔ صبح کو قریش ان سے کہنے لگے۔ ہم نے سنا ہے کہ تم نے ہمارے ساتھ جنگ کرنے پر بیعت کی ہے۔ ان کے مشرک ساتھیوں نے کہا کہ کوئی ایسی بات نہیں ہوئی یہ سن کر قریش واپس چلے گئے۔ مگر تفتیش کے بعد حقیقت حال جو ان کو معلوم ہوئی تو انہوں نے انصار کا تعاقب کیا۔ صرف سعد بن عبادہ ان کے ہاتھ آئے۔ ظالموں نے ان ہی کے اونٹ کے تنگ سے ان کے ہاتھ گردن سے جکڑ لئے۔ اور مارتے پیٹتے اور سر کے بالوں سے گھسیٹتے ہوئے ان کو مکہ میں لے آئے وہاں جبیر بن مطعم بن عدی اور حارث بن حرب بن امیہ نے ان کو چھڑا لیا۔



چوتھا باب

## حالات ہجرت تا وفات شریف

قریش کی اذیت رسانی کے سبب سے اب مکہ میں مسلمانوں کا قیام انتہائی دشوار ہو گیا۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ ہجرت کر کے مدینہ چلے جائیں۔ چنانچہ صحابہ کرام متفرق طور پر رفتہ رفتہ چوری چھپے مدینہ پہنچ گئے۔ اور مکہ میں حضور انور بالی ہو وای کے علاوہ حضرت ابو بکر و علی اور کچھ بیمار و عاجز رہ گئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہجرت کی اجازت مانگی تو حضور نے فرمایا۔ "امید ہے کہ مجھے ہجرت کی اجازت مل جائے گی۔" عرض کیا۔ "میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ یہ امید ہے؟" فرمایا ہاں۔" یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اسی کی امید پر حاضر خدمت رہے۔

## خبر دار الندوہ

قریش نے جب دیکھا کہ آنحضرت ﷺ کے مددگار مکہ سے باہر مدینہ میں بھی ہو گئے ہیں اور مہاجرین مکہ کو انصار نے اپنی حمایت و پناہ میں لے لیا ہے۔ تو وہ ڈرے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ بھی وہاں چلے جائیں اور اپنے مددگاروں کو ساتھ لے کر حملہ آور ہوں۔ اس لئے تمام قبائل قریش کے سردار عتبہ و شیبہ پسران ربیعہ۔ ابو سفیان۔ طعیمہ بن عدی۔ جبیر بن مطعم۔ نضر بن حارث۔ ابو البختری بن ہشام۔ زمعہ بن اسود۔ ابو جہل بنیہ و منبہ پسران حجاج اور امیہ بن خلف وغیرہ دار الندوہ میں مشورہ کے لئے جمع ہوئے۔ ابلیس لعین بھی کمبل اوڑھے اور شیخ پارسا کی صورت بنائے دروازہ پر آموجود ہوا۔ انہوں نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ 'بولا میں نجدیوں سے ایک شیخ ہوں۔ میں نے سن لیا ہے جس امر کے لئے تم جمع ہوئے ہو۔ اس لئے میں بھی حاضر ہوا ہوں تاکہ سنوں کہ تم کیا کہتے ہو اور مجھے تم سے اپنی رائے اور نصیحت سے بھی دریغ نہ ہو گا۔' وہ بولے بہت اچھا آئیے۔ جب آنحضرت ﷺ کا معاملہ پیش ہوا تو ایک بولا کہ اس کے ہاتھ پاؤں لوہے کی بیڑیاں ڈال کر ایک کوٹھڑی میں بند کرو اور کھانے پینے کو کچھ نہ دو۔ خود ہلاک ہو جائے گا۔ شیخ نجدی نے کہا۔ یہ رائے اچھی نہیں۔ اللہ کی قسم! اگر تم اس کو اس طرح کوٹھڑی میں قید بھی کر دو۔ تو اس کی خبر بند دروازے

میں سے اس کے اصحاب تک پہنچ جائے گی۔ وہ تم پر حملہ کر کے اس کو چھڑا لیں گے۔ دوسرا
اس کو شہر سے نکال دو۔ جہاں چاہے چلا جائے۔ ہمیں اس کا خوف نہ رہے گا۔ شیخ نجدی نے کہا۔
کی قسم! یہ رائے اچھی نہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس کا کلام کیسا شیریں اور دلفریب ہے۔ اگر تم
کروگے تو ممکن ہے وہ کسی قبیلہ میں چلا جائے اور اپنے کلام سے اسے اپنا تابع بنالے۔ اور پھر ا
ساتھ لے کر تم پر حملہ کردے۔ ابوجہل نے بولا۔ میرے ذہن میں ایک رائے ہے جواب تک
کو نہیں سوجھی۔ انہوں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ ابوجہل نے کہا۔ 'وہ یہ ہے کہ ہم ہر قبیلہ میں سے ا
ایک عالی قدر دلیر خاندانی جوان لیں۔ اور ہر نوجوان کے ہاتھ میں ایک ایک تیز تلوار دے دیں۔
وہ سب مل کر اس کو قتل کر دیں اس طرح جرم خون تمام قبائل پر عائد ہوگا۔ عبد مناف کی او
تمام قبائل سے لڑ نہیں سکتی۔ اس لئے وہ خون بہا لینے پر راضی ہو جائیں گے۔ اور ہم آسانی
خون بہا دے دیں گے۔' یہ سن کر شیخ نجدی بولا۔ 'یہی بات درست ہے اس کے سوا کوئی اور را
نہیں۔' سب نے اس رائے سے اتفاق کیا اور مجلس برخاست ہو گئی۔ قرآن مجید کی آیہ ذیل میں ا
قصہ کی طرف اشارہ ہے:۔

وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ ط وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ
وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ ۔ (انفال ع ۴)

اے محبوب یاد کرو جب کافر تمہارے ساتھ مکر کرتے تھے کہ تمہیں بند کر لیں یا شہید
کر دیں یا نکال دیں اور وہ اپنا مکر کرتے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا اور اللہ کی خفیہ تدبیر سب
سے بہتر۔

## قصہ ۶ ہجرت

جب قریش قتل پر اتفاق کر کے اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے تو حضرت جبرئیل اللہ
تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور قریش کے ارادہ کی آپ
کو اطلاع دی اور عرض کیا کہ آج رات آپ اپنے بستر پر نہ سوئیں۔ عین ۲۔ دوپہر کے وقت حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابوبکر کے گھر تشریف لے گئے۔ دروازے پر دستک دی۔ اجازت کے
بعد اندر داخل ہوئے اور حضرت ابوبکر سے فرمایا۔ 'جو تمہارے پاس ہیں ان کو نکال دو۔' حضرت
صدیق نے عرض کیا۔ 'یا رسول اللہ! میرے باپ آپ پر قربان' آپ کے اہل سوا کوئی اور نہیں۔
آپ نے فرمایا کہ 'مجھے ہجرت کی اجازت ہو گئی ہے۔' حضرت صدیق نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ
میرا باپ آپ پر قربان! میں آپ کی ہمراہی چاہتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے منظور فرمایا۔ حضرت



صدیق نے پھر عرض کیا۔ 'یا رسول اللہ میرا باپ آپ پر قربان! آپ ان دو اونٹنیوں (۳) میں سے
ایک پسند فرما لیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں قیمت سے لوں گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو شادی کے بعد سے اس
وقت تک اپنے والد بزرگوار کے گھر میں تھیں بیان فرماتی ہیں کہ ہم نے سفر کی ضروریات کو جلدی
تیار کر دیا۔ اور دونوں کے لئے کچھ کھانا توشہ دان میں رکھ دیا۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ
تعالیٰ عنہما نے اپنے نطاق (پٹکے) کے دو ٹکڑے کر کے ایک سے توشہ دان کا منہ اور دوسرے سے
مشکیزہ کا منہ باندھا۔ جس کی وجہ سے ان کو ذات النطاقین کہا جاتا ہے۔ ایک کافر عبداللہ بن اریقط
کو جو راستہ سے خوب واقف تھا رہنمائی کے لئے اجرت پر نوکر رکھ لیا گیا۔ اور دونوں اونٹنیاں اس
کے سپرد کر دی گئیں تاکہ تین راتوں کے بعد غار پر حاضر کر دے۔ اس انتظام کے بعد رسول اللہ
ﷺ اپنے دولت خانہ کو تشریف لے گئے۔

ایک تہائی رات گزری تھی کہ قریش نے حسب قرارداد دولت خانہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور
اس انتظار میں رہے کہ آپ سو جائیں تو حملہ آور ہوں۔ اس وقت آپ کے پاس صرف حضرت علی
المرتضیٰ تھے۔ قریش کو اگرچہ رسول اللہ ﷺ سے سخت عداوت تھی۔ مگر آپ کی امانت و دیانت پر
انہیں اس قدر اعتماد تھا کہ جس کے پاس کچھ مال و اسباب ایسا ہوتا کہ اسے خود اپنے پاس رکھنے میں جو
کھم نظر آتی وہ آپ ہی کے پاس امانت رکھتا چنانچہ اب بھی آپ کے پاس کچھ امانتیں تھیں۔ اس لئے
آپ نے حضرت علی سے فرمایا کہ تم میری سبز چادر اوڑھ کر میرے بستر پر سو رہو۔ تمہیں کوئی
تکلیف نہ ہو گی۔ اور حکم دیا کہ یہ امانتیں واپس کر کے چلے آنا۔ اور خود خاک کی ایک مٹھی لی۔ ۴۔ اور
سورۂ یٰسین شریف کے شروع کی آیات فھم لا یبصرون تک پڑھتے ہوئے کفار پر پھینک دی اور
اس مجمع میں سے صاف نکل گئے۔ کسی نے آپ کو نہ پہچانا۔ ایک مخبر نے جو اس مجمع میں نہ تھا ان کو خبر
دی کہ محمد (ﷺ) تو یہاں سے نکل گئے اور تمہارے سروں پر خاک ڈال گئے ہیں۔ انہوں نے اپنے
سروں پر جو ہاتھ پھیرا تو واقع میں خاک پائی۔ مگر حضرت علی کو سبز چادر اوڑھے ہوئے سوتے دیکھ
کر خیال کیا کہ رسول اللہ سو رہے ہیں۔ جب صبح کو حضرت علی بیدار ہوئے تو وہ کہنے لگے کہ اس مخبر
نے سچ کہا تھا۔

آنحضرت ﷺ اپنے دولت خانے سے نکل کر حضرت ابوبکر صدیق کے گھر تشریف
لے گئے۔ راستے میں بازار حزورہ میں جو بعد میں مسجد حرام میں شامل کر لیا گیا ٹھہر کر یوں خطاب
فرمایا۔ (۵) 'بطحائے مکہ' تو پاکیزہ شہر ہے اور میرے نزدیک کیسا عزیز ہے اگر میری قوم مجھے تجھ سے
نہ نکالتی تو میں تیرے سوا کسی اور جگہ سکونت پذیر نہ ہوتا۔' اسی رات آپ حضرت ابوبکر کو ساتھ

لے کر گھر کے عقب میں ایک دریچہ سے نکلے اور کوہ ثور کے غار پر پہنچے۔ رسول اللہ ﷺ نے چاہا کہ غار میں داخل ہوں مگر صدیق اکبر نے عرض کیا کہ آپ داخل نہ ہوں جب تک کہ میں پہلے داخل نہ ہو لوں تاکہ اگر اس میں کوئی سانپ بچھو وغیرہ ہو۔ تو وہ مجھ کو کاٹے آپ کو نہ کاٹے۔ اس لئے حضرت صدیق پہلے داخل ہوئے۔ غار میں جھاڑو دی۔ اس کے ایک طرف میں کچھ سوراخ پائے۔ اپنی شلوار پھاڑ کر ان کو بند کیا۔ مگر دو سوراخ باقی رہ گئے' ان میں اپنے دونوں پاؤں ڈال دیئے۔ پھر عرض کیا اب تشریف لائیے۔ آپ داخل ہوئے۔ اور سر مبارک حضرت صدیق کی گود میں رکھ کر سو گئے۔ ایک سوراخ سے کسی چیز نے حضرت صدیق کو کاٹا۔ مگر وہ اپنی جگہ سے نہ ہلے کہ مبادا رسول اللہ ﷺ جاگ اٹھیں۔ حضرت صدیق کے آنسو جو آپ کے چہرہ مبارک پر گرے تو فرمایا۔ 'ابو بکر تجھے کیا ہوا؟ عرض کی۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا' مجھے کسی چیز نے کاٹ کھایا۔' آپ نے زخم پر اپنے لعاب دہن لگا دیا۔ فوراً سب درد جاتا رہا۔ (۶) اس غار میں دونوں تین راتیں رہے۔ حضرت ابو بکر کے بیٹے عبداللہ جو نوخیز جوان تھے رات کو غار میں ساتھ سوتے صبح منہ اندھیرے شہر چلے جاتے۔ اور قریش جو مشورہ کرتے یا کہتے شام کو غار میں آکر اس کی اطلاع دیتے۔ حضرت ابو بکر کا غلام عامر بن فہیرہ دن کو بکریاں چراتا۔ اور رات کو دو بکریاں غار پر لے جاتا۔ ان کا دودھ حضور اقدس ﷺ اور صدیق اکبر کے کام آتا۔ عامر منہ اندھیرے بکریوں کو عبداللہ کے نقش پا پر ہانک لے جاتا تاکہ نقش قدم مٹ جائے۔

جب آنحضرت ﷺ رات کو اپنے دولت خانہ سے نکل آئے۔ تو صبح کو کفار نے حضرت علی سے پوچھا کہ تیرا یار کہاں گیا۔ آپ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں اس لئے پائے مبارک کے نشان کے ذریعے سے انہوں نے آنحضرت ﷺ کا تعاقب کیا۔ جب وہ کوہ ثور کے پاس پہنچے تو پائے مبارک کا نشان ان پر مشتبہ ہو گیا۔ وہ پہاڑ پر چڑھ گئے اور غار کے دہانہ پر پہنچ گئے۔ مگر غار پر اس وقت خدائی پہرہ لگا ہوا تھا۔ (۷) وہاں پر مکڑی نے جالا تنا ہوا تھا۔ اور کنارے پر کبوتری نے انڈے دے رکھے تھے۔ یہ دیکھ کر وہ کہنے لگے کہ اگر (حضرت) محمد (ﷺ) اس میں داخل ہوتے تو مکڑی جالا نہ تنتی اور کبوتری انڈے نہ دیتی۔ اس حال میں آہٹ پا کر حضرت ابو بکر نے عرض کی 'یا رسول اللہ! اگر ان میں سے کسی کی نظر اپنے قدم پر پڑ جائے تو ہمیں دیکھ لے گا۔' آپ نے فرمایا۔ 'غم نہ کر۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔'

قصہ کوتاہ غار میں تین راتیں گزار کر شب دو شنبہ یکم ربیع الاول کو اونٹنیوں پر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے عامر بن فہیرہ کو حضرت ابو بکر نے بغرض خدمت اپنے ساتھ سوار کر لیا تھا۔ بدرقہ آگے آگے راستہ بتاتا جاتا تھا۔ راستے میں اگر کوئی حضرت صدیق سے رسول اللہ ﷺ کی



[illegible] پوچھتا تھا کہ یہ کون ہیں تو جواب دیتے کہ یہ میرے ہادی طریق ہیں۔

حضرت ابو بکر کا بیان ہے کہ (دو شنبہ) کی رات کو روانہ ہو کر ہم برابر چلتے رہے یہاں تک کہ دوپہر ہو گئی اور راستہ میں آمد و رفت بند ہو گئی۔ ہمیں ایک بڑا پتھر نظر آیا۔ ہم اس کے نزدیک اتر پڑے۔ میں نے اس کے سایہ میں اپنے ہاتھوں سے جگہ ہموار کی۔ اس پر پوستین بچھا دی اور عرض کی۔ 'یا رسول اللہ! آپ سو جائیں میں آپ کے ارد گرد پاسبانی کرتا ہوں آپ سو گئے میں نکلا کہ دیکھوں ارد گرد کوئی دشمن تو نہیں آرہا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چرواہا اپنی بکریاں اسی پتھر کی طرف سایہ میں آرام پانے کے لئے لارہا ہے۔ میں نے پوچھا۔ تو کس کا غلام ہے۔ اس نے قریش کے ایک شخص کا نام لیا تو میں نے اسے پہچان لیا' اور پوچھا۔ کیا تیری بکریوں میں دودھ دینے والی ہیں؟ وہ بولا کہ ہاں۔ میں نے کہا۔ کیا تو دودھ کر دے سکتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں۔ پس اس نے ایک بکری پکڑ لی۔ میں نے کہا۔ اس کا تھن گرد و غبار سے صاف کر لے۔ پھر کہا کہ تو اپنا ہاتھ بھی صاف کر لے۔ اس نے ایک پیالہ چوبین میں دودھ دوہا۔ میں رسول اللہ ﷺ کیلئے ایک مطہرہ ساتھ لے گیا تھا جس سے آپ وضو کرتے۔ میں نے ٹھنڈا کرنے کیلئے دودھ میں تھوڑا سا پانی ملا کر خدمت اقدس میں پیش کیا۔ آپ نے خوب پیا۔ جس سے میری طبیعت خوش ہوئی۔ پھر فرمایا۔ کیا چلنے کا وقت نہیں آیا؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ دن ڈھل چکا تھا کہ ہم وہاں سے چلے۔ (۸)

دوسرے روز یعنی سہ شنبہ کے دن جب قدید کے قریب پہنچے تو سراقہ بن مالک بن جعشم مدلجی تعاقب میں نکلا۔ جس کی کیفیت وہ خود یوں بیان کرتا ہے۔ 'کفار قریش کے قاصد ہمارے پاس آئے۔ کہنے لگے کہ جو شخص محمد (ﷺ) یا ابو بکر کو قتل کرے گا یا گرفتار کر کے لائے گا اسے ایک خون بہا کے برابر (یعنی سو اونٹ) انعام دیا جائے گا۔ میں اپنی قوم بنو مدلج کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ان میں سے ایک شخص نے آکر کہا۔ 'سراقہ! میں نے ابھی ساحل پر چند اشخاص دیکھے ہیں۔ میرے خیال میں وہ محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھی ہیں۔' میں سمجھ گیا کہ وہی ہیں۔ مگر میں نے اس سے کہا کہ وہ نہیں ہیں۔ تو نے فلاں فلاں کو دیکھا ہے جو ہمارے سامنے سے گئے ہیں۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد میں مجلس سے اٹھ کر گھر آیا۔ اور اپنی لونڈی سے کہا کہ میرے گھوڑے کو پشتہ کے پیچھے (بطن وادی میں) لے جا کر ٹھہرا۔ میں نیزہ لے کر اپنے گھر کے عقب سے نکلا۔ اور بن نیزہ سے زمین میں خط کھینچا اور نیزے کے بالائی حصہ کو نیچا کئے ہوئے گھوڑے کے پاس پہنچا۔ میں نے سوار ہو کر گھوڑے کو ذرا دوڑایا یہاں تک کہ میں ان کے قریب جا پہنچا۔ میرے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی۔ میں گر پڑا۔ اٹھ کر میں نے ترکش کی طرف ہاتھ بڑھایا' اور اس میں سے فال کے تیر نکالے کہ حملہ کرنا چاہیے۔ یا نہیں۔ مگر جواب خلاف مراد نکلا۔ میں نے تیر کی بات نہ مانی۔ دوبارہ

گھوڑے پر سوار ہو کر آگے بڑھا۔ یہاں تک کہ جب میں نے رسول اللہ کی قراءت کی آواز سنی حالانکہ آپ (میری طرف) نہ دیکھتے تھے۔ (۹) اور ابو بکر اکثر پیچھے دیکھتے تھے تو میرے گھوڑے کے اگلے پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے۔ میں نے اتر کر گھوڑے کو زجر و توبیخ کی۔ اس نے چاہا کہ اٹھے۔ مگر وہ پاؤں زمین سے نہ نکال سکا۔ جب وہ (بمشکل تمام) سیدھا کھڑا ہوا۔ تو ناگاہ اس کے پاؤں کے نشان سے دھوئیں کی مانند غبار آسمان کی طرف اٹھا۔ میں نے پھر تیروں سے فال لی۔ مگر خلاف مراد ہی جواب ملا۔ میں نے پکارا۔ امان! امان! یہ سن کر وہ ٹھہر گئے۔ میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے پاس پہنچ گیا۔ مکرر تجربہ سے میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ رسول اللہ کا بول بالا ہو گا۔ میں نے آپ سے قریش کے ارادے اور انعام کا ذکر کیا۔ اور زاد و متاع پیش کیا۔ مگر انہوں نے کچھ نہ لیا۔ اور صرف یہی درخواست کی کہ ہمارا حال پوشیدہ رکھنا۔ اس کے بعد میں نے آپ سے درخواست کی کہ مجھے کتاب امن تحریر فرما دیجئے۔ آپ کے حکم سے عامر بن فہیرہ نے چمڑے کے ٹکڑے پر فرمان امن لکھ دیا۔' (۱۰) سراقہ نے فرمان امن اپنی ترکش میں رکھ لیا اور واپس ہوا راستے میں جس سے ملتا' یہ کہہ کر واپس کر لیتا کہ میں نے بہت ڈھونڈا۔ آنحضرت ﷺ اس طرف نہیں ہیں۔ حسن اتفاق سے حضور اقدس ﷺ کو مسلمانوں کا ایک قافلہ ملا جو شام سے مال تجارت لا رہا تھا۔ اس قافلہ میں حضرت زبیر بن العوام بھی تھے جنہوں نے آنحضرت ﷺ اور حضرت ابو بکر کو سفید کپڑے پہنائے۔

قدید ہی میں سہ شنبہ کو دوپہر کے وقت ام معبد عاتکہ بنت خالد خزاعیہ کے ہاں گزر ہوا۔ ام معبد کی قوم قحط زدہ تھی۔ وہ اپنے خیمہ کے صحن میں بیٹھا کرتی۔ اور آنے جانے والوں کو پانی پلاتی اور کھانا کھلاتی۔ آنحضرت ﷺ نے اس سے گوشت اور کھجوریں خریدنے کا قصد کیا مگر اس کے پاس ان میں سے کوئی چیز موجود نہ تھی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے خیمہ کی ایک جانب ایک بکری دیکھی۔ پوچھا یہ بکری کیسی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ لاغری و کمزوری کے سبب دوسری بکریوں سے پیچھے رہ گئی ہے۔ پھر پوچھا۔ کیا دودھ دیتی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تو مجھے اجازت دیتی ہے کہ اسے دوھ لوں۔ اس نے عرض کی۔ 'میرے ماں باپ آپ پر قربان' اگر آپ اس کے نیچے دودھ دیکھتے ہیں تو دوھ لیں۔ آپ نے اسکے تھن پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا اور بسم اللہ پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔ بکری نے آپ کیلئے دونوں ٹانگیں چوڑی کر دیں۔ دودھ اتار لیا اور جگالی کی۔ آپ نے برتن طلب کیا جو جماعت کو سیراب کر دے۔ پس آپ نے اس میں خوب دوہا۔ یہاں تک کہ اس پر جھاگ آگئی۔ پھر ام معبد کو پلایا یہاں تک کہ سیر ہو گئی۔ اور اپنے ساتھیوں کو پلایا یہاں تک کہ سیر



ہو گئے۔ سب کے بعد آپ نے پیا۔ بعد ازاں دوسری بار دوہا۔ یہاں تک کہ برتن بھر دیا۔ اور اس کو (بطور نشان) ام معبد کے پاس چھوڑا اور اس کو اسلام میں بیعت کیا۔ پھر سب وہاں سے چل دیئے۔ (۱۱) تھوڑی دیر کے بعد ام معبد کا خاوند گھر آیا۔ اس نے دودھ جو دیکھا تو حیران ہو کر کہنے لگا۔ کہ یہ دودھ کہاں سے آیا؟ حالانکہ گھر میں تو کوئی ایسی بکری نہیں جو دودھ کا ایک قطرہ بھی دے۔ ام معبد نے جواب دیا کہ ایک مبارک شخص آیا تھا کہ جس کا حلیہ شریف ایسا ایسا تھا وہ بولا۔ وہی تو قریش کے سردار ہیں جن کا چرچا ہو رہا ہے۔ میں نے قصد کر لیا کہ ان کی صحبت میں رہوں۔

جب مدینہ کے قریب موضع غمیم میں پہنچے جو رابغ و جحفہ کے درمیان ہے تو بریدہ اسلمی قبیلہ بنی سہم کے ستر سوار لے کر حصول انعام کی امید پر آنحضرت ﷺ کو گرفتار کرنے آیا رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں بریدہ ہوں۔ یہ سن کر آپ نے حضرت ابو بکرؓ سے بطور تفاؤل فرمایا۔ ابو بکر ہمارا کام خوش و خنک اور درست ہو گیا۔ پھر آپ نے بریدہ سے پوچھا کہ تو کس قبیلہ سے ہے۔ آپ نے کہا کہ بنو اسلم سے۔ آپ نے حضرت ابو بکر سے فرمایا ہمارے لئے خیر و سلامتی ہے۔ پھر پوچھا کون سے بنو اسلم سے؟ آپ نے کہا کہ بنو سہم سے۔ آپ نے فرمایا' تو نے اپنا حصہ (اسلام سے) پالیا۔ بعد ازاں بریدہ نے حضرت سے پوچھا کہ آپ کون ہیں' حضور نے فرمایا کہ میں اللہ کا رسول محمد بن عبداللہ ہوں۔ بریدہ نے نام مبارک سن کر کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ جو سوار بریدہ کے ساتھ تھے وہ بھی مشرف باسلام ہوئے۔ بریدہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ مدینہ میں آپ کا داخلہ جھنڈے کے ساتھ ہونا چاہیے پس اپنا عمامہ سر سے اتار کر نیزہ پر باندھ لیا۔ اور حضرت کے آگے آگے روانہ ہوا۔ پھر عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کس کے ہاں اتریں گے؟ فرمایا' یہ میرا ناقہ مامور ہے جہاں یہ بیٹھ جائے گا وہی میری منزل ہے۔ بریدہ نے کہا۔ الحمد للہ کہ بنو سہم بطوع و رغبت مسلمان ہو گئے۔ (۱۲)

رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کی خبر مدینہ پہنچ چکی تھی۔ لوگ ہر روز صبح کو شہر سے نکل کر حرہ میں جمع ہوتے۔ انتظار کرتے کرتے جب دوپہر ہو جاتی تو واپس چلے جاتے۔ ایک دن انتظار کر کے گھروں میں واپس جا چکے تھے کہ ایک یہودی نے ایک قلعہ پر سے کسی مطلب کے لئے نظر دوڑائی۔ اسے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ہمراہی سفید لباس پہنے ہوئے نظر پڑے جو سراب کے آگے حائل تھے۔ وہ یہودی نہایت زور سے بے ساختہ پکار اٹھا۔ 'اے معشر عرب! لو تمہارا مقصد و مقصود جس کا تم انتظار کر رہے تھے وہ آگیا۔' یہ سن کر مسلمانوں نے فوراً ہتھیار لگا کر حرہ قباء کے عقب میں رسول اللہ ﷺ کا استقبال کیا۔ اور اظہار مسرت کے لئے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ جس کی آواز بنی عمرو بن عوف میں پہنچی۔ یہ قبیلہ موضع قباء میں جو مدینہ سے جنوب کی طرف دو میل کے

فاصلہ پر ہے آباد تھا۔ اس خاندان کا سردار کلثوم بن ہدم انصاری اوسی تھا۔ اس سے پہلے [illegible]
صحابہ اسی کے ہاں اترے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اسی کو شرف نزول بخشا۔

# ہجرت کا پہلا سال

## تعمیر مسجد قباء

قباء میں رسول اللہ ﷺ کا نزول ۱۲ ربیع الاول یوم دوشنبہ کو ہوا۔ یہی تاریخ اسلا[illegible]
ابتدائی ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ جو آنحضرت ﷺ کی روانگی کے تین دن بعد مکہ سے چلے [illegible]
یہاں ملے۔ اور یہیں رسول اللہ ﷺ نے اس مسجد کی بناء رکھی جس کی شان میں یہ آیت وار[illegible]
لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْ[نَ اَنْ]
يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۔ (سورۂ توبہ۔ ع ۱۳)

البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے زیادہ لائق ہے کہ [illegible]
میں کھڑا ہو۔ اس میں وہ مرد ہیں جو پاک رہنے کو دوست رکھتے ہیں اور اللہ پاک رہنے وال[وں کو]
دوست رکھتا ہے۔

کلثوم بن ہدم کی ایک افتادہ زمین تھی جہاں کھجوریں خشک ہونے کے لئے پھیلادی [جاتی]
تھی۔ آنحضرت ﷺ نے اس سے یہ زمین لے کر مسجد مذکور کی بنیاد رکھی۔ اس مسجد کی تعمیر [میں]
دیگر اصحاب کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود بھی بغرض تشویق و ترغیب کام کرتے [تھے۔]
شموس بنت نعمان انصاریہ مدینہ کا بیان ہے کہ میں دیکھ رہی تھی کہ رسول اللہ ﷺ اتنا بھاری [illegible]
اٹھاتے کہ جسم اطہر خم ہو جاتا اور بطن شریف پر مجھے مٹی کی سفیدی نظر آجاتی! آپ کے اصحا[ب]
میں سے اگر کوئی عقیدت مند آکر عرض کرتا۔ 'یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا [illegible]
دیجئے۔ میں اٹھاتا ہوں۔' تو آپ فرماتے 'نہیں۔ تم ایسا اور پتھر اٹھالو۔ اور خود اسی کو عمارت [میں]
لگاتے۔' اس تعمیر میں حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کو سمت قبلہ بتارہے تھے۔ اسی واسطے کہا [جاتا]
تھا کہ اس مسجد کا قبلہ اعدل واقوم ہے۔ (۱۳)

حضرت عبداللہ بن رواحہ خزرجی شاعر بھی تعمیر مسجد میں شامل تھے اور کام کرتے ہو[ئے]
یوں کہتے جاتے تھے۔

اَفْلَحَ مَنْ يُّعَالِجُ الْمَسَاجِدَ وَيَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ قَائِمًا وَّقَاعِدَ وَلَا يَبِيْتُ اللَّيْلَ عَنْهُ رَا[قِدًا]

وہ کامیاب ہے جو مسجدیں تعمیر کرتا ہے اور اٹھتے بیٹھتے قرآن پڑھتا ہے۔ اور رات کو جاگتا رہتا ہے۔



[illegible] ﷺ بھی ہر ہر قافیہ کے ساتھ ملاتے جاتے تھے۔ (۱۴)

# مدینہ میں نزول رحمت

قباء میں چار (چودہ یا بیس) روز قیام رہا۔ یہاں سے جمعہ کے دن باطن مدینہ کو روانہ
[illegible] مہاجرین وانصار ساتھ تھے۔ انصار کے جس قبیلہ سے گزر ہوتا اس کے سربرآوردہ
[illegible] عرض کرتے۔ 'یارسول اللہ! ہماری نصرت و حمایت میں اتریے۔' آپ اظہار منت و
[illegible] کے بعد فرماتے کہ 'میرا ناقہ مامور ہے۔ اس کا راستہ چھوڑ دو۔' راستے میں بنو سالم خزرجی
[illegible] میں جمعہ کا وقت آگیا۔ آپ نے وادی ذی حلب کی مسجد میں نماز جمعہ مع خطبہ ادا کی۔ یہ آپ
[illegible] اور پہلا خطبہ تھا۔ اس طرح بنی بیاضہ' بنی ساعدہ اور بنی حارث بن خزرج سے
[illegible] بنی عدی نجار میں پہنچے جو آپ کے دادا عبدالمطلب کے ننہال تھے۔ سلیط بن قیس
[illegible] وغیرہ نے ننہال رشتہ کو یاد دلا کر اقامت کے لئے عرض کیا۔ مگر ان کو بھی وہی جواب
[illegible] آپ کا ناقہ محلہ مالک بن نجار میں اس جگہ بیٹھ گیا جہاں اب مسجد نبویؐ ہے۔ پھر اٹھ کر
[illegible] آگے بڑھا۔ اور مڑ کر پہلی جگہ بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا انشاء اللہ یہی منزل ہے حضرت ابو
[illegible] انصاری خزرجی آپ کی اجازت سے آپ کا سامان اٹھا کر اپنے گھر لے گئے۔ اور حضرت
[illegible] والسلام یہ فرما کر المرء مع رحلہ وہیں تشریف فرما ہوئے۔

مبارک منزلے کاں خانہ راما ہے چنیں باشد
ہمایوں کشورے کاں عرصہ راشا ہے چنیں باشد

حضور اقدس ﷺ کی تشریف آوری سے جو خوشی مدینہ میں مسلمانوں کو ہوئی اس کا
[illegible] ہو سکتا۔ حضور انور کی سواری نزدیک پہنچی تو جوش مسرت کا یہ عالم تھا کہ پردہ نشین
[illegible] کوٹھوں پر نکل آئیں اور یوں گانے لگیں۔ (۶)

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوِدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَادَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ

[illegible] چاند نکل آیا۔ وداع کی گھاٹیوں سے۔ ہم پر خدا کا شکر واجب ہے۔ جب تک دعا مانگنے
[illegible]

آپ کے ناقہ کا بیٹھنا تھا کہ بنو نجار کی لڑکیاں دف بجاتی نکلیں اور یوں گانے لگیں:۔

نَحْنُ جَوَارٍ مِّنْ بَنِى النَّجَّارِ يَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِّنْ جَارٍ

[illegible] کی لڑکیاں ہیں۔ اے نجاریو! محمد ﷺ کیسا اچھا ہمسایہ ہے۔

آپ نے یہ سن کر ان لڑکیوں سے پوچھا۔ کیا تم مجھ کو دوست رکھتی ہو ؟ وہ بولیں۔ ہاں۔ آپ نے فرمایا میں بھی تم کو دوست رکھتا ہوں۔

اسی خوشی میں زن و مرد، چھوٹے بڑے گلی کوچوں میں پکار رہے تھے۔ جاء رسول اللہ جاء نبی اللہ۔ حبشی غلام آپ کے قدوم میمنت لزوم کی خوشی میں ہتھیاروں سے کھیل رہے تھے۔ انسانوں پر کیا موقوف ہے وحوش بھی اپنی حرکات و سکنات سے خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔

جب مدینہ میں آنحضرت ﷺ کے قیام کا انتظام ہو چکا تو آپ نے زید بن حارثہ اور اپنے غلام ابو رافع کو پانسو درہم اور دو اونٹ دے کر مکہ میں بھیجا کہ آپ کے عیال کو مدینہ میں لے آئیں۔ اسی وقت حضرت ابو بکر نے عبداللہ بن اریقط دئلی (جو کہ مکہ کو واپس جا رہا تھا) کے ہاتھ اپنے صاحبزادے عبداللہ کو رقعہ دے دیا کہ میرے عیال کو مدینہ میں لے آؤ۔ آنحضرت ﷺ کی صاحبزادیوں میں سے حضرت زینب کو ان کے خاوند ابو العاص نے آنے نہ دیا حضرت رقیہ حبشہ میں تھیں۔ اس لئے زید و ابو رافع حضور کی صاحبزادیوں حضرت ام کلثوم و فاطمہ اور زوجہ محترمہ حضرت سودہ کو اور ام ایمن زوجہ زید اور اسامہ بن زید کو لے آئے۔ اور ان کے ساتھ عبداللہ بن ابی بکر حضرت عائشہ اور ان کی والدہ ام رومان اور حضرت اسماء بنت ابی بکر کو لائے۔ یہ سب حارثہ بن نعمان کے ہاں اترے۔ (۱۷)

حضور اقدس ﷺ کا قیام سات ماہ تک حضرت ابو ایوب کے ہاں ہی رہا۔ جب مسجد نبوی کے ساتھ حجرے تیار ہو گئے تو نقل مکان فرمایا۔ اس عرصہ میں بنو نجار نے مہمانی کا حق کما حقہ ادا کیا۔ حضرات ابو ایوب اور سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ نے خصوصیت سے اس میں حصہ لیا۔ جزاہم اللہ تعالیٰ خیر الجزا۔

## تعمیر مسجد نبوی

آنحضرت ﷺ کا ناقہ جہاں بیٹھا تھا۔ وہ جگہ دو نجاری یتیموں (سہیل و سہل) کی تھی۔ جن کے ولی حضرت اسعد بن زرارہ نجاری خزرجی تھے۔ وہ اس زمین میں کھجوریں خشک کرنے کے لئے پھیلا دیا کرتے تھے۔ اس کے ایک حصہ میں حضرت اسعد نے نماز کے لئے ایک مختصر جگہ بنائی ہوئی تھی۔ جس پر چھت نہ تھی۔ یہاں وہ نماز جمعہ پڑھا کرتے تھے۔ باقی زمین میں کھجور کے درخت اور مشرکوں کی قبریں اور گڑھے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہاں مسجد جامع بنانے کا ارادہ کیا۔ آپ نے ان یتیم بچوں کو بلا بھیجا اور ان سے قیمت پر زمین طلب کی۔ انہوں نے کہا کہ ہم بلا قیمت آپ کی نذر کرتے ہیں۔ آپ نے قبول نہ فرمایا اور قیمت دے کر خرید لی تعمیر کا کام شروع ہو گیا۔



قبریں اکھڑوا کر ہڈیاں کسی دوسری جگہ دبا دی گئیں۔ درخت کاٹ دیئے گئے۔ اور گڑھے ہموار کر دیئے گئے حضور سرور دو عالم ﷺ خود بھی کام کر رہے تھے۔ آپ اپنی چادر میں اینٹیں اٹھا کر لا رہے تھے اور یوں فرما رہے تھے۔

هذا الحمال واحمال خيبر هذا ابر ربنا واطهر

اے ہمارے پروردگار! یہ اینٹیں خیبر کے تمر و زبیب سے زیادہ ثواب والی اور پاکیزہ ہیں اور یہ فرما رہے تھے۔

اللّٰهُمَّ ان الاجر اجر الاخرة فارحم الانصار والمهاجرة

خدایا! بیشک اجر صرف آخرت کا اجر ہے پس تو انصار و مہاجرین پر رحم فرما۔

یہ مسجد نہایت سادہ تھی۔ بنیادیں تین ہاتھ تک پتھر کی تھیں۔ دیواریں کچی اینٹوں کی۔ چھت برگ خرما کی قد آدم سے کچھ اونچی اور ستون کھجور کے تھے۔ قبلہ بیت المقدس کی طرف رکھا گیا۔ تین دروازے تھے۔ ایک جانب کعبہ اور دو دائیں بائیں۔ جب قبلہ بدل کر کعبہ کی طرف ہو گیا تو جانب کعبہ کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ اور اس کے مقابل شمالی جانب میں نیا دروازہ بنا دیا گیا۔ چونکہ چھت پر مٹی کم تھی۔ اور فرش خام تھا۔ اس لئے بارش میں کیچڑ ہو جایا کرتی تھی۔ ایک دفعہ رات کو بارش بہت ہوئی۔ جو نمازی آتا کپڑے میں کنکریاں ساتھ لاتا اور اپنی جگہ پر بچھا لیتا۔ جب آنحضرت ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا۔ "یہ خوب ہے" اور کنکروں کا فرش بنوا دیا۔

## اصحابِ صُفّہ

پایان مسجد میں ایک سائبان تھا جو صفہ کہلاتا تھا۔ اور ان فقراء اور مساکین صحابہ کے لئے تھا۔ جو مال و منال اور اہل و عیال نہ رکھتے تھے۔ ان ہی کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ۔

اور روک رکھ جان اپنی ساتھ ان لوگوں کے کہ پکارتے ہیں پروردگار اپنے کو صبح کو اور شام کو چاہتے ہیں رضامندی اس کی۔

ان کی تعداد میں موت یا سفر یا تزوج کے سبب سے کمی بیشی ہوتی رہتی تھی۔ بعض وقت ان کی تعداد ستر تک پہنچ جاتی تھی۔ باہر سے مدینہ میں اگر کوئی آتا اور شہر میں اس کا کوئی شریف جان پہچان نہ ہوتا تو بھی صفہ میں اترا کرتا تھا۔ حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں سے سو سے کچھ اوپر اہل صفہ کے نام گنائے ہیں۔ جن میں حضرات ابو ذر غفاری۔ عمار بن یاسر۔ سلمان فارسی۔ صہیب رومی۔ بلال حبشی۔ ابو ہریرہ۔ خباب بن الارت۔ حذیفہ بن الیمان۔ ابو سعید خدری۔ بشیر بن

الخصاصیہ۔ ابو مویہبہ (مولے رسول اللہ ﷺ) وغیرہم مشاہیر میں سے تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ (۱۸)

اہل صفہ پر آنحضرت ﷺ کی بڑی نظر عنایت تھی۔ ایک دفعہ غنیمت میں کنیزیں آئی ہوئیں تھیں۔ اس موقع کو غنیمت سمجھ کر آپ کی صاحبزادی حضرت بی بی فاطمہ اور حضرت علی المرتضٰی دونوں خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور ایک خادمہ کے لئے درخواست کی۔ آپ نے یوں جواب دیا۔ 'اللہ کی قسم! یہ نہیں ہونے کا کہ تم کو خادمہ دوں اور اہل صفہ بھوکے مریں۔ ان کے خرچ کے لئے میرے پاس کچھ نہیں میں ان اسیران جنگ کو بیچ کر ان کی قیمت اہل صفہ پر خرچ کروں گا۔ (۱۹)

## ازواج مطہرات کے حجروں کی تعمیر

ازواج مطہرات میں اس وقت صرف حضرت سودہ و حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور انور ﷺ کے عقد میں آچکی تھیں۔ ان کے لئے مسجد سے متصل دو مکان بنا دیئے گئے۔ بعد ازاں دیگر ازواج کے آنے پر اور مکانات بنتے گئے۔ ان مکانات میں سے پانچ کھجور کی شاخوں سے بنے تھے۔ جن پر کہگل کی ہوئی تھی۔ ان کے ساتھ کوئی حجرہ نہ تھا۔ دروازوں پر کمبل کا پردہ پڑا رہتا تھا۔ باقی چار مکان کچی اینٹوں کے تھے جن کی چھت پر کھجور (۲۰) کی شاخوں کی کہگل کی ہوئی تھی۔ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک ایک حجرہ کھجور کی شاخوں کا تھا جس کے دروازے پر کمبل کا پردہ تھا۔ بقول داؤد بن قیس (۲۱) حجرہ کے دروازہ سے اندرونی کمرہ کے دروزے تک چھ یا سات ہاتھ کا فاصلہ تھا۔ اور اندرونی کمرہ دس ہاتھ کا تھا اور ارتفاع (۲۲) سات آٹھ ہاتھ کے درمیان تھا۔ حضرت امام حسن بصری کا بیان ہے کہ میں عہد عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں مراہق تھا ان مکانات کی چھت کو میں ہاتھ سے چھو لیتا تھا۔

یہ مکانات (۲۳) جانب غربی کے سوا مسجد کے اردگرد تھے ان کے دروازے مسجد ہی کی طرف تھے۔ اور مسجد سے اس قدر متصل تھے کہ حضور اقدس ﷺ حالت اعتکاف میں مسجد سے سر مبارک نکال دیتے اور ازواج مطہرات گھر میں بیٹھی آپ کے بال مبارک دھو دیا کرتی تھیں۔

حضرت فاطمہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دولت خانہ مشرق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ سے متصل اس جگہ تھا جہاں اب آپ کی قبر شریف کی صورت بنی ہوئی ہے۔ جب آنحضرت ﷺ سفر سے تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں دوگانہ ادا کرتے۔ بعد ازاں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف لے جاتے اور ان کا حال دریافت فرماتے۔ پھر ازواج مطہرات کے گھروں میں قدم رنجہ فرماتے۔



## مہاجرین کے مکانات کی تعمیر

مہاجرین کی سکونت کے لئے مسجد کے قریب مکانات کا انتظام کیا گیا۔ چنانچہ آقائے دو عالم ﷺ نے بنو زہرہ کو مسجد کی ایک جانب میں ایک خطہ عنایت فرمایا جس میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف قرشی زہری کے حصہ میں ایک خرماستان آیا جو ان کے نام سے مشہور معروف تھا۔ حضرت عبداللہ و عتبہ پسران مسعود ہزلی جو بنو زہرہ کے حلیف تھے۔ ان کے لئے مسجد کے پاس ایک خطہ معین کیا گیا جو ان کے نام سے مشہور تھا۔ حضرت زبیر بن عوام قرشی اسدی کو ایک وسیع قطعہ ملا۔ جس میں مختلف اقسام کے درختوں کی جڑیں تھیں۔ وہ بقیع الزبیر کہلاتا تھا۔ حضرت طلحہ بن عبیداللہ قرشی تیمی کو ان کے گھروں کی جگہ ملی۔ حضرت ابوبکر صدیق کو بھی مسجد کے قریب زمین دی گئی۔ اس طرح حضرت عثمان بن عفان قرشی اموی۔ خالد بن ولید قرشی مخزومی۔ مقداد بن اسود کندی اور طفیل بن حارث قرشی مطلبی وغیرہم کو زمینیں دی گئیں۔ ان قطعات میں سے جو زمینیں بے آباد غیر مملوکہ تھیں وہ رسول اللہ ﷺ نے بطور خود تقسیم فرما دیں۔ اور جن قطعات میں انصار کے منازل و مکانات تھے وہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ہبہ کر دیئے۔ اور حضور انور ﷺ نے مہاجرین کو عطا فرما دیئے۔ چنانچہ سب سے پہلے حضرت حارثہ بن نعمان نے اپنے مکانات اور ہبہ پیش کئے۔ (۲۴) بقول واقدی منازل حارثہ کی جگہ ہی حضرات امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے حجرے بنے۔

## مسجد نبوی میں چراغ کی ابتداء

مسجد نبوی اور حجرات میں راتوں کو چراغ (۲۵) نہیں جلتے تھے۔ حضرت تمیم داری کے غلام سراج کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں کھجور کی ٹہنیوں اور پتوں سے روشنی کی جاتی تھی۔ ہم قنادیل و روغن زیتون اور رسیاں لائے۔ اور میں نے (قندیلوں کو ستونوں پر لٹکا کر) مسجد میں روشنی کی۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ دیکھ کر پوچھا۔ کہ ہماری مسجد کو کس نے روشن کیا ہے؟ تمیم نے کہا۔ میرے اس غلام نے۔ آپ نے پوچھا۔ اس کا کیا نام ہے؟ تمیم نے کہا۔ فتح پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا۔ بلکہ اس کا نام سراج ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے میرا نام سراج رکھا۔ (۲۶)

## مواخات

مہاجرین اپنے وطن سے اہل و عیال اور بھائی بندوں کو چھوڑ کر بے سر و سامان چھپ کر

نکلے تھے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے مسجد جامع کی تعمیر کے بعد مہاجرین و انصار میں رشتہ اخوت قائم کیا۔ تاکہ مہاجرین غربت کی وحشت اور اہل و عیال کی مفارقت محسوس نہ کریں اور ایک دوسرے سے مدد ملے۔ مہاجرین کی تعداد پینتالیس یا پچاس تھی آپ ہر دو فریق میں سے دو دو کو کر فرماتے گئے کہ یہ اور تم بھائی بھائی ہو۔ آپ کا یہ فرمانا تھا۔ کہ وہ در حقیقت بھائی بن گئے۔ چنانچہ جب حضور انور فدہابی ہوامی نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف قرشی زہری اور حضرت سعد بن ربیع انصاری خزرجی میں رشتہ برادری قائم کر دیا۔ تو حضرت سعد نے حضرت عبدالرحمٰن سے کہا کہ انصار میں میرے پاس سب سے زیادہ مال ہے۔ میں اپنا مال آپ کو بانٹ دیتا ہوں۔ میری دو بیویاں ہیں۔ ان میں سے ایک کو جو آپ پسند کریں میں طلاق دے دیتا ہوں۔ عدت گزرنے پر آپ اس سے نکاح کر لیجئے۔ حضرت عبدالرحمٰن نے کہا کہ آپ کے اہل اور آپ کا مال آپ کو مبارک ہو۔ کیا یہاں کوئی بازار تجارت ہے؟ انہوں نے بنو قینقاع کے بازار کا راستہ بتا دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن شام کو نفع کا پنیر اور مکھن ساتھ لائے۔ اسی طرح ہر روز بازار میں چلے جایا کرتے۔ تھوڑے عرصہ میں مالدار ہو گئے۔ ایک روز رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ان کے بدن پر خوشبو کا نشان تھا۔ حضور انور ﷺ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ عرض کی کہ میں نے انصار کی ایک عورت سے شادی کی ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے پوچھا کہ مہر کتنا دیا؟ عرض کی پانچ درہم بھر سونا۔ فرمایا کہ ولیمہ دو خواہ ایک بکری ہو۔ (۲۷) حضرت عبدالرحمٰن کی طرح کئی اور مہاجرین نے بھی تجارت کا کام شروع کر دیا۔

حضرت ابوہریرہ کا بیان ہے کہ عقد برادری کے بعد انصار نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی آپ ہمارے نخلستان ہمارے بھائیوں اور ہم میں تقسیم فرما دیں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ یہ سن کر انصار نے مہاجرین سے کہا کہ کام (درختوں کو پانی دینا وغیرہ) تم کیا کرو۔ ہم تمہیں پھل میں شریک کر لیں گے۔ اس پر سب نے کہا (۲۸) بسر و چشم یہ مساقات کی صورت تھی۔ مگر بعض نخلستان محض منحہ کے طور پر بھی دیئے ہوئے تھے۔ جن میں کام بھی خود انصار کرتے تھے۔ اور مہاجرین کو پیداوار کا نصف دیتے تھے۔

یہ عقد برادری نصرت و مواسات و توارث پر تھا۔ اس لئے جب کوئی انصاری وفات پاتا تو اس کی جائیداد و مال مہاجر کو ملتا۔ اور قریبی رشتہ دار محروم رہتے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُ الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ط قف وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ ع (حشر۔ ع ۱)



اور (فی ہے واسطے) ان لوگوں کے جنہوں نے مہاجرین سے پہلے دار السلام (مدینہ) اور ایمان میں جگہ پکڑی۔ وہ دوست رکھتے ہیں ان کو جو وطن چھوڑ کر ان کے پاس آتے ہیں۔ اور اپنے دلوں میں کوئی دغدغہ نہیں پاتے اس چیز سے جو مہاجرین کو دی گئی۔ اور ان کو اپنی جانوں سے اول رکھتے ہیں اگرچہ خود ان کو تنگی ہو۔ اور جو کوئی اپنے نفس کے حرص سے بچایا جائے۔ وہی لوگ ہیں فلاح پانے والے۔

صحیح (۲۹) بخاری میں یہ قصہ مذکور ہے کہ ایک بھوکا سائل جناب پیغمبر خدا ﷺ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے گھر میں دریافت کیا کہ کچھ کھانے کو ہے۔ جواب آیا کہ صرف پانی۔ آپ نے فرمایا کہ کون ہے جو اس کو اپنا مہمان بنائے۔ ایک انصاری نے کہا۔ میں حاضر ہوں۔ چنانچہ وہ اسے اپنے گھر لے گیا۔ اور بیوی سے کہا رسول اللہ ﷺ کے مہمان کو کھانا کھلاؤ۔ وہ بولی کہ صرف بچوں کی خوراک موجود ہے۔ کہا کہ تو وہ کھانا تیار کر اور چراغ روشن کر کے کھانے کے وقت بچوں کو سلا دینا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا جب میاں بیوی اور مہمان کھانے پر بیٹھے تو بیوی نے بتی اکسانے کے بہانہ سے اٹھ کر چراغ گل کر دیا۔ میاں بیوی بھوکے رہے۔ اور اس طرح ہاتھ چلاتے رہے کہ گویا کھا رہے ہیں۔ صبح کو وہ انصاری رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ رات اللہ تعالیٰ تمہارے نیک کام سے راضی ہوا۔ اور یوثرون علی انفسھم ۔ الا یتہ نازل فرمائی۔

جب ۴ھ میں بنو نضیر جلاوطن ہوئے اور ان کے اموال (اراضی و نخلستان) رسول اللہ ﷺ کے قبضہ میں آئے تو آپ نے تمام انصار کو بلا کر فرمایا۔ (۳۰) اگر تم چاہتے ہو تو میں بنو نضیر کے اموال تم میں اور مہاجرین میں تقسیم کر دیتا ہوں۔ اور مہاجرین تمہارے گھروں اور اموال میں مستور رہیں گے۔ اور اگر تم چاہتے ہو تو یہ اموال مہاجرین کو بانٹ دیتا ہوں اور وہ تمہارے گھروں اور اموال سے بے دخل ہو جائیں گے۔ حضرات سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ان اموال کو آپ مہاجرین میں تقسیم کر دیجئے۔ وہ ہمارے گھروں اور اموال میں بدستور رہیں گے۔ یہ سن کر انصار بولے یا رسول اللہ! ہم اس پر راضی ہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "خدایا تو انصار اور ابنائے انصار پر رحم فرما۔" اس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اموال بنی نضیر صرف مہاجرین میں تقسیم فرما دیئے۔

۸ ہجری میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت علاء بن الحضرمی کو بغرض تبلیغ ولایت بحرین میں بھیجا۔ منذر بن ساوی حاکم بحرین اور وہاں کے تمام عرب ایمان لائے باقی اہل بحرین (مجوس و یہود و نصاریٰ) نے جزیہ پر صلح کر لی۔ رسول اللہ ﷺ نے انصار کو بلایا۔ تاکہ بحرین کا جزیہ و خراج انصار کے لئے لکھ دیں۔ مگر انصار نے عرض کیا۔ "نہیں (۳۱) اللہ کی قسم! ایسا نہ کیجئے۔ یہاں تک کہ

حضور ہمارے قریشی بھائیوں کے لئے اتنا ہی مال لکھ دیں۔

جب ۷ ھ میں خیبر فتح ہوا تو مہاجرین کے حصہ میں اس قدر مال آیا کہ ان کو انصار کے نخلستان کی حاجت نہ رہی۔ اس لئے انہوں نے وہ نخلستان جو بطور اباحت ان کے پاس تھے انصار کو واپس کر دیئے۔ (۳۲)

## اذان کی ابتداء

جب مدینہ منورہ میں مسجد جامع تیار ہو چکی تو رسول اللہ ﷺ کو یہ خیال آیا کہ مسلمانوں کو نماز کے لئے کس طرح جمع کیا جائے آپ نے اپنے اصحاب کرام سے مشورہ کیا۔ ظاہر ہے کہ ایک وقت اور ایک مکان میں اجتماع بغیر اعلام و آگاہی کے نہیں ہو سکتا۔ اس لئے صحابہ کرام نے اعلام کے لئے کئی طریقے پیش کیے بعض نے کہا کہ آگ روشن کر کے اونچی کر دی جائے۔ مسلمان اسے دیکھ کر جمع ہو جایا کریں گے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بوجہ مشابہت مجوس اس طریقہ کو پسند نہ فرمایا۔ بعضوں نے ناقوس تجویز کیا۔ مگر بوجہ مشابہت نصاریٰ یہ تجویز رد کر دی گئی۔ اس طرح بوق کو بوجہ مشابہت یہود پسند نہ کیا گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ مشورہ دیا کہ ایک شخص کو نماز کے وقت بغرض اعلام بھیج دیا جائے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال سے فرمایا کہ اٹھ کر نماز کے لئے ندا کر دے۔ چنانچہ حضرت بلال یوں ندا کر دیا کرتے الصلوٰۃ جامعۃ اسی اثنا میں حضرت عبداللہ بن زید انصاری کو خواب میں ان سب سے بہتر طریقہ بتلا دیا گیا۔ اور وہ مروجہ اذان شرعی ہے۔ حضرت عبداللہ نے اپنا خواب بارگاہ رسالت میں عرض کیا۔ حضور انور ربانی ہوا می پر اس سے پہلے اس بارے میں وحی آ چکی تھی اس لئے آپ نے سن کر فرمایا کہ بیشک یہ رویا حق ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور حضرت عبداللہ کو حکم دیا کہ حضرت بلال کو کلمات اذان کی تلقین کر دو۔ وہ اذان دیں گے۔ کیونکہ ان کی آواز تم سے بلند اور نرم و شیریں ہے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

## یہود سے معاہدہ

اسی سال رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں اور یہود مدینہ کے درمیان ایک معاہدہ تحریر فرمایا۔ جس کی شرائط کی پوری تفصیل سیرت ابن ہشام میں ہے۔ ان شرائط کا خلاصہ یہ ہے:۔ (۱) خون بہا اور فدیہ کا طریقہ سابقہ قائم رہے گا۔ (۲) ہر دو فریق کو مذہبی آزادی ہو گی۔ ایک دوسرے کے دین سے تعرض نہ کریں گے۔ (۳) ہر دو فریق ایک دوسرے کے خیر خواہ رہیں گے۔ (۴) اگر ایک فریق کو کسی سے لڑائی پیش آئے تو دوسرا اس کی مدد کرے گا۔ (۵) اگر فریقین میں اختلاف پیدا ہو جائے کہ جس سے فساد کا اندیشہ ہو تو اس کا فیصلہ خدا اور رسول پر چھوڑ دیا جائے



[illegible] فریق قریش اور ان کے معاونین کو امان نہ دے گا۔ (۷) اگر کوئی دشمن یثرب پر حملہ [illegible] فریق مل کر اس کا مقابلہ کریں گے۔ (۸) اگر ایک فریق کسی سے صلح کرے گا۔ تو [illegible] میں دوسرا فریق بھی شامل ہو گا۔ مگر مذہبی لڑائی اس سے مستثنیٰ ہو گی۔

# ہجرت کا دوسرا سال

## تحویل قبلہ

نماز اسلام کا ایک رکن ہے۔ اور نماز کی روح خشوع ہے۔ خشوع کے لئے باطنی یکجہتی کے [illegible] ظاہری یکجہتی بھی درکار ہے۔ کیونکہ ظاہر کا اثر باطن پر ضرور پڑتا ہے اور مقصود اصلی کو [illegible] یکجہتی ہے۔ نماز جماعت و جمعہ میں اتحاد جہت کا اثر جو دوسرے نمازیوں پر پڑتا ہے۔ محتاج [illegible] نہیں۔ اس لئے نماز میں ایک جہت کا تعین ضروری ہے مگر اس تعین میں انسانی عقل کو دخل [illegible] جو ذات پاک سزاوار عبادت ہے یہ تعین اسی کا حق ہے۔

رسول اللہ ﷺ پہلے مکہ میں کعبہ کی طرف نماز پڑھا کرتے تھے۔ ہجرت کے بعد حکم [illegible] حکمت و مصلحت وقت بیت المقدس آپ کا قبلہ مقرر ہوا۔ چنانچہ آپ نے سولہ یا سترہ ماہ [illegible] المقدس کی طرف نماز پڑھی۔ یہود آپ پر طعن کیا کرتے تھے۔ کہ محمد ﷺ ہماری مخالفت [illegible] ہیں مگر قبلہ میں ہمارے تابع ہیں۔ اس لئے آپ کی یہ آرزو رہی کہ ملت ابراہیمی کی طرح میرا [illegible] بھی ابراہیمی ہو۔ مدت مذکورہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ آرزو پوری کر دی۔

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ۔ (البقرۃ۔ ع ۱۷)

بیشک ہم دیکھتے ہیں تیرے منہ کا پھرنا آسمان کی طرف پس ضرور ہم پھیریں گے تجھ کو اس قبلہ کی طرف کہ تو اسے پسند کرتا ہے۔ پس پھیر منہ اپنا مسجد حرام کی طرف اور جس جگہ تم ہوا کرو۔ پس پھیرو منہ اپنے اس کی طرف۔

اس تحویل کی کیفیت یہ ہے کہ نصف رجب یوم دو شنبہ یا نصف شعبان یوم سہ شنبہ کو حضور انور ﷺ مسجد بنی سلمہ میں نماز ظہر پڑھا رہے تھے۔ تیسری رکعت کے رکوع میں تھے کہ وحی الٰہی سے آپ نے نماز ہی میں کعبہ کی طرف رخ کر لیا۔ اور مقتدیوں نے بھی آپ کا اتباع کیا۔ اس مسجد کو مسجد قبلتین کہتے ہیں۔ ایک نمازی جو شامل جماعت تھا عصر کے وقت مسجد بنی حارثہ میں گیا۔ اس نے دیکھا کہ وہاں انصار نماز عصر بیت المقدس کی طرف پڑھ رہے ہیں۔ اس نے تحویل قبلہ کی خبر دی۔ وہ لوگ نماز ہی میں کعبہ رخ ہو گئے۔ دوسرے روز قباء میں عین اس وقت

خبر پہنچی جب کہ لوگ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے بھی اسی حال میں اپنا رخ بدل کر [illegible] طرف کر لیا۔

تحویل قبلہ یہودیوں پر سخت ناگوار گزرا۔ وہ اس پر اعتراض کرنے لگے۔ ان کا اعتر[illegible] اور اس کا جواب قرآن کریم میں یوں مذکور ہے۔

۱۔ سَيَقُولُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِىْ كَانُوْا عَلَيْهَا ط قُلْ [illegible] الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ط يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔

۲۔ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِىْ كُنْتَ عَلَيْهَا اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ط وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ۔ (البقرہ، ع ۱۷)

اب کہیں گے لوگوں میں سے بیوقوف کس چیز نے پھیر ان کو ان کے قبلے سے جس پر [illegible] تھے۔ کہہ دے اللہ کی ہے مشرق اور مغرب چلاتا ہے۔ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ کی طرف۔

اور نہیں مقرر کیا ہم نے قبلہ اس کو جس پر تو پہلے تھا۔ (یعنی کعبہ) مگر اسی واسطے کہ معلوم کریں کہ کون تابع رہے گا رسول کا اور کون پھر جاوے گا الٹے پاؤں اور البتہ یہ قبلہ ہے شاق دشوار۔ مگر ان لوگوں پر جن کو راہ دکھائی اللہ نے (حکمت احکام کی)۔

پہلی آیت میں ان کا اعتراض نقل کر کے یوں جواب دیا گیا کہ شرق و غرب بلکہ جہات ستہ سب خدا کی ہیں۔ اس کو کسی خاص جہت سے خصوصیت نہیں۔ کیونکہ وہ مکان و جہت سے پاک ہے۔ وہ جس جہت کو چاہے قبلہ مقرر کر دے۔ ہمارا کام اطاعت ہے۔ دوسری آیت میں مذکور ہے کہ تحویل قبلہ اس واسطے ہوا کہ ثابت و متزلزل میں تمیز ہو جائے۔

## غزوات وسرایا کا آغاز

اسی سال سلسلہ غزوات و سرایا شروع ہوتا ہے۔ محدثین و اہل سیر کی اصطلاح میں غزوہ وہ لشکر ہے جس میں رسول اللہ ﷺ بذات اقدس شامل ہوں۔ اور اگر حضور علیہ الصلوۃ والسلام بذات شریف شامل نہ ہوں۔ بلکہ اپنے اصحاب میں سے کسی کو دشمن کے مقابلہ میں بھیج دیں تو وہ لشکر سریہ کہلاتا ہے غزوات تعداد میں ستائیس ہیں۔ جن میں سے نو میں قتال وقوع میں آیا ہے۔ اور وہ یہ ہیں۔ بدر، احد، مریسیع، خندق، قریظہ، خیبر، فتح مکہ، حنین، طائف، سرایا کی تعداد سینتالیس ہے۔ نظر بر اختصار ہم سرایا کو پس انداز کر کے غزوات و بعض دیگر وقائع کا حال سنہ وار پیش کرتے ہیں۔

ہجرت کے بعد بھی کفار قریش مسلمانوں کے مذہبی فرائض کی بجا آوری میں مزاحم ہوتے تھے۔ اور اسلام کے مٹانے کی کوشش کرتے تھے۔ بلکہ دیگر قبائل کو بھی مسلمانوں کی



[illegible] کرتے تھے۔ اس لئے حضور اقدس ﷺ نے مختلف اغراض کے لئے اپنے اصحاب [illegible] جماعتیں (سرایا) اطراف مدینہ میں بھیجنی شروع کیں۔ بلکہ بعض دفعہ خود بھی [illegible] فرمائی۔ کہیں دشمن کی نقل و حرکت کی خبر لانے کے لئے۔ کہیں بعض قبیلوں سے معاہدہ [illegible] کے لئے اور کہیں محض مدافعت کے لئے ایسا کیا گیا ہاں ایک غرض یہ بھی تھی کہ قریش [illegible] تجارت کا راستہ بند کر دیا جائے۔ اور یہ وہی بات ہے جس کی دھمکی حضرت سعد بن معاذ رضی [illegible] نے ہجرت کے بعد ابو جہل کو خاص خانہ کعبہ میں یوں دی تھی کہ اگر تم (۳۳) نے ہم [illegible] کعبہ سے روکا تو ہم تمہارا مدینہ کا راستہ بند کر دیں گے چونکہ قریش بالعموم مسلمانوں کو حج و [illegible] روکتے تھے۔ اس لئے مجبوراً مسلمانوں کو ان کے تجارتی قافلوں سے تعرض کرنا پڑا۔ تاکہ [illegible] مداخلت سے باز آجائیں۔

(۳۴) غزوہ ابواء اسی سال کے ماہ صفر میں۔ غزوہ بواط (۳۵) و غزوہ بدر اولیٰ ماہ ربیع [illegible] میں اور غزوہ ذوالعشیرہ۔ (۳۶) ماہ جمادی الاخریٰ میں ہوا۔ بدر (۳۷) اولیٰ کرز بن جابر فہری [illegible] کے لئے تھا جو مدینہ منورہ کے اونٹ ہانک لے گیا تھا۔ باقی تینوں قافلہ قریش سے تعرض [illegible] لئے تھے مگر ان میں سے کسی میں بھی مقابلہ نہیں ہوا۔

غزوہ ذوالعشیرہ کے بعد ماہ رجب میں آنحضرت ﷺ نے اپنے پھوپھی زاد بھائی حضرت [illegible] بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آٹھ یا بقول بعض بارہ مہاجرین کی جمعیت کے ساتھ نخلہ (۳۸) [illegible] روانہ کیا۔ وہ نخلہ میں پہنچ کر قافلہ قریش کے منتظر رہے۔ ناگاہ قریش کے اونٹوں کا قافلہ [illegible] وہ شراب منقی اور چمڑا وغیرہ مال تجارت طائف سے لا رہے تھے۔ ان کے قریب اترا۔ اس [illegible] میں عمرو (۳۹) بن حضرمی، عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ اور اس کا بھائی نوفل بن عبداللہ اور [illegible] کے باپ ہشام بن مغیرہ کا آزاد کردہ غلام حکم بن کیسان تھے فریقین میں مقابلہ ہوا۔ اس میں [illegible] واقد بن عبداللہ تمیمی نے ایک تیر سے عمرو بن حضرمی کا کام تمام کر دیا۔ عثمان بن عبداللہ اور [illegible] بن کیسان گرفتار ہوئے اور باقی بھاگ گئے۔ حضرت عبداللہ بن جحش دونوں اسیروں اور مال [illegible] کو لے کے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور نے غنیمت تقسیم فرما [illegible] حضرت حکم بن کیسان اسلام لائے عثمان بن عبداللہ کو چھوڑ دیا گیا۔ وہ مکہ میں چلا گیا اور کفر پر [illegible]

اسی سال کے ماہ شعبان میں ماہ رمضان کے روزے فرض ہوئے اور ماہ رمضان میں غزوہ [illegible] وقوع میں آیا۔

# غزوہ بدر کبریٰ

غزوہ بدر سب سے بڑا غزوہ ہے۔ اس کا سبب عمر بن خضرمی کا قتل اور قافلہ قریش کا
کی طرف سے آنا تھا۔ یہ وہی قافلہ تھا جس کے قصد سے حضور اقدس ﷺ ذوالعشیرہ تک تشریف
لے گئے تھے۔ امیر قافلہ ابو سفیان تھا۔ اس قافلے میں قریش کا بہت سامال تھا۔ جب یہ قافلہ
کے قریب پہنچا۔ تو حضور اقدس ﷺ کو خبر لگی۔ آپ نے فوراً مسلمانوں کو نکلنے کی دعوت دی۔
لئے جلدی سے تیاری کر کے آپ بتاریخ ۱۲ ماہ رمضان بروز ہفتہ مدینہ سے نکلے۔ اور مدینہ منورہ
ایک میل کے فاصلہ پر بئر ابی عتبہ پر لشکر گاہ مقرر ہوا۔ یہاں لشکر کا جائزہ لینے کے بعد آپ
صغیر السن صحابہ (مثلاً ابن عمر' براء بن عازب' انس بن مالک' جابر' زید بن ثابت اور رافع بن خد
رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو واپس کر دیا۔ اور باقی کو لے کر روانہ ہوئے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص کے بھائی عمیر (۴۰) جن کی عمر سولہ سال کی تھی حضور
اقدس ﷺ سے آنکھ چرا رہے تھے۔ کیونکہ ان کو شہادت کا شوق تھا۔ مگر ڈرتے تھے کہ کہیں چھوٹی
عمر کے سبب واپس نہ کر دیئے جائیں۔ چنانچہ جب پیش ہوئے تو واپسی کا حکم ملا۔ اس پر آپ رونے
لگے۔ لہٰذا اس پر رحمۃ للعالمین نے شمولیت کی اجازت دے دی۔ بلکہ ان پر خود اپنی تلوار کا پرتلہ
دیا۔

واضح رہے کہ مسلمان محض قافلہ قریش سے تعرض (۴۱) کے لئے نکلے تھے۔ ان کو علم
نہ تھا کہ فوج قریش سے مقابلہ کرنا پڑے گا۔ اس لئے فوری نا تمام تیاری کی گئی حضور اقدس ﷺ
نے فرمایا۔ کہ 'جس کا سواری کا اونٹ موجود ہو وہ سوار ہو کر ہمارے ساتھ چلے۔ انصار آپ سے ان
اونٹوں کے لانے کے لئے جو مدینہ کے حصہ بالائی میں تھے۔ اجازت مانگنے لگے آپ نے فرمایا۔
'نہیں صرف وہی ساتھ چلے جس کا سواری کا اونٹ حاضر ہے۔ (۴۲)

آپ کے ساتھ صرف ستر اونٹ دو گھوڑے اور تین سو آٹھ مجاہدین تھے جن میں سے
مہاجرین کچھ ساٹھ سے اوپر تھے اور باقی سب انصار تھے۔ آٹھ صحابہ اور تھے۔ جو بوجہ عذر شامل نہ ہو
سکے۔ حضور اقدس ﷺ نے ان کو بھی غنیمت میں سے پورا حصہ دیا۔ لہٰذا یہ بھی اصحاب بدر میں
شامل ہوتے ہیں۔ ان آٹھ میں سے تین تو مہاجرین تھے۔ یعنی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ
تعالیٰ عنہ جو اپنی اہلیہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کی تیمارداری کے لئے حضور ہی کے ارشاد
سے مدینہ منورہ میں رہ گئے تھے۔ اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور سعید بن زید (ہر دو عشرہ مبشرہ میں
سے ہیں) جن کو حضور نے روانگی سے دس روز پیشتر قافلہ قریش کی خبر لانے کے لئے بھیج دیا تھا۔ اور



روانگی کے بعد مدینہ میں واپس آئے تھے' اور پانچ انصار تھے۔ یعنی ابو لبابہ بن عبدالمنذر جن
آنحضرت ﷺ نے اپنی غیبت میں مدینہ کا حاکم مقرر کیا۔ عاصم بن عدی العلانی جو روحا (۴۳)
ضرب شدید کے سبب واپس کر دیئے گئے۔ اور مدینہ منورہ کی بالائی آبادی (عالیہ) کے حاکم
گئے۔ حارث بن حاطب العمری جن کو حضور اقدس ﷺ نے روحا سے کسی خاص کام کے
عمرو بن عوف کے پاس بھیج دیا حارث بن الصمہ جو روحاء میں ٹانگ پر ضرب شدید آنے کے
واپس کر دیئے گئے اور خوات بن جبیر جو اثنائے راہ میں ساق پر پتھر لگنے کے سبب مقام (۴۴)
واپس کر دیئے گئے۔

سواری کے لئے تین تین مجاہدین کو ایک ایک اونٹ ملا ہوا تھا۔ چنانچہ حضور اقدس
ﷺ اور حضرت علی اور حضرت مرثد غنوی (۴۵) ایک اونٹ پر اور حضرت ابو بکر و حضرت عمر و
حضرت عبدالرحمن بن عوف دوسرے پر باری باری سوار ہوتے تھے۔ جب آنحضرت ﷺ روحاء
نکل کر صفراء کے قریب پہنچے تو آپ نے حضرت بسبس بن عمرو اور عدی بن ابی الزغباء کو قافلہ
کی خبر لانے کے لئے بھیجا وہ بدر میں پہنچے اور وہاں سے یہ خبر سن کر آئے کہ قافلہ کل یا پرسوں
(۴۶) بدر میں پہنچے گا۔ ابو سفیان کو شام میں خبر لگی تھی کہ حضرت قافلہ کی واپسی کا انتظار کر رہے
ہیں اس لئے اس نے حجاز کے قریب پہنچ کر ضمضم بن عمرو کو بیس مثقال سونے کی اجرت پر مکہ میں
اہل کے پاس بھیجا۔ تا کہ ان کو قافلہ کے بچانے کی ترغیب دے۔ چنانچہ ضمضم اونٹ پر سوار ہو کر
روانہ ہو گیا۔

مکہ پہنچ کر ضمضم نے اپنے اونٹ کے ناک کان کاٹ دیئے تھے۔ کجاوہ الٹ دیا تھا۔ اور اپنی
قمیص پھاڑ دی تھی۔ اس ہیئت کذائی میں وہ اپنے اونٹ پر سوار' یوں پکار پکار کر کہہ رہا تھا۔ 'اے گروہ
قریش! (۴۷) قافلہ تجارت قافلہ تجارت مال ابو سفیان کے ساتھ ہے۔ محمد اور اس کے اصحاب
اس کے سد راہ ہو گئے ہیں۔ میں خیال نہیں کرتا کہ تم اسے بچا لو گے۔ فریاد! فریاد! یہ سن کر قریش
کہنے لگے۔ کیا محمد اور اس کے اصحاب گمان کرتے ہیں کہ یہ قافلہ بھی عمرو بن حضرمی کی مانند ہو گا۔
ہرگز نہیں۔ اللہ کی قسم! انہیں معلوم ہو جائے گا کہ ایسا نہیں۔ غرض قریش جلدی نکلے۔ اور ان
کے اشراف میں سے سوائے ابو لہب کے کوئی پیچھے نہ رہا۔ اور اس نے بھی اپنے عوض ابو جہل کے
بھائی عاص بن ہشام کو بھیجا اور چار ہزار درہم جو بطور سود اس سے لینے تھے۔ اس صلے میں اس کو
معاف کر دیئے۔ امیہ بن خلف نے بھی پیچھے رہ جانے کا ارادہ کیا تھا۔ کیونکہ اس نے حضرت سعد بن
معاذ سے ہجرت سے کے بعد مکہ مشرفہ میں سنا تھا کہ وہ حضور اقدس ﷺ اور آپ کے اصحاب کے ہاتھ
سے قتل ہو گا۔ مگر ابو جہل نے کہا۔ تو اہل وادی مکہ کا سردار ہے۔ اگر تو پیچھے رہ گیا تو دوسرے بھی

دیکھا دیکھی تیرے ساتھ رہ جائیں گے۔ غرض پس و پیش کے بعد ابو جہل کے اصرار پر وہ ساتھ ہو لیا۔ (۴۸)

قریش جب بڑے ساز و سامان سے اس طرح چلنے کو تیار ہو گئے۔ تو انہیں بنو کنانہ کی طرف سے اندیشہ پیدا ہوا کیونکہ بدر سے پہلے قریش و کنانہ میں لڑائی جاری تھی۔ اس لئے قریش خائف تھے۔ کہ مبادا کینہ سابق کے سبب ہمارے پیچھے ہم کو کوئی ضرر پہنچائیں۔ اس وقت ابلیس (۴۹) بصورت سراقہ بن مالک ظاہر ہوا۔ جو کنانہ کا سردار تھا۔ اور کہنے لگا میں ضامن ہوں تمہارے پیچھے بنو کنانہ سے تمہیں کوئی ضرر نہ پہنچے گا۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ (۵۰) اس طرح ابلیس لعین بصورت سراقہ لشکر قریش کے ساتھ تھا۔ علاوہ ازیں اہل مکہ کے ساتھ گانے والی عورتیں اور آلات ملاہی بھی تھے۔ رسد کا انتظام یہ تھا کہ امرائے قریش عباس، عتبہ بن ربیعہ، حارث بن عامر نضر بن حارث، ابو جہل، امیہ وغیرہ باری باری ہر روز دس دس اونٹ ذبح کرتے اور لوگوں کو کھلاتے تھے۔ عتبہ بن ربیعہ جو قریش کا سب سے معزز رئیس تھا فوج کا سپہ سالار تھا۔ جب ابو سفیان مدینہ کے نواح میں پہنچا۔ اور قریش کی کمک اس کی مدد کو نہ پہنچی تو وہ نہایت خوفزدہ ہوا۔ کہ کہیں مسلمان کمین گاہ میں نہ ہوں۔ اسی حال میں وہ بدر میں جا پہنچا وہاں اس نے مجدی بن عمرو سے پوچھا۔ کیا تو نے محمد کے جاسوسوں میں سے کسی کو دیکھا ہے؟ مجدی بولا۔ 'اللہ کی قسم! میں نے کسی اجنبی شخص کو نہیں دیکھا۔ ہاں اس مقام پر دو سوار آئے تھے۔ یہ کہہ کر عدی و بسبس کے مناخ (۵۱) کی طرف اشارہ کیا۔ ابو سفیان نے ان کے اونٹوں کی مینگنیوں کو لے کر توڑا تو کیا دیکھتا ہے کہ ان میں کھجور کی گٹھلیاں ہیں۔ کہنے لگا۔ ان اونٹوں (۵۲) نے یثرب کی کھجوریں کھائی ہیں۔ وہ تو محمد کے جاسوس تھے۔ لہذا اس نے اپنے قافلے کے اونٹوں کے منہ پھیر دیئے۔ اور بدر کو بائیں ہاتھ چھوڑ کر ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ مکہ کو روانہ ہوا۔ جب وہ قافلے کو محل خطر سے بچا لے گیا تو اس نے قیس بن امری القیس کے ہاتھ قریش کو کہلا بھیجا۔ کہ میں نے قافلے کو بچا لیا ہے۔ لہذا تم واپس چلے جاؤ۔ یہ قاصد جحفہ (۵۳) میں قریش سے ملا اور انہیں ابو سفیان کا پیغام پہنچایا۔ قریش نے واپس ہونے کا ارادہ کیا۔ مگر ابو جہل بولا کہ ہم (۵۴) بدر سے ورے واپس نہ ہوں گے۔ وہاں تین دن ٹھہریں گے اونٹ ذبح کریں گے۔ اور کھائیں کھلائیں گے۔ شراب پئیں گے اور راگ سنیں گے۔ اس طرح قبائل عرب کے اطراف میں ہماری عظمت و شوکت کا آوازہ پھیل جائے گا۔ (۵۵) اور وہ ہمیشہ ہم سے ڈرتے رہیں گے۔ پس ابو جہل کی رائے پر عمل کیا گیا۔ جحفہ ہی میں اخنس بن شریق الثقفی (۵۶) نے اپنے حلیف بنو زہرہ کو جو ایک سو اور بقول بعض تین سو مرد تھے۔ مشورہ دیا کہ واپس چلے جاؤ وہ واپس چلے گئے اس طرح بنو عدی بن کعب جو قریش کے ساتھ آئے تھے۔ ثنیہ لفت سے واپس چلے گئے۔ اور



ابو سفیان ان سے ملا اور کہنے لگا۔ اے بنو عدی تم کیونکر لوٹ آئے۔ (۵۷) لا فی العیر و لا فی النفیر۔ (نہ قافلے میں اور نہ قریش میں) وہ بولے کہ تو نے ہی تو قریش کو لوٹ جانے کا پیغام بھیجا تھا۔ غرض بنو زہرہ اور بنو عدی کے سوا تمام قریش کے قبائل لڑائی میں شامل تھے۔

مقام صفراء کے نزدیک وادی ذفران میں حضور اقدس کی خدمت میں حضرت جبرائیل گروہوں میں سے ایک کا وعدہ لائے۔ پس آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ اور پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو عیر (قافلہ) یا نفیر (گروہ قریش) مسلمان چونکہ محض قافلہ کے قصد سے نکلے تھے۔ تعداد کم تھی۔ اور سامان جنگ بھی کافی نہ تھا۔ اس لئے ایک فریق اس حالت میں لڑائی سے ہچکچاتا (۵۸) تھا۔ وہ بولے عیر۔ یہ سن کر حضور اقدس ﷺ ناخوش ہوئے لہذا ابو بکر صدیق نے کھڑے ہو کر تقریر کی۔ اور خوب (۵۹) کہا۔ پھر حضرت عمر نے تقریر کی اور اچھی کی۔ پھر حضرت مقداد کھڑے ہوئے اور بولے کہ 'یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو بتایا ہے وہ کیجئے۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اللہ کی قسم! ہم (۶۰) نہیں کہتے جیسا کہ حضرت موسیٰ کی قوم نے کہا تھا اذھب انت و ربک فقاتلا۔ (۶۱) بلکہ ہم آپ کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے لڑیں گے۔' یہ سن کر حضور اقدس ﷺ خوش ہوئے اور حضرت مقداد کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ پھر آپ نے انصار کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ کہ مجھے مشورہ دو انصار کی طرف اشارہ کی وجہ یہ تھی۔ کہ انہوں نے بیعت عقبہ کے وقت کہا تھا۔ (۶۲) یا رسول اللہ! ہم آپ کے ذمام یعنی عہد سے بری ہیں۔ یہاں تک کہ آپ ہمارے دیار میں پہنچ جائیں جب آپ ہمارے دیار میں پہنچیں گے تو ہمارے امان و عہد میں ہوں گے۔ اور ہم آپ کی حمایت کریں گے ہر ایسے امر سے کہ اس سے ہم اپنی اولاد اور عورتوں کی حفاظت کرتے ہیں۔' چونکہ اس عبارت سے ایک طرح کا وہم ہوتا تھا۔ کہ انصار پر صرف مدینے ہی میں حضور کی حمایت واجب تھی۔ لہذا آپ نے اس مقام پر محض ان کے حال سے انکشاف و استمزاج کے لئے ایسا کیا۔ انصار نے جب حضور کا ارشاد سنا تو حضرت سعد بن معاذ نے جو اکابر انصار میں سے تھے۔ یوں جواب دیا۔ (۶۳) 'ہم آپ پر ایمان لائے ہیں۔ اور شاہد ہیں اس امر پر کہ جو کچھ آپ لائے ہیں وہی حق ہے اور اس تصدیق پر ہم نے آپ کو اپنی اطاعت کے عہد و مواثیق دیئے ہوئے ہیں۔ یا رسول اللہ! جہاں چاہیں چلیں۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اللہ کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ اگر آپ ہمارے ساتھ اس سمندر کو عبور کرنا چاہیں اور اس میں کود پڑیں تو واللہ ہم بھی آپ کے ساتھ اس میں کود پڑیں گے۔ اور ہم میں سے ایک بھی پیچھے نہ رہے گا۔ ہمیں یہ ناگوار نہیں۔ کہ کل کو آپ ہمیں ساتھ لے کر دشمن کا مقابلہ کریں۔ ہم لڑائی میں صابر اور دشمن کے مقابلے کے وقت صادق ہیں۔ شاید اللہ تعالیٰ مقابلے میں ہمارے ہاتھ سے آپ کو وہ دکھائے کہ

جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ لہذا آپ ہم کو اللہ کی برکت سے لے چلیں۔ حضور [illegible]
حضرت سعد کے اس قول سے خوش ہوئے اور فرمایا۔ کہ 'اللہ کی برکت سے چلو۔ اللہ تعالیٰ
سے دو باتوں (قافلہ اور فوج قریش) میں سے ایک (۶۴) کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ اللہ کی قسم [illegible]
قریش کی موت کی جگہوں کو دیکھ رہا ہوں۔' یہاں حضور ﷺ نے جھنڈے تیار کئے۔ [illegible]
جھنڈا مہاجرین کا تھا۔ جو حضرت مصعب بن عمیر کے ہاتھ میں تھا۔ اور قبیلہ خزرج کا جھنڈا [illegible]
حباب بن المنذر کے پاس تھا۔ اور قبیلہ اوس کا جھنڈا حضرت سعد بن معاذ نے اٹھایا ہوا تھا۔ [illegible]
کے ساتھ بھی تین جھنڈے تھے۔ ایک ابو عزیز بن عمیر۔ دوسرا النضر بن حارث اور تیسرا [illegible]
طلحہ کے ہاتھ میں تھا۔ حضور اقدس ﷺ بتاریخ ۱۷ ماہ رمضان جمعہ کی رات کو بدر میں قریب [illegible]
میدان میں اترے اور قریش دوسری طرف اترے۔ (۶۵) حضور انور ﷺ نے حضرات [illegible]
سعد بن ابی وقاص کو مشرکین کا حال دریافت کرنے کے لئے بھیجا۔ وہ قریش کے دو غلام پکڑ [illegible]
اس وقت حضور اقدس ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ صحابہ کرام نے ان (۶۶) غلاموں سے پوچھا [illegible]
تم ابو سفیان کے ساتھی ہو؟ انہوں نے جواب دیا۔ کہ ہم تو قریش کے سقے ہیں۔ قریش نے [illegible]
پانی پلانے کے لئے بھیجا ہے۔ اس پر صحابہ کرام نے انہیں مارا۔ جب وہ درد سے بے چین ہو [illegible]
کہنے لگے کہ ہم ابو سفیان کے ساتھی ہیں۔ اتنے میں حضرت نماز سے فارغ ہوئے۔ آپ [illegible]
اصحاب سے فرمایا۔ 'جب یہ تم سے سچ بولے تم نے ان کو مارا۔ اور جب تم سے جھوٹ بولے۔ [illegible]
چھوڑ دیا۔ اللہ کی قسم! انہوں نے سچ کہا۔ وہ قریش کے ساتھی ہیں۔' پھر حضور اقدس ﷺ
غلاموں سے قریش کا حال دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ اللہ کی قسم! یہ تو وہ ریگ جو [illegible]
ہے۔ اس کے پیچھے ہیں۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ قریش تعداد میں کتنے ہیں؟ وہ بولے کہ [illegible]
معلوم نہیں۔ پھر آپ نے پوچھا کہ وہ روزانہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں؟ انہوں جواب دیا کہ [illegible]
دن دس اور ایک دن نو۔ آپ نے فرمایا کہ وہ ہزار اور نو سو کے درمیان ہیں۔ (واقع میں وہ ساڑھے [illegible]
سو تھے۔ اور ان کے پاس سو گھوڑے تھے۔) پھر آپ نے پوچھا سرداران قریش میں سے کون [illegible]
آئے ہیں؟ وہ بولے عتبہ بن ربیعہ۔ شیبہ بن ربیعہ۔ ابو جہل بن ہشام۔ ابو البختری بن ہشام۔ حکیم [illegible]
حزام۔ نوفل بن خویلد۔ حارث بن عامر بن نوفل۔ طعیمہ بن عدی ابن نوفل۔ نضر بن حارث۔ [illegible]
بن اسود۔ امیہ بن خلف۔ بنیہ و منبہ پسران حجاج۔ سہل بن عمرو۔ عمرو بن عبدود۔ یہ سن کر حضور [illegible]
اپنے اصحاب سے فرمایا۔ 'لو مکہ نے اپنے جگر پارے تمہاری طرف بھیج دیئے ہیں۔' پس [illegible]
اقدس ﷺ جلدی کوچ کر کے کنوؤں کی طرف آئے۔ اور جو کنواں بدر کے سب سے قریب [illegible]
اس پر اترے۔ حضرت حباب بن المنذر نے عرض کیا۔ 'یا رسول اللہ! جہاں آپ ہیں وہ اچھی [illegible]



[illegible] آپ ہمیں اس کنوئیں پر لے چلیں جو قریش کے سب سے نزدیک ہو میں بدر سے اور اس
[illegible] واقف ہوں۔ وہاں ایک میٹھے پانی کا کنواں ہے جس کا پانی ختم نہیں ہوتا۔ ہم اس پر
[illegible] گے۔ اس میں پئیں گے۔ اور جنگ کریں گے۔ اور باقی کنوؤں کو بند کر دیں گے۔
[illegible] ملے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے
[illegible] حباب کی رائے درست ہے۔ علاوہ ازیں جہاں مسلمان اترے ہوئے تھے وہ نرم
[illegible] تھی جس میں آدمیوں کے پاؤں اور چوپایوں کے کھر اور سم دھنستے تھے۔ اور جہاں کفار
[illegible] تھے انہوں نے وہاں کنوئیں کھود لئے تھے۔ اور پانی جمع کر لیا تھا۔ مسلمانوں میں سے
[illegible] اور بعض کو وضو کی حاجت تھی۔ اور پیاسے تھے۔ پانی نہ ملتا تھا۔ پس شیطان نے
[illegible] میں یہ وسوسہ ڈالا کہ تمہارا گمان ہے کہ ہم حق پر ہیں۔ پیغمبر ہمارے درمیان ہیں اور
[illegible] ہیں۔ حالانکہ مشرکین پانی پر قابض ہیں۔ اور تم جنب اور محدث ہونے کی حالت
[illegible] ہو۔ پھر تمہیں کس طرح امید ہو سکتی ہے۔ کہ تم ان پر غالب آجاؤ گے۔ ایسی
[illegible] اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند طاری کر دی۔ (۶۷) جس سے ان کا رنج و تعب دور ہو گیا۔ اور
[illegible] جس سے انہوں نے پیا اور غسل کیا۔ اپنے چوپائیوں کو پلایا۔ اور مشکیں بھر لیں اور
[illegible] ہو گئی جس پر چلنا آسان ہو گیا۔ اور کفار کی زمین کیچڑ ہو گئی جس پر چلنا دشوار ہو گیا۔ اس
[illegible] شیطانی جاتا رہا اور اطمینان حاصل ہو گیا۔

[illegible] حضور اقدس ﷺ اور آپ کے اصحاب وہاں سے چل کر کفار سے پہلے آب بدر پر
[illegible] اور قریش کے سب سے قریب کنوئیں پر اترے۔ اور اس پر حوض بنا کر پانی بھر لیا۔ اور
[illegible] کنوؤں کو بند کر دیا۔ پھر حضور اقدس کے لئے اونچی جگہ پر ایک عرش عریش (کھجور کی
[illegible] سائبان) بنایا گیا۔ اور حضرت بذات خود معرکہ کی جگہ پر تشریف لے گئے اور دست
[illegible] کے اشارے سے فرماتے تھے کہ یہ فلاں کافر کے مارے جانے کی جگہ ہے۔ اور یہ فلاں کافر
[illegible] کی جگہ ہے۔ جیسا کہ حضور نے فرمایا تھا۔ لڑائی میں ویسا ہی وقوع میں آیا۔ ان میں
[illegible] بھی اشارے کی جگہ سے سر مو تجاوز نہ کیا۔ یہ سب کچھ جمعہ کی رات بتاریخ ۱۷ ماہ
[illegible] واقع ہوا۔ کفار کیچڑ کے سبب سے اپنی جگہ سے آگے نہ بڑھ سکے۔ حضرت مع
[illegible] عریش میں داخل ہوئے یار غار یہاں بھی عریش کے اندر اپنے آقائے نامدار کی حفاظت
[illegible] شمشیر برہنہ (۶۸) علم کئے ہوئے تھا۔ اور دروازے پر حضرت سعد بن معاذ تلوار آڑے
[illegible] رہے تھے۔

حضور اقدس ﷺ تمام رات بیدار اور مصروف دعا رہے۔ صبح ہوئی تو لوگوں کو نماز کے

لئے آواز دی۔ اور نماز سے فارغ ہو کر جہاد پر وعظ فرمایا۔ (۶۹) پھر آپ صف آرائی میں مشغول ہوئے۔ آپ کے دست مبارک میں ایک تیر کی لکڑی تھی جس سے کسی کو آپ اشارہ فرماتے کہ آگے ہو جاؤ اور کسی سے ارشاد فرماتے تھے کہ پیچھے ہو جاؤ چنانچہ حضرت سواد بن غزیہ انصاری (۷۰) جو صف سے آگے نکلے ہوئے تھے حضور اقدس ﷺ نے اس لکڑی سے ان کے پیٹ کو ٹھوکا دیا اور فرمایا استویا سواد۔ (اے سواد برابر ہو جاؤ) حضرت سواد نے عرض کی۔ یا رسول اللہ آپ نے مجھے ضرب شدید لگائی ہے۔ حالانکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے حق و انصاف کے ساتھ بھیجا ہے۔ آپ مجھے قصاص دیں۔ یہ سن کر حضور نے اپنا شکم مبارک ننگا کر دیا۔ اور فرمایا۔ اپنا قصاص لے لو۔ اس پر حضرت سواد حضور اقدس ﷺ کے گلے لپٹ گئے۔ اور آپ کے شکم مبارک کو بوسہ دیا حضور نے پوچھا۔ اے سواد! تو نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت سواد نے عرض کی۔ یا رسول اللہ موت حاضر ہے۔ میں نے چاہا کہ آخر عمر میں میرا بدن آپ کے بدن اطہر سے مس کر جائے یہ سن کر آپ نے اس کے لئے دعائے خیر فرمائی اور اس نے معاف کر دیا۔ اسی اثناء میں مشرکین بھی نمودار ہوئے۔ حضور اقدس نے ان کی تعداد کثیر دیکھ کر یوں دعا فرمائی۔ 'یا اللہ! یہ قریش فخر و تکبر کرتے آپہنچے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ تیرے ساتھ جنگ کریں اور تیرے رسول کو جھٹلائیں۔ اے خدا میں اس نصرت کا منتظر ہوں۔ جس کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہوا ہے۔'

جب ہر دو فریق صف آرائی کر چکے تو قریش نے عمیر بن وہب جمحی کو لشکر اسلام کی تعداد معلوم کرنے بھیجا۔ وہ لشکر اسلام میں آیا۔ اور دیکھ بھال کے بعد واپس جا کر کہنے لگا۔ 'مسلمان (۷۱) کم و بیش تین سو ہیں۔ اور ان کے ساتھ ستر اونٹ اور دو گھوڑے ہیں۔ اے گروہ قریش میں نے دیکھا کہ ان کے اونٹوں کے پالان موتوں کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ یثرب کے آب کش اونٹ زہر قاتل سے لدے ہوئے ہیں۔ ان کو اپنی تلواروں کے سوا اور کوئی پناہ نہیں وہ گونگے ہیں۔ کلام نہیں کر سکتے اور سانپوں کی طرح زبانیں منہ سے نکالتے ہیں۔ اللہ کی قسم۔ میری رائے میں ان میں سے ایک شخص بھی قتل نہیں ہو سکتا۔ تاوقتیکہ تم میں سے ایک کو قتل نہ کر لے۔ پس جب وہ تم میں سے اپنی تعداد کے برابر قتل کر دیں گے تو اس کے بعد تمہارا جینا کیسا ہو گا۔ اس لئے تم آپس میں مشورہ کر لو۔ جب حکیم بن حزام نے یہ سنا تو عتبہ بن ربیعہ کے پاس گیا۔ اور اس سے کہا۔ اے ابو الولید! تو قریش کا سردار ہے۔ کیا تو چاہتا ہے کہ آخر زمانے تک دنیا میں تیرا ذکر خیر رہے' وہ بولا۔ پھر میں کیا کروں؟ حکیم نے کہا لوگوں کو واپس لے جا اور اپنے حلیف عمرو بن حضرمی کا خون بہا ادا کر دے۔ عتبہ نے کہا۔ بے شک وہ میرا حلیف تھا۔ اس کا خون بہا اور اس کا نقصان مال جو ہوا' وہ سب میرے ذمہ ہے۔ تو ابن الحنظلیہ (ابو جہل) کے پاس جا۔ کیونکہ وہی ہے جس کی طرف سے



مجھے اندیشہ ہے کہ لوگوں میں لڑائی کرادے۔ پھر عتبہ نے کھڑے ہو کر یوں تقریر کی۔ 'اے گروہ قریش! تمہیں محمد اور اس کے اصحاب کے ساتھ لڑنے سے کچھ فائدہ نہیں خدا کی قسم اگر تم محمد کو قتل کرو گے تو تم میں سے ہر ایک کو ان میں اپنے چچیرے بھائی کے قاتل یا ماموں زاد بھائی کے قاتل یا اپنے خاندان کے کسی شخص کے قاتل کا منہ ہر وقت دیکھنا پڑے گا اس لئے لوٹ چلو۔ اور محمد اور باقی عرب کو خود آپس میں سمجھ لینے دو۔' حکیم مذکور کا بیان ہے کہ میں ابو جہل کے پاس گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ابو جہل نے زرہ دان میں سے اپنی زرہ نکالی ہوئی ہے۔ اسے زیتون کے تیل کی چینک لگا رہا ہے۔ میں نے کہا اے ابو الحکم! عتبہ نے مجھے ایسا ایسا کہہ کر تیرے پاس بھیجا ہے۔ ابو جہل نے کہا۔ 'خدا کی قسم (۷۲) محمد اور اس کے اصحاب کو دیکھ کر اس کا سینہ پھول گیا ہے۔ (یعنی بزدل ہو گیا ہے) خدا کی قسم ہم ہرگز واپس نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ اللہ ہمارے اور محمد کے درمیان فیصلہ کر دے۔ عتبہ بزدل تو نہیں ہے مگر اس نے دیکھا کہ محمد اور اس کے اصحاب چند اونٹوں کا گوشت کھانے والے ہیں۔ اور ان میں ان کا بیٹا ابو حذیفہ ہے۔ اس کے بارے میں وہ تم سے ڈر گیا ہے۔' پھر ابو جہل نے عامر بن حضرمی کو کہلا بھیجا کہ تیرا حلیف عتبہ چاہتا ہے کہ لوگوں کو ہٹا لے جاوے۔ اور تو قصاص چاہتا ہے۔ اس لئے اٹھ اور اپنے بھائی کا قصاص اور عہد و پیمان یاد دلا۔ اس پر عامر مذکور اٹھا اور اپنے چوتڑ ننگے کر کے چلایا واعمراہ واعمراہ یہ دیکھ کر لوگوں کی رائے بدل گئی۔ جب عتبہ کو معلوم ہوا کہ ابو جہل نے اس کی نسبت یہ الفاظ (اللہ کی قسم اس کا سینہ پھول گیا ہے) کہے ہیں۔ تو بولا 'وہ [illegible] (۷۳) زرد کئے ہوئے جلدی جان لے گا کہ کس کا سینہ پھول گیا ہے۔ میرا یا اس کا۔' یہ کہہ کر عتبہ نے اپنے سر کے لئے خود طلب کی۔ مگر اس کی کھوپڑی اتنی بڑی تھی کہ تمام لشکر میں ایسی خود نہ ملی جو اس کے سر پر ٹھیک آجائے۔ اس لئے اس نے چادر سے اپنا سر ڈھانپ لیا۔ اس طرح قریش آمادہ جنگ ہو گئے۔ عتبہ نے عمیر بن وہب سے کہا کہ جنگ کرو اس لئے وہ سو سوار لے کر حملہ آور ہوا۔ مسلمان اپنی صف پر قائم رہے حضور اقدس ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ میری اجازت کے بغیر لڑائی نہ کرنا۔ اس وقت حضور اقدس ﷺ پر نیند (۷۴) طاری ہو گئی۔ حضرت صدیق اکبر نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! قریش ہم پر آپڑے۔ حضور بیدار ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس خواب میں قریش تھوڑے دکھائے۔ (۷۵) اگر بہت دکھاتا تو مسلمان تعداد کثیر کا نام سن کر ڈر جاتے۔ اللہ تعالیٰ کے اس انعام کو دیکھئے کہ میدان جنگ میں التحام حرب سے پہلے مسلمانوں کو کفار تھوڑے (۷۶) دکھائے تا کہ وہ جنگ پر اقدام کریں۔ اور کفار کو مسلمان تھوڑے دکھائے جس سے انہوں نے لڑنے میں بہت کوشش نہ کی۔

مسلمانوں میں سے جو سب سے پہلے لڑائی کیلئے نکلا۔ وہ حضرت عمر فاروق ؓ کا آزاد کردہ

غلام مہجع نامی تھا۔ جسے عامر بن حضرمی نے تیر سے شہید کیا۔ وہ مسلمانوں میں پہلا قتیل تھا پھر انصار
میں سے حضرت حارثہ بن سراقہ شہید ہوئے۔ بعد ازاں آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو ترغیب
دی اور فرمایا۔ (۷۷) بہشت کی طرف اٹھو۔ جس کا عرض آسمان و زمین کے برابر ہے یہ سن کر
حضرت عمیر بن حمام انصاری بولے۔ 'یارسول اللہ! بہشت جس کا عرض آسمان و زمین ہے؟' آپ
نے فرمایا ہاں۔ تب حضرت عمیر نے کہا واہ وا۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ تو نے واہ وا کیوں کہا
حضرت عمیر نے عرض کیا۔ 'یارسول اللہ! فقط اس توقع پر کہ میں اہل بہشت سے ہو جاؤں۔' آپ
نے فرمایا 'تب تو بیشک اہل بہشت میں سے ہے۔' اس پر حضرت عمیر نے اپنی ترکش سے چھوارے
نکال کر کھانے شروع کیے۔ پھر کہنے لگے۔ 'اگر میں زندہ رہوں یہاں تک کہ یہ چھوارے کھالوں
تو البتہ یہ لمبی زندگی ہے۔' یہ کہہ کر حضرت عمیر نے چھوارے جو پاس تھے پھینک دیئے۔ پھر جہاد
کیا۔ یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ دوسری جانب صف اعدا میں سے اسود بن عبدالاسد مخزومی جو
بد خلق تھا۔ آگے بڑھا اور کہنے لگا۔ 'میں اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ مسلمانوں کے حوض سے پانی
پیئوں گا۔ یا اسے ویران کر دوں گا یا اس سے ورے مر جاؤں گا۔' ادھر سے حضرت حمزہ بن
عبدالمطلب نکلے۔ اسود حوض تک پہنچنے نہ پایا کہ حضرت حمزہ نے اس کا پاؤں نصف ساق تک کاٹ
دیا۔ اور وہ پیٹھ کے بل گر پڑا پھر وہ حوض کے قریب پہنچا۔ یہاں تک کہ اس میں گر پڑا تا کہ اس کی
قسم پوری ہو جائے۔ حضرت حمزہ نے اس کا تعاقب کیا۔ اور حوض ہی میں اس کا کام تمام کر دیا۔ بعد
ازاں شیبہ بن ربیعہ اور عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن ربیعہ نکلے۔ مشرکین نے چلا کر کہا۔ 'اے محمد! ہماری
طرف اپنی قوم میں سے ہمارے جوڑ کے آدمی بھیجئے۔' یہ سن کر حضور نے فرمایا۔ 'اے بنی
ہاشم! اٹھو اور اس حق کی حمایت میں لڑو جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کو بھیجا ہے۔
کیونکہ وہ باطل لائے ہیں تا کہ اللہ کے نور کو بجھا دیں۔' پس حضرت حمزہ (جن کے سینہ مبارک پر
بطور نشان شتر مرغ کا پر تھا) اور علی بن ابی طالب اور عبیدہ بن مطلب بن عبد مناف دشمن کی طرف
بڑھے۔ اور ان کے سروں پر خود تھے۔ عتبہ نے کہا۔ 'تم بولو تا کہ ہم پہچان لیں۔' حضرت حمزہ نے
کہا۔ میں حمزہ بن عبدالمطلب شیر خدا اور شیر رسول ہوں۔' عتبہ بولا۔ 'یہ اچھا جوڑ ہے۔ میں حلیفوں کا
شیر ہوں' پھر اس نے اپنے بیٹے سے کہا۔ ولید اٹھ پس حضرت علی کرم اللہ وجہہ ولید (۷۸) کی
طرف بڑھے۔ اور ایک نے دوسرے پر وار کیا۔ مگر حضرت علی نے اس کو قتل کر دیا۔ پھر عتبہ اٹھا
حضرت حمزہ اس کی طرف بڑھے اور اسے قتل کر دیا۔ پھر شیبہ اٹھا۔ حضرت عبیدہ جو اصحاب میں
سے عمر میں سب سے بڑے تھے۔ اس کی طرف بڑھے۔ شیبہ نے تلوار کی دھار حضرت عبیدہ کے
پاؤں پر ماری۔ جو پنڈلی کے گوشت پر لگی اور اسے کاٹ دیا۔ پھر حضرت حمزہ اور حضرت علی شیبہ پر



[illegible] ہوئے اور اسے قتل کر دیا۔ اور حضرت عبیدہ کو اٹھا کر حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں
لائے۔ حضرت عبیدہ نے عرض کیا۔ 'یارسول اللہ! کیا میں شہید نہیں؟' حضور نے فرمایا۔ 'ہاں' پھر
حضرت عبیدہ نے کہا۔ اگر ابو طالب اس حالت (۷۹) میں مجھے دیکھتا۔ تو مان جاتا کہ میں اس کی
بہ نسبت اس کے شعر ذیل کا زیادہ مستحق ہوں۔ (۸۰)

وَنُسْلِمُهٗ حَتّٰى نصرع حوله و نذهل عن ابنائنا و الحلائل۔

ہم محمد کو حوالہ نہ کریں گے یہاں تک کہ ان کے گرد لڑ کر مر جائیں اور اپنے بیٹوں اور
بیویوں کو بھول جائیں۔

یہ سب کچھ ہر دو فوج کے اجتماعی حملہ سے پہلے وقوع میں آیا۔ پھر دونوں فوجیں مقابلہ
کے لئے نزدیک ہوئیں۔ آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو تاکید فرمائی کہ میرے حکم کے بغیر حملہ
نہ کرو۔ اگر تمہیں دشمن آگھیرے تو نیزوں سے اسے دور رکھو۔ اہل اسلام نے جب جنگ سے چارہ نہ
دیکھا تو اپنی تعداد کی کمی اور دشمن کی کثرت دیکھ کر خدا سے دعا کرنے لگے۔ حضرت بھی صفیں
درست کرنے کے بعد عریش میں تشریف لے آئے۔ عریش میں بجز یار غار آپ کے ساتھ کوئی نہ
تھا۔ اس وقت حضور انور قبلہ رو ہو کر یوں دست بدعا ہوئے۔ 'یا اللہ! (۸۱) تو نے مجھ سے جو وعدہ
کیا ہے اسے پورا کر۔ یا اللہ! تو نے جو کچھ مجھ سے وعدہ کیا ہے وہ عطا کر۔ یا اللہ اگر تو مسلمانوں کا یہ
گروہ ہلاک کر دے گا۔ تو روئے زمین پر تیری عبادت نہ کی جائے گی۔' حضور نے دعا میں اتنا الحاح کیا
کہ چادر شانہ مبارک سے گر پڑی۔ حضرت صدیق اکبر نے چادر اٹھا کر شانہ مبارک پر ڈال دی۔ پھر
دست مبارک پکڑ لیا اور عرض کیا۔ 'یا نبی اللہ آپ کو اپنے پروردگار سے اتنی ہی درخواست
کافی ہے۔ (۸۲) جو اس نے آپ سے وعدہ کیا ہے وہ جلدی پورا کر دے گا۔' عریش ہی میں
آنحضرت ﷺ پر غنودگی طاری ہوئی۔ جب بیدار ہوئے تو فرمایا۔ 'ابو بکر! بشارت ہو۔ اللہ کی
نصرت آپہنچی۔ حضرت جبرئیل گھوڑے پر سوار باگ پکڑے آرہے ہیں۔ اور ان کے دندان پیشین
پر غبار ہے۔' اس انعام کو اللہ تعالیٰ یوں بیان فرماتا ہے:۔

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ۔
(انفال، ع ۱)

جب تم لگے فریاد کرنے اپنے رب سے تو پہنچا تمہاری پکار کو کہ میں تمہاری مدد بھیجوں گا
ہزار فرشتے لگاتار آنے والے۔

پہلے ہزار فرشتے آئے۔ پھر تین ہزار (۸۳) ہو گئے بعد ازاں بصورت صبر و تقویٰ پانچ
ہزار ہو گئے۔ شیطان نے جو بصورت سراقہ کفار کے ساتھ تھا۔ جب یہ آسمانی مدد دیکھی تو اپنی جان

کے ڈر سے بھاگ گیا۔(۸۴) حضور اقدس ﷺ نے ایک کنکریوں (۸۵) کی مٹھی لے کر کفار کی طرف پھینک دی۔(۸۶) کوئی مشرک ایسا نہ تھا جس کی آنکھ میں کنکریاں نہ ہوں اب حضور نے حملہ اجتماعی کا حکم دیا۔ گھمسان کے معرکہ کے وقت اللہ تعالیٰ نے کفار کو مسلمان اپنے سے دو چند دکھائے۔ جس سے ان پر رعب طاری ہو گیا۔ قتل کا بازار گرم ہوا۔ فرشتے نظر نہ آتے تھے۔ مگر ان کے افعال نمایاں تھے۔ کہیں کسی مشرک کے منہ اور ناک پر کوڑے کی ضرب کا نشان پایا جاتا۔ کہیں بے تلوار سر کٹتا نظر آتا کہیں آواز آتی۔(۸۷) اقدم حیزوم۔ آخر کفار کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ نکلے۔ خود حضور اقدس ﷺ عریش سے ننگی تلوار علم کئے یہ پکارتے ہوئے نکلے۔(۸۸) سیھزم الجمع ویولون الدبر۔ (قمر۔ع ۳)

حضور اقدس ﷺ نے لڑائی شروع ہونے سے پہلے ارشاد فرمایا تھا۔(۸۹) کہ مجھ کو معلوم ہے کہ بنو ہاشم وغیرہ میں سے چند لوگ بہ جبر و اکراہ کفار کے ساتھ شامل ہو کر آئے ہیں۔ ہم سے لڑنا نہیں چاہتے۔ اگر ان میں سے کوئی تمہارے مقابل آجائے تو تم اسے قتل نہ کرو۔ حضور انور ﷺ نے ان لوگوں کے نام بھی بتا دیئے تھے۔ از اں جملہ ابو البختری عاص بن ہشام تھا۔ جو مکہ میں حضور اقدس ﷺ کو کسی قسم کی اذیت نہ دیا کرتا تھا۔ ابو البختری کے ساتھ جنادہ بن ملیحہ بھی اس کا ردیف تھا مجذر بن زیاد کی نظر جو ابو البختری پر پڑی۔ تو کہا کہ 'رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تیرے قتل سے منع فرمایا ہے۔ اس لئے تجھے چھوڑتا ہوں۔' ابو البختری نے کہا۔ میرے رفیق کو بھی۔ مجذر نے کہا۔ 'اللہ کی قسم! ہم تیرے رفیق کو نہیں چھوڑنے کے ہمیں رسول اللہ نے فقط تیرے چھوڑنے کا حکم دیا ہے۔' ابو البختری نے کہا۔ 'تب اللہ کی قسم میں اور وہ دونوں جان دیں گے۔ میں مکہ کی عورتوں کا یہ طعنہ نہیں سن سکتا کہ ابو البختری نے اپنی جان بچانے کے لئے اپنے رفیق کا ساتھ چھوڑ دیا۔' جب مجذر نے حملہ کیا۔ تو ابو البختری بھی یہ رجز پڑھتا ہوا حملہ آور ہوا اور مارا گیا۔(۹۰)

لن یسلم ابن حرة زمیله حتی یموت او یری سبیله ۔

شریف زادہ اپنے رفیق کو نہیں چھوڑ سکتا۔ جب تک مر نہ جائے 'یا اپنے رفیق کے بچاؤ کی راہ نہ دیکھ لے۔

آنحضرت ﷺ کا بڑا دشمن امیہ بن خلف بھی جنگ بدر میں شریک تھا اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ پہلے اسی امیہ کے غلام تھے۔ امیہ ان کو اذیت دیا کرتا تھا۔ تاکہ اسلام چھوڑ دیں۔ مکہ کی گرم ریت میں پیٹھ کے بل لٹا کر ایک بھاری پتھر ان کے سینے پر رکھ دیا کرتا تھا۔ پھر کہا کرتا تھا تمہیں یہ حالت پسند ہے یا ترک اسلام؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس حالت میں بھی احد احد پکارا کرتے تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے کسی زمانہ میں مکہ میں



امیہ سے معاہدہ کیا تھا کہ وہ مدینہ میں آئے گا۔ تو یہ اس کی جان کے ضامن ہوں گے۔ عہد کی پابندی کو ملحوظ رکھ کر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے چاہا کہ وہ میدان جنگ سے بچ کر نکل جائے۔ چنانچہ اس کو اور اس کے بیٹے کو لے کر ایک پہاڑ پر چڑھے۔ اتفاق یہ کہ حضرت بلال نے دیکھ لیا۔ انصار کو خبر کر دی۔ لوگ دفعتہً ٹوٹ پڑے۔ حضرت عبدالرحمٰن نے امیہ کے بیٹے کو آگے کر دیا لوگوں نے اسے قتل کر دیا۔ لیکن اس پر بھی قناعت نہ کی۔ اور امیہ کی طرف بڑھے۔ امیہ چونکہ بھاری بھرکم تھا۔ اس لئے حضرت عبدالرحمٰن نے کہا تم زمین پر لیٹ جاؤ۔ وہ لیٹ گیا تو آپ اس پر لیٹ گئے۔ تاکہ لوگ اس کو مارنے نہ پائیں۔ مگر لوگوں نے حضرت عبدالرحمٰن کی ٹانگوں کے اندر سے ہاتھ ڈال کر اس کو قتل کر دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن کی بھی ایک ٹانگ زخمی ہوئی اور زخم کا نشان مدتوں باقی رہا۔(۹۱)

جب میدان کارزار سرد ہو گیا۔ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ ایسا کون ہے۔ جو ابو جہل کی خبر لائے۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ بن مسعود گئے اور اس سے اس حال میں پایا کہ عفراء کے بیٹوں معاذ اور معوذ نے اسے ضرب شمشیر سے گرایا ہوا تھا اور اس میں ابھی رمق حیات باقی تھا۔ حضرت ابن مسعود اس لعین کے سینے پر بیٹھ گئے۔ اور اس کی ناپاک ڈاڑھی کو پکڑ کر کہا۔ کیا تو ابو جہل ہے؟ آج تجھے اللہ نے رسوا کیا؟ اس لعین نے جواب دیا۔ 'رسوا کیا کیا' تمہارا مجھے قتل کرنا اس سے بڑھ کر (۹۲) نہیں کہ ایک شخص کو اس کی قوم نے قتل کر ڈالا۔ کاش مجھے کسان کے سوا کوئی اور قتل کرتا۔ اس جواب میں اس لعین کا تکبر اور انصار کی تحقیر پائی جاتی ہے۔ کیونکہ حضرت معاذ اور معوذ انصار میں سے تھے۔ اور انصار کھیتی باڑی کا کام کیا کرتے تھے۔ پھر حضرت ابن مسعود نے اس لعین کا کام تمام کر دیا۔ اور یہ خبر حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں لائے۔ حضور نے یہ سن کر تین بار اللہ الذی لا الہ الا ھو پڑھا جو تھی بار یوں فرمایا اللہ اکبر۔ الحمد للہ الذی صدق وعدہ و نصر عبدہ و ھزم الاحزاب وحدہ۔ پھر آپ حضرت ابن مسعود کو ساتھ لے کر اس لعین کی لاش کے پاس تشریف لے گئے اور دیکھ کر یہ فرمایا۔ 'یہ اس امت کا فرعون ہے۔'

آنحضرت ﷺ نے جنگ سے فارغ ہو کر حضرت زید بن حارثہ کو اس فتح کی خوشخبری سنانے کے لئے مدینہ میں بھیجا۔ اور اسی غرض کے لئے حضرت عبداللہ بن رواحہ کو اہل عالیہ (مدینہ کی بالائی آبادی) کی طرف بھیجا۔ جب حضرت زید مدینہ میں پہنچے تو بقیع میں حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کو دفن کر رہے تھے۔

اس جنگ میں مسلمانوں میں سے صرف چودہ شہید ہوئے جن کے اسمائے مبارک یہ ہیں۔ حضرت عبیدہ بن حارث بن مطلب بن عبد مناف۔ حضرت عمیر بن ابی وقاص۔ حضرت

ذوالشمالین عمیر بن عبد عمرو بن نضلہ۔ حضرت عاقل بن ابی بکیر۔ حضرت مہجع مولیٰ عمر بن الخطاب
حضرت صفوان بن بیضاء (یہ چھ مہاجرین میں سے ہیں) حضرت سعد بن خیثمہ۔ حضرت مبشر بن
عبدالمنذر۔ حضرت حارثہ بن سراقہ۔ حضرت عوف و معوذ پسران عفراء حضرت عمیر بن حمام۔
حضرت رافع بن معلی۔ حضرت یزید بن حارث بن فسحم (یہ آٹھ انصار میں سے ہیں) رضی اللہ تعالیٰ
عنہم اجمعین۔ مشرکین میں سے ستر مقتول اور ستر گرفتار ہوئے۔ منجملہ مقتولین یہ ہیں:۔ شیبہ بن
ربیعہ۔ عتبہ بن ربیعہ۔ ولید بن عتبہ۔ عاص بن سعید بن عاص۔ ابو جہل بن ہشام۔ ابوالبختری حنظلہ بن
ابی سفیان بن حرب۔ حارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف۔ طعیمہ بن عدی۔ زمعہ بن اسود بن
مطلب۔ نوفل بن خویلد۔ عاص بن ہشام بن مغیرہ جو حضرت عمر فاروق اعظم کا ماموں تھا۔ امیہ بن
خلف۔ علی بن امیہ بن خلف۔ منبہ بن حجاج۔ معبد بن وہب اور منجملہ اسیران یہ ہیں۔ نوفل بن حارث
بن عبدالمطلب۔ عباس بن عبدالمطلب۔ عقیل بن ابی طالب۔ ابوالعاص بن ربیع۔ عدی بن خیار۔ ابو
عزیز بن عمیر۔ ولید بن ولید بن مغیرہ۔ عبداللہ بن ابی بن خلف۔ ابو عزہ عمرو بن عبداللہ جمحی شاعر۔
وہب بن عمیر بن وہب جمحی۔ ابو وداعہ بن ضبیرہ سہمی۔ سہیل بن عمرو عامری۔

آنحضرت ﷺ کے حکم سے مشرکین مقتولین میں سے چوبیس روساء کی لاشیں ایک
گڑھے میں ڈال دی گئیں۔ جس میں مردار پھینکا کرتے تھے۔ امیہ بن خلف جو زرہ میں پھول گیا تھا
اس پر جہاں وہ پڑا تھا وہیں مٹی ڈال دی گئی۔ اور باقی لاشوں کو اور جگہ پھینک دیا گیا۔

حضور اقدس ﷺ کی عادت شریف تھی کہ جب دشمن پر فتح پاتے تو تین دن میدان
جنگ میں قیام فرماتے۔ چنانچہ بدر میں بھی تیسرے روز سوار ہو کر مقتولین کے گڑھے پر تشریف
لے گئے اور ان سے یوں خطاب فرمایا۔ (۹۳) 'اے بیٹے فلاں کے۔ اے فلاں بیٹے فلاں کے۔ کیا
اب تمہیں تمنا ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرتے۔ جو کچھ ہمارے پروردگار نے ہم سے
وعدہ فرمایا تھا۔ ہم نے اسے سچ پایا۔ کیا تم نے بھی اسے جو تمہارے پروردگار نے تم سے وعدہ کیا تھا
سچ پایا۔' یہ دیکھ کر حضرت عمر فاروق نے عرض کیا 'یارسول اللہ! آپ ان بے روح جسموں سے کیا
خطاب فرما رہے ہیں؟' اس پر حضور اقدس ﷺ نے فرمایا۔ 'قسم ہے خدا کی جس کے ہاتھ میں
محمد ﷺ کی جان ہے۔ تم میری بات کو ان سے زیادہ نہیں سنتے۔' (۹۴) پھر جناب رسالت مآب
علیہ الوف التحیہ والصلوٰۃ مظفر و منصور اسیران جنگ اور غنائم کے ساتھ مدینہ کو واپس ہوئے۔

جب آنحضرت ﷺ مقام صفراء میں پہنچے جو بدر سے ایک منزل ہے تو آپ نے مال
غنیمت مجاہدین میں (۹۵) برابر برابر تقسیم فرما دی۔ اسی مقام پر حضرت عبیدہ بن حارث نے جن کا
پائے مبارک کٹ گیا تھا۔ وفات پائی۔ (۹۶) صفراء ہی میں نضر بن حارث کو قتل کر دیا گیا۔ یہاں



سے روانہ ہو کر جب عراق الظبیہ میں پہنچے تو آنحضرت ﷺ کے حکم سے عقبہ بن معیط قتل کر دیا
گیا۔ مدینہ میں اس فتح کی اتنی خوشی تھی کہ لوگوں نے مبارکباد کہنے کے لئے حضور اقدس کا مقام
روحاء میں استقبال کیا۔ اسیران جنگ جناب سرور عالم ﷺ کے ایک دن بعد مدینہ میں پہنچے۔ آپ
نے ان کو صحابہ میں تقسیم کر دیا تھا۔ اور تاکید فرما دی تھی کہ ان کے ساتھ نیک سلوک کیا جائے۔
ابو عزیز بن عمیر کا بیان ہے۔ کہ جب مجھے بدر سے لائے تو میں انصار کی ایک جماعت میں تھا۔
وہ صبح و شام کا کھانا لاتے۔ تو روٹی مجھے دیتے اور خود کھجوریں کھاتے۔ ان میں سے جس کے ہاتھ
روٹی کا ٹکڑا آتا۔ وہ میرے آگے رکھ دیتا مجھے شرم آتی۔ میں اسے واپس کرتا۔ مگر وہ مجھ ہی کو واپس
کر دیتا اور ہاتھ نہ لگاتا۔ (۹۷)

جن قیدیوں کے پاس کپڑے نہ تھے ان کو کپڑے دلوائے گئے۔ حضرت عباس چونکہ
دراز قد تھے۔ کسی کا کرتہ ان کے بدن پر ٹھیک نہ اترتا تھا۔ عبداللہ بن ابی (رئیس المنافقین) نے جو
حضرت عباس کا ہم قد تھا۔ اپنا کرتہ منگوا کر دیا۔ صحیح بخاری (۹۸) میں سفیان بن عُیینہ کا یہ قول
منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عبداللہ مذکور کو قبر سے نکلوا کر جو اپنا کرتہ پہنایا تھا۔ وہ اکثر کے
نزدیک اسی احسان کا معاوضہ تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے قیدیوں کے بارے میں اپنے اصحاب سے مشورہ کیا۔ حضرت
صدیق اکبر نے عرض کیا۔ (۹۹) 'یارسول اللہ! یہ آپ کی قوم اور آپ کا قبیلہ ہیں۔ انہیں قتل نہ کیا
جائے بلکہ ان سے فدیہ لیا جائے۔ شاید اللہ تعالیٰ ان کو اسلام کی توفیق دے۔' حضرت فاروق اعظم
نے عرض کیا۔ 'یارسول اللہ! میری تو وہ رائے نہیں جو ابوبکر کی یہ بلکہ میری رائے تو یہ ہے کہ آپ
ان کو ہمارے حوالے کر دیں۔ تاکہ ہم ان کو قتل کر ڈالیں۔ مثلاً عقیل کو حضرت علی کے حوالہ کر
دیں۔ اور میرے فلاں رشتہ دار کو میرے سپرد کر دیں۔' حضور انور بابی ہو وامی نے حضرت صدیق
اکبر کی رائے عمل فرمایا۔ (۱۰۰)

قیدیوں میں سے ہر ایک کا فدیہ حسب استطاعت ایک ہزار درہم سے چار ہزار درہم
تک تھا۔ جن کے پاس مال نہ تھا۔ اور وہ لکھنا جانتے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کا فدیہ یہ تھا کہ انصار
کے دس لڑکوں کو لکھنا سکھا دے۔ (۱۰۱) چنانچہ زید بن ثابت نے اسی طرح لکھنا سیکھا تھا۔ بعضوں
کو جیسے ابو عزہ جمحی شاعر کو حضور اقدس ﷺ نے یونہی چھوڑ دیا۔ ان قیدیوں میں سے ایک شخص سہیل
بن عمرو تھا۔ جو عام مجمعوں میں آنحضرت ﷺ کے خلاف تقریریں کیا کرتا تھا۔ حضرت عمر ابن
الخطاب نے عرض کیا۔ 'یارسول اللہ! مجھے اجازت دیجیے میں سہیل کے دندان پیشین اکھاڑ دوں۔
اور اس کی زبان نکال دوں پھر وہ کسی جگہ آپ کے خلاف تقریر نہ کر سکے گا۔' حضور نے فرمایا۔ 'میں ا

س کا عضو نہیں بگاڑتا۔ ورنہ خدا اس کی جزا میں میرے اعضاء بگاڑ دے گا۔ گو میں نبی ہوں۔
حضرت عباس ان دس روسائے قریش میں تھے۔ جنہوں نے لشکر قریش کی
سامان اپنے ذمہ لیا تھا۔ اس غرض کے لئے حضرت عباس کے پاس بیس اوقیہ سونا تھا۔ چونکہ
نوبت کھانا کھلانے کی نہ آئی۔ اس لئے وہ سونا انہیں کے پاس رہا۔ اور غنیمت میں شامل کر
حضرت عباس نے عرض کیا 'یا رسول اللہ میں مسلمان ہوں' حضور نے فرمایا اللہ کو تیرے
خوب علم ہے۔ اگر تو سچا ہے۔ تو اللہ تجھے جزا دے گا۔ تو اپنے فدیہ کے ساتھ عقیل بن ابی طالب
نوفل بن حارث بن عبد المطلب اور اپنے حلیف عمرو بن جحدم کا فدیہ بھی ادا کر۔' حضرت عباس
جواب دیا کہ میرے پاس کوئی مال نہیں۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ مال کہاں
نے اپنی بیوی ام الفضل کے پاس رکھا تھا اور اسے کہا تھا کہ اگر میں لڑائی میں مارا جاؤں۔ تو
کر 'اتنا عبد اللہ کو اتنا عبید اللہ کو ملے۔ یہ سن کر حضرت عباس (۱۰۲) نے کہا۔ 'قسم ہے اس
جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ اس مال کا علم سوائے میرے اور ام الفضل کے کسی کو
میں خوب جانتا ہوں۔ کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔' حضور نے فرمایا کہ تیرا یہ بیس اوقیہ سونا
میں شمار نہ ہوگا۔ یہ تو اللہ عزوجل نے ہمیں عطا کیا ہے۔ پس حضرت عباس نے اپنا اور اپنے بھا
کے بیٹوں اور اپنے حلیف کا فدیہ (۱۰۳) ادا کر دیا۔

شکست قریش کی خبر مکہ میں سب سے پہلے حیسمان بن ایاس خزاعی لایا۔ قریش
مقتولین پر نوحہ کرنے لگے۔ پھر بدیں خیال کہ مسلمان ہم پر ہنسیں گے۔ نوحہ بند کر دیا۔ شکست
خبر پہنچنے کے نو روز بعد ابولہب مر گیا۔ اسود بن عبد یغوث کے دو بیٹے زمعہ اور عقیل اور ایک
حارث بن زمعہ میدان بدر میں کام آئے۔ وہ چاہتا تھا کہ ان پر روئے۔ مگر ممانعت کے سبب خاموش
تھا۔ ایک رات اس نے کسی عورت کے رونے کی آواز سنی۔ چونکہ اس کی بینائی جاتی رہی تھی
لئے اس نے اپنے غلام سے کہا کہ جاؤ' دریافت کرو۔ کیا اب رونے کی اجازت ہو گئی ہے۔ اگر ایسا
تو میں بھی زمعہ پر نوحہ کروں۔ کیونکہ میرا جگر جل گیا ہے۔ غلام نے آ کر کہا۔ ایک عورت کا
گم ہو گیا ہے۔ اس کے لئے رو رہی ہے۔ یہ سن کر اسود کی زبان سے بے اختیار یہ شعر نکلے۔

اتبکی ان یضل لہا بعیر ویمنعہا من النوم السہود
فلاتبکی علی بکر ولکن علی بدر تقاصرت الجدود
وبکی ان بکیت علی عقیل وبکی حارثا اسد الاسود
وبکیہم ولا تسمی جمیعا وما لابی حکیمۃ من ندید

کیا وہ اونٹ کے گم ہونے پر روتی ہے اور بے خوابی اسے نیند نہیں آنے دیتی سو وہ



روئے بلکہ بدر پر جہاں قسمتوں نے کوتاہی کی اگر تجھ کو رونا ہے تو عقیل پر رو اور شیر دل
حارث پر رو اور ان سب پر رو اور نام نہ لے اور ابو حکیمہ (زمعہ) کا کوئی ہمسر نہیں۔

یوم بدر دراصل میں یوم فرقان تھا۔ کہ کفر و اسلام میں فرق ظاہر ہو گیا۔ اور اللہ عزوجل
نے ضعف کے بعد مسلمانوں کو تقویت دی۔ چنانچہ اس نعمت کو یوں یاد دلایا ہے۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۔ (آل عمران۔ ع ۳)

اور تمہاری مدد کر چکا ہے اللہ بدر کی لڑائی میں اور تم بے مقدور تھے۔

اس دن سے اسلام کا سکہ کفار کے دل پر جم گیا۔ اور اہل مدینہ میں بہت سے لوگ ایمان
لائے۔ اہل بدر کے فضائل میں اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے۔ کہ رسول اکرم ﷺ نے ان کے حق میں
فرمایا۔ (۱۰۵) 'بیشک اللہ اہل بدر سے واقف ہے۔ کیونکہ اس نے فرما دیا۔ تم عمل کرو جو چاہو
تمہارے واسطے جنت ثابت ہو چکی یا تحقیق میں نے تمہیں بخش دیا۔'' آخرت میں مغفور ہونے
کے علاوہ دنیا میں بھی بدری ہونا خاص امتیاز کا سبب شمار کیا جاتا تھا۔ بلکہ وہ ہتھیار بھی جن سے بدر میں
کام لیا گیا۔ تبرک خیال کئے جاتے تھے۔ چنانچہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے جو برچھی عبیدہ بن
سعید بن عاص کی آنکھ میں ماری تھی۔ (۱۰۶) وہ یادگار رہی۔ بدیں طور کہ حضور اقدس ﷺ نے
حضرت زبیر سے مستعار لی۔ پھر آپ کے چاروں خلیفوں کے پاس منتقل ہوتی رہی۔ بعد ازاں
حضرت عبد اللہ بن زبیر کے پاس رہی۔ یہاں تک کہ ۷۳ھ میں حجاج نے ان کو شہید کر دیا۔ اہل بدر
کے توسل سے جو دعا مانگی جائے وہ بفضل الٰہی مستجاب ہوتی ہے۔ جیسا کہ مشائخ کا تجربہ ہے۔

اندلس کے مشہور سیاح محمد بن جبیر (متوفی ۲۷ شعبان ۶۱۴ھ) نے بدر کے حال میں
یوں لکھا ہے۔ (۱۰۷) 'اس موضع میں خرما کے بہت باغ ہیں۔ اور آب رواں کا ایک چشمہ ہے۔
موضع کا قلعہ بلند ٹیلے پر ہے۔ اور قلعہ کا راستہ پہاڑوں کے بیچ میں ہے۔ وہ قطعہ زمین نشیب میں
ہے جہاں اسلامی لڑائی ہوئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت اور اہل شرک کو ذلت دی۔ آج
کل اس زمین میں خرما کا باغ ہے اور اس کے بیچ میں گنج شہیداں ہے۔ اس آبادی میں داخل ہوتے
وقت بائیں طرف جبل الرحمۃ ہے۔ لڑائی کے دن اس پہاڑ پر فرشتے اترے تھے۔ اس پہاڑ کے
ساتھ جبل الطبول ہے۔ اس کی قطع ریت کے ٹیلے کی سی ہے۔ کہتے ہیں ہر شب جمعہ کو اس پہاڑ سے
نقاروں کی صدا آتی ہے۔ اس لئے اس کا نام جبل الطبول رکھا ہے۔ ہنوز نصرت نبوی ﷺ کی یہ بھی
ایک کرامت باقی ہے۔ اس بستی کے ایک عرب باشندے نے بیان کیا کہ میں نے اپنے کانوں
سے نقاروں کی آواز سنی ہے۔ یہ آواز ہر جمعرات اور دو شنبہ کو آیا کرتی ہے۔ اس پہاڑ کی سطح کے
قریب آنحضرت ﷺ کے تشریف رکھنے کی جگہ ہے۔ اور اس کے سامنے میدان جنگ ہے۔'

س کا عضو نہیں بگاڑتا۔ ورنہ خدا اس کی جزا میں میرے اعضاء بگاڑ دے گا۔ گو میں نبی ہوں

حضرت عباس ان دس روسائے قریش میں تھے۔ جنھوں نے لشکر قریش کی

سامان اپنے ذمہ لیا تھا۔ اس غرض کے لئے حضرت عباس کے پاس بیس اوقیہ سونا تھا۔ چو

نوبت کھانا کھلانے کی نہ آئی۔ اس لئے وہ سونا انھیں کے پاس رہا۔ اور غنیمت میں شامل کر

حضرت عباس نے عرض کیا۔ 'یا رسول اللہ میں مسلمان ہوں' حضور نے فرمایا اللہ کو تیرے

خوب علم ہے۔ اگر تو سچا ہے۔ تو اللہ تجھے جزا دے گا۔ تو اپنے فدیہ کے ساتھ عقیل بن ابی

نوفل بن حارث بن عبد المطلب اور اپنے حلیف عمرو بن حجدم کا فدیہ بھی ادا کر۔ 'حضرت

جواب دیا کہ میرے پاس کوئی مال نہیں۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ مال کہاں

نے اپنی بیوی ام الفضل کے پاس رکھا تھا اور اسے کہا تھا کہ اگر میں لڑائی میں مارا جاؤں۔

کر' اتنا عبد اللہ کو اتنا عبید اللہ کو ملے۔ یہ سن کر حضرت عباس (۱۰۲) نے کہا۔ 'قسم ہے اس

جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ اس مال کا علم سوائے میرے اور ام الفضل کے کسی

میں خوب جانتا ہوں۔ کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔' حضور نے فرمایا کہ تیرا یہ بیس اوقیہ

میں شمار نہ ہوگا۔ یہ تو اللہ عزوجل نے ہمیں عطا کیا ہے۔ پس حضرت عباس نے اپنا اور اپنے

کے بیٹوں اور اپنے حلیف کا فدیہ (۱۰۳) ادا کر دیا۔

شکست قریش کی خبر مکہ میں سب سے پہلے حیسمان بن ایاس خزاعی لایا۔ قریش

مقتولین پر نوحہ کرنے لگے۔ پھر بدیں خیال کہ مسلمان ہم پر ہنسیں گے۔ نوحہ بند کر دیا۔

خبر پہنچنے کے نو روز بعد ابو لہب مر گیا۔ اسود بن عبد یغوث کے دو بیٹے زمعہ اور عقیل اور

حارث بن زمعہ میدان بدر میں کام آئے۔ وہ چاہتا تھا کہ ان پر روئے۔ مگر ممانعت کے سبب

تھا۔ ایک رات اس نے کسی عورت کے رونے کی آواز سنی۔ چونکہ اس کی بینائی جاتی رہی تھی

لئے اس نے اپنے غلام سے کہا کہ جاؤ' دریافت کرو۔ کیا اب رونے کی اجازت ہو گئی ہے۔ اگر

تو میں بھی زمعہ پر نوحہ کروں۔ کیونکہ میرا جگر جل گیا ہے۔ غلام نے آکر کہا۔ ایک عورت کا

گم ہو گیا ہے۔ اس کے لئے رو رہی ہے۔ یہ سن کر اسود کی زبان سے بے اختیار یہ شعر نکلے۔

اتبكی ان يضل لها بعير ويمنعها من النوم السهو[د]

فلاتبكی علی بكر ولكن علی بدر تقاصرت الجدو[د]

وبكی ان بكيت علی عقيل وبكی حارثا اسد الاسو[د]

وبكيهم ولا سمّی جميعا وما لابی حكيمة من ن[ديد]

کیا وہ اونٹ کے گم ہونے پر روتی ہے اور بے خوابی اسے نیند نہیں آنے دیتی (۱۰۴)



بدر پر جہاں قسمتوں نے کوتاہی کی اگر تجھ کو رونا ہے تو عقیل پر رو اور شیروں

اور ان سب پر رو اور نام نہ لے اور ابو حکیمہ (زمعہ) کا کوئی ہمسر نہیں۔

واقع میں یوم فرقان تھا۔ کہ کفر و اسلام میں فرق ظاہر ہو گیا۔ اور اللہ عزوجل

مسلمانوں کو تقویت دی۔ چنانچہ اس نعمت کو یوں یاد دلایا ہے۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ ۔ (آل عمران۔ ع ۴)

اور تمہاری مدد کر چکا ہے اللہ بدر کی لڑائی میں اور تم بے مقدور تھے۔

اسلام کا سکہ کفار کے دل پر جم گیا۔ اور اہل مدینہ میں بہت سے لوگ ایمان

فضائل میں اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے۔ کہ رسول اکرم ﷺ نے ان کے حق میں

(۱۰۵) "بیشک اللہ اہل بدر سے واقف ہے۔ کیونکہ اس نے فرما دیا۔ تم عمل کرو جو چاہو

جنت ثابت ہو چکی یا تحقیق میں نے تمہیں بخش دیا۔" آخرت میں مغفور ہونے

بدری ہونا خاص امتیاز کا سبب شمار کیا جاتا تھا۔ بلکہ وہ ہتھیار بھی جن سے بدر میں

خیال کئے جاتے تھے۔ چنانچہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے جو برچھی عبیدہ بن

آنکھ میں ماری تھی۔ (۱۰۶) وہ یادگار رہی۔ بدیں طور کہ حضور اقدس ﷺ نے

مستعار لی۔ پھر آپ کے چاروں خلیفوں کے پاس منتقل ہوتی رہی۔ بعد ازاں

زبیر کے پاس رہی۔ یہاں تک کہ ۷۳ھ میں حجاج نے ان کو شہید کر دیا۔ اہل بدر

مانگی جائے وہ بفضل الٰہی مستجاب ہوتی ہے۔ جیسا کہ مشائخ کا تجربہ ہے۔

کے مشہور سیاح محمد بن جبیر (متوفی ۲۷ شعبان ۶۱۴ھ) نے بدر کے حال میں

(۱۰۷) 'اس موضع میں خرما کے بہت باغ ہیں۔ اور آب رواں کا ایک چشمہ ہے۔

پر ہے۔ اور قلعہ کا راستہ پہاڑوں کے بیچ میں ہے۔ وہ قطعہ زمین نشیب میں

لڑائی ہوئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت اور اہل شرک کو ذلت دی۔ آج

خرما کا باغ ہے اور اس کے بیچ میں گنج شہیداں ہے۔ اس آبادی میں داخل ہوتے

جبل الرحمۃ ہے۔ لڑائی کے دن اس پہاڑ پر فرشتے اترے تھے۔ اس پہاڑ کے

ہے۔ اس کی قطع ریت کے ٹیلے کی سی ہے۔ کہتے ہیں ہر شب جمعہ کو اس پہاڑ سے

ہے۔ اس لئے اس کا نام جبل الطبول رکھا ہے۔ ہنوز نصرت نبوی ﷺ کی یہ بھی

ہے۔ اس بستی کے ایک عرب باشندے نے بیان کیا کہ میں نے اپنے کانوں

سنی ہے۔ یہ آواز ہر جمعرات اور دو شنبہ کو آیا کرتی ہے۔ اس پہاڑ کی سطح کے

ﷺ کے تشریف رکھنے کی جگہ ہے۔ اور اس کے سامنے میدان جنگ ہے۔'

اللھم انی اسلك بحبیبك سیدنا و مولنا محمدن المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم و باھل بدر رضی اللہ تعالی عنھم ان تبلغنی فی الدارین اقصی مرامی و تغفر لی ولو الدی و لمشائخی ولا حبائی و لسائر المومنین و المومنات و ان توید الاسلام و المسلمین۔

اسی سال یوم فطر سے دو دن پہلے یا شروع شوال میں صدقہ فطر واجب ہوا عید کے دن نماز عیدالفطر عیدگاہ میں جماعت سے پڑھی گئی۔ اسی وقت زکوٰۃ مال فرض ہوئی۔

## غزوہ بنی قینقاع

نصف ماہ شوال میں غزوہ بنی قینقاع پیش آیا۔ یہود سے پہلے معاہدہ ہو چکا تھا جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا۔ مدینہ کے گرد یہود کے تین قبیلے تھے۔ بنو قینقاع۔ بنو نضیر۔ بنو قریظہ۔ ان تینوں نے یکے بعد دیگرے نقض عہد کیا۔ ان میں سب سے پہلے بنو قینقاع نے جو چھ سو مرد کارزار اور یہود میں سب سے بہادر تھے۔ عہد کو توڑا اور باغی ہو کر قلعہ بند ہو گئے مگر پندرہ روز کے محاصرہ کے بعد مغلوب ہو گئے آنحضرت ﷺ نے ان کو جلاوطن کر دیا۔ اور وہ اذرعات ملک شام میں پہنچا دیے گئے۔ جہاں وہ جلدی ہلاک و تباہ ہو گئے۔

## غزوہ سویق

ماہ ذی قعدہ میں غزوہ سویق وقوع میں آیا۔ سویق عرب میں ستو کو کہتے ہیں۔ چونکہ اس غزوہ میں کفار کی غذا ستو تھی۔ اس لئے اس نام سے موسوم ہوا۔ بس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ غزوہ بدر کے بعد ابو سفیان نے قسم کھائی تھی کہ جب تک میں محمد (ﷺ) سے لڑائی نہ کر لوں جنابت سے سر نہ دھوؤں گا۔ اس لئے قسم کے پورا کرنے کے لئے وہ دو سو سوار لے کر نکلا۔ مقام عریض میں اس نے ایک نخلستان کو جلا دیا۔ اور ایک انصاری کو قتل کر ڈالا۔ رسول اللہ ﷺ نے تعاقب فرمایا۔ ابو سفیان اور اس کے ہمراہی بوجھ ہلکا کرنے کے لئے ستو کے بورے پھینک کر بھاگ گئے۔ جنہیں مسلمانوں نے اٹھا لیا۔ اور واپس چلے آئے۔

## ہجرت کا تیسرا سال

نصف محرم کو غزوہ قرقرۃ الکدر اور ربیع الاول میں غزوہ انمار یا غطفان اور جمادی الاولیٰ میں غزوہ بنی سلیم وقوع میں آیا۔ ان میں سے کسی میں مقابلہ نہیں ہوا۔ غزوہ انمار میں دعثور غطفانی اسلام لایا۔ ماہ ربیع الاول میں کعب بن اشرف یہودی شاعر جو اسلام کی ہجو کیا کرتا تھا۔ حضرت محمد



[illegible] کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ ماہ جمادی الاخریٰ میں ابو رافع اسلام بن ابی الحقیق یہودی جو رسول اللہ ﷺ کو اذیت دیا کرتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عتیک انصاری خزرجی کے ہاتھ سے مارا گیا۔ (۱۰۸)

## غزوہ احد

ماہ شوال میں غزوہ احد (۱۰۹) وقوع میں آیا۔ جب قریش بدر میں شکست فاش کھا کر مکہ میں آئے تو ابو سفیان کے قافلے کا تمام مال دار الندوہ میں رکھا ہوا پایا۔ عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عکرمہ بن ابو جہل اور صفوان بن امیہ وغیرہ روسائے قریش جن کے باپ بھائی اور بیٹے جنگ بدر میں قتل ہوئے تھے۔ ابو سفیان اور دیگر شرکاء کے پاس آ کر کہنے لگے۔ کہ اپنے مال کے نفع سے مدد کرو۔ تاکہ ہم ایک لشکر تیار کریں۔ اور (حضرت) محمد (ﷺ) سے بدلہ لیں۔ سب نے خوشی منظور کیا چنانچہ وہ مال فروخت کر دیا گیا۔ اور حسب قرارداد راس المال مالکوں کو دیا گیا۔ اور نفع تجہیز لشکر میں کام آیا۔ اسی بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ؕ فَسَیُنْفِقُوْنَھَا ثُمَّ تَکُوْنُ عَلَیْھِمْ حَسْرَۃً ثُمَّ یُغْلَبُوْنَ ؕ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِلٰی جَھَنَّمَ یُحْشَرُوْنَ۔

(انفال۔ ع ۴)

جو لوگ کافر ہیں خرچ کرتے ہیں اپنے مال تاکہ روکیں اللہ کی راہ سے سو ابھی اور خرچ کریں گے پھر آخر ہو گا ان پر پچھتاوا پھر آخر مغلوب ہوں گے۔ اور جو کافر ہیں دوزخ کو ہانکے جائیں گے۔

قریش نے بڑی سرگرمی سے تیاری کی۔ اور قبائل عرب کو بھی دعوت جنگ دی۔ مردوں کے ساتھ عورتوں کی ایک جماعت بھی شامل ہوئی۔ تاکہ ان کو مقتولین بدر کی یاد دلا کر لڑائی پر ابھارتی رہیں۔ چنانچہ ابو سفیان کی زوجہ ہند بنت عتبہ۔ عکرمہ بن ابو جہل کی زوجہ ام حکیم بنت حارث بن ہشام۔ حارث بن ہشام بن مغیرہ کی زوجہ فاطمہ بنت ولید بن مغیرہ۔ صفوان بن امیہ کی زوجہ برزہ بنت مسعود ثقفیہ۔ عمرو بن عاص کی زوجہ ریطہ بنت شیبہ سہمیہ۔ طلحہ حجبی کی زوجہ سلافہ بنت سعد اپنے اپنے شوہروں سمیت نکلیں۔ اسی طرح خناس بنت مالک اپنے بیٹے ابو عزیز بن عمیر کے ساتھ نکلی۔ کل جمعیت تین ہزار تھی۔ جن میں سات سو زرہ پوش تھے۔ ان کے ساتھ دو سو گھوڑے تین ہزار اونٹ اور پندرہ عورتیں تھیں۔ جبیر بن مطعم نے اپنے حبشی غلام وحشی نام کو بھی یہ کہہ کر بھیج دیا کہ اگر تم محمد (ﷺ) کے چچا حمزہ کو میرے چچا طعیمہ بن عدی کے بدلے قتل کر دو تو

میں تم کو آزاد کر دوں گا۔

یہ لشکر قریش بسر کردگی ابو سفیان مدینہ کی طرف روانہ ہوا اور مدینہ کے مقابل
طرف ابطن وادی میں اترا۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب نے جو اب تک مکہ میں تھے
آنحضرت ﷺ کو قریش کی تیاری کی خبر دی۔ حضور نے حضرت انس و مونس پسران
عدی انصاری کو بطور جاسوس بھیجا۔ وہ خبر لائے اور کہنے لگے کہ مشرکین نے اپنے اونٹ اور
عریض میں چھوڑ دیئے ہیں۔ جنہوں نے چراگاہ میں سبزی کا نام و نشان نہیں چھوڑا۔ پھر
الصلوٰۃ والسلام نے حضرت خباب بن منذر کو بھی بغرض تجسس بھیجا۔ وہ لشکر کی تعداد وغیر
لائے۔ جمعہ کی رات (۱۴ شوال) کو حضرت سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر اور سعد بن عبا
جماعت کے ساتھ مسلح ہو کر حضور اقدس ﷺ کے دولت خانے پر پہرہ دیتے رہے۔ او
بھی پہرہ لگا رہا۔ اسی رات حضور نے خواب میں دیکھا کہ گویا آپ مضبوط زرہ پہنے ہوئے ہیں
کی تلوار ذوالفقار ایک طرف سے ٹوٹ گئی ایک گائے پر نظر پڑی۔ جو ذبح کی جا رہی ہے۔
کے پیچھے ایک مینڈھا سوار ہے۔ صبح کو آپ نے یہ تعبیر بیان فرمائی کہ مضبوط زرہ مدینہ ہے
(۱۱۰) کی شکستگی ذات شریف پر مصیبت ہے۔ گائے آپ کے وہ اصحاب ہیں۔ جو شہید ہوں
اور مینڈھا کبش (۱۱۱) الکتیبہ ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ قتل کرے گا۔ اس خواب کے سبب سے حضور
کی رائے تھی۔ کہ لڑائی کے لئے مدینہ سے باہر نہ نکلیں عبداللہ بن ابی کی بھی یہی رائے تھی
نے اپنے اصحاب سے مشورہ کیا تو اکابر مہاجرین و انصار بھی آپ سے متفق ہو گئے۔ مگر وہ نوجوا
جنگ بدر میں شامل نہ تھے۔ آپ سے درخواست کرنے لگے کہ مدینہ سے نکل کر لڑنا چاہیے
کے اصرار پر آپ نکلنے کی طرف مائل ہوئے۔ نماز جمعہ کے بعد آپ نے وعظ فرمایا۔ اہل مدینہ
عوالی جمع ہو گئے۔ آپ دولت خانہ میں تشریف لے گئے اور دوہری زرہ پہن کر نکلے۔ یہ دیکھ
نوجوان کہنے لگے کہ ہمیں زیبا نہیں کہ آپ کی رائے کے خلاف کریں۔ اس پر آپ نے فرمایا
پیغمبر خدا کا شایاں نہیں۔ کہ جب وہ زرہ پہن لے تو اسے اتار دے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس
اور دشمن کے درمیان فیصلہ کر دے۔ اب جو میں حکم دوں وہی کرو۔ اور خدا کا نام لے کر چلو۔ اگر
صبر کرو گے تو فتح تمہاری ہو گی۔ پھر آپ نے تین جھنڈے تیار کئے۔ اوس کا جھنڈا حضرت اسید
حضیر کو اور خزرج کا جھنڈا حضرت خباب بن منذر کو۔ اور مہاجرین کا جھنڈا حضرت علی ابن ابی طا
کو عطا فرمایا اس طرح آپ ایک ہزار کی جمعیت کے ساتھ نکلے۔ جن میں سے ایک سو نے دوہ
زرہ پہنی ہوئی تھی۔ حضرت سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ زرہ پہنے ہوئے آپ کے آگے چل ر
تھے۔ جب آپ ثنیۃ الوداع کے قریب پہنچے تو ایک فوج نظر آئی آپ کے دریافت فرمانے پر



[illegible] کہ یہ یہود میں سے ابن ابی کے حلیف ہیں جو آپ کی مدد کو آئے ہیں۔ آپ نے
[illegible] وہ کہ لوٹ جائیں۔ کیونکہ ہم مشرکین کے خلاف مشرکین سے مدد نہیں لیتے۔
[illegible] میں اترے تو عرض لشکر کے بعد آپ نے بعض صحابہ کرام کو بوجہ صغر سنی
[illegible] اسامہ بن زید۔ ابن عمر۔ زید بن ثابت۔ براء بن عازب۔ عمرو بن حزم۔ اسید بن
[illegible] ابو سعید خدری۔ عرابہ بن اوس۔ زید بن ارقم۔ سعد بن عقیب۔ سعد بن حبتہ۔ زید بن
[illegible] جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم واپس ہوئے۔ حضرت سمرہ بن جندب اور رافع بن
[illegible] پندرہ سال کے تھے پہلے روک دیئے گئے۔ پھر عرض کیا گیا۔ کہ یا رسول اللہ! رافع
[illegible] اس لئے وہ بھی رکھ لئے گئے۔ پھر سمرہ کی نسبت کہا گیا۔ کہ وہ کشتی میں رافع کو
[illegible] طرح حضرت سمرہ بھی رکھ لئے گئے۔ رات یہیں بسر ہوئی۔ دوسرے روز باغ شوط
[illegible] اور احد کے درمیان ہے۔ فجر کے وقت پہنچے اور نماز باجماعت ادا کی گئی۔ اسی جگہ ابن ابی
[illegible] لے کر لشکر اسلام سے علیحدہ ہو گیا۔ اور یہ کہہ کر مدینہ کو چلا آیا کہ 'حضرت نے
[illegible] مانا۔ پھر ہم کس لئے یہاں جان دیں۔' جب یہ منافقین واپس ہوئے۔ تو صحابہ
[illegible] گروہ نے کہا۔ کہ ہم ان سے قتال کرتے ہیں۔ اور دوسرے گروہ نے کہا کہ ہم قتال
[illegible] کیونکہ یہ مسلمان ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:۔

[illegible] الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ
[illegible] يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا۔ (نساء۔ ع ۱۲)

[illegible] کیا ہے واسطے تمہارے بیچ منافقوں کے دو فرقے ہو رہے ہو۔ اور اللہ نے الٹا کیا ان
[illegible] کے کہ کمایا انہوں نے۔ کیا ارادہ کرتے ہو تم یہ کہ راہ پر لاؤ جس کو گمراہ کیا اللہ
[illegible] کو گمراہ کرے اللہ پس ہرگز نہ پاوے گا تو واسطے اس کے راہ۔

[illegible] ابن ابی کا قول سن کر خزرج میں سے بنو سلمہ اور اوس میں سے بنو حارثہ نے دل میں لوٹنے
[illegible] مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو بچا لیا۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے:۔

[illegible] طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔
[illegible reference]

[illegible] قصد کیا دو فریقوں نے تم میں سے یہ کہ نامردی کریں اور دوستدار تھا ان کا اللہ اور
[illegible] چاہیے کہ توکل کریں ایمان والے۔

اب حضور کے ساتھ سات سو آدمی اور دو گھوڑے رہ گئے۔ آپ نے ابو خیثمہ انصاری
[illegible] ساتھ لیا۔ تاکہ نزدیک کے راستے سے لے چلے۔ اس طرح حضور حرہ بنی حارثہ اور

ان کے اموال کے پاس سے گزرتے ہوئے مربع بن قیظی منافق کے باغ کے پاس پہنچے وہ نابینا
اس نے جب لشکر اسلام کی آہٹ سنی تو ان پر خاک پھینکنے لگا۔ اور حضور سے کہنے لگا کہ اگر تو اللہ
رسول ہے تو میں تجھے اپنے باغ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتا۔ یہ سن کر صحابہ کرام ا
قتل کرنے دوڑے۔ حضور نے فرمایا۔ کہ اسے قتل نہ کرو۔ یہ آنکھ کا اندھا دل کا بھی اندھا ہے۔
حضور کے منع کرنے سے پہلے ہی سعد بن زید اشہلی نے اس پر کمان ماری اور سر توڑ دیا۔ یہاں
روانہ ہو کر لشکر اسلام نصف شوال یوم شنبہ کو کوہ احد کی شعب (درہ) میں کرانہ وادی میں پہاڑ
طرف اترا۔ حضور نے صف آرائی کے لئے پہاڑ کو پس پشت اور کوہ عینین کو جو وادی قنات میں
اپنی بائیں طرف رکھا۔ کوہ عینین میں ایک شگاف یا درہ تھا۔ جس میں دشمن عقب سے مسلمانوں
حملہ آور ہو سکتا تھا۔ اس لئے آپ نے اس درے پر اپنے پچاس پیدل تیر انداز مقرر کئے۔
حضرت عبداللہ بن جبیر کو ان کا سردار بنایا۔ اور یوں ہدایت کی۔ 'اگر تم دیکھو کہ پرندے ہم کو اچک
لے گئے ہیں۔ تو اپنی جگہ کو نہ چھوڑو یہاں تک کہ میں تمہارے پاس کسی کو بھیجوں۔ اور اگر تم دیکھو
کہ ہم نے دشمن کو شکست دی ہے اور مار کر پامال کر دیا ہے۔ تو بھی ایسا ہی کرنا۔' (۱۱۲)

مشرکین نے بھی جو عینین میں وادی قناۃ کے مدینہ کی طرف کے کنارے
شورستان میں اترے ہوئے تھے۔ صفیں آراستہ کیں۔ چنانچہ انہوں نے سواروں کے میمنہ پر خالد
بن ولید کو۔ میسرہ پر عکرمہ بن ابی جہل کو۔ پیدلوں پر صفوان بن امیہ کو۔ اور تیر اندازوں پر جو تعداد
میں ایک سو تھے 'عبداللہ بن ابی ربیعہ کو مقرر کیا۔ اور جھنڈا طلحہ بن ابی طلحہ کو دیا جب آنحضرت ﷺ
نے دیکھا۔ کہ مشرکین کا جھنڈا ابو عبدالدار کے پاس ہے۔ تو آپ نے لشکر اسلام کا جھنڈا حضرت
مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار کو دیا۔ اور میمنہ پر حضرت زبیر بن عوام اور میسرہ
پر حضرت منذر بن عامر کو مقرر فرمایا۔

مشرکین میں سب سے پہلے جو لڑائی کے لئے نکلا۔ وہ ابو عامر انصاری اوسی تھا۔ اس کو
راہب کہا کرتے تھے۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے اس کا نام فاسق رکھا۔ زمانہ جاہلیت میں وہ قبیلہ اوس کا
سردار تھا۔ جب آنحضرت ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ میں تشریف لے گئے۔ تو وہ آپ کی مخالفت
کرنے لگا۔ اور مدینہ سے نکل کر مکہ میں چلا آیا۔ اس نے قریش کو آپ سے لڑنے پر آمادہ کیا۔ اور کہا
کہ میری قوم جب مجھے دیکھے گی تو میرے ساتھ ہو جائے گی۔ اس لئے اس نے پکار کر کہا۔ 'اے
گروہ اوس! میں ابو عامر ہوں۔' اوس نے جواب دیا۔ 'اے فاسق! تیری مراد پوری نہ ہو۔' فاسق
نام سن کر کہنے لگا۔ کہ میری قوم میرے بعد بگڑ گئی ہے۔ اس کے ساتھ غلامان قریش کی ایک
جماعت تھی۔ وہ مسلمانوں پر تیر پھینکنے لگے۔ مسلمان بھی ان پر سنگباری کرنے لگے۔ یہاں تک کہ



ابو عامر اور اس کے ساتھی بھاگ گئے۔

مشرکین کا علم بردار طلحہ صف سے نکل کر پکارا۔ 'مسلمانو تم سمجھتے ہو کہ ہم میں سے جو
تمہارے ہاتھوں مر جاتا ہے۔ وہ جلد دوزخ میں پہنچ جاتا ہے۔ اور تم میں جو ہمارے ہاتھوں مر جاتا
ہے۔ وہ جلد بہشت میں پہنچ جاتا ہے۔ کیا تم میں کوئی ہے۔ جس کو میں جلد بہشت میں پہنچا دوں۔ یا وہ
مجھے جلد دوزخ میں پہنچا دے۔' حضرت علی ابن ابی طالب نکلے اور طلحہ کے سر پر ایسی تلوار ماری کہ
کھوپڑی پھاڑ دی اور وہ گر پڑا۔ حضور اقدس ﷺ کبش الکتیبہ کے مارے جانے پر خوش ہوئے آپ
نے تکبیر کہی۔ مسلمانوں نے بھی آپ کا اقتداء کیا۔ طلحہ کے بعد اس کے بھائی عثمان بن ابی طلحہ نے
جھنڈا ہاتھ میں لیا۔ اس کے پیچھے عورتیں اشعار پڑھتی آتی تھیں۔ اور وہ ان کے آگے یہ رجز پڑھتا
تھا۔

اِنَّ عَلٰی اَھْلِ اللِّوَآءِ حَقًّا اَنْ تُخْضَبَ الصَّعْدَۃُ اَوْ تَنْدَقَّا۔

بیشک علم برداروں پر واجب ہے کہ نیزہ خون سے سرخ ہو جائے یا ٹوٹ جائے۔

حضرت حمزہ بن عبدالمطلب مقابلے کے لئے نکلے۔ اور عثمان کے دوشانوں کے درمیان
اس زور سے تلوار ماری کہ ایک بازو اور شانے کو کاٹ کر سرین تک جا پہنچی۔ حضرت حمزہ واپس آئے
اور زبان پر یہ الفاظ تھے:۔ انا ابن ساقی الحجیج۔ میں ساقی حجاج (عبدالمطلب) کا بیٹا ہوں۔

اب میدان کارزار گرم ہوا۔ آنحضرت ﷺ کے دست مبارک میں ایک تلوار تھی۔
آپ نے فرمایا۔ کون ہے جو اس تلوار کو لے کر اس کا حق ادا کرے۔ یہ سن کر کئی شخص آپ کی
طرف بڑھے مگر آپ نے وہ تلوار کسی کو نہ دی۔ ابو دجانہ (سماک بن خرشہ انصاری) نے اٹھ کے
عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اس کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ کہ اس کا حق یہ ہے کہ تو اس کو دشمن پر
مارے یہاں تک کہ ٹیڑھی ہو جائے۔ ابو دجانہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں اس کو اس کے حق
کے ساتھ لیتا ہوں۔ حضور نے ابو دجانہ کو عنایت فرمائی۔ ابو دجانہ مشہور پہلوان تھے۔ اور لڑائی میں
اکڑ کر چلا کرتے تھے۔ جب سرخ رومال سر پر باندھ لیتے تو لوگ سمجھ جاتے تھے۔ کہ لڑیں گے۔
انہوں نے تلوار لے کر حسب عادت سر پر سرخ رومال باندھا اور اکڑتے تنتے نکلے۔ یہ دیکھ کر حضور
اقدس ﷺ نے فرمایا کہ 'یہ چال خدا کو ناپسند ہے۔' حضرت ابو دجانہ صفوں کو چیرتے اور لاشوں پر
لاشے گراتے دامن کوہ میں مشرکین کی عورتوں تک جا پہنچے۔ جو بغرض ترغیب دف پر اشعار ذیل گا
رہی تھیں۔

نحن بنات الطارق — نمشی علی النمارق
ان تقبلوا نعانق — او تدبروا انفارق

ہم (علو وشرف میں) پروین ستارے ہیں ہم قالینوں پر چلنے والیاں ہیں اگر تم آگے
گے تو ہم تم سے گلے ملیں گی پیچھے ہٹو گے تو ہم تم سے جدا ہو جائیں گی۔

حضرت ابودجانہ نے تلوار اٹھائی کہ ہند بنت عتبہ کے سر پر ماریں۔ پھر بدیں خیال
گئے کہ یہ سزاوار نہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ کی تلوار ایک عورت پر ماری جائے۔

حضرت ابودجانہ کی طرح حضرت حمزہ و حضرت علی وغیرہ بھی دشمنوں میں جا گھسے
صفوں کی صفیں صاف کر دیں۔ حضرت امیر حمزہ کو آخر کار وحشی نے جو بعد میں ایمان لائے۔
کر دیا۔ وحشی اپنا قصہ یوں بیان کرتے ہیں۔ 'حمزہ نے طعیمہ بن عدی بن الخیار کو بدر میں قتل کر دیا
اس لئے میرے آقا جبیر بن مطعم نے کہا۔ اگر تو حمزہ کو میرے چچا کے بدلے قتل کر دے تو آزاد
جائے گا۔ جب سال عینین میں (عینین احد کے مقابل ایک پہاڑ ہے۔ اور دونوں کے درمیان ایک
وادی ہے) لوگ نکلے۔ تو میں لوگوں کے ساتھ لڑائی کے لئے نکلا۔ جب لڑائی کے لئے صف
ہوئے۔ تو سباع (بن عبدالعزیٰ) نکلا اور کہا۔ کیا کوئی مبارز ہے؟ یہ سن کر حمزہ بن عبدالمطلب
کی طرف نکلے اور یوں خطاب کیا۔ اے سباع! اے عورتوں کے ختنہ کرنے والی ام انمار کے بیٹے
تو خدا اور رسول کے ساتھ جنگ کرتا ہے؟ یہ کہہ کر حمزہ نے اس پر حملہ کیا۔ پس وہ کل گزشتہ کی
طرح ہو گیا۔ میں ایک پتھر کے نیچے حمزہ کی تاک میں تھا۔ جب حمزہ مجھ سے نزدیک ہوا۔ میں
اپنا حربہ اس پر مارا وہ اس کی ناف و عانہ کے درمیان لگا۔ یہاں تک کہ اس کی دورانوں میں سے
گیا۔ اور یہ اس کا آخر امر تھا۔ جب لوگ واپس آئے میں ان کے ساتھ واپس آیا۔ اور مکہ میں
یہاں تک کہ اس میں اسلام پھیل گیا۔ پھر (فتح کے بعد) طائف کی طرف بھاگ گیا۔ جب اہل
طائف نے رسول اللہ ﷺ کی طرف اپنے قاصد بھیجے تو مجھ سے کہا گیا۔ کہ حضرت قاصدوں
تکلیف نہیں دیتے۔ اس لئے میں قاصدوں کے ساتھ نکلا۔ اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں
حاضر ہوا۔ جب آپ نے مجھے دیکھا تو پوچھا۔ کیا تو وحشی ہے؟ میں نے کہا۔ ہاں۔ آپ نے دریافت
فرمایا۔ کیا تو نے حمزہ کو قتل کیا؟ میں نے کہا۔ ایسا ہی وقوع میں آیا ہے جیسا کہ آپ کو خبر پہنچی ہے۔
آپ نے فرمایا۔ تو میرے سامنے نہ آیا کر۔ پس میں چلا گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا
مسیلمہ کذاب ظاہر ہوا۔ میں نے کہا۔ کہ میں مسیلمہ کی طرف ضرور نکلوں گا۔ شاید میں اسے مار
ڈالوں۔ اور اس طرح سے قتل حمزہ کی مکافات کر دوں۔ اس لئے میں لوگوں کے ساتھ نکلا۔ مسیلمہ
کا حال ہوا جو ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ایک شخص ہے دیوار کے درمیان کھڑا ہوا۔ گویا کہ وہ ایک
ژولیدہ مو خاکستری اونٹ ہے۔ میں نے اس پر اپنا حربہ (۱۱۳) مارا جو اس کے دو پستان کے درمیان
لگا۔ یہاں تک کہ اس کے دونوں شانوں کے درمیان سے پار ہو گیا انصار میں سے ایک شخص اس کی



... اور ان کے سر پر تلوار ماری۔ پس ایک لونڈی نے گھر کی چھت پر (نوحہ کرتے ہوئے)
... امیر المومنین! (۱۱۴) اسے ایک حبشی غلام وحشی نے قتل کر دیا۔'۱۱۵"

حضرت حنظلہ بن ابی عامر انصاری اوسی نے مشرکین کے سپہ سالار ابو سفیان پر حملہ کیا
... ابو سفیان کو قتل کر دیتے۔ مگر شداد بن الاسود نے ان کے وار کو روک لیا۔ اور اپنی
... حضرت حنظلہ کو شہید کر دیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ کہ فرشتے حنظلہ کو غسل دے
... ان کی بیوی سے ان کا حال دریافت کرو۔ بیوی نے کہا۔ کہ شب احد کو ان کی شادی ہوئی
... اٹھے تو غسل کی حاجت تھی۔ غسل کے لئے آدھا سر دھویا تھا۔ کہ دعوت جنگ کی آواز
... پائی۔ فوراً اسی حالت میں وہ شریک جنگ ہو گئے۔ یہ سن کے حضور نے فرمایا۔ کہ اسی سبب
... فرشتے غسل دے رہے ہیں۔ اسی وجہ سے حضرت حنظلہ کو غسیل الملائکہ کہتے ہیں۔
(۱۱۶)

بہادران اسلام نے خوب داد شجاعت دی۔ مشرکین کے پاؤں اکھڑ گئے۔ عثمان بن ابی
... ان کے علمبردار ابو سعید بن ابی طلحہ۔ مسافع بن طلحہ۔ حارث بن طلحہ۔ کلاب بن طلحہ۔
... طلحہ۔ ارطات بن شراحیل۔ شریح بن قارظ اور ابو زید بن عمرو بن عبد مناف یکے بعد
... قتل ہو گئے۔ ان کا جھنڈا زمین پر پڑا رہ گیا کوئی اس کے نزدیک نہ آتا تھا۔ عمرہ بنت علقمہ
... نے اٹھا لیا۔ جس سے ایک حبشی غلام صواب نام نے لے لیا۔ قریش اس کے گرد جمع ہو
... لڑتے صواب کے دونوں بازو کٹ گئے۔ وہ سینے کے بل زمین پر گر پڑا۔ اور جھنڈے کو
... ران کے درمیان دبا لیا۔ اس حالت میں یہ کہتا ہوا مارا گیا۔ کہ میں نے اپنا فرض ادا کر دیا۔
(۱۱۷)

صواب کے بعد کسی کو جھنڈا اٹھانے کی جرات نہ ہوئی۔ مشرکین کو شکست ہوئی۔ وہ
... دف جاتی تھیں۔ اب کپڑے چڑھائے برہنہ ساق پہاڑ پر بھاگی جا رہی تھیں۔ مسلمان
... غارت میں مشغول تھے۔ یہ دیکھ کر عینین پر تیر اندازوں نے آپس میں کہا۔ 'غنیمت! غنیمت!
... اصحاب غالب آگئے ہیں۔ اب تم کیا دیکھتے ہو۔' حضرت عبداللہ بن جبیر نے: 'تمہیں رسول
... ﷺ کا ارشاد یاد دلایا۔ مگر وہ بدیں خیال کہ مشرکین اب واپس نہیں آسکتے اپنی جگہ چھوڑ کر
... میں مشغول ہو گئے۔ اور صرف چند آدمی حضرت عبداللہ کے ساتھ رہ گئے۔ خالد بن ولید اور
... ابی جہل نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر حضرت عبداللہ اور ان کے ساتھیوں پر حملہ کیا
... کو شہید کر دیا۔ پھر درہ کوہ میں سے آکر عقب سے لشکر اسلام پر ٹوٹ پڑے۔ اور ان کی
... کو درہم برہم کر دیا۔ ابلیس لعین نے پکار کر کہا۔ ان محمدا قد قتل معاذ الله۔ (محمد قتل ہو

چکے) مسلمان سراسیمہ بھاگنے لگے۔ اور ان کے تین فرقے ہو گئے۔ فرقہ قلیل بھاگ کر [illegible]
کے قریب پہنچ گئے۔ اور اختتام جنگ تک واپس نہیں آئے۔ ان کے بارے میں یہ آیت نازل [illegible]
ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْکُمْ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ لا اِنَّمَا اسْتَزَلَّھُمُ الشَّیْطٰنُ بِبَعْضِ مَا کَسَبُوْا
وَلَقَدْ عَفَا اللّٰہُ عَنْھُمْ ط اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ۔ (آل عمران۔ ع ۱۶)

تحقیق جو لوگ کہ پیٹھ موڑ گئے تم میں سے اس دن کہ ملیں دو جماعتیں۔ سوائے اس [illegible]
نہیں کہ ڈگا دیا ان کو شیطان نے کچھ ان کے گناہوں کی شامت سے۔ اور تحقیق معاف کیا اللہ [illegible]
سے بیشک اللہ بخشنے والا بردبار ہے۔

دوسرا فرقہ یعنی اکثر صحابہ کرام یہ سن کر کہ رسول اللہ ﷺ قتل ہو گئے حیران ہو گئے
ان میں سے جہاں کوئی تھا وہیں رہ گیا۔ اور اپنی جان بچاتا رہا۔ یا جنگ کرتا رہا۔ تیسرا فرقہ جو بارہ یا [illegible]
اوپر صحابہ تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ثابت رہا۔

فتح کے بعد مسلمانوں کو جو شکست ہوئی۔ اس کی وجہ آنحضرت ﷺ کے ارشاد کی خلاف
ورزی تھی۔ جیسا کہ آیات ذیل سے ثابت ہے:۔

وَلَقَدْ صَدَقَکُمُ اللّٰہُ وَعْدَہٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَھُمْ بِاِذْنِہٖ ج حَتّٰٓی اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ
وَعَصَیْتُمْ مِّنْ م بَعْدِ مَآ اَرٰکُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ط مِنْکُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الدُّنْیَا وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الْاٰخِرَۃَ
ثُمَّ صَرَفَکُمْ عَنْھُمْ لِیَبْتَلِیَکُمْ ج وَلَقَدْ عَفَا عَنْکُمْ ط وَاللّٰہُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ ۔
تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓی اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ یَدْعُوْکُمْ فِیْٓ اُخْرٰکُمْ فَاَثَابَکُمْ غَمًّا م بِغَمٍّ لِّکَیْلَا
تَحْزَنُوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ وَلَا مَآ اَصَابَکُمْ ط وَاللّٰہُ خَبِیْرٌ م بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۔ (آل عمران۔ ع ۱۶)

اور البتہ تحقیق سچا کیا ہے تم سے اللہ نے وعدہ اپنا جس وقت کاٹتے تھے تم ان کو اس کے
حکم سے یہاں تک کہ جب نامردی کی تم نے اور جھگڑا کیا تم نے اپنے کام میں اور نافرمانی کی تم نے بعد
اس کے کہ دکھلایا تم کو جو چاہتے تھے تم۔ بعض تم میں سے وہ تھا کہ ارادہ کرتا تھا دنیا کا اور بعض تم میں
سے وہ تھا کہ ارادہ کرتا تھا آخرت کا۔ پھر پھیر دیا تم کو ان سے تاکہ آزمادے تم کو اور البتہ تحقیق
معاف کیا تم سے اور اللہ صاحب فضل کا ہے ایمان والوں پر جس وقت چڑھے جاتے تھے تم شہر کو اور
پیچھے نہ دیکھتے تھے کسی کو اور رسول پکارتا تھا تم کو پچھاڑی میں پس دوبارہ دیا تم کو غم کے ساتھ تاکہ تم
غم نہ کھاؤ اس چیز کا جو چوک گئی تم سے اور جو نہ پہنچی تم کو اور اللہ کو خبر ہے اس چیز کی کہ کرتے ہو
تم۔

آنحضرت ﷺ کی شہادت کی آواز نے بڑے بڑے بہادروں کو بدحواس کر رکھا تھا [illegible]



[illegible] انس بن مالک کا بیان ہے۔ کہ میرے چچا حضرت انس بن نضر جنگ بدر میں حاضر نہ تھے۔ وہ
[illegible] کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے۔ یارسول اللہ میں پہلے قتال میں کہ
[illegible] شریف مشرکین سے کیا ہے۔ حاضر نہ تھا۔ اگر خدا مجھے مشرکین کے قتال میں حاضر
[illegible] دیکھے گا۔ کہ میں کیا کرتا ہوں۔ جب احد کا دن آیا اور مسلمانوں نے شکست کھائی تو کہا۔ یا
[illegible] چاہتا ہوں تیرے آگے اس سے جو ان لوگوں نے کیا۔ یعنی اصحاب کرام نے۔ اور بیزار
[illegible] آگے اس سے جو ان لوگوں نے کیا یعنی مشرکوں نے۔ پھر لڑائی کے لئے آئے۔
[illegible] سعد بن معاذ ان کو ملے۔ ابن نضر نے کہا۔ سعد! میں بہشت چاہتا ہوں اور نضر کے رب کی
[illegible] میں احد کی طرف سے اس کی خوشبو پاتا ہوں۔ سعد نے کہا۔ یارسول اللہ میں نہ کر سکا جو ابن
[illegible] کیا۔ انس بن مالک کا قول ہے۔ کہ ہم نے ابن نضر پر اسی سے کچھ اوپر تلوار نیزہ تیر کے زخم
[illegible] اور وہ شہید تھے۔ مشرکین نے ان کو مثلہ کر دیا تھا ان کو فقط ان کی بہن نے انگلیوں کے پوروں
[illegible] راوی کا بیان ہے۔ کہ ہم گمان کرتے تھے کہ آیت ذیل میں ابن نضر اور اس کی مثال
[illegible] کے حق میں نازل ہوئی (۱۱۹) ہے۔

مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاھَدُوا اللّٰہَ عَلَیْہِ ج فَمِنْھُمْ مَّنْ قَضٰی نَحْبَہٗ وَمِنْھُمْ مَّنْ
[illegible] وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا۔ (احزاب۔ رکوع ۳)

مسلمانوں میں سے وہ مرد ہیں کہ سچ کر دکھایا انہوں نے اس چیز کو کہ عہد باندھا تھا اللہ
[illegible] پس بعض ان میں سے وہ ہے کہ پورا کر چکا کام اپنا اور بعض ان میں سے وہ ہے کہ انتظار
[illegible] اور نہیں بدل ڈالا انہوں نے کچھ بدل ڈالنا۔

ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن نضر نے راستے میں مہاجرین و انصار کی ایک
[illegible] کو دیکھا۔ جس میں حضرت عمر فاروق و طلحہ بن عبید اللہ بھی تھے۔ وہ مایوس ہو کر بیٹھ رہے
[illegible] ابن نضر نے ان سے پوچھا۔ کہ کیوں بیٹھ رہے ہو! انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ
[illegible] چکے ہیں۔ ابن نضر نے کہا۔ کہ حضور کے بعد تم زندہ رہ کر کیا کرو گے۔ تم بھی اسی طرح
[illegible] شہید ہو جاؤ۔ پھر ابن نضر نے جنگ کی اور شہید ہو گئے۔ (۱۲۰)

حضرت ابن نضر کی طرح ثابت بن وحداح آئے اور انصار سے یوں خطاب کیا۔ "اے
[illegible] انصار۔ اگر حضرت محمد ﷺ شہید ہو چکے۔ تو اللہ تو زندہ ہے مرتا نہیں۔ تم اپنے دین کے لئے
[illegible] کے انہوں نے چند انصار کے ساتھ خالد بن ولید کی فوج پر حملہ کیا۔ مگر خالد بن ولید
[illegible] ان کو شہید (۱۲۱) کر دیا۔

آنحضرت ﷺ کے قتل کی افواہ اور مسلمانوں کی نظروں سے غائب ہونے کے بعد

سب سے پہلے حضرت کعب بن مالک انصاری نے حضور کو پہچانا سر مبارک پر مغفر تھا جس کے نیچے سے آپ کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ حضرت کعب نے زور سے پکار کر کہا۔ "مسلمانو! تم کو بشارت ہو۔ رسول ﷺ یہ ہیں۔" یہ سن کر ایک جماعت حاضر خدمت ہوئی۔ اور آپ ﷺ حضرت ابوبکر صدیق' عمر فاروق علی مرتضٰی' طلحہ بن عبید اللہ' زبیر بن العوام اور حارث بن صمہ وغیرہ کے ساتھ شعب کی طرف متوجہ ہوئے۔ تاکہ اپنے باقی اصحاب کا حال دیکھیں۔ اب کفار نے بھی سب طرف سے ہٹ کر اسی رخ پر زور دیا۔ وہ بار بار ہجوم کر کے حملہ آور ہوتے تھے۔ ایک دفعہ ہجوم ہوا تو حضور نے فرمایا۔ "کون مجھ پر جان دیتا ہے۔" حضرت زیاد بن سکن پانچ یا سات انصاری ساتھ لے کر حاضر ہوئے جنھوں نے یکے بعد دیگرے جانبازی سے لڑ کر جانیں فدا کر دیں۔ عتبہ بن ابی وقاص نے پتھر مار کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دانت مبارک (رباعیہ یمنی سفلی) شہید کر دیا۔ (۱۲۲) اور نیچے کا ہونٹ زخمی کر دیا۔ ابن قمہ لعین نے چہرہ مبارک ایسا زخمی کیا۔ کہ خود کے دو حلقے رخسار مبارک میں گھس گئے۔ اور آپ ان گڑھوں میں سے ایک گڑھے میں گر پڑے۔ جو ابو عامر فاسق نے بد غرض کھودے تھے۔ کہ مسلمان بے علمی میں ان میں گر پڑیں۔ اس حالت میں حضور فرما رہے تھے۔ کیف یفلح قوم شجوا نبیھم ۔(وہ قوم کیا فلاح پا سکتی ہے جس نے اپنے پیغمبر کو زخمی کر دیا۔) اس پر یہ آیت نازل ہوئی:۔

لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْھِمْ اَوْ یُعَذِّبَھُمْ فَاِنَّھُمْ ظٰلِمُوْنَ۔

(آل عمران۔ ع ۱۳)

تیرا اختیار کچھ نہیں یا ان کو توبہ دیوے یا ان کو عذاب کرے کہ وہ ناحق پر ہیں۔

حضرت علی مرتضٰی نے حضور کا ہاتھ مبارک پکڑا۔ اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے آپ کو اٹھایا۔ یہاں تک کہ آپ سیدھے کھڑے ہو گئے۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراح نے اپنے دانتوں سے خود کا ایک حلقہ نکالا۔ تو ان کا ایک سامنے کا دانت گر پڑا۔ دوسرا حلقہ نکالا۔ تو دوسرا نکل گیا۔ حضرت ابو سعید خدری کے والد مالک بن سنان نے حضور کا خون چوس کر پی لیا۔ حضور خود بھی کپڑے سے اپنے چہرے کا خون پونچھ رہے تھے۔ کہ مبادا زمین پر گر پڑے تو عذاب نازل ہو۔ اور یوں فرما رہے تھے۔ اللھم اغفر لقومی فانھم لا یعلمون ۔(اے اللہ! میری قوم کو بخش دے۔ کیونکہ وہ نہیں جانتے)۔

اس موقع پر بعض اصحاب نے جانبازی کی خوب داد دی۔ چنانچہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ اس کثرت سے رسول اللہ ﷺ پر سے تیر روکے کہ ہاتھ بیکار ہو گیا۔ حضرت ابو دجانہ حضور کے آگے ڈھال بنے کھڑے تھے۔ ان کی پشت پر تیر لگ رہے تھے۔ مگر



آپ اکثر رسول اللہ ﷺ پر جھکے ہوئے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص بھی حضور انور کی مدافعت میں تیر چلا رہے تھے اور کہہ رہے تھے آپ پر میرے ماں باپ قربان۔ حضور خود ان کو اپنے ترکش سے تیر دیتے تھے اور فرماتے تھے "پھینکتے جاؤ۔" حضرت ابو طلحہ انصاری بڑے تیر انداز تھے۔ انہوں نے اس قدر تیر برسائے۔ کہ دو تین کمانیں ٹوٹ ٹوٹ کر ان کے ہاتھ میں رہ گئیں۔ وہ حضور انور پر چمڑے کی ڈھال کی اوٹ بنائے کھڑے تھے۔ حضور کبھی گردن اٹھا کر دشمنوں کی طرف دیکھتے۔ تو ابو طلحہ عرض کرتے۔ "آپ پر میرے ماں باپ قربان! گردن اٹھا کر نہ دیکھئے ایسا نہ ہو کہ کوئی تیر لگ جائے۔ یہ میرا سینہ آپ کے سینے کے لئے ڈھال ہے۔" حضرت شماس بن عثمان قرشی بھی تلوار کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے مدافعت کر رہے تھے۔ دائیں بائیں جس طرف سے حملہ آتا تھا۔ وہ ڈھال کی طرح آپ کو بچا رہے تھے۔ یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ ابھی رمق حیات باقی تھا کہ ان کو اٹھا کر مدینے میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس لے گئے۔ وہاں ایک دن زندہ رہ کر وفات پائی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ اس دن ڈھال کے سوا مجھے کوئی ایسی چیز نہیں ملی کہ جس سے شماس کو تشبیہ دوں۔ اسی طرح سہل بن حنیف انصاری اوسی تیروں کے ساتھ مدافعت کر رہے تھے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے تھے۔ "سہل کو تیر دو" حضرت قتادہ بن نعمان انصاری حضور اقدس ﷺ کے چہرے مبارک کو بچانے کے لئے اپنا چہرہ سامنے کئے ہوئے تھے۔ آخر کار ایک تیر ان کی آنکھ میں ایسا لگا کہ ڈیلا رخسار پر آگرا۔ حضور نے اپنے دست مبارک سے اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ اور یوں دعا فرمائی۔ خدایا! تو قتادہ کو بچا۔ جیسا کہ اس نے تیرے نبی کے چہرے کو بچایا ہے۔ پس وہ آنکھ دوسری آنکھ سے بھی تیز اور خوبصورت ہو گئی۔

اثنائے جنگ میں مشرکین کی عورتیں شہدائے عظام کو مثلہ کرنے میں مشغول تھیں۔ ابو سفیان کی بیٹی ہندہ نے اپنے پاؤں کے کڑے' بالیاں اور ہار حضرت امیر حمزہ کے قاتل وحشی کو دے دیئے۔ اور خود شہداء کے کانوں اور ناکوں سے اپنے واسطے کڑے بالیاں اور ہار بنائے اور حضرت حمزہ کے جگر کو پھاڑ کر چبایا۔ نگل نہ سکی۔ تو پھینک دیا۔ (۱۲۳)

حضرت مصعب بن عمیر علمبردار لشکر السلام نے بھی آقائے نامدار ﷺ پر جان فدا کر دی۔ جب ابن قمیہ لعین حضور کے قتل کے ارادے سے حملہ آور ہوا۔ تو حضرت مصعب نے مدافعت کی۔ مگر شہید ہو گئے۔ حضرت محمد بن شرجیل عبدری روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت مصعب کا داہنا ہاتھ کٹ گیا۔ تو انہوں نے جھنڈا بائیں ہاتھ میں لے لیا۔ اور وہ کہہ رہے تھے وما محمد الا رسول (الآیہ) پھر بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا۔ تو جھک کر جھنڈے کو دونوں بازوؤں کے ساتھ سینہ سے لگا لیا۔ اور آیت مذکورہ زبان پر تھی۔ راوی کا قول ہے۔ کہ یہ آیت بعد میں نازل

ہوئی۔ مگر اس دن اللہ تعالیٰ نے جواب قول قائل قد قتل محمد ان کی زبان پر جاری کر دی
(۱۲۴) حضرت مصعب کے بعد اسلامی جھنڈا حضرت علی المرتضیٰ کو دیا گیا جب رسول ﷺ
پر چڑھے۔ تو ابی بن خلف سامنے آکر کہنے لگا۔ "اے محمد! اگر تم بچ گئے۔ تو میں نہ بچوں گا۔"
کرام نے عرض کیا۔ اگر اجازت ہو تو ہم میں سے ایک اس کا فیصلہ کر دے۔ حضور نے اجا
دی۔ اور بذات شریف حضرت حارثہ بن صمہ سے نیزہ لے کر اس کی گردن پر مارا۔ جس
خراش آئی۔ اور لہو نہ نکلا۔ ابی مذکور مکہ میں حضور سے کہا کرتا تھا۔ کہ میرے پاس ایک گھوڑا
جسے میں ہر روز آٹھ یا دس سیر پختہ ذرہ (جوار) کھلاتا ہوں۔ اس پر سوار ہو کر آپ کو قتل کروں
آپ فرماتے۔ بلکہ میں ان شاء اللہ تم کو قتل کروں گا۔ جب وہ قریش میں واپس گیا تو کہنے لگا۔ اللہ
قسم مجھے محمد نے قتل کر دیا۔ وہ کہنے لگے۔ تو بے دل ہو گیا ہے۔ اس خراش کا کچھ ڈر نہیں۔ اس
کہا کہ مکہ میں مجھ سے محمد نے کہا تھا کہ میں تجھے قتل کروں گا۔ سو اللہ کی قسم اگر وہ مجھ پر
تھوک دے تو میں مر جاؤں گا۔ چنانچہ قریش اس دشمن خدا کو مکہ کی طرف لے جا رہے تھے
راستے میں مقام سرف میں مر گیا۔ (۱۲۵)

جب رسول ﷺ شعب کے دہانے پر پہنچے۔ تو حضرت علی المرتضیٰ مہراس (کنڈ)
اپنی ڈھال پانی سے بھر لائے۔ تاکہ حضور پئیں۔ مگر آپ نے اس میں بو پائی اور نہ پیا۔ حضرت
نے اس سے حضور کے چہرے سے خون دھویا۔ اور سر مبارک پر گرایا۔ اس وقت حضور نے فر
اشتد غضب اللہ علی من دمّیٰ وجہ نبیہ۔

مشرکین اب تک تعاقب میں تھے۔ چنانچہ جب آپ اصحاب مذکورہ بالا کے سا
شعب میں تھے تو ان کے سواروں کا ایک دستہ بسر کردگی خالد بن ولید پہاڑ پر چڑھا۔ آپ نے
فرمائی۔ کہ خدایا! یہ ہم پر غالب نہ آئیں۔ پس حضرت عمر فاروق اور مہاجرین کی ایک جماعت
قتال کیا۔ یہاں تک کہ ان کو پہاڑ سے اتار دیا۔ یہاں رسول اللہ ﷺ ایک چٹان پر چڑھنے لگے
ناتوانی اور دوہری زرہ کے سبب سے نہ چڑھ سکے۔ یہ دیکھ کر حضرت طلحہ آپ کے نیچے بیٹھ گئے
آپ ان کی پشت پر سے چڑھ گئے۔ اس وقت حضور نے فرمایا اوجب طلحہ (یعنی حضرت
نے وہ کام کیا کہ جس سے وہ بہشت کے مستحق ہو گئے) اس روز زخموں کی وجہ سے حضور نے
ظہر بیٹھ کر ادا کی اور مقتدیوں نے بھی بیٹھ کر پڑھی۔

جب ابو سفیان نے میدان سے واپس ہونے کا ارادہ کیا۔ تو سامنے کی ایک پہاڑی پر چ
کر پکارا۔ کیا تم میں محمد ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا۔ کہ اس کا جواب نہ دو۔ وہ پھر پکارا کیا تم میں ا
ابی قحافہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس کا جواب نہ دو۔ اس نے پھر پکار کر کہا۔ کیا تم میں ابن الخطا



... ملا تو کہنے لگا۔ کہ یہ سب مارے گئے۔ کیونکہ اگر زندہ ہوتے تو ضرور جواب
... سے رہا نہ گیا۔ بول اٹھے۔ "او دشمن خدا! تو نے جھوٹ کہا۔ وہ سب زندہ ہیں۔
... واسطے وہ باقی رکھا ہے۔ جو تجھے غمگین کرے گا۔ (فتح کے دن)۔ ابو سفیان بولا۔

اُعْلُ هُبَل
اے ہبل تو اونچا رہ
صحابہ کرام نے حسب ارشاد حضور جواب دیا
اَللّٰهُ اَعْلٰى وَاَجَلُّ
اللہ اونچا اور بڑا ہے۔
ابو سفیان نے کہا
لَنَا الْعُزّٰى وَلَا عُزّٰى لَكُمْ
ہمارے پاس عزیٰ ہے اور تمہارے پاس عزیٰ نہیں صحابہ کرام نے حسب ارشاد نبوی
... جواب دیا۔

اَللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰى لَكُمْ
اللہ ہمارا ناصر و مددگار ہے اور تمہارا کوئی ناصر نہیں۔

ابو سفیان نے کہا۔ آج کا دن بدر کے دن کا جواب ہے۔ لڑائی میں کبھی جیت، کبھی ہار ہوتی
... اپنی قوم میں ناک کان کٹے پاؤ گے۔ میں نے اپنی فوج کو یہ حکم نہیں دیا۔ مگر اس پر کچھ رنج
... ہوا۔ (۱۲۶) اس کے بعد ابو سفیان یہ کہہ کر واپس ہوا۔ کہ ہمارا اور تمہارا مقابلہ آئندہ سال
... میں ہوگا۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت عمر سے فرمادیا۔ کہ کہہ دیجئے ہاں بدر ہمارا اور تمہارا
... اس طرح جب مشرکین مکہ کو لوٹے۔ تو صحابہ کرام کو خدشہ ہوا کہ مبادا وہ مدینہ کا قصد
... اس لئے حضور انور نے علی المرتضیٰ کو دریافت حال کے لئے بھیجا۔ اور فرمادیا۔ کہ اگر وہ
... سوار ہوں۔ اور گھوڑوں کو پہلو میں خالی لئے جا رہے ہوں۔ تو سمجھنا کہ وہ مکہ کو جاتے ہیں۔
... کریں تو مدینہ کا قصد رکھتے ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ خبر لائے۔ کہ وہ اونٹوں پر سوار
... کو خالی لے جا رہے ہیں۔ اور مکہ کی طرف متوجہ ہیں۔ سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ
... الرُّعْبَ۔ (آل عمران۔ ع ۱۶) مشرکین کے اسی فرار کی طرف اشارہ ہے۔ جیسا کہ پہلے آ
...

خواتین اسلام نے بھی اس غزوہ میں حصہ لیا۔ چنانچہ عائشہ صدیقہ اور ام سلیم (والدہ
... چڑھائے ہوئے کہ جس سے ان کے پاؤں کی جھانجھیں نظر آتی تھیں۔ مشکیں بھر بھر

کر لاتی تھیں اور مسلمانوں کو پانی پلاتی تھیں۔ جب مشکیں خالی ہو جاتیں۔ تو پھر بھر
پلاتیں۔ حضرت ام سلیطؓ (والدہ حضرت ابو سعید خدری) بھی یہی خدمت بجا لارہی تھیں۔
ام ایمن (رسول اللہ ﷺ کی دایہ) اور حمنہ بنت جحش (ام المومنین زینب کی بہن) پانی پلا
زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ حضرت ام عمارہ اور نسیبہ بنت کعب انصار (زوجہ زید
انصاری مازنی) اپنے شوہر اور دونوں بیٹوں کے ساتھ مشک لے کر نکلیں۔ جب رسول اللہ
ساتھ چند جانباز رہ گئے۔ تو یہ حضور کے پاس پہنچیں۔ اور تیر اور تلوار سے کافروں کو روکتی
جب ابن قمیہ لعین حضور کی طرف بڑھا۔ تو حضرت مصعب بن عمیر اور چند اور مسلمان
ہوئے۔ ان میں ام عمارہ بھی تھیں۔ ابن قمیہ نے ان کے کندھے پر ایسی ضرب لگائی کہ غار پڑ
عمارہ نے بھی کئی وار کئے مگر وہ دشمن خدا دوہری زرہ پہنے ہوئے تھا۔ اس لئے کارگر نہ
حضرت صفیہ (حضرت امیر حمزہ کی بہن) مسلمانوں کی شکست پر احد میں نیزہ ہاتھ میں لئے
اور بھاگنے والوں کے منہ پر مار کر کہتی تھیں۔ کہ تم رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگتے ہو پھر
لاش دیکھ کر بڑے استقلال سے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ اور دعائے مغفرت کی۔

جب مشرکین میدان کارزار سے چلے گئے۔ تو مدینہ کی عورتیں صحابہ کی مدد کو
ان میں حضرت فاطمہ الزہرہ بھی تھیں۔ جب فاطمہ نے حضور اقدس ﷺ کو دیکھا تو خوشی
مارے حضور کے گلے لپٹ گئیں۔ اور آپ کے زخموں کو دھونے لگیں۔ حضرت علی المرتضی
سے پانی گرا رہے تھے۔ جب فاطمہ نے دیکھا کہ پانی سے خون زیادہ نکل رہا ہے تو چٹائی کا ایک
کر لگا دیا۔ جس سے خون بند ہو گیا۔ (۱۲۷) پھر حضور نے فرمایا اشتد غضب اللہ علی قوم
مواوجہ رسولہ پھر تھوڑی دیر بعد فرمایا اللھم اغفر لقومی فانھم لا یعلمون اس کے
آنحضرت ﷺ نے محمد بن مسلمہ کو حضرت سعد بن ربیع کا حال معلوم کرنے کے لئے بھیجا
محمد بن مسلمہ نے حضرت سعد کو مقتولین میں زخمی پایا۔ (ان پر تیر تلوار اور نیزے کے ستر زخم
ان میں فقط رمق حیات باقی تھا۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا۔ کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے
ہے کہ میں دیکھوں کہ تم زندوں میں ہو یا مردوں میں۔ سعد نے دھیمی آواز سے جواب دیا۔ "میں
مردوں میں ہوں۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں میرا اسلام پہنچانا۔ اور عرض کرنا۔ کہ سعد
ربیع آپ سے گزارش کرتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے اچھی سے اچھی جزا دے
اس نے کسی نبی کو ان کی امت کی طرف سے دی ہے اور اپنی قوم کو میرا اسلام پہنچانا۔ اور ان سے
کہ اگر کوئی (دشمن) تمہارے پیغمبر تک (بارادہ قتل) پہنچ جائے۔ اور تم میں سے ایک بھی زندہ ہو
خدا کی بارگاہ میں تمہارا کوئی عذر نہ ہو گا۔" حضرت سعد یہ کہہ کر واصل حق ہو گئے۔ حضرت محمد



حضور کی خدمت میں صورت حال عرض کر دی۔ حضور نے یہ سن کر فرمایا۔ "اللہ اس پر
اس نے حیات و موت میں خدا اور رسول کی خیر خواہی کی۔ "۱۲۸"
اس غزوہ میں مسلمانوں میں سے ستر یا کچھ کم و بیش شہید ہوئے۔ ابن نجار نے ان سب
ہیں۔ جن میں سے چار مہاجرین میں سے اور باقی چھیاسٹھ انصار میں سے ہیں (۱۲۹)۔
آنحضرت ﷺ شہدائے کرام کی لاشوں پر تشریف لے گئے۔ حضرت امیر حمزہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش مبارک کو دیکھ کر فرمایا کہ "ایسا دردناک منظر میری نظر سے کبھی نہیں
حضرت حمزہ آسمانوں میں شیر خدا اور شیر رسول لکھے گئے۔" پھر تمام لاشوں پر نظر ڈالتے
فرمایا۔ (۱۳۰)

انا شَهِيدٌ عَلٰى هٰؤُلَآءِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ میں قیامت کے دن ان کا شفیع ہوں۔
بعد ازاں حکم دیا کہ ان کو دفن کر دیا جائے۔ کپڑے کی قلت کا یہ عالم تھا۔ کہ عموماً دو دو
ملا کر ایک ہی کپڑے میں ایک ہی قبر میں دفن کر دیئے گئے۔ جس کو قرآن زیادہ یاد ہوتا اس
کو مقدم کیا جاتا۔ اور ان شہداء پر اس وقت نماز جنازہ نہ پڑھی گئی۔ بلکہ بے غسل اسی طرح خون میں
ہوئے دفن کر دیئے گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین۔
سید الشہداء امیر حمزہ کو ایک چادر میں دفن کیا گیا۔ مگر چادر کوتاہ تھی۔ اگر منہ ڈھانپتے
تو قدم ننگے رہتے۔ قدموں کو چھپاتے تو منہ ننگا رہتا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ منہ ڈھانپ دو
قدموں پر حرمل ڈال دو' چنانچہ ایسا ہی کیا گیا (۱۳۱)۔
حضرت مصعب بن عمیر جب شہید ہوئے تو ان کے پاس صرف ایک کملی تھی۔ اس
سے سر ڈھانپتے تو پاؤں ننگے رہتے اور پاؤں چھپاتے تو سر ننگا رہتا۔
آنحضرت ﷺ کے ارشاد سے سر کملی سے ڈھانپ دیا گیا۔ اور پاؤں اذخر (۱۳۲) گھاس
سے چھپا دیئے گئے۔

حضرت وہب بن قابوس مزنی اور ان کا بھتیجا حارث بن عتبہ بن قابوس بکریاں چراتے
مدینہ میں آئے۔ جب معلوم ہوا کہ رسول ﷺ غزوہ احد پر تشریف لے گئے تو اسلام لا کر حاضر
خدمت اقدس ہوئے۔ خالد و عکرمہ کے حملہ کے وقت حضرت وہب بڑی بہادری سے لڑے۔
مشرکین کا ایک دستہ آگے بڑھا۔ تو آپ نے تیروں سے ہٹا دیا۔ دوسرا آیا تو اسے تلوار سے بھگا دیا۔
تیسرا آیا تو تلوار سے لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ ان کا بھتیجا بھی اسی طرح لڑ کر شہید ہوا۔ مشرکین
نے حضرت وہب کا بری طرح سے مثلہ کر دیا تھا رسول اللہ ﷺ اگرچہ زخموں سے نڈھال تھے مگر
وہاں لاشوں پر کھڑے رہے اور حضرت وہب رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:-

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْکَ فَاِنِّیْ عَنْکَ رَاضٍ اللہ تجھ سے راضی ہو۔ میں تجھ سے راضی ہوں۔

حضرت وہب کو لحد میں رکھا گیا۔ تو حضور اقدس ﷺ نے ان کا سر ان ہی کی چادر سے چھپا دیا۔ مگر وہ چادر ان کی نصف ساق تک پہنچی۔ اس لئے حضور کے ارشاد سے پاؤں پر حرمل ڈال دی گئی۔ حضرت عمر فاروق اور حضرت سعد بن ابی وقاص تمنا کیا کرتے تھے کہ کاش ہم خدا سے مزنی کے حال میں ملیں (۱۳۳)۔

حضرت عبداللہ بن عمر بن حزام کا جنازہ اٹھایا گیا تو آنحضرت ﷺ نے ایک رونے والی عورت کی آواز سنی اور دریافت فرمایا کہ یہ کون ہے؟ عرض کیا گیا کہ مقتول کی بہن یا پھوپھی فرمایا کہ یہ کیوں روتی ہے یا فرمایا کہ نہ روئے۔ کیونکہ جنازہ اٹھنے تک فرشتے اسے اپنے بازوؤں سے سایہ کرتے رہتے ہیں۔ (۱۳۴) ترمذی (ابو تفسیر القرآن) میں حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ مجھ سے ملے۔ فرمایا کہ تو غمگین کیوں ہے؟ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ میرا باپ احد کے دن شہید ہو گیا اور قرض و عیال چھوڑ گیا۔ آپ نے فرمایا کیا میں تجھے بشارت نہ دوں کہ خدا تیرے باپ سے کس طرح ملا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے کبھی شہدائے احد میں سے کسی سے بے پردہ کلام نہیں کیا۔ مگر تیرے باپ سے روبرو کلام کیا۔ اور کہا مجھ سے مانگ کہ تجھے عطا کروں۔ تیرے باپ نے کہا۔ اے پروردگار۔ تو مجھے حیات دنیوی عطا کر تاکہ میں دوبارہ تیری راہ میں شہید ہو جاؤں۔ رب عزوجل نے کہا میری طرف سے وعدہ ہو چکا ہے کہ وہ (مر کر) دنیا کی طرف نہ لوٹیں گے۔ پس یہ آیت نازل ہوئی۔ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً (۱۳۵) (الآیہ) حضرت عبداللہ بن عمرو بن حزام بھی ایک کملی میں دفن ہوئے تھے پاؤں حرمل سے چھپا دیئے گئے تھے۔

حضرت عبداللہ بن جبیر تیر اندازوں کے امیر تھے۔ جب ان کے ساتھ صرف چند آدمی رہ گئے تو مشرکین نے ان پر حملہ کیا۔ وہ سب شہید ہو گئے۔ مگر اپنی جگہ کو نہ چھوڑا۔ حضرت عبداللہ پہلے دشمنوں پر تیر پھینکتے رہے۔ جب تیر ختم ہو گئے تو نیزہ سے کام لینے لگے۔ جب نیزہ بھی ٹوٹ گیا۔ تو تلوار سے لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ شہید ہو گئے کفار نے آپ کو بری طرح سے مثلہ کر دیا تھا۔ آپ کے بھائی حضرت خوات بن جبیر نے کمانوں سے گڑھا کھود کر آپ کو دفن کر دیا۔ (۱۳۶)

حضرت عمرو بن جموع لنگڑے تھے۔ ان سے کہا گیا۔ کہ آپ معذور ہیں۔ آپ پر جہاد فرض نہیں۔ مگر وہ مسلح ہو کر نکلے اور کہنے لگے کہ مجھے امید ہے کہ میں اسی طرح بہشت میں ٹہلا کروں گا۔ پھر قبلہ رو ہو کر یوں دعا کی۔ "خدایا مجھے شہادت نصیب کر اور اپنے اہل کی طرف محروم



[illegible] احد میں شہید ہو گئے (۱۳۷)۔

اثنائے جنگ میں ایک مسلمان کھڑا ہوا کھجوریں کھا رہا تھا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ سے [illegible] اگر میں مارا گیا۔ تو کہاں ہوں گا؟ آپ نے فرمایا۔ "بہشت میں" یہ سن کر اس نے کھجوریں [illegible] پھینک دیں اور لڑتا ہوا شہید ہو گیا (۱۳۸)۔

شہدائے کرام کی تدفین کے بعد رسول اللہ ﷺ مدینہ کو واپس آئے راستے میں جو [illegible] اپنے اہل و اقارب کا حال دریافت کرتی تھیں۔ حضور بتاتے جاتے تھے۔ آپ بنو دینار کی [illegible] کے برابر سے گزرے۔ جس کا شوہر اور بھائی اور باپ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ لوگوں [illegible] تینوں کی شہادت کی خبر دی۔ تو اس نے کچھ پروا نہ کی اور پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کیسے [illegible] انہوں نے جواب دیا کہ بخیر ہیں۔ کہنے لگی کہ مجھے دکھا دو تاکہ میں آنکھوں سے دیکھ لوں۔ [illegible] اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف اشارہ کر دیا گیا۔ اس نے جب حضور انور [illegible] [illegible] کو دیکھا تو پکار اٹھی (۱۳۹)۔

کُلُّ مُصِیْبَۃٍ بَعْدَکَ جَلَلٌ۔ آپ کے ہوتے ہوئے ہر ایک مصیبت ہیچ ہے۔

جب آنحضرت ﷺ انصار کے محلہ بنی عبدالاشہل میں پہنچے۔ تو ان کی عورتوں کو [illegible] کہ اپنے مقتولین پر رو رہی ہیں۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور زبان مبارک سے [illegible] حمزہ فلا بواکی لہ لیکن حمزہ کیلئے کوئی رونے والیاں نہیں۔

یہ سن کر حضرت سعد بن معاذ ان عورتوں کے پاس گئے اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے [illegible] پر جا کر ماتم کرو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ ہم بھی [illegible] پر ہو گئیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سو گئے اور ہم رو رہی تھیں کہ آپ نے جاگ کر نماز [illegible] پڑھی اور سو گئے۔ پھر جو آنکھ کھلی اور رونے کی آواز سنی تو فرمایا کیا تم اب تک رو رہی ہو۔ یہ فرما کر آپ نے رونے والیوں کو رخصت کیا۔ اور ان کے لئے اور ان کے ازواج و اولاد کے لئے دعائے [illegible] فرمائی۔ جب صبح ہوئی تو آپ نے نوحہ سے منع فرما دیا۔ (۱۴۰)

اس واقعہ سے آٹھ برس کے بعد ایک روز آنحضرت ﷺ اس طرف کو نکلے اور شہدائے [illegible] پر نماز جنازہ پڑھی۔ اس کے بعد آپ نے منبر حیف پر رونق افروز ہو کر یہ خطبہ دیا۔ (۱۴۱)

اِنِّیْ فَرَطٌ لَّکُمْ وَاِنِّیْ وَاللّٰہِ لَاَنْظُرُ اِلٰی حَوْضِی الْاٰنَ وَاِنِّیْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اَوْ مَفَاتِیْحَ الْاَرْضِ وَاِنِّیْ وَاللّٰہِ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ وَلٰکِنْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا فِیْہَا۔

بیشک میں تمہارے واسطے فرط (۱۴۲) (پیش رو) ہوں اللہ کی قسم میں اس وقت اپنے

حوض کو دیکھ رہا ہوں۔ بیشک مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں یا زمین کی کنجیاں عطا کی گئی ہیں۔ خدا کی قسم مجھے یہ ڈر نہیں کہ تم میرے بعد مشرک بن جاؤ گے لیکن یہ ڈر ہے کہ تم دنیا میں پھنس جاؤ۔

# ہجرت کا چوتھا سال

## غزوہ بنی نضیر

یہ غزوہ ماہ ربیع الاول میں ہوا۔ جس کی وجہ نقض عہد سابق تھی۔ بنو عامر کے دو شخص جن کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا عہد تھا مدینہ منورہ سے اپنے اہل کی طرف نکلے۔ راستے میں عمرو بن امیہ ضمری ان سے ملا۔ اسے معلوم نہ تھا کہ وہ رسول اللہ کے جوار میں ہیں۔ اس نے دونوں کو قتل کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے مطالبہ دیت کے لئے بنو نضیر سے مدد مانگی۔ انہوں نے جواب دیا کہ آپ تشریف رکھئے۔ ہم باہم مشورہ کرتے ہیں۔ پس رسول اللہ ﷺ حضرات ابو بکر و عمر و علی وغیرہم کے ساتھ ان کی ایک دیوار تلے بیٹھ گئے۔ یہود نے بجائے مدد دینے کے اس بات پر اتفاق کر لیا کہ بے خبری میں دیوار پر سے آپ پر چکی کا پاٹ پھینک دیں۔ حضرت جبرائیل نے آپ کو اطلاع کر دی۔ آپ فوراً وہاں سے مدینہ منورہ تشریف لائے اور جنگ کے لئے تیار ہو کر ان پر حملہ آور ہوئے۔ بنو قریظہ بھی برسرپیکار تھے۔ آخر کار آپ نے بنو نضیر کو جلاوطن کر دیا۔ بدیں شرط کہ ان کو اجازت دی کہ جو مال وہ اونٹوں پر لے جا سکیں لے جائیں۔ چنانچہ وہ اپنے اموال لے کر خیبر میں اور بعض اذرعات واقع شام میں چلے گئے۔ مگر بنو قریظہ پر آپ نے احسان کیا کہ ان کو امن دے دیا۔

(۱۴۳) جمادی الاولیٰ میں غزوہ ذات الرقاع ہوا۔ رسول اللہ ﷺ بنو محارب اور بنو ثعلبہ کے قصد سے نجد کی طرف نکلے۔ مگر قتال وقوع میں نہ آیا۔ امام بخاری نے اس غزوہ کو غزوہ خیبر کے بعد بتایا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ غزوہ دو دفعہ ہوا ہو۔ صلوٰۃ الخوف سب سے پہلے اسی غزوہ میں پڑھی گئی۔ اس میں غورث بن حارث کا قصہ پیش آیا۔

# ہجرت کا پانچواں سال

## غزوہ دومتہ الجندل

ماہ ربیع الاول میں غزوہ دومتہ الجندل پیش آیا۔ مگر قتال وقوع (۱۴۴) میں نہ آیا۔ شعبان میں غزوہ مریسیع یا غزوہ بنی المصطلق ہوا۔ جس میں بنو المصطلق مغلوب ہوئے۔ قصہ افک یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر منافقوں نے جو تہمت لگائی تھی وہ اسی غزوہ سے واپسی



...ں آیا۔

## غزوہ احزاب

ماہ ذی قعدہ میں غزوہ احزاب یا غزوہ خندق واقع ہوا۔ بنو نضیر جلاوطن ہو کر خیبر میں آ بسے تھے۔ انہوں نے مکہ میں جا کر قریش کو مسلمانوں سے لڑنے پر ابھارا۔ اور دیگر قبائل عرب (غطفان۔ بنو سلیم۔ بنو مرہ۔ اشجع۔ بنو اسد وغیرہ) کو بھی اپنے ساتھ متفق کر لیا۔ بنو قریظہ پہلے شامل نہ تھے۔ مگر حیی بن اخطب نے آخر کار ان کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ غرض قریش و یہود و قبائل عرب دس ہزار کی جمعیت کے ساتھ مدینہ کی طرف بڑھے۔ چونکہ اس غزوہ میں تمام قبائل عرب و یہود شامل تھے۔ اس واسطے اس غزوہ کو غزوہ احزاب (حزب بمعنی طائفہ) کہتے ہیں۔ کفار کی تیاری کی خبر سن کر رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے مشورہ کیا۔ حضرت سلمان فارسی نے عرض کیا۔ کہ کھلے میدان میں لڑنا مصلحت نہیں۔ مدینہ اور دشمن کے درمیان ایک خندق کھود کر مقابلہ کرنا چاہیے۔ سب نے اس رائے کو پسند کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے مستورات اور بچوں کو شہر کے محفوظ قلعوں میں بھیج دیا۔ اور بذات شریف تین ہزار کی جمعیت کے شہر سے نکلے۔ اور سامی طرف میں سلع کی پہاڑی کو پس پشت رکھ کر خندق کھودی۔ اس واسطے اس غزوہ کو غزوہ خندق بھی کہتے ہیں۔ خندق کھودنے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی بغرض ترغیب شامل تھے۔ کفار نے ایک ماہ محاصرہ قائم رکھا۔ وہ خندق کو عبور نہ کر سکتے تھے۔ اس لئے دور سے تیر اور پتھر برساتے تھے۔ ایک روز قریش کے کچھ سوار عمرو بن عبدود وغیرہ ایک جگہ سے جہاں سے اتفاقاً عرض کم رہ گیا تھا۔ خندق کو عبور کر گئے۔ عمرو مذکور نے مبارز طلب کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور تلوار سے اس کا فیصلہ کر دیا۔ یہ دیکھ کر باقی ہمراہی بھاگ گئے۔ آخر کار قریظہ و قریش میں پھوٹ پڑ گئی اور (۱۴۵) باوجود سردی کے موسم کے ایک رات باد صرصر کا ایسا طوفان آیا کہ خیموں کی طنابیں اکھڑ گئیں۔ اور گھوڑے چھوٹ گئے۔ کھانے کے دیگچے چولہوں پر الٹ الٹ جاتے تھے۔ امتداد محاصرہ کے سبب سے سامان رسد بھی ختم ہو چکا تھا۔ اس لئے قریش و دیگر قبائل محاصرہ اٹھانے پر مجبور ہو گئے۔ اور بنو قریظہ اپنے قلعوں میں چلے آئے اس غزوہ میں شدت قتال کے وقت عصر و مغرب اور بقول بعض ظہر بھی قضا ہو گئی تھی۔ شہداء کی تعداد چھ تھی۔ جن میں اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ بھی تھے۔ ان کی رگ اکحل تیر لگنے سے کٹ گئی۔ مسجد میں رفیدہ انصاریہ کا خیمہ تھا جو زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سعد کو علاج کے لئے اسی خیمہ میں بھیج دیا۔ مگر وہ اس زخم سے جانبر نہ ہوئے۔ اور ایک ماہ کے بعد انتقال فرما گئے۔ اس غزوہ میں رسول اللہ ﷺ

سے متعدد معجزے ظہور میں آئے۔

## غزوۂ بنی قریظہ

جب آنحضرت ﷺ غزوہ خندق سے واپس تشریف لائے۔ تو نماز ظہر کے بعد
سے جنگ کا حکم آیا۔ بنو قریظہ نقض عہد کر کے احزاب کے ساتھ مل گئے تھے۔ اس لئے حضر
تین ہزار کی جمعیت کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اور پچیس دن ان کو محاصرہ میں رکھا۔ آخر کار انہو
حضرت سعد بن معاذ کو حکم منظور کر لیا۔ حضرت سعد نے یہ فیصلہ کیا کہ ان کے مرد قتل
جائیں۔ عورتیں اور بچے گرفتار کر لئے جائیں اور ان کا مال و اسباب غنیمت سمجھا جائے۔ اس
آنحضرت ﷺ نے فرمایا:۔

قَضَیْتَ بِحُکْمِ اللّٰہِ۔ تو نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔

(استثناء باب ۲۰ آیت ۱۰)

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ مردوں کی تعداد چھ سو یا سات سو تھی۔ اسی سال رسول اللہ ﷺ
نکاح حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوا۔ جن کا قصہ قرآن کریم میں مذکور ہے۔

## ہجرت کا چھٹا سال

## بیعت رضوان اور صلح حدیبیہ

ماہ جمادی الاولیٰ میں غزوہ بنی لحیان پیش آیا۔ مگر مقابلہ نہ ہوا۔ ماہ ذیقعد میں رسول ا
ﷺ ایک ہزار چار سو صحابہ کرام کے ساتھ مدینہ منورہ سے عمرہ کے ارادہ سے نکلے حضرت ا
سلمہ ساتھ تھیں۔ جب آپ ذوالحلیفہ میں پہنچے جو اہل مدینہ کا میقات ہے۔ آپ نے عمرہ کا احرا
باندھا اور قربانیوں کو تقلید و اشعار کیا۔ یہاں سے آپ نے حضرت بسر بن سفیان کو قریش کی طر
بطور جاسوس بھیجا۔ جب آپ عسفان کے قریب غدیر اشطاط میں پہنچے تو آپ کا جاسوس خبر لایا ک
قریش خلفاء سمیت مکہ سے باہر مقام بلدح میں جمع ہیں اور آمادہ ہیں کہ آپ کو مکہ میں داخل
ہونے دیں۔ یہ سن کے آپ نے اپنے اصحاب سے مشورہ کیا۔ کہ خلفاء کے اہل و عیال کو گرفتار
جائے تاکہ اگر وہ ان کی مدد کو آئیں تو ہمیں تنہا قریش سے مقابلہ کرنا پڑے۔ حضرت ابوبکر
عرض کیا۔ "یا رسول اللہ آپ بیت اللہ کے قصد سے نکلے ہیں۔ آپ کا ارادہ کسی سے لڑائی
نہیں۔ آپ بیت اللہ کا رخ کریں۔ جو ہمیں اس سے روکے گا ہم اس سے لڑیں گے۔" آپ نے اس
رائے کو پسند فرمایا اور آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ جب آپ حدیبیہ کے قریب ثنیۃ المرہ میں پہنچے جہاں



اور قریش کے پاس پہنچ جاتے۔ تو آپ کی ناقہ قصواء بیٹھ گئی۔ ہر چند اٹھانے کی کوشش کی گئی
مگر نہ اٹھی۔ آپ نے فرمایا۔ قصواء نہیں رکی اور نہ رکنا اس کی عادت ہے۔
بلکہ خدائے حابس الفیل (۱۴۶) نے اسے روک لیا ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے
ہاتھ میں میری جان ہے۔ قریش مجھ سے کسی ایسی حاجت کا سوال نہ کریں گے۔ جس سے وہ حرمات
الٰہی کی تعظیم کریں۔ مگر میں وہ انہیں عطا کر دوں گا۔ اس کے بعد آپ نے قصواء کو جھڑک دیا اور وہ
اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور آپ مڑ کر حدیبیہ (۱۴۷) کی پرلی طرف ایک کوئیں پر اترے جس میں پانی کم
تھا۔ موسم گرما تھا۔ پانی جلدی ختم ہو گیا۔ اور آپ کی خدمت اقدس میں پیاس کی شکایت آئی۔ آپ
نے پانی کی ایک کلی کوئیں میں ڈال دی جس سے پانی بکثرت ہو گیا۔ اور چھاگل میں اپنا دست مبارک
رکھ دیا۔ تو آپ کی انگلیوں سے چشموں کی طرح پانی نکلنے لگا۔ ان دونوں معجزوں کا ذکر اس کتاب میں
آگے آئے گا۔

اسی اثناء میں بدیل (۱۴۸) بن ورقاء خزاعی اپنی قوم کے چند اشخاص کے ساتھ خدمت
اقدس میں حاضر ہوا۔ کہنے لگا۔ کہ قبائل کعب بن لوی اور عامر بن لوی حدیبیہ کے آب کثیر پر اترے
ہوئے ہیں۔ اور ان کے ساتھ دودھ والی اونٹنیاں اور عورتیں بچوں سمیت ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے
جواب دیا۔ "ہم کسی سے لڑنے نہیں آئے بلکہ صرف عمرہ کے ارادہ سے آئے ہیں۔ لڑائی نے
قریش کو کمزور کر دیا ہے۔ اور نقصان پہنچایا ہے۔ اگر وہ چاہیں تو ہم ایک مدت کے لئے ان سے جنگ
ملتوی کر دیتے ہیں۔ باقی لوگوں سے ہم خود سمجھ لیں گے۔ اگر میں غالب آجاؤں اور بصورت غلبہ
میری اطاعت میں آنا چاہیں تو ایسا کر سکتے ہیں۔ اگر انہوں نے انکار کر دیا۔ تو قسم ہے اس ذات کی
جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میں ان سے ضرور لڑتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ میں اکیلا رہ
جاؤں۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی ضرور مدد کرے گا۔" بدیل نے عرض کیا کہ میں آپ کا یہ ارشاد ان
تک پہنچا دوں گا۔ چنانچہ وہ قریش میں آکر کہنے لگا۔ کہ میں اس مرد (رسول اللہ) کا قول سن کر آیا
ہوں۔ اگر چاہو تو گزارش کر دوں۔ ان میں سے ایک نادان بولا کہ ہم اس کی کسی بات کے سننے کے
محتاج نہیں۔ ایک صاحب الرائے نے کہا کہ بیان کیجئے۔ جو اس سے سن آئے ہو۔ اس پر بدیل نے
بیان کر دیا۔ عروہ بن مسعود نے اٹھ کر کہا کہ اس نے ایک نیک امر پیش کیا ہے۔ وہ قبول کر لو اور مجھے
اس کے پاس جانے دو چنانچہ عروہ خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور بدیل کی طرح کلام کیا۔ اور وہی
جواب پایا۔ عروہ نے یہ الفاظ (میں ان سے ضرور لڑتا رہوں گا) سن کر عرض کیا۔ "اے محمد! بتایئے
اگر آپ نے اپنے قوم کو بالکل ہلاک کر دیا۔ کیا آپ نے عرب میں کسی کی بابت سنا ہے کہ اس نے
آپ سے پہلے اپنے اہل کو ہلاک کر دیا ہو۔ اور اگر قریش غالب آگئے۔ تو آپ ان سے امن میں نہ

رہیں گے۔ کیونکہ اللہ کی قسم میں سردار (مکہ) ہوں۔ اور اخلاط کو دیکھتا ہوں۔ جو اس لائق
آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں۔ "امصص بظر اللات (۱۴۹) کیا ہم آپ کو چھوڑ کر بھاگ
گے"۔ اس پر عروہ بولا۔ کہ یہ کون ہے؟ جواب ملا ابوبکر۔ پس وہ حضرت ابوبکر سے یوں مخاطب
"قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر مجھ پر تیرا احسان (۱۵۰) نہ ہوتا
بدلہ میں نے نہیں دیا۔ تو میں تجھے جواب دیتا۔" پھر عروہ آنحضرت ﷺ کی طرف متوجہ
جب وہ آپ سے کلام کرتا۔ تو (حسب عادت عرب) آپ کی ریش مبارک کو چھوتا۔ اس
مغیرہ بن شعبہ خود سر پر تلوار ہاتھ میں لئے آپ کے سر مبارک پر کھڑے تھے۔ جب عروہ
ہاتھ ریش مبارک کی طرف بڑھاتا۔ تو مغیرہ بغرض تعظیم نیام شمشیر اس کے ہاتھ پر مارتے اور
کہ ریش مبارک سے ہاتھ ہٹاؤ۔ عروہ نے آنکھ اٹھا کر پوچھا کہ یہ کون ہے؟ جواب ملا کہ (تیرا
مغیرہ بن شعبہ۔ عروہ نے یہ سن کر کہا۔ او بیوفا! کیا میں تیری دیت (۱۵۱) میں کوشش نہ کرتا
پھر وہ عروہ اصحاب نبی ﷺ کی طرف دیکھتا رہا۔ اس نے واپس جا کر اپنی قوم سے صحابہ کرام
اوصاف بیان کئے اور کہا کہ ایک نیک امر جو پیش کیا جا رہا ہے اسے قبول کر لو۔ پھر حلیس بن
خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اس نے بھی واپس جا کر کہا کہ میری رائے ہے کہ مسلمانوں کو
اللہ سے نہ روکا جائے۔ حلیس کے بعد مکرز آیا۔ وہ حضور اقدس ﷺ سے کلام کر ہی رہا تھا۔
خطیب قریش سہیل بن عمرو قریشی عامری حاضر ہوا۔ آپ نے بطریق تفاول فرمایا کہ اب تمہارا
کچھ سہل ہو گیا۔ گفتگوئے صلح کے بعد قرار پایا کہ دس سال تک لڑائی بند رہے۔ سہیل نے عرض
کہ معاہدہ تحریر میں آجائے۔ پس نبی ﷺ نے کاتب یعنی حضرت علی کو طلب فرمایا۔

رسول اللہ (ﷺ) (علی سے) لکھ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

سہیل الرحمٰن میں نہیں جانتا کیا ہے۔ بلکہ لکھ باسمك اللھم جیسا کہ تو پہلے لکھا کرتا
تھا۔

صحابہ حاضرین۔ اللہ کی قسم! بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ کے سوا اور نہ لکھ۔

رسول اللہ (ﷺ) لکھ (۱۵۲) باسمك اللھم (بعد تعمیل) لکھ هذا ما قاضى على
محمد رسول الله۔

سہیل (بعد کتابت) اللہ کی قسم! اگر ہم جانتے کہ تو اللہ کا رسول ہے۔ تو تجھے بیت اللہ
سے منع نہ کرتے اور نہ تجھ سے لڑائی کرتے (علی سے) بلکہ لکھ محمد بن عبداللہ اور لفظ رسول اللہ کو
دے۔

رسول اللہ ﷺ (سہیل سے) اللہ کی قسم! میں بیشک اللہ کا رسول ہوں۔ اگر تم میری



کو جھوٹا کہہ رہے ہو (تو اس سے میری رسالت میں فرق نہیں آتا) علی سے) اسے مٹادو۔

حضرت علی۔ میں اسے نہیں مٹاؤں گا۔

رسول اللہ (ﷺ) مجھے اس لفظ کی جگہ بتاؤ۔

(حضرت علی بتادیتے ہیں اور حضور لفظ رسول اللہ کو مٹا کر علی سے اس کی جگہ محمد ﷺ
بن عبداللہ لکھواتے ہیں) آگے لکھ۔ شرط یہ ہے کہ قریش ہمارے واسطے بیت اللہ کا راستہ چھوڑ دیں
اور ہم اس کا طواف کریں گے۔

سہیل۔ اللہ کی قسم! ہم نہ چھوڑیں گے۔ عرب یہ کہیں گے کہ دباؤ ڈال کر ہمیں اس پر
مجبور کیا گیا ہے۔ ہاں آئندہ سال ایسا ہو جائے گا۔ (چنانچہ ایسا ہی لکھا گیا) دیگر شرط (۱۵۳) یہ ہے
کہ ہم میں سے جو کوئی آپ کے پاس آئے خواہ وہ آپ کے دین پر ہو آپ اسے ہماری طرف واپس کر
دیا کریں گے۔

صحابہ حاضرین (متعجب ہو کر) سبحان اللہ! جو مسلمان ہو کر آئے۔ وہ مشرکین کی طرف
کس طرح واپس کیا جائے گا؟

اسی اثناء میں سہیل کا بیٹا ابو جندل پابز نجیر اسفل مکہ سے (قید خانہ میں نکل کر یہاں آجاتا
اور اپنے تئیں مسلمانوں کے حوالہ کرتا ہے)

سہیل۔ یا محمد! پہلے میں اسی پر آپ سے محاکمہ کرتا ہوں کہ آپ اسے میرے حوالہ کر

رسول اللہ ﷺ۔ ہم ابھی صلح نامہ کی کتابت سے فارغ نہیں ہوئے۔

سہیل۔ اللہ کی قسم! تب میں بھی آپ سے کبھی کسی بات پر مصالحت نہ کروں گا۔

رسول اللہ ﷺ۔ اسے میرے پاس رہنے دو۔

سہیل۔ میں آپ کو اس کی اجازت نہیں دیتا۔

رسول اللہ ﷺ۔ ہاں اجازت دے دو۔

سہیل۔ میں ایسا نہیں کرنے کا۔

مکرز (سہیل سے) ہم نے تیرے واسطے اجازت دے دی۔

ابو جندل۔ اے معشر مسلمین! میں مسلمان ہو کر مشرکین کے حوالہ کیا جا رہا ہوں۔ کیا
تم میری تکالیف نہیں دیکھتے ہو۔

رسول اللہ (ﷺ) ابو جندل! صبر کر اور ثواب کی امید رکھ۔ ہم عہد نہیں توڑتے اللہ
تیرے واسطے خلاصی کی کوئی سبیل پیدا کر دے گا۔

(یہ سن کر حضرت عمر فاروق اٹھ کر ابو جندل کے ساتھ ہو لئے اور کہہ رہے مشرکین ہیں۔ کسی مشرک کو قتل کرنا ایسا ہے جیسا کسی کتے کو قتل کر ڈالا۔)

ابن سعد اور بیہقی وغیرہ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب حدیبیہ میں پہنچ نے قریش کو اپنے ارادے سے مطلع کرنے کے لئے حضرت فراش بن امیہ خزاعی کو اپ سوار کر کے ان کی طرف بھیجا۔ عکرمہ بن ابو جہل نے اس اونٹ کی کونچیں کاٹ دیں۔ اور قتل کرنے لگے۔ مگر احابیش اور احلاف نے روک دیا۔ فراش نے خدمت اقدس میں واپس ماجرا کہہ سنایا۔ حضرت محمد ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ایک خط دے کر اشراف کی طرف بھیجا۔ اور فرمایا کہ مکہ میں کمزور مسلمانوں کو عنقریب فتح کی بشارت دینا۔ حضرت رضی اللہ عنہ نے قریش کو مقام بلدح میں دیکھا کہ مسلمانوں کو مکہ سے روکنے پر متفق ہیں۔ سعید اموی نے جواب تک ایمان نہ لائے تھے۔ حضرت عثمان کو پناہ دی اور اپنے ساتھ سوار کر کے مکہ میں لے آئے۔ حضرت عثمان نے اشراف قریش کو رسول اللہ ﷺ کا پیغام اور نامہ مبارک پڑھ کر ایک ایک کو سنایا۔ مگر وہ روبرو نہ ہوئے۔ جب صلح نامہ مکمل ہو گیا۔ اور کے نفاذ کے منتظر تھے۔ تو فریقین کے ایک شخص نے دوسرے فریق کے ایک شخص پر رل۔ اس سے لڑائی چھڑ گئی۔ اس لئے فریقین نے فریق مخالف کے آدمیوں کو بطور یرغمال روک لیا چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے سہیل بن عمرو کو اور مشرکین نے حضرت عثمان رضی اللہ (مع دس اور کے) زیر حراست رکھا اسی اثناء میں یہ غلط خبر اڑی کہ حضرت عثمان رضی اللہ میں قتل کر دیئے گئے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے ببول کے درخت کے نیچے مسلمانوں موت پر بیعت لی جس کا ذکر کتاب اللہ میں ہے۔ اس کو بیعت الرضوان کہتے ہیں۔ حضرت چونکہ مکہ میں تھے۔ اس لئے حضور انور ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر مار کر ان کو شرف میں شامل کیا۔ جیسا کہ اس کتاب میں دوسری جگہ بالتفصیل مذکور ہے۔ جب قریش بیعت کی خبر پہنچی تو وہ ڈر گئے اور معذرت کر کے صلح کر لی۔ اور طرفین کے اصحاب چھوڑ گئے۔

جب صلح سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ قربانیاں دو۔ اور سر منڈاؤ آپ نے تین بار ایسا فرمایا مگر کوئی نہ اٹھا۔ آپ نے حضرت ام سلمہ تذکرہ کیا۔ تو انکی تدبیر سے یہ مشکل حل ہو گئی۔ جیسا کہ آگے آئے گا۔

جب رسول اللہ ﷺ حدیبیہ سے مدینہ میں واپس تشریف لائے تو ابو جندل کی طرح بصیر ثقفی حلیف بنی زہرہ مکہ سے بھاگ کر آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ قریش



کے تعاقب میں بھیجے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حسب معاہدہ ابو بصیر کو ان دونوں کے جب وہ ذوالحلیفہ میں پہنچے تو ابو بصیر نے ان میں سے ایک سے دیکھنے کے بہانہ سے تلوار کا کام تمام کر دیا۔ دوسرا بھاگ کر خدمت اقدس میں آیا۔ ابو بصیر بھی اس کے پیچھے آپہنچے ﷺ سے عرض کیا کہ آپ کا وعدہ پورا ہو چکا۔ آپ نے فرمایا۔ پورا نہیں ہوا۔ تو جہاں چلا جا۔ اس لئے ابو بصیر ساحل بحر پر چلے گئے۔ ابو جندل بھی بھاگ کے ذومرہ کے قریب ابو ۔ اور رفتہ رفتہ ایک جماعت ان کے ساتھ ہو گئی۔ ابو جندل نے قریش کا شامی راستہ قریش تنگ آکر حضور رحمت دو عالم ﷺ سے طالب رحم ہوئے۔ اور واپسی کی شرط بھی حضور انور نے ابو بصیر و ابو جندل کے نام ایک نامہ بھیجا۔ ابو بصیر اس وقت قریب الموت نامہ مبارک ان کے ہاتھ ہی میں تھا کہ انتقال کر گئے۔ اور ابو جندل ساتھیوں سمیت مدینہ خدمت اقدس ہو گئے۔ اور مدینہ ہی میں رہے۔ یہاں تک کہ حضرت عمر فاروق کے عہد شام میں شہید ہو گیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین۔

# ہجرت کا ساتواں سال

## والیان ملک کو دعوت اسلام

جب رسول اللہ ﷺ (ذی الحجہ ۶ ھ میں) حدیبیہ سے واپس تشریف لائے تو آپ نے میں والیان ملک کو دعوت اسلام کے خطوط ارسال فرمائے جن کا ذکر کسی قدر تفصیل درج کیا جاتا ہے۔

جو نامہ مبارک قیصر روم کے نام لکھا گیا اس کے الفاظ یہ تھے:۔

بسم اللہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ من محمد عبد اللہ و رسولہ الی ہرقل عظیم الروم سلام علی من اتبع الھدیٰ امّا بعد فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام اسلم تسلم یؤتک اللہ اجرک مرتین فان تولّیت فانّ علیک اثم الاریسین و یٰاھل الکتب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہٖ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضاً اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانّا مسلمون ☆ محمد رسول اللہ ﷺ

(ترجمہ) شروع خدا کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ اللہ کے بندے اور رسول محمد کی طرف سے ہرقل امیر روم کے نام۔ سلام اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ اما بعد میں تجھ کو اسلام کی طرف بلاتا ہوں۔ تو اسلام لا۔ سلامت رہے گا۔ خدا تجھ کو دوہرا ثواب دے گا اگر تو روگردانی کی تو تیری رعایا کا گناہ تجھ پر ہوگا۔ اور اے اہل کتاب آؤ ایسی بات کی طرف جو ہم میں

اور تم میں یکساں ہے کہ ہم خدا کے سوا کسی کی پوجا نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شر
ٹھہرائیں۔ اور ہم میں سے کوئی اللہ کو چھوڑ کر دوسرے کو خدا نہ بنائے۔ اگر وہ نہیں مانتے تو
تم گواہ رہو کہ ہم ماننے والے ہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ۔

رومیوں اور ایرانیوں میں دیر سے لڑائی چلی آتی تھی۔ ایرانیوں نے ملک شام فتح
تھا۔ ہرقل کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ اسے اپنے پایہ تخت قسطنطنیہ پر ایرانی حملہ کا اندیشہ ہو گیا
اس حالت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں خبر دی کہ رومی جو شام میں مغلوب ہو گئے ہیں
سال میں وہ ایرانیوں پر غالب آئیں گے۔ یہ پیشن گوئی صلح حدیبیہ سے نو سال پیشتر ہوئی تھی
حرف بحرف پوری ہوئی۔ چنانچہ حدیبیہ کے دن مسلمانوں کو رومیوں کی فتح کی خبر پہنچی۔ ہرقل
فتح کے شکرانہ کے لئے حمص سے بیت المقدس میں پیادہ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا نامہ مبار
حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی کے ہاتھ روانہ کیا تھا۔ حضرت دحیہ نے وہ خط ہرقل کے گورنر
حارث غسانی کو بصرے میں دے دیا۔ اس نے قیصر کے پاس بیت المقدس میں بھیج دیا۔ قیصر نے
دیا کہ اس مدعی نبوت کی قوم کا کوئی آدمی یہاں ملے۔ تو لاؤ۔ اتفاق یہ کہ ابو سفیان جو اس وقت
ایمان نہ لائے تھے تاجران قریش کے ساتھ غزہ (۱۵۴) میں آئے ہوئے تھے قیصر کا قاصد
سب کو بیت المقدس میں لے گیا۔ ابو سفیان (۱۵۵) کا بیان ہے۔ کہ جب ہم کو قیصر کے پاس
گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ تاج پہنے ہوئے دربار میں تخت پر بیٹھا ہے۔ اور اس کے گرد اگرد امرا
روم ہیں۔ اس نے اپنے ترجمان سے کہا کہ ان (قریشیوں) سے پوچھو۔ کہ تم میں بلحاظ نسب
مدعی نبوت سے کون اقرب ہے؟ (قول ابو سفیان) میں نے کہا کہ میں اقرب ہوں۔ قیصر نے
دریافت کیا۔ میں نے کہا۔ وہ میرا چچیرا بھائی ہے۔ قافلہ میں اس وقت عبد مناف کی اولاد
میرے سوا کوئی نہ تھا۔ قیصر کے حکم سے مجھے نزدیک بلایا گیا۔ اور میرے ساتھیوں کو میری
پیچھے بٹھایا گیا۔ پھر قیصر نے اپنے ترجمان سے کہا کہ اس کے ساتھیوں سے کہہ دو کہ میں اس
سفیان) سے اس مدعی نبوت کا حال دریافت کرتا ہوں۔ اگر یہ جھوٹ بولے۔ تو کہہ دینا
جھوٹ بولتا ہے ابو سفیان کا قول ہے کہ اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ میرے ساتھی میرا جھوٹ
سے نقل کیا کریں گے تو میں اس کا حال بیان کرنے میں جھوٹ بولتا۔ مگر اس ڈر سے میں سچ ہی
اس کے بعد قیصر و ابو سفیان میں بذریعہ ترجمان یہ گفتگو ہوئی:۔

قیصر۔ اس مدعی نبوت کا نسب تم میں کیسا ہے۔
ابو سفیان وہ شریف النسب ہے۔
قیصر۔ کیا اس سے پہلے تم میں سے کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟



ابو سفیان۔ نہیں۔
قیصر۔ کیا اس کے خاندان میں کوئی بادشاہ گزرا ہے؟
ابو سفیان۔ نہیں۔
قیصر۔ اس کے پیرو اکابر ہیں یا کمزور لوگ۔
ابو سفیان۔ کمزور لوگ ہیں۔
قیصر۔ اس کے پیرو زیادہ ہو رہے ہیں یا کم ہوتے جا رہے ہیں؟
ابو سفیان۔ زیادہ ہو رہے ہیں۔
قیصر۔ کیا اس کے پیروؤں میں سے کوئی اس کے دین سے ناخوش ہو کر اس دین سے پھر
گیا ہے؟
ابو سفیان۔ نہیں۔
قیصر۔ کیا دعوائے نبوت سے پہلے تمہیں اس پر جھوٹ بولنے کا گمان ہوا ہے۔
ابو سفیان۔ نہیں۔
قیصر۔ کیا وہ عہد شکنی کرتا ہے؟
ابو سفیان۔ نہیں۔ لیکن اب جو ہمارا اس کے ساتھ معاہدہ صلح ہے۔ دیکھئے اس میں کیا
کرتا ہے۔
قیصر۔ کیا تم نے کبھی اس سے جنگ بھی کی؟
ابو سفیان۔ ہاں۔
قیصر۔ جنگ کا نتیجہ کیا رہا؟
ابو سفیان۔ کبھی ہم غالب رہے اور کبھی وہ۔
قیصر۔ وہ تمہیں کیا تعلیم دیتا ہے؟
ابو سفیان۔ کہتا ہے کہ ایک خدا کی عبادت کرو۔ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔
آباؤ اجداد جو کچھ کہتے ہیں وہ چھوڑ دو۔ نماز پڑھو۔ سچ بولو۔ پاک دامن رہو۔ صلہ رحم کرو۔

اس گفتگو کے بعد قیصر نے ترجمان کی وساطت سے ابو سفیان سے کہا کہ تم نے اس کو
شریف النسب بتایا۔ پیغمبر اپنی قوم کے اشراف میں مبعوث ہوا کرتے ہیں۔ تم نے کہا کہ ہم میں سے
کسی نے اس سے پہلے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھ لیتا کہ اس نے پہلے کے قول کا
اقتدا کیا ہے۔ تم نے کہا۔ کہ اس کے خاندان میں کوئی بادشاہ نہیں گزرا۔ اگر ایسا ہوتا تو میں خیال
کرتا کہ وہ اپنے آبائی ملک کا طالب ہے۔ تم نے کہا کہ دعوئ نبوت سے پہلے وہ کبھی متہم بالکذب

نہیں ہوا۔ اس سے میں نے پہچان لیا کہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ لوگوں پر تو جھوٹ نہ باندھے۔ اور خدا پر جھوٹ باندھے۔ تم نے بتایا کہ کمزور لوگ اس کے پیرو ہیں۔ پیغمبروں کے پیرو (غالباً) کمزور لوگ ہی ہوا کرتے ہیں۔ تم نے ذکر کیا کہ اس کے پیرو زیادہ ہو رہے ہیں۔ دین و ایمان کا یہی حال ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ تمام و کامل ہو جاتا ہے۔ تم نے بتایا کہ اس کے پیروؤں میں سے کوئی مرتد نہیں ہوتا۔ ایمان کا یہی حال ہے کہ جب اس کی بشاشت و لذت دل میں سرایت کر جاتی ہے۔ تو وہ دل سے نہیں نکلتا۔ تم نے کہا کہ وہ عہد شکنی نہیں کرتا۔ پیغمبر عہد نہیں توڑا کرتے۔ تم نے بیان کیا کہ جنگ میں کبھی ہم غالب رہتے ہیں۔ اور کبھی وہ پیغمبروں کا یہی حال ہوتا ہے کہ اعدائے دین کے سبب ان کو ابتلاء ہوا کرتا ہے مگر آخر کار فتح پیغمبروں ہی کو ہوتی ہے۔ تم نے اس کی تعلیمات بیان کیں۔ اگر تم سچ کہتے ہو تو میرے قدم گاہ تک اس کا قبضہ ہو جائے گا۔ میں جانتا تھا کہ وہ آنے والا ہے مگر مجھے یہ خیال نہ تھا کہ وہ تم میں سے ہوگا۔ اگر مجھے یقین ہوتا کہ اس تک پہنچ جاؤں گا تو میں اس کی خدمت میں حاضر ہونے کی تکلیف گوارا کرتا۔ اور اگر میں اس کے پاس ہوتا تو اس کے پاؤں دھوتا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کا نامہ مبارک پڑھا گیا۔ اسے سن کر امرائے روم نے بڑا شور و شغب برپا کیا۔ ابو سفیان اور اس کے ہمراہی رخصت کر دیئے گئے۔

قیصر حمص (۱۵۶) میں چلا آیا اور امرائے روم کو قیصر شاہی میں جمع کر کے حکم دیا کہ دروازے بند کر دیئے جائیں۔ پھر یوں خطاب کیا۔ "اے گروہ روم! اگر تم فلاح و رشد کے طالب ہو۔ اور چاہتے ہو۔ کہ تمہارا ملک برقرار رہے تو اس نبی پر ایمان لاؤ۔ یہ سن کر وہ خران وحشی کی طرح دروازوں کی طرف بھاگے۔ مگر ان کو بند پایا۔ جب ہرقل نے ان کی نفرت دیکھی اور ان کے ایمان سے مایوس ہو گیا۔ تو کہا کہ ان کو میرے پاس لاؤ۔ اور ان سے یوں خطاب کیا کہ میں تمہیں آزماتا تھا۔ کہ تم اپنے دین میں کیسے مستحکم ہو۔ سو میں نے تم کو مستحکم پایا۔ یہ سن کر انہوں نے قیصر کو سجدہ کیا اور اس سے خوش ہو گئے۔

2۔ خسرو پرویز بن ہرمز بن نوشیرواں شاہ ایران کو یوں (۱۵۷) لکھا گیا :۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ . من محمّد رسول الله الی کسریٰ عظیم فارس سلام علی من اتبع الهدیٰ وامن بالله و رسوله واشهد ان لاّ اله الّا الله وحده لا شريك له وانّ محمّدا عبده و رسوله ادعوك بدعاية الله عزّوجل فانی رسول الله الی النّاس كلهم لينذر من كان حيا و يحق القول علی الكفرين اسلم تسلم فان توليت فعليك اثم المجوس۔

محمد رسول اللہ ﷺ



(ترجمہ) خدا کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے اللہ کے رسول محمد کی طرف سے کسریٰ امیر فارس کے نام۔ سلام اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا اور گواہی دی کہ کوئی معبود حق نہیں۔ مگر خدا ایک۔ جس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد اس کا بندہ اور رسول ہے۔ میں تجھے دعوت خدائے عزوجل کی طرف بلاتا ہوں۔ کیونکہ میں تمام لوگوں کی طرف خدا کا رسول ہوں تاکہ ڈراوے اس کو جو زندہ ہو اور ثابت ہو جائے کلمہ عذاب والوں پر تو اسلام لا سلامت رہے گا۔ پس اگر تو نے نہ مانا تو مجوسیوں کا گناہ تجھ پر ہے (محمد رسول اللہ ﷺ)

علاقہ بحرین کسریٰ کے زیر فرمان تھا۔ وہاں اس کی طرف سے منذر بن ساوی عبدی تمیمی امیر السلطنت تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا نامہ مبارک حضرت عبداللہ بن حزافہ قریشی سہمی کو دے کر حکم دیا (۱۵۸) کہ اسے حاکم بحرین کے پاس لے جاؤ۔ حاکم موصوف نے وہ نامہ خسرو پرویز کے پاس بھیج دیا۔ جب وہ پڑھا گیا۔ تو پرویز نے اسے پھاڑ ڈالا۔ جب آنحضرت ﷺ کو خبر ہوئی۔ تو آپ نے پرویز اور اس کے معاونین پر بددعا فرمائی۔ کہ وہ ہر طرح پارہ پارہ کئے جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا۔ ان کی سلطنت جاتی رہی۔ دولت و اقبال نے منہ پھیر لیا۔ اور وہ ہلاک ہو گئے۔ اس واقعہ کی کیفیت یوں ہے۔ (۱۵۹) کہ پرویز نے نامہ مبارک کو چاک کرنے کے بعد اپنے گورنر باذان کو لکھا کہ اپنے دو دلیر آدمیوں کو حجاز میں بھیجو۔ تاکہ اس مدعی نبوت کو پکڑ کر میرے پاس لائیں۔ باذان نے اپنے قہرمان بابویہ اور ایک شخص خرخسرہ نام کو اس غرض کے لئے مدینہ میں بھیجا اور بابویہ سے کہہ دیا کہ اس مدعی نبوت سے کلام کرنا اور اس کے حال سے اطلاع دینا۔ یہ دونوں دربار رسالت میں حاضر ہوئے۔ بابویہ نے حقیقت حال عرض کی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کل میرے پاس آؤ جب وہ دوسرے دن حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے فرمایا۔ کہ فلاں مہینے کی فلاں رات کو خدا نے کسریٰ کو قتل کر دیا اور اس کے بیٹے شیرویہ کو اس پر مسلط کر دیا۔ وہ بولے۔ آپ یہ کیا کہتے ہیں۔ کیا ہم اپنے بادشاہ (باذان) کو یہ اطلاع کر دیں؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ ہاں میری طرف سے اسے یہ خبر دے دو اور کہہ دو کہ میرا دین اور میری حکومت کسریٰ کے ملک کی انتہا تک پہنچ جائے گی۔ اور (باذان سے) یہ بھی کہہ دو کہ اگر تم اسلام لاؤ تو تمہارا ملک تم ہی کو دیا جائے گا۔ دونوں نے واپس آ کر باذان سے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ اس پر کچھ عرصہ نہ گزرا تھا۔ کہ شیرویہ کا خط باذان کے نام آیا۔ جس میں لکھا تھا کہ میں نے اپنے باپ پرویز کو قتل کر ڈالا۔ کیونکہ وہ اشراف فارس کا قتل جائز سمجھتا تھا۔ اس لئے تم لوگوں سے میری اطاعت کا عہد لو۔ اور اس مدعی نبوت کو جس کے بارے میں کسریٰ نے تم کو کچھ لکھا تھا بد اطلاعت کرو۔ یہ دیکھ کر باذان مسلمان ہو

گیا۔ اور ایرانی جو یمن میں تھے سب ایمان لے آئے۔ اس کے چھ ماہ بعد شیرویہ بھی مر گیا۔
آخری بادشاہ یزدجرد بن شہریار بن شیرویہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں قتل

3۔ اصحمہ نجاشی شاہ حبشہ کو جو نامہ مبارک لکھا گیا۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ من محمّد رسول اللّٰہ الی النّجاشی ملک الحبشۃ انت فانی احمد الیک اللّٰہ الذی لا الٰہ الا ھو الملک القدوس السلام المؤمن المھیمن واشھد ان عیسی ابن مریم روح اللّٰہ و کلمتہ القٰھا الی مریم البتول والطیبۃ الحصینۃ حملت بعیسی فخلقہ من روحہٖ و نفخہ کما نفخ ادم بیدہ وانی ادعوک الی اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ والی موالات علی طاعتہ وان تتبعنی وتؤمن بالذی جاء نی فانی رسول اللّٰہ الیک وانی ادعوک وجنودک الی اللّٰہ عزوجل وقد بلغت و نصحت فاقبلوا نصیحتی. والسلام علی من اتبع الھدی۔ (محمد رسول اللّٰہ ﷺ)

(ترجمہ) شروع اللہ کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ اللہ کے رسول محمد کی طرف سے نجاشی شاہ حبشہ کے نام۔ تو سلامتی والا ہے۔ میں تیرے پاس خدا کا شکر کرتا ہوں۔ جس کے سوا کوئی معبود حق نہیں وہ بادشاہ ہے۔ پاک ذات سلامت سب عیب سے۔ امان دینے والا نگہبان اور میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ ابن مریم روح اللہ ہیں اور اللہ کا کلمہ جسے اس نے القا کیا مریم بتول طیبہ عفیفہ کی طرف۔ وہ باردار ہوئی عیسیٰ کے ساتھ پس خدا نے اسے پیدا کیا اپنی روح سے اور اس کے پھونکنے سے جیسا کہ پیدا کیا آدم کو اپنے ہاتھ سے۔ اور میں تجھے بلاتا ہوں اللہ کی طرف جو وحدہ لاشریک ہے اور اس کی اطاعت پر موالات کی طرف۔ اور یہ کہ تو میری پیروی کرے اور ایمان لائے اس چیز پر جو مجھے ملی۔ کیونکہ میں تیری طرف اللہ کا رسول ہوں اور میں تجھ کو اور تیرے لشکروں کو اللہ عزوجل کی طرف بلاتا ہوں۔ میں نے پہنچا دیا اور نصیحت کر دی۔ تم میری نصیحت کو قبول کرو۔

جب یہ نامہ مبارک حضرت عمرو بن امیہ ضمری کے ہاتھ اصحمہ نجاشی کو ملا۔ تو اس نے اسے اپنی آنکھوں پر رکھا اور تخت سے اتر کر زمین پر بیٹھ گیا۔ پھر اپنے اسلام کا اعلان کر دیا۔ اور نامہ مبارک کو ہاتھی دانت کے ڈبے میں رکھ لیا۔ اور یہ جواب لکھا:۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ الی محمّد رسول اللّٰہ من النجاشی اصحمۃ سلام علیک یا رسول اللّٰہ و رحمۃ اللّٰہ و برکات اللّٰہ الذی لاَ الٰہ الاّ ھو الذی ھدانی للاسلام اما بعد فقد بلغنی کتابک یا رسول اللّٰہ کما ذکرت من امر عیسی فورب السّمآء والارض ان عیسٰی علیہ الصّلوۃ والسّلام لا یزید علی ما ذکرتَ تفروقاً انہ کما ذکرت و قد عرفنا ما بعثت بہ علینا فاشھد انک رسول اللّٰہ صادقاً مصدقا و قد بایعتک و بایعت ابن عمک واسلمت علی یدیہ للّٰہ ربّ العلمین و قد بعثت الیک بابنی و ان شئتُ اتیتک بنفسی فعلت فانی اشھد ان ما تقولہ حق والسلام علیک و رحمۃ اللّٰہ و برکاتہٗ۔ (اصحمۃ رسول اللّٰہ ﷺ)



(ترجمہ) اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے اللہ کے رسول محمد کے نام نجاشی اصحمہ کی طرف سے یا رسول اللہ آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت اور اللہ کی برکتیں جس کے سوا کوئی معبود حق نہیں۔ اس نے مجھے اسلام کی طرف ہدایت کی۔ امابعد یا رسول اللہ مجھے آپ کا نامہ ملا۔ آپ نے جو حضرت عیسیٰ کا حال بیان کیا ہے۔ سو آسمان و زمین کے رب کی قسم کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام اس سے ذرہ برابر زیادہ نہیں ہیں۔ وہ بے شک ایسے ہی ہیں جیسا کہ آپ نے ذکر کیا اور ہم نے پہچان لیا جو کچھ آپ نے ہماری طرف لکھ کر بھیجا ہے۔ پس میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول صادق مصدق ہیں۔ اور میں نے آپ کی بیعت کی۔ اور آپ کے چچیرے بھائی کی بیعت کی۔ اور اس کے ہاتھ پر اللہ رب العالمین کے لئے اسلام لایا اور میں آپ کی خدمت میں اپنے بیٹے کو بھیج رہا ہوں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں خود حاضر ہو جاؤں تو تیار ہوں۔ پس میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں حق ہے۔

والسلام علیک ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ محمد رسول اللہ ﷺ

اصحمہ کو رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن امیہ ضمری کے ہاتھ ایک اور نامہ بھیجا تھا۔ کہ ام حبیبہ (امیر معاویہ کی بہن) کو نکاح کا پیغام دو۔ اور مہاجرین میں سے جو اب تک حبشہ میں ہیں ان کو واپس پہنچا دو۔ ارشاد مبارک کی تعمیل کی گئی۔ حضرت ام حبیبہ نے حضرت خالد بن سعید بن العاص کو وکیل مقرر کیا۔ اور نجاشی نے رسول اللہ ﷺ کا نکاح ام حبیبہ سے کر دیا۔ اور مہر جو چار سو دینار تھا اپنی طرف سے خود ہی ادا کر دیا۔ ام حبیبہ کا پہلا خاوند عبید اللہ جحش اسدی تھا۔ دونوں ہجرت کر کے حبشہ میں چلے آئے تھے مگر عبید اللہ نصرانی ہو کر مر گیا تھا۔ اس طرح ام حبیبہ بیوہ رہ گئی تھیں۔

نجاشی نے حضرت جعفر (۱۶۰) طیار اور حضرت ام حبیبہ اور دیگر مہاجرین حبشہ کو ایک جہاز میں مدینہ منورہ کی طرف روانہ کیا۔ اس کے بعد دوسرے جہاز میں اپنے بیٹے کو مصاحبوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک خط دے کر بھیجا۔ جس میں اپنے ایمان لانے کا حال لکھا تھا۔ پہلا جہاز صحیح وسالم منزل مقصود پر پہنچ گیا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ خیبر میں تشریف رکھتے تھے۔ مگر دوسرا جہاز سمندر میں ڈوب گیا اور سوار سب ہلاک ہو گئے۔

اصحمہ نجاشی نے ۹ ھ میں وفات پائی۔ آنحضرت ﷺ نے اس کے جنازے کی نماز

غائبانہ پڑھی۔ رسول اللہ ﷺ نے دوسرے نجاشی کو بھی جو اصحمہ کے بعد بادشاہ ہوا دعوت اسلام کا خط لکھا تھا۔ اس دوسرے نجاشی کے ایمان کا حال معلوم نہیں۔

4۔ مقوقس والی مصر ہرقل قیصر روم کا باجگزار تھا۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے ہاتھ اس کو نامہ مبارک بھیجا گیا:۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ من محمّد عبد الله و رسوله الیٰ المقوقس عظیم القبط سلام علی من اتّبع الهدٰی امّا بعد فانّی ادعوك بدعایة الاسلام اسلم تسلم یؤتك الله اجرك مرتین فان تولیت فعلیك اثم القبط یاهل الکتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَیْنَنَا وَ بَیْنَکُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ۔ (محمد رسول الله ﷺ)

(ترجمہ) شروع خدا کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد کی طرف سے مقوقس امیر قبط کے نام۔ سلام اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ اما بعد میں بلاتا ہوں تجھ کو دعوت اسلام کی طرف۔ تو اسلام لا سلامت رہے گا دے گا تجھ کو اللہ ثواب دوہرا۔ اگر تو نے نہ مانا تو تجھ پر ہوگا گناہ قبطیوں کا۔ اے اہل کتاب اتم آؤ طرف ایسی بات کی جو ہم میں اور تم میں یکساں ہے کہ ہم عبادت نہ کریں مگر اللہ کی اور شریک نہ ٹھہرائیں اس کے ساتھ کسی کو۔ اور نہ بنائے ہم سے کوئی دوسرے کو رب سوائے اللہ کے سو اگر وہ نہ مانیں تو کہو تم گواہ رہو کہ ہم ہیں ماننے والے۔ (محمد رسول اللہ ﷺ)

حسن اتفاق سے اصل نامہ مبارک ایک فرانسیسی سیاح کو اخمیم کے گرجا میں ایک راہب سے ملا۔ اس نے خرید کر سلطان عبد المجید خاں مرحوم والی سلطنت عثمانیہ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا۔ اور اب قسطنطنیہ میں محفوظ ہے۔ اس کے دو فوٹو اس وقت ہمارے زیر نظر ہیں ہم نے اسے تبرکاً مطابق اصل لفظ بہ لفظ سطر وار نقل کیا ہے اس کے اخیر میں رسول اللہ ﷺ کی مہر ثبت ہے جس کی اوپر کی سطر میں اللہ دوسری میں رسول اور تیسری میں محمد ہے۔ دیگر خطوط کے آخر میں بھی یہی مہر مبارک ثبت تھی۔ یہ نامہ مبارک مقوقس کو سکندریہ میں ملا۔ اس نے ہاتھی دانت کے ڈبے میں رکھ لیا اور اس پر اپنی مہر لگا دی۔ اور جواب میں عربی زبان میں یوں لکھوایا:۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ لمحمّد ابن عبد الله من المقوقس عظیم القبط سلام علیك اما بعد فقد قرات کتابك فهمت ما ذکرت فیه وما تدعوا الیه و قد علمت ان نبیا بقی و کنت اظنّ انّهٗ یخرج بالشام وقد اکرمت رسولك و بعثت الیك بجاریتین لهما مکان فی القبط عظیم وبکسوة واهدیت الیك بغلةً لترکبها والسلام علیك۔



(محمد رسول اللہ ﷺ)

(ترجمہ) خدا کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے محمد بن عبد اللہ کے نام مقوقس امیر قبط کی طرف سے سلام آپ پر۔ اما بعد میں نے آپ کا خط پڑھا اور سمجھ گیا جو کچھ آپ نے اس میں ذکر کیا ہے اور جس کی طرف آپ بلاتے ہیں۔ مجھے معلوم تھا کہ ایک نبی آنے والا ہے۔ میرا گمان تھا کہ وہ شام میں ظاہر ہوگا۔ میں نے آپ کے قاصد کی عزت کی اور آپ کی طرف دو کنیزیں بھیجی ہیں جن کی قبطیوں میں بڑی عزت ہے اور کپڑے بھیجتا ہوں۔ اور آپ کی سواری کے لئے ایک خچر ہدیہ بھیجتا ہوں۔ والسلام علیک۔

یہ دو کنیزیں ماریہ اور سیرین نام سگی بہنیں تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو دعوت اسلام دی۔ تو ماریہ نے فوراً اور سیرین نے کچھ توقف کے بعد کلمہ شہادت پڑھا اس واسطے حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حرم نبوی میں داخل کر لی گئیں۔ اور سیرین حضرت حسان بن ثابت شاعر کو عنایت ہوئی۔ خچر کا نام دلدل تھا۔ حضرت حاطب نے مقوقس کا حال جو ذکر کیا۔ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ کہ اس خبیث کو ملک کی طمع نے اسلام سے محروم رکھا۔ حالانکہ اس کا ملک باقی نہ رہے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

5۔ ہوذہ بن علی الحنفی صاحب یمامہ کی طرف یوں لکھا گیا ہے:۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ من محمّد رسول الله الی هوذة بن علی سلام علی من اتبع الهدٰی و اعلم عن دینی سیظهر الی منتهی الخف والحافر فاسلم تسلم اجعل لك ما تحت یدیك۔ (محمد رسول الله ﷺ)

(ترجمہ) خدا کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ اللہ کے رسول محمد کی طرف ہوذہ بن علی کے نام سلام اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی تجھے معلوم رہے کہ میرا دین عنقریب اس حد تک پہنچے گا۔ جہاں تک کہ اونٹ اور خچر جاتے ہیں تو اسلام لا سلامت رہے گا۔ میں تیرا ملک تجھ کو دے دوں گا۔ محمد رسول اللہ ﷺ۔

جب حضرت سلیط بن عمرو عامری یہ نامہ مبارک ہوذہ کے پاس لے گئے تو ارکون دمشق جو امرائے نصاریٰ میں سے تھا اس وقت حاضر تھا۔ ہوذہ نے مضمون نامہ بیان کر کے اس سے آنحضرت ﷺ کی نسبت دریافت کیا۔ ارکون نے کہا۔ تم اس کی دعوت قبول کیوں نہیں کرتے۔ ہوذہ نے کہا۔ میں اپنی قوم کا بادشاہ ہوں۔ اگر میں اس کا پیرو بن گیا۔ تو ملک جاتا رہے گا۔ ارکون نے کہا۔ خدا کی قسم! اگر تو اس کا پیرو بن جائے۔ تو وہ ضرور تیرا ملک تجھ کو دے دے گا۔ تیری بہبودی اس کے اتباع میں ہے۔ وہ بیشک نبی عربی ہے۔ جس کی بشارت حضرت عیسیٰ ابن مریم نے دی ہے۔

اور یہ بشارت ہمارے پاس انجیل میں موجود ہے۔ بایں ہمہ ہوذہ ایمان نہ لایا۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ہوذہ ہلاک ہو گیا اور اس کا ملک جاتا رہا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب رسول اللہ ﷺ فتح مکہ سے واپس تشریف لائے۔ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حاضر خدمت ہو کر خبر دی کہ ہوذہ مر گیا۔

6۔ قیصر روم کی طرف سے حارث بن ابی شمر غسانی حدود شام کا گورنر تھا غوطہ دمشق اس کا پایہ تخت تھا۔ اس کا یہ نامہ مبارک بھیجا گیا:۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ من محمد رسول اللّٰہ الی الحارث بن ابی شمر سلام علی من اتبع الھدی و امن بہ و صدق فانی ادعوك الی ان تومن باللّٰہ وحدہ لا شریك لہ یبقی ملك.

(ترجمہ) اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے اللہ کے رسول محمد کی طرف سے حارث بن ابی شمر کے نام سلام اس پر جس نے ہدایت کی پیروی۔ اور اس پر ایمان لایا اور تصدیق کی۔ میں تجھے اس بات کی طرف بلاتا ہوں کہ تو اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لائے۔ تیری حکومت قائم رہے گی۔ (محمد رسول اللہ۔)

حضرت شجاع بن وہب یہ نامہ مبارک لے کر روانہ ہوئے۔ جب یہ دمشق پہنچے تو دیکھا کہ قیصر روم جو حمص سے بیت المقدس کو ایرانیوں پر فتح کے شکرانہ کے لئے آ رہا تھا اس کے استقبال کے لئے تیاریاں ہو رہی ہیں۔ ان کا بیان ہے (۱۶۱)۔ کہ میں نے حارث کے دروازے پر دو تین دن قیام کیا۔ میں نے اس کے رومی دربان سے کہا کہ میں حارث کی طرف رسول اللہ ﷺ کا قاصد ہوں۔ اس نے کہا کہ فلاں روز باریابی ہو گی۔ وہ دربان جس کا نام مری تھا مجھ سے رسول اللہ ﷺ اور آپ کی دعوت کا حال پوچھتا رہتا تھا۔ میں بیان کرتا تو اس پر رقت طاری ہو جاتی یہاں تک کہ رو پڑتا اور کہتا کہ میں نے انجیل میں پڑھا ہے۔ بعینہ اسی نبی کی صفت اس میں مذکور ہے۔ میرا خیال تھا کہ میں شام میں ظاہر ہو گا۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ وہ زمین عرب میں ظاہر ہوا ہے۔ میں اس پر ایمان لاتا ہوں۔ اور اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ حارث مجھے قتل کر دے گا۔ آخر کار حارث ایک روز دربار میں تاج پہن کر تخت پر بیٹھا۔ میں باریاب ہوا۔ تو میں نے رسول اللہ ﷺ کا نامہ مبارک پیش کیا۔ اس نے پڑھ کر پھینک دیا کہنے لگا مجھ سے میرا ملک کون چھین سکتا ہے؟ وہ خواہ یمن میں ہو میں اس کے پاس جاتا ہوں۔ اور حکم دیا کہ فوج تیار ہو جائے اور گھوڑوں کی نعل بندی کی جائے۔ پھر مجھ سے کہا۔ تم جو کچھ دیکھ رہے ہو اس کو بتا دینا۔ حارث نے میری آمد کا حال قیصر کو لکھا وہ عرضداشت قیصر کو بیت المقدس میں ملی۔ وحیہ کلبی ابھی وہاں تھے۔ جب قیصر نے حارث کا خط



[illegible] لکھا کہ اسے مدعی نبوت کے پاس مت جاؤ۔ اس سے دور رہو۔ اور مجھ سے بیت المقدس میں ملو۔ یہ جواب میرے ایام قیام میں آ گیا۔ حارث نے مجھے بلا کر دریافت کیا کہ کب جانے کا ارادہ ہے۔ میں نے کہا کل یہ سن کر اس نے حکم دیا کہ مجھے سو مثقال سونا دے دیا جائے۔ حضرت مری نے زاد اللہ و لباس سے میری مدد کی اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے بعد سلام عرض کر دینا کہ میں آپ کا پیرو ہوں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر حارث کا حال عرض کیا۔ تو فرمایا کہ اس کا ملک جاتا رہا۔ اور حضرت مری کا حال عرض کیا۔ تو فرمایا کہ وہ سچا ہے۔

۸ھ میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت علا بن الحضرمی کے ہاتھ منذر بن ساوی حاکم بحرین کے نام ایک تبلیغی خط بھیجا۔ جس کے مطالعہ سے منذر کے ساتھ وہاں کے تمام عرب اور بعض عجم ایمان لائے۔ مگر یہود و مجوس ایمان نہ لائے۔ حضرت منذر نے بذریعہ عرضداشت آنحضرت ﷺ کو ان حالات کو اطلاع دی اور دریافت کیا کہ کیا کیا جائے۔ اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منذر کو یہ خط لکھا:۔

بسم اللہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ من محمد رسول اللّٰہ الی المنذر بن ساوی سلام علیك فانی احمد اللّٰہ الیك الذی لا الہ الا ھو واشھد ان لآ الہ الاّ اللّٰہ وانّ محمّداً عبدہ و رسولہ اما بعد فانی اذکر اللّٰہ عزوجل فانہ من ینصح فانما ینصح لنفسہ وانہ من یطع رسلی و یتبع امرھم فقد اطاعنی ومن نصح لھم فقد نصح لی وان رسلی قداثنوا علیك خیرا وانی قد شفعتك فی قومك فاترك للمسلمین ما اسلموا علیہ و عفوت من اھل الذنوب فاقبل منھم وانّك مھما تصلح فلن نعزلك عن عملك ومن اقام علی یھودیة او مجوسیة فعلیة الجزیة۔ (محمد رسول اللّٰہ ﷺ)

(ترجمہ) اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ اللہ کے رسول محمد کی طرف سے منذر بن ساوی کے نام سلام تجھ پر میں تیرے پاس خدا کا شکر کرتا ہوں کہ جس کے سوا کوئی معبود حق نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حق نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کا بندہ اور رسول ہے۔ امابعد میں تجھے یاد دلاتا ہوں اللہ عزوجل (کے احکام) بیشک جو خیر خواہی کرتا ہے وہ اپنے لئے کرتا ہے۔ اور جو میرے قاصدوں کی اطاعت کرے اور ان کا حکم مانے۔ اس نے بے شبہ میری اطاعت کی اور جو ان کی خیر خواہی کرے اس نے بیشک میری خیر خواہی کی۔ میرے قاصدوں نے تمہاری تعریف کی ہے۔ میں نے تمہاری سفارش تمہاری قوم کے بارے میں قبول کی۔ پس مسلمانوں کے لئے چھوڑ دو وہ (مال وغیرہ) جس پر وہ مسلمان ہوئے میں نے گنہگاروں کو (پہلے گناہ) معاف کر دیے تم ان سے (اسلام) قبول کرو جب تک تم کام اچھا کرتے رہو گے ہم تم کو تمہارے

عہدے سے معزول نہ کریں گے۔ اور جو شخص یہودیت یا مجوسیت پر قائم رہے اس پر جزیہ
(محمد رسول اللہ ﷺ)

یہ اصل نامہ مبارک بھی ایک فرانسیسی سیاح نے اطراف بلاد مصر سے ایک قبطی
سے خرید کر سلطان عبدالمجید خاں مرحوم کی خدمت میں بطور ہدیہ (یہ خط تیونس میں دستیاب
ہے اور ایک یمانی کے قبضہ میں ہے جسے نادر روزگار اور دستاویزات جمع کرنے کا شوق ہے (روز
نوائے وقت ۱۱ جولائی ۷۷ ۱۹ء) میں مذکورہ گرامی نامہ کا عکس شائع ہوا ہے) پیش کیا تھا۔ اب
خزانہ شاہی میں محفوظ ہے۔ اس کے اخیر میں یہ مہر ہے۔

8۔ ذیقعدہ ۸ھ میں والیان عمان کے نام یہ نامہ مبارک لکھا گیا' (بڑی قیمت دے کر
گیا تھا۔) (مکتوبات نبوی۔ از سید محبوب رضوی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ من محمد بن عبد الله الی جیفر و عبد ابن الجلندی
علی من اتبع الهدی اما بعد فانی ادعو كما بدعاية الاسلام اسلما تسلما فانی ر
الله الی الناس كافة لا نذر من كان حيا و يحق القول على الكفرين وانكما ان اقر
بالاسلام وليتكما مكانكما وان ابيتما ان تقرا بالاسلام فان ملككما زائل عنك
خيلی تحل سباحتكما و تظهر نبوتی ملككما۔ (محمد رسول الله ﷺ۔)

(ترجمہ) اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ محمد بن عبداللہ کی طرف
جیفر و عبد پسران جلندی کے نام سلام اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ اما بعد میں تم دونوں
دعوت اسلام کی طرف بلاتا ہوں۔ تم اسلام لاؤ۔ سلامت رہو گے۔ کیونکہ میں تمام لوگوں
طرف اللہ کا رسول ہوں تاکہ ڈراؤں اس کو جو زندہ ہو اور کافروں پر حجت ثابت ہو جائے اگر
اسلام کا اقرار کر لو تو میں تم کو تمہارا ملک دے دوں گا۔ اگر تم اقرار اسلام سے انکار کرو۔ تو تمہارا
تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ اور میرے سوار تمہارے مکانات کی فضا میں اتریں گے۔
میری نبوت تمہارے ملک پر غالب آئے گی۔ (محمد رسول اللہ ﷺ۔)

یہ نامہ مبارک حضرت عمرو بن العاص کے ہاتھ ارسال کیا گیا۔ جیفر و عبد دونوں ای
لائے۔

## غزوۂ ذی قرد

ماہ محرم میں غزوہ غابہ یا غزوہ ذی قرد پیش آیا۔ موضع غابہ میں جو مدینہ سے چار میل
شام کی طرف واقع ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنیاں چرا کرتی تھیں۔ حضرت ابوذر غفاری کا



پلایا کرتا اور شام کو ان کا دودھ دوہ کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لایا کرتا تھا۔ ایک رات قبیلہ
غطفان کے چالیس سواروں نے بسر کردگی عیینہ بن حصن فزاری کے چھاپا مارا۔ وہ حضرت ابوذر کے
صاحبزادے کو قتل کر کے بیس اونٹنیاں لے گئے۔ اور حضرت ابوذر کی بیوی کو بھی گرفتار کر کے
ساتھ لے گئے۔ دوسرے روز فجر کی اذان سے پہلے حضرت سلمہ بن اکوع جو مشہور تیر انداز اور تیز
رفتار صحابی تھے کمان حمائل کئے مدینہ سے غابہ کی طرف جو نکلے۔ تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف
کے غلام نے ان کو اس ماجرا کی خبر دی۔ انہوں نے کوہ سلع یا ثنیۃ الوداع پر کھڑے ہو کر مدینہ کی
طرف منہ کر کے تین بار زور سے یا صباحاہ۔ پکارا یہاں تک کہ وہ آواز رسول اللہ ﷺ تک پہنچ
گئی۔ پھر وہ پیادہ دشمن کی طرف دوڑے اور ان کو جالیا۔ اور تیر اندازی سے وہ اونٹنیاں یکے بعد
دیگرے چھڑالیں۔ ادھر رسول اللہ ﷺ بھی پانچ سو کی جمعیت کے ساتھ تعاقب میں نکلے۔ غطفان
(۱۶۲) ذو قرد کے قریب ایک تنگ درہ میں پہنچے۔ جہاں عیینہ ان کی مدد کو آیا۔ یہاں مقابلہ ہوا۔
غطفان بھاگ گئے۔ آفتاب غروب نہ ہوا تھا۔ کہ وہ ذو قرد میں پانی پینے لگے۔ حضرت سلمہ نے دوڑ
کر ان پر تیر برسانے شروع کئے۔ اور ان کو پانی نہ پینے دیا۔ وہ بھاگ کے اپنے علاقہ میں جو ذو قرد سے
ملحق تھا چلے گئے۔ رسول اللہ ﷺ شام کو ذو قرد میں پہنچے۔ سوار و پیادہ سب آپ سے آملے۔
حضرت سلمہ نے عرض کیا کہ میں نے ان کو پانی پینے نہ دیا۔ اگر مجھے سو سوار مل جائیں تو میں ان کو
ایک ایک کو گرفتار کر لاتا ہوں۔ مگر حضور رحمۃ للعالمین نے جواب دیا۔ اذا ملكت فاسجح۔
جب تو قابو پا جائے تو نرمی سے کام لے۔ ذو قرد میں ایک دن رات قیام کر کے واپس ہوئے۔
حضرت ابوذر کی بیوی اس کے بعد ناقہ پر آپہنچی۔

## غزوۂ خیبر

غزوۂ غابہ کے تین دن بعد جنگ خیبر (۱۶۳) پیش آئی۔ خیبر کے یہود اسلام کے سخت
دشمن تھے۔ غزوہ احزاب میں اگرچہ ان کو کامیابی نہ ہوئی۔ مگر وہ اسلام کو مٹانے کے لئے برابر
تلاش کر رہے تھے۔ غطفان ان کو مدد دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ ایک ہزار چھ سو
کی جمعیت کے ساتھ نکلے جن میں سے دو سو سوار اور باقی سب پیادہ تھے۔ راس المنافقین عبداللہ بن
ابی ابن سلول نے اہل خیبر کو کہلا بھیجا کہ محمد (ﷺ) تم سے لڑنے آرہے ہیں۔ مگر تم ان سے نہ ڈرنا۔
تمہاری تعداد بہت ہے۔ یہ تو مٹھی بھر آدمی ہیں۔ جن کے پاس ہتھیار تک نہیں۔ اس سفر میں جب
لشکر اسلام صہباء میں پہنچا جو خیبر سے بارہ میل پر ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے نماز عصر پڑھ کر کھانا
طلب فرمایا۔ صرف ستو پیش کئے گئے۔ جو حسب الارشاد پانی میں گھول دیئے گئے۔ آپ نے اور

صحابہ کرام نے وہی کھائے۔ صہباء سے روانہ ہو کر خیبر کے قریب غطفان و یہود کے درمیان وادی رجیع میں اترے تا کہ غطفان یہود کی مدد کو نہ جا سکیں۔ چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔ یہ مقام اسلامی کیمپ یا لشکر گاہ مقرر ہوا۔

یہاں سے لڑائی کے لئے تیار ہو کر جایا کرتے اور زخمیوں کو علاج کے لئے یہاں لایا جاتا غرض اسباب بار برداری اور مستورات کو یہاں چھوڑ دیا گیا۔ اور رات یہیں گزاری کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی عادت (۱۶۴) مبارک تھی۔ کہ کسی قوم پر رات کو حملہ نہ کیا کرتے تھے۔ صبح کو نماز فجر اول وقت پڑھ کر آگے بڑھے۔ جب بستی نظر آئی تو رسول اللہ ﷺ نے تین بار یوں پکارا:۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ اِنَّا اِذَا اَنْزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ۔

اللہ اکبر خیبر ویران ہو گیا۔ ہم جب کسی قوم کی انگنائی میں اترتے ہیں۔ تو ڈرائے گیوں کی صبح بری ہوتی ہے

جب آپ شہر میں داخل ہونے لگے تو فرمایا۔ ٹھہرو۔ یہ سن کر تمام فوج نے تعمیل ارشاد کی۔ اور آپ نے یہ دعا مانگی۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰاتِ السَّبْعِ وَمَآ اَظْلَلْنَ وَرَبَّ الْاَرَضِيْنَ السَّبْعِ وَمَآ اَقْلَلْنَ وَرَبَّ الشَّيٰطِيْنِ وَمَآ اَضْلَلْنَ وَرَبَّ الرِّيَاحِ وَمَآ اَذْرَيْنَ فَاِنَّا نَسْئَلُكَ خَيْرَ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ وَخَيْرَ اَهْلِهَا وَخَيْرَ مَا فِيْهَا وَ نَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ وَشَرِّ اَهْلِهَا وَ شَرِّ مَا فِيْهَا۔

اے پروردگار سات آسمانوں کے اور ان چیزوں کے جن پر آسمانوں نے سایہ ڈالا ہے اور پروردگار سات زمینوں کے اور ان چیزوں کے جن کو زمینوں نے اٹھایا ہوا ہے۔ اور پروردگار شیطانوں کے اور ان کے جن کو شیطانوں نے گمراہ کیا ہے اور پروردگار ہواؤں کے اور ان چیزوں کے جن کو ہوائیں اڑائے جاتی ہیں ہم تجھ سے اس بستی اور بستی والوں اور بستی کی چیزوں کے شر سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔

آپ کا معمول تھا کہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے۔ تو یہی دعا مانگتے۔ اس کے بعد شہر میں داخلہ ہوا اور تمام قلعے یکے بعد دیگرے فتح ہو گئے۔

سب سے پہلے قلعہ ناعم فتح ہوا۔ حضرت محمود بن مسلمہ انصاری اوسی اسی قلعہ کی دیوار تلے شہید ہوئے۔ گرمی کی شدت تھی۔ وہ لڑتے لڑتے تھک کر دیوار کے سایہ میں آبیٹھے۔ کنانہ بن ربیع بن ابی الحقیق نے اکیلے یا بشراکت مرحب فصیل پر سے چکی کا پاٹ ان کے سر پر گرا دیا۔ جس کے صدمہ سے انہوں نے شہادت پائی۔



ناعم کے بعد قموص فتح ہوا۔ یہ بڑا مضبوط قلعہ تھا جو اسی نام کی پہاڑی پر واقع تھا۔ ابن ابی الحقیق یہودی کا خاندان اسی قلعہ میں رہتا تھا۔ عرب کا مشہور پہلوان مرحب اسی قلعہ کا رئیس تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے پہلے حضرت ابوبکر پھر حضرت عمر کو فوج دے کر بھیجا۔ مگر یہ قلعہ فتح نہ ہوا۔ جب محاصرے نے طول کھینچا۔ تو ایک روز آپ نے فرمایا کہ میں کل علم اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر خدا فتح دے گا۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے۔ اور اللہ اور اللہ کے رسول بھی اس کو دوست رکھتے ہیں۔ صحابہ کرام نے یہ رات انتظار و بیقراری میں گزاری کہ دیکھئے علم کسے عطا ہوتا ہے۔ صبح کو ارشاد ہوا کہ علی کہاں ہیں؟ عرض کیا گیا کہ ان کی آنکھوں میں آشوب ہے۔ فرمایا "ان کو بلاؤ" جب وہ حاضر خدمت ہوئے۔ تو آپ نے اپنا لعاب دہن مبارک ان کی آنکھوں میں ڈالا اور دعا کی۔ فوراً آرام ہو گیا۔ اور علم ان کو عنایت ہوا دشمن کی طرف سے پہلے مرحب کا بھائی حارث نکلا۔ جو شجاعت میں معروف تھا۔ وہ حضرت علی مرتضیٰ کے ہاتھوں قتل ہوا تو خود مرحب بڑے طمطراق سے نکلا۔ اس کو بھی بناء بر اصح الروایات حضرت علی المرتضیٰ نے قتل کیا۔ مرحب کے بعد یاسر نکلا۔ اسے حضرت زبیر نے قتل کیا۔ اس طرح یہ محکم قلعہ بھی فتح ہو گیا۔ ہو سایا ہاتھ آئیں۔ وہ صحابہ کرام میں تقسیم کر دی گئیں۔ اور صفیہ بنت حی بن اخطب جو کنانہ بن ربیع کے تحت میں تھی ان کو آزاد کر کے رسول اللہ ﷺ اپنے نکاح میں لائے۔ حضرت صفیہ کا باپ رئیس خیبر تھا۔ ان کا شوہر قبیلہ نضیر کا رئیس تھا۔ باپ اور شوہر دونوں قتل کئے جا چکے تھے۔ وہ لونڈی ہو کر بھی رہ سکتی تھی۔ مگر حضور رحمۃ للعالمین نے حفظ مراتب اور رفع غم کے لئے ان کو آزاد کر کے اپنے عقد میں لے لیا اور وہ امہات المومنین میں شامل ہو گئیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا حسن سلوک ہو سکتا تھا۔

قموص کے بعد باقی قلعے جلدی فتح ہو گئے۔ ان معرکوں میں ۹۳ یہود مارے گئے اور صحابہ کرام میں سے پندرہ نے شہادت پائی۔ فتح کے بعد زمین خیبر پر قبضہ کر لیا گیا۔ مگر یہود نے آنحضرت ﷺ سے درخواست کی کہ زمین ہمارے قبضہ میں رہے ہم پیداوار کا نصف آپ کو دے دیا کریں گے۔ آپ نے یہ درخواست منظور کی اور فرمایا۔ "ہم تمہیں برقرار رکھیں گے۔ جب تک ہم چاہیں۔" جب غلہ کا وقت آیا۔ تو آپ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ کو وہاں بھیج دیا۔ انہوں نے غلہ کو دو مساوی حصوں میں تقسیم کر کے یہود سے کہا کہ جو حصہ چاہو لے لو۔ اس پر وہ حیران ہو کر کہنے لگے کہ "زمین و آسمان ایسے ہی عدل سے قائم ہیں۔" (۱۶۵)

## غزوہ وادی القریٰ

جنگ خیبر سے فارغ ہو کر رسول اللہ ﷺ وادی القریٰ کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ وادی خیبر اور تیماء کے درمیان واقع ہے۔ اس میں دیہات کا لگاتار سلسلہ چلا گیا ہے۔ اس لئے اسے وادی القریٰ کہتے ہیں۔ وہاں پہنچ کر یہود کو دعوت اسلام دی گئی۔ انہوں نے قبول نہ کی۔ بلکہ برسر پیکار ہوئے۔ مگر جلدی مغلوب ہو گئے۔ خیبر کی طرح غنائم تقسیم کر دی گئیں۔ اور زمین و باغات نصف پیداوار پر ان کے قبضہ میں چھوڑ دیئے گئے۔ تیماء کے یہود نے جب وادی القریٰ کا حال سنا۔ تو قاصد بھیج کر رسول اللہ ﷺ سے جزیہ پر صلح کر لی۔ اور زمین ان ہی کے قبضہ میں رہی۔

جب رسول اللہ ﷺ خیبر سے واپس تشریف لائے تو آپ نے حضرت محیصہ بن مسعود کو اہل فدک کے پاس بھیجا۔ وہاں کا رئیس یوشع بن نون یہودی تھا۔ دعوت اسلام دی گئی۔ وہ خیبر کا حال سن کے پہلے ہی ڈرے ہوئے تھے۔ اس لئے انہوں نے زمین پر (۱۶۶) صلح کر لی۔

یہود خیبر کو اگرچہ امان دیا گیا تھا۔ مگر وہ اپنی شرارتوں سے باز نہ آتے تھے۔ چنانچہ ایک دن زینب نے جو سلام بن مشکم کی زوجہ اور مرحب کی بھاوج تھی ایک بکری کا گوشت بھون کر اس میں زہر ملا دی۔ اور بطور ہدیہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے اس میں سے بازو اٹھایا اور کھانے لگے۔ باقی چند صحابہ حاضرین نے تناول کیا۔ آپ نے کھاتے ہوئے فرمایا کہ یہ گوشت نہ کھاؤ اور اس یہودیہ کو بلا بھیجا۔ وہ حاضر خدمت ہوئی تو فرمایا۔ کہ تم نے اس گوشت میں زہر ملایا ہے۔ وہ بولی۔ آپ کو کس نے خبر دی۔ آپ نے بازو کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ کہ اس بازو نے جو میرے ہاتھ میں ہے۔ اس نے کہا۔ ہاں میں نے اس میں زہر ملا دی ہے۔ بدیں خیال کہ اگر آپ پیغمبر ہیں تو زہر اثر نہ کرے گی۔ اور اگر پیغمبر نہیں ہیں تو ہم آپ سے آرام پائیں گے آنحضرت ﷺ اپنی ذات شریف کے لئے کسی سے انتقام نہ لیتے تھے۔ اس لئے معاف (۱۶۷) فرما دیا۔ صحابہ کرام جنہوں نے کھایا تھا' انتقال فرما گئے۔ ان میں سے سب سے پہلے بشر بن براء نے انتقال فرمایا۔ تو ان کے قصاص میں اس یہودیہ کو قتل کر دیا گیا۔

اسی سال حضرت خالد بن ولید (فاتح شام) اور حضرت عمرو بن العاص (فاتح مصر) ایمان لائے۔



# ہجرت کا آٹھواں سال

## غزوہ موتہ

جمادی الاولیٰ میں غزوہ موتہ وقوع میں آیا۔ حقیقت میں یہ سریہ تھا۔ مگر لشکر کی کثرت کے سبب سے اسے غزوہ سے تعبیر کیا گیا۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت حارث بن عمیر ازدی کے ہاتھ امیر بصریٰ یا قیصر روم کے نام اپنا نامہ مبارک بھیجا۔ جب قاصد موتہ میں پہنچا تو شرجیل بن عمرو غسانی نے جو قیصر روم کی طرف سے شام میں ایک گورنر تھا اس کو شہید کر دیا۔ جب آنحضرت ﷺ کو یہ خبر پہنچی۔ تو آپ نہایت غمگین ہوئے اور تین ہزار فوج بسر کردگی زید بن حارثہ (جو آپ کے آزاد کردہ غلام تھے) بھیجی۔ اور حکم دیا کہ اگر زید شہید ہو جائیں۔ تو جعفر بن ابی طالب اور وہ بھی شہید ہو تو عبداللہ بن رواحہ فوج کے سردار ہوں۔ اور ارشاد ہوا کہ اس مقام پر جانا جہاں حارث بن عمیر شہید ہوئے ہیں۔ اور یہ بھی ہدایت کر دی گئی کہ پہلے ان کو دعوت اسلام دینا۔ اگر وہ قبول کر لیں تو جنگ کی ضرورت نہیں۔ خود جناب رسالت مآب ﷺ نے ثنیۃ الوداع تک فوج کی مشایعت فرمائی۔ شرجیل کو خبر پہنچی تو اس نے ایک لاکھ فوج تیار کی۔ ادھر قیصر روم و عرب کی ایک فوج لے کر زمین (۱۶۸) بلقاء میں خیمہ زن ہوا۔ جب لشکر اسلام شہر معان میں پہنچا۔ تو ان کو دشمن کی تعداد کثیر کی اطلاع ملی۔ انہوں نے چاہا کہ دربار رسالت کو حالات کی اطلاع دی جائے اور انتظار کیا جائے۔ مگر حضرت عبداللہ بن رواحہ نے کہا کہ فتح و شہادت میں سے ایک ہمیں حاصل ہو جائے گی۔ اس لئے آگے بڑھے۔ جب بلقاء کی حد پر پہنچے۔ تو مشارف میں قیصر کا لشکر آیا۔

مسلمان بچ کر موتہ کی طرف چلے گئے۔ اور یہاں جنگ ہوئی۔ حضرات زید جعفر و عبداللہ بن رواحہ یکے بعد دیگرے بڑی بہادری سے پیدل ہو کر لڑے اور شہید ہوئے۔ آنحضرت ﷺ مدینہ میں ان واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور بیان فرما رہے تھے۔ حضرت جعفر نے پہلے اپنے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں۔ پھر حملہ کیا ان کا دایاں بازو کٹ گیا۔ تو علم بائیں ہاتھ میں لے لیا۔ بایاں بھی کٹ گیا تو بغل میں لے لیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر کا بیان ہے کہ میں نے ان کی لاش دیکھی تو اس پر نوے سے کچھ اوپر زخم تلواروں اور برچھوں کے تھے۔ اور سب کے سب سامنے کی طرف تھے۔ پشت پر ایک بھی نہ تھا آنحضرت ﷺ نے حضرت جعفر کو شہادت کے بعد بہشت میں فرشتوں کے ساتھ اڑتے دیکھا۔ دوسری روایت میں ہے کہ مثل فرشتہ دو خون آلودہ بازوؤں کے ساتھ دیکھا۔ اسی واسطے ان کو جعفر طیار یا جعفر ذوالجناحین کہتے

ہیں۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ کے بعد بالاتفاق حضرت خالد بن ولید امیر لشکر ہوئے۔ وہ نہایت شجاعت سے لڑے۔ خود ان کا بیان ہے کہ اس دن نو تلواریں میرے ہاتھ سے ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں۔ لشکر کفار میں تزلزل پڑ گیا۔ آخر کار لشکر کفار پسپا ہو گیا۔ اسے مسلمانوں کی فتح کہنا چاہئے کہ دو لاکھ کے مقابلہ میں صرف بارہ شہید ہوئے۔ باقی سب صحیح و سالم مدینہ منورہ واپس آ گئے۔

## غزوۂ فتح مکہ

ماہ رمضان میں غزوہ فتح مکہ وقوع میں آیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ قریش نے معاہدہ حدیبیہ توڑ دیا۔ بغرض توضیح ہم یہاں کسی قدر تفصیل سے کام لیتے ہیں۔ عبدالمطلب بن ہاشم کو ان کے مطلب سات یا آٹھ سال کی عمر میں مدینہ سے مکہ میں لائے تھے جیسا کہ اس کتاب میں پہلے ذکر ہوا۔ اور ہاشم کے مکانات پر ان کو قابض کر دیا تھا جب مطلب نے وفات پائی تو عبدالمطلب کے چچا نوفل نے وہ مکانات چھین لئے۔ عبدالمطلب نے قریش سے مدد مانگی۔ قریش نے کہا کہ ہم دونوں میں دخل نہیں دیتے۔ عبدالمطلب نے اپنے ننھال یعنی بنو نجار کو مدینہ میں لکھا۔ اس لئے سعید بن عدس نجاری اسی سوار لے کر مدد کو آیا۔ جو مکہ میں پہنچا تو نوفل حطیم میں قریش کی جماعت میں بیٹھا ہوا تھا۔ ابو سعید نے وہاں پہنچ کر نوفل کے سر پر تلوار کھینچ لی۔ اور کہنے لگا ہمارے بھانجے کے مکانات واپس کر دو۔ ورنہ اس تلوار سے فیصلہ کر دیتا ہوں۔ یہ دیکھ کر نوفل نے قریش کے سامنے مکانات تو واپس کر دیئے۔ مگر اپنی کمزوری کو محسوس کر کے آئندہ کے لئے عبد شمس کے بیٹوں کو بنو ہاشم کے خلاف اپنا حلیف بنا لیا۔ اس پر عبدالمطلب نے خزاعہ سے کہا کہ تم نوفل اور بنو عبد شمس کے خلاف میرے حلیف بن جاؤ۔ عبد مناف کی ماں خزاعہ کے سردار حلیل کی بیٹی تھی۔ اس لئے وہ کہنے لگے کہ تمہاری مدد کرنا ہم پر واجب ہے۔ چنانچہ دارالندوہ میں معاہدہ لکھا گیا۔

حدیبیہ کے دن از روئے معاہدہ ہر ایک قبیلہ فریقین میں سے جس کا چاہا حلیف بن گیا۔ چنانچہ خزاعہ اپنا پرانا معاہدہ دکھا کر رسول اللہ ﷺ کے حلیف بن گئے۔ اور بنو بکر قریش کے معاہدے میں شامل ہوئے۔ یہ دونوں قبیلے (خزاعہ و بنو بکر) ایک دوسرے کے حریف تھے۔ اور ان میں مدت سے لڑائی چلی آتی تھی۔ جس کا سبب یہ تھا کہ زمانہ جاہلیت میں بنو الحضرمی میں سے ایک شخص جو اسود بن رزن دئلی بکری کا حلیف تھا۔ بغرض تجارت گھر سے نکلا۔ جب وہ خزاعہ کے علاقہ میں پہنچا تو انہوں نے اسے قتل کر ڈالا اور مال لے لیا۔ اس پر بنو بکر نے خزاعہ کا ایک آدمی قتل کر ڈالا۔ پھر خزاعہ نے بنو الاسود یعنی سلمیٰ و کلثوم و ذویب کو عرفات میں قتل کر ڈالا۔ اسی حالت میں



اسلام کے ظہور نے عرب کو اپنی طرف متوجہ کر لیا اور وہ لڑائیاں رک گئیں۔ جب صلح حدیبیہ کے سبب سے اسلام و کفر میں لڑائی کا سلسلہ بند ہو گیا۔ تو بنو بکر (کی ایک شاخ بنو نفاثہ) سمجھے کہ اب انتقال کا وقت ہے اس لئے نوفل بن معاویہ دئلی بکری بنو نفاثہ کو ساتھ لے کر آب وتیر میں جو اسفل مکہ میں خزاعہ کے علاقہ میں ہے رات کو حملہ آور ہوا۔ قریش نے حسب معاہدہ بنو بکر کی مدد کی۔ چنانچہ صفوان بن امیہ۔ حویطب بن عبدالعزیٰ۔ عکرمہ بن ابی جہل اور سہیل بن عمرو وغیرہ صورتیں بدل بدل کر خزاعہ سے لڑے یہاں تک کہ خزاعہ نے مجبور ہو کر حرم مکہ میں پناہ لی۔ بنو بکر حرم کا احترام ملحوظ رکھ کر رک گئے۔ مگر نوفل نے کہا۔ کہ یہ موقع پھر ہاتھ نہ آئے گا۔ چنانچہ حرم میں خزاعہ کا خون بہایا گیا۔

جب بنو بکر و قریش نے وہ عہد توڑ دیا۔ جو ان کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان تھا۔ تو عمرو بن سالم خزاعی چالیس سوار لے کر مدینہ پہنچا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ مسجد میں اپنے اصحاب میں تشریف رکھتے تھے۔ عمرو مذکور حاضر خدمت ہو کر یوں گویا ہوا۔

| | |
|---|---|
| یا رَبِّ اِنِّی نَاشِدٌ مُحَمَّدًا | حِلْفَ اَبِیْنَا وَاَبِیْهِ الْاَتْلَدَا |
| فَانْصُرْ رَسُوْلَ اللّٰه نَصْرًا عَتِدًا | وَادْعُ عِبَادَ اللّٰهِ یَاْتُوْا مَدَدًا |
| اِنَّ قُرَیْشًا اَخْلَفُوْكَ الْمَوْعِدَا | وَنَقَضُوْا مِیْثَاقَكَ الْمُؤَكَّدَا |
| هُمْ بَیَّتُوْنَا بِالْوَتِیْرِ هُجَّدًا | وَقَتَلُوْنَا رُكَّعًا وَّسُجَّدًا |

ترجمہ:۔ (اے خدا میں محمد کو یاد دلاتا ہوں۔ وہ پرانا معاہدہ جو ہمارے باپ اور اس کے باپ (عبدالمطلب) کے درمیان ہوا تھا یا رسول اللہ! ہماری پوری مدد کیجئے اور خدا کے بندوں کو بلائیے جو ہماری مدد کو آئیں قریش نے آپ سے وعدہ کے خلاف کیا۔ اور آپ کا محکم معاہدہ توڑ ڈالا۔ انہوں نے وتیر میں ہم پر بحالت خواب حملہ کیا۔ اور ہمیں رکوع و سجدے کی حالت میں قتل کر ڈالا۔)

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ عمرو! تجھے مدد مل جائے گی۔ ایک روایت (۱۶۹) میں ہے۔ کہ آپ نے فرمایا کہ میں قریش سے دریافت کرتا ہوں۔ پس آپ نے حضرت ضمرہ کو بھیجا۔ اور تین شرطیں پیش کیں کہ قریش ان میں سے ایک اختیار کر لیں۔

(1)۔ خزاعہ کے مقتولین کا خون بہا دیں۔ (2)۔ بنو نفاثہ کی حمایت سے دست بردار ہو جائیں۔ (3)۔ اعلان کر دیں کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔

قرطہ بن عمرو نے کہا کہ ہمیں صرف تیسری شرط منظور ہے۔

آنحضرت ﷺ نے مکہ پر حملہ کی پوشیدہ تیاری شروع کر دی۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ لخمی نے جو بنو اسد بن عبدالعزیٰ کے حلیف تھے بنو ہاشم کی کنیز سارہ کے ہاتھ قریش کو ایک خط

لکھ بھیجا۔ جس میں اس جنگی تیاری کا حال درج تھا۔ سارہ نے وہ خط اپنے سر کے بالوں میں چھپالیا۔ اور
روانہ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اس معاملہ کی خبر دے دی۔ آپ نے حضرت علی، زبیر
مقداد رضی اللہ عنہم کو بھیجا اور ان سے فرمایا کہ روضہ خاخ میں تم کو ایک سانڈنی سوار عورت ملے
گی۔ اس کے پاس قریش مکہ کے نام ایک خط ہے۔ وہ لے آؤ۔ وہ سوار ہو کر چل پڑے اور سارہ کو
روضہ خاخ میں جا لیے۔ اس کو نیچے اتار لیا۔ اور کہا کہ تیرے پاس ایک خط ہے اس نے انکار کیا۔ اس
کے کجاوے کی تلاشی لی گئی۔ مگر کچھ بر آمد نہ ہوا۔ حضرت علی المرتضیٰ نے اس سے کہا۔ میں اللہ کی
قسم کھاتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے جھوٹ نہیں فرمایا۔ تو خط نکال۔ ورنہ ہم تیرے کپڑوں کی
تلاشی لیں گے۔ یہ سن کر اس نے اپنے سر کے بالوں سے وہ خط نکال کر حوالہ کیا۔ جب یہ خط
آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ تو آپ نے حضرت حاطب کو طلب فرمایا اور پوچھا
"حاطب! تو نے یہ کیا حرکت کی؟" حاطب نے یوں عرض کیا۔ "یا رسول اللہ! میرے بارے میں
جلدی نہ کیجئے۔ میں دین سے نہیں پھرا۔ میرے بال بچے مکہ میں قریش کے درمیان ہیں۔

آپ کے ساتھ جو مہاجرین ہیں قریش میں ان کے رشتے ہیں۔ جن کے سبب سے وہاں
کے بال بچوں کی حفاظت کریں گے۔ مگر میرا قریش میں کوئی رشتہ نہیں۔ اپنے اہل و عیال کے بچاؤ
کے لئے میں نے یہ حیلہ کیا کہ قریش پر یہ احسان کروں۔ تاکہ اس کے صلہ میں وہ میرے بال بچوں
کی حفاظت کریں۔" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس نے سچ کہا ہے۔ حضرت عمر فاروق نے بیتاب
ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کا سر اڑا دوں۔ آپ نے فرمایا کہ
حاطب اصحاب بدر میں سے ہے۔ عمر! تجھے کیا معلوم ہے بے شک اللہ تعالیٰ اہل بدر پر مطلع ہے۔ کہ
فرما دیا (۱۷۰) اعملوا ماشئتم فقد غفرت لکم۔ غرض باوجود ایسے سنگین جرم کے آپ نے
حضرت حاطب کو معاف فرما دیا۔

قصہ کوتاہ آنحضرت ﷺ بتاریخ ۱۰ رمضان ۸ھ دس ہزار آراستہ فوج لے کر مدینہ سے
روانہ ہوئے۔ حضرت عباس جو اب تک مکہ میں مقیم تھے اپنے اہل و عیال سمیت ہجرت کر کے
مدینہ کو آرہے تھے وہ مقام جحفہ (۱۷۱) میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حسب
ارشاد نبوی انہوں نے اہل و عیال کو تو مدینہ بھیج دیا اور خود لشکر اسلام میں شامل ہو گئے۔ قدید میں
قبائل کو جھنڈے دیئے گئے۔ آخیر پڑاؤ مر الظہران تھا۔ جہاں سے مکہ ایک منزل یا اس سے بھی کم
تھا۔ یہاں رسول اللہ ﷺ کے حکم سے تمام فوج نے الگ الگ آگ روشن کی۔ قریش کو لشکر اسلام
کی روانگی کی افواہ پہنچ چکی تھی۔ مزید تحقیق کے لئے انہوں نے ابوسفیان بن حرب اور حکیم بن حزام
اور بدیل بن ورقاء کو بھیجا۔ اس تجسس میں ان کا گزر مر الظہران پر ہوا۔ ابوسفیان بولا یہ اس قدر جا بجا



آگ کیسی ہے؟ یہ تو شب عرفہ کی آگ کی مانند ہے۔ بدیل خزاعی نے کہا۔ یہ خزاعہ کی آگ ہے۔ ابو
سفیان نے کہا۔ خزاعہ گنتی میں اتنے نہیں کہ ان کی اس قدر آگ ہو۔ خیمہ نبوی کی حفاظت پر جو دستہ
متعین تھا انہوں نے ابوسفیان وغیرہ کو دیکھ لیا۔ اور پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گئے۔
ابوسفیان ایمان لائے جب رسول اللہ ﷺ یہاں سے مکہ کی طرف روانہ ہونے لگے۔ تو حضرت
عباس سے فرمایا کہ ابوسفیان کو پہاڑ کی چوٹی پر لے جا کر کھڑا کر دو۔ تاکہ افواج الٰہی کا نظارہ آنکھوں
سے دیکھ لیں۔ قبائل عرب کی فوجیں ابوسفیان کے سامنے سے گزرنے لگیں۔ پہلے غفار پھر جہینہ۔
پھر اسلم، پھر سلیم۔ نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے یکے بعد دیگرے گزرے ان کے بعد ایک فوج آئی
جس کی مثل دیکھنے میں نہیں آئی۔ ابوسفیان نے پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ حضرت عباس نے جواب دیا
کہ یہ انصار ہیں۔ سردار انصار حضرت سعد بن عبادہ علم ہاتھ میں لئے ہوئے برابر سے گزرے تو
ابوسفیان سے کہا۔

الیوم یوم الملحمۃ الیوم تستحل الکعبۃ۔

آج گھمسان کے معرکہ کا دن ہے۔ آج کعبہ حلال کر دیا جائے گا۔

بعد ازاں وہ مبارک دستہ آیا۔ جس میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب (مہاجرین)
تھے۔ حضرت زبیر بن العوام علمبردار تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام برابر سے گزرے تو ابوسفیان
نے کہا۔ "حضور نے سنا سعد بن عبادہ کیا کہتے گزرے ہیں؟" آپ نے فرمایا سعد نے غلط کہا۔ آج
کعبہ کی عزت کی جائے گی۔ اور غلاف چڑھایا جائے گا۔ پھر حکم دیا کہ علم سعد سے لے کر ان کے
صاحبزادے قیس کو دے دیا جائے۔

آنحضرت ﷺ مکہ میں حصہ بالائی کی طرف سے داخل ہوئے۔ اعلان کر دیا گیا۔ کہ جو
شخص ہتھیار ڈال دے گا یا ابوسفیان کے گھر پناہ لے گا۔ یا مسجد میں داخل ہو گا۔ یا دروازے بند کرے
گا اس کو امن دیا جائے گا۔ حصہ بالائی میں (خیف بنی کنانہ یعنی محصب میں) رسول اللہ ﷺ کے
لئے خیمہ نصب کیا گیا۔ اور حضرت زبیر نے حسب الارشاد محصب کی حد یعنی حجون کی پہاڑی پر علم
گاڑ دیا۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت خالد بن ولید کو حکم دیا کہ قبائل عرب کے ساتھ پائین شہر
کی طرف سے داخل ہوں اور صفا میں ہم سے آملیں۔ اور کسی سے جنگ نہ کریں۔ مگر صفوان بن
امیہ۔ عکرمہ بن ابی جہل اور سہیل بن عمرو قریش کی ایک جماعت ساتھ لے کر جندمہ میں سد راہ
ہوئے۔ اور حضرت خالد کی فوج پر تیر برسانے لگے۔ چنانچہ حضرت حبیش بن اشعر اور کرز بن جابر
فہری نے شہادت پائی۔ حضرت خالد نے مجبور ہو کر ان پر حملہ کیا۔ وہ تیرہ یا زیادہ لاشیں چھوڑ کر
گھروں کو بھاگ گئے۔ اور بعض پہاڑی پر چڑھ گئے۔ آنحضرت ﷺ نے جو تلواروں کی چمک

کے دست مبارک میں تھی۔ حضرت علی اور حضرت عباس میں سے ہر ایک نے عرض کیا کہ
ہمیں عنایت ہو مگر آپ نے حضرت عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ کو عطا فرمائی۔

حضرت عثمان بن طلحہ کا بیان ہے۔ کہ "ہجرت سے پہلے مجھے رسول اللہ ﷺ مکہ میں
ملے۔ آپ نے مجھے دعوت اسلام دی۔ میں نے کہا۔ اے محمد! تجھ سے تعجب ہے کہ تو چاہتا ہے
میں تیری پیروی کروں۔ حالانکہ تو نے اپنی قوم کے دین کی مخالفت کی ہے۔ اور ایک نیا دین لایا ہے۔
جاہلیت میں کعبہ کو دو شنبہ اور پنج شنبہ کے دن کھولا کرتے تھے۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ لوگوں
کے ساتھ کعبہ میں داخل ہونے کے ارادے سے آئے۔ میں نے آپ سے درشت کلامی کی اور آپ
کو برا بھلا کہا۔ مگر آپ نے درگزر کیا اور فرمایا۔ "عثمان تو یقینا عنقریب ایک دن اس کنجی کو میرے
ہاتھ میں دیکھے گا کہ جہاں چاہوں رکھ دوں۔ میں نے کہا اس دن بیشک قریش ہلاک ہو جائیں گے
اور ذلیل ہو جائیں گے۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ بلکہ زندہ رہیں گے اور عزت پائیں گے۔ اور آپ
کعبہ میں داخل ہوئے۔ آپ کے اس ارشاد نے مجھ پر اثر کیا میں نے گمان کیا کہ جیسا آپ نے
ے فرمایا عنقریب ویسا ہی ہو جائے گا۔ اور ارادہ کیا کہ مسلمان ہو جاؤں۔ مگر میری قوم مجھ سے
نہایت درشت کلامی کرنے لگی۔ جب فتح مکہ کا دن آیا تو آپ نے مجھ سے فرمایا۔ عثمان کنجی لا آپ
کنجی مجھ سے لی پھر وہی کنجی مجھے دے دی اور فرمایا لو یہ پہلے سے تمہاری ہے اور تمہارے ہی پاس
رہے گی۔ ظالم کے سوا اسے کوئی تم سے نہ چھینے گا۔ عثمان! اللہ نے تم کو اپنے گھر کا امین بنایا ہے۔ پس
اس گھر کی خدمت کے سبب سے جو کچھ تمہیں ملے۔ اسے دستور شرعی کے موافق کھاؤ۔ جب میں
نے پیٹھ پھیری۔ آپ نے مجھے پکارا۔ میں پھر حاضر ہوا۔ فرمایا۔ کیا وہ بات نہ ہوئی جو میں نے تجھ سے
کہی تھی اس پر مجھے ہجرت سے پہلے مکہ میں آپ کا وہ قول یاد آگیا۔ میں نے عرض کیا۔ "ہاں (وہ بات
ہو گئی)(۱۷۲) میں گواہی دیتا ہوں کہ "آپ اللہ کے رسول ہیں۔" (۱۷۳) اس حدیث میں تین
پیشن گوئیاں ہیں۔ وہ تینوں پوری ہو گئیں۔

اس روز آنحضرت ﷺ دیر تک مسجد میں رونق افروز رہے نماز کا وقت آیا۔ تو آپ کے
حکم سے حضرت بلال نے کعبہ کی چھت پر اذان کہی۔ ابو سفیان بن حرب اور عتاب بن اسید اور
حارث بن ہشام کعبہ کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے اذان کی آواز سن کر عتاب بولا کہ خدا نے اسید کو
عزت بخشی کہ اس نے یہ آواز نہ سنی ورنہ اسے رنج پہنچتا۔ حارث بولا۔ خدا کی قسم اگر یہ حق ہوتا تو
میں اس کی پیروی کرتا۔ حضرت ابو سفیان نے کہا۔ میں تو کچھ نہیں کہتا۔ اگر کہوں تو یہ کنکریاں ان کو
میرے قول کی خبر دیں گی۔ جب آنحضرت ﷺ ان لوگوں کے پاس ہو کر نکلے۔ تو فرمایا۔ کہ
تمہاری باتیں مجھے معلوم ہو گئیں تم نے ایسا ایسا کہا ہے۔ حارث و عتاب یہ سنتے ہی کہنے لگے۔ "ہم



گواہی دیتے ہیں کہ آپ خدا کے رسول ہیں۔ ان باتوں کی اطلاع کسی اور کو نہ تھی۔ ورنہ ہم کہہ دیتے
کہ اس نے آپ کو بتا دیں۔ (۱۷۴)

مسجد سے آپ کوہ صفا پر تشریف لے گئے۔ وہاں مردوں اور عورتوں نے اسلام قبول کر
کے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ مردوں میں حضرت معاویہ اور مستورات میں ان کی والدہ
ہندہ بھی تھی۔ جو حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ کا کلیجہ چبا گئی تھی۔

عفو عام سے نو یا دس اشخاص مستثنیٰ تھے۔ جن کی نسبت حکم دیا گیا تھا کہ جہاں ملیں قتل کر
دیئے جائیں۔ اس حکم کی وجہ آنحضرت ﷺ کا ذاتی انتقام نہ تھا۔ بلکہ اور مختلف جرم تھے۔ ان میں
سے صرف تین یعنی ابن خطل۔ مقیس بن ضبابہ اور ابن خطل کی کنیز قریبہ قتل ہوئے۔ ابن خطل اور
مقیس قصاص میں قتل کیے گئے۔ قریبہ اسلام کی ہجو گایا کرتی تھی۔ باقی سب کو امن دیا گیا۔ اور ایمان
لائے۔ ایک دشمن اسلام عیسائی مصنف ان دس اشخاص کی تفصیل دے کر یوں لکھتا ہے۔ (۱۷۵)

"اس طرح عفو کے مقابلہ میں حکم قتل کی صورتیں کالعدم تھیں اور سزائے موت
فی الواقع عمل میں آئی (شاید باستثنائے مغنیہ) محض پولیٹکل مخالفت کے سوا اور جرموں کی وجہ
سے روا تھی۔ جس عالی حوصلگی سے (حضرت) محمد نے اس قوم سے سلوک کیا جس نے اتنی
آپ سے دشمنی رکھی اور آپ کا انکار کیا۔ وہ ہر طرح کی تحسین و آفرین کے قابل ہے۔ حقیقت
میں اس قوم کی معافی اور اس کی گستاخیوں اور اذیتوں کی فراموشی آپ ہی کے فائدے کے لئے تھی۔
مگر اس کے لئے ایک فراخ و فیاض دل کی کچھ کم ضرورت نہ تھی۔"

فتح مکہ کے دوسرے روز خزاعہ نے ہذیل کے ایک شخص کو جو مشرک تھا قتل کر ڈالا اس
پر آنحضرت ﷺ نے حمد و ثنا کے بعد یوں خطاب (۱۷۶) فرمایا۔

إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللّٰهُ وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ لَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
الْآخِرِ أَنْ يَسْفِكَ بِهَا دَمًا وَلَا يَعْضِدُ بِهَا شَجَرًا فَإِنْ تَرَخَّصَ أَحَدٌ لِقِتَالِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا فَقُولُوا لَهُ إِنَّ اللّٰهَ أَذِنَ لِرَسُولِهِ وَلَمْ يَأْذَنْ لَكُمْ وَإِنَّمَا أَذِنَ فِيهَا سَاعَةً
مِنْ نَهَارٍ وَقَدْ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْأَمْسِ وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ۔

تحقیق مکہ کو اللہ نے حرام کر دیا اور لوگوں نے حرام نہیں کیا۔ جو شخص خدا اور روز آخرت
پر ایمان رکھتا ہے اس کے لئے جائز نہیں کہ اس میں خون بہائے اور نہ اس کا درخت کاٹے اگر کوئی
اس میں رسول اللہ ﷺ کے جنگ کے سبب سے قتال کو رخصت کہے تو اس سے کہہ دو کہ خدا نے
اپنے رسول کو اجازت دی تم کو اجازت نہیں دی مجھے بھی دن کی ایک ساعت اجازت دی گئی۔ اور
آج اس کی حرمت ایسی ہو گئی۔ جیسا کہ کل (فتح سے پہلے) تھی چاہیے کہ جو یہاں حاضر ہے وہ غائب

کو یہ پیغام پہنچا دے۔

جب مکہ بتوں سے پاک ہو چکا تو مکہ کے گرد جو بت (منات۔ لات۔ عزیٰ۔ سواع) وہ سرایا کے ذریعہ سے منہدم کر دیئے گئے۔

# غزوہ حنین

فتح مکہ کا اثر قبائل عرب پر نہایت اچھا پڑا۔ وہ اب تک منتظر تھے اور کہا کرتے (حضرت) محمد (ﷺ) اور ان کی قوم کو آپس میں نپٹ لینے دو۔ اگر وہ قریش پر غالب آ گئے پیغمبر ہیں۔ اس لئے جب مکہ فتح ہوا تو ہر ایک قوم نے اسلام قبول کرنے میں پیش دستی کی مگر کا زبردست قبیلہ جو مکہ و طائف کے درمیان سکونت پذیر تھا اس فتح پر بہت برافروختہ ہوا سے پہلے ہی جنگ کی تیاریاں کر رہے تھے۔ اس لئے فتح کی خبر سنتے ہی حملہ کے لئے تیار ہو ہوازن (باستثنائے کعب وکلاب) کے ساتھ ثقیف تمام اور نصر و جشم تمام اور سعد بن ابی بکر بنو ہلال شامل ہوئے۔ جشم کا رئیس درید بن صمہ تھا۔ جس کی عمر سو سال سے متجاوز تھی محض مشورے کے لئے ہودج میں بٹھا کر ساتھ لے گئے۔ تمام فوج کا سپہ سالار اعظم مالک بن نصری تھا۔ جس کے حکم سے بچے اور عورتیں اور اموال بھی ساتھ تھے تاکہ لڑائی میں پیچھے نہ درید نے اس حکم کو پسند نہ کیا۔ مگر اس کی کچھ پیش نہ گئی۔

رسول اللہ ﷺ کو خبر پہنچی تو آپ نے حضرت عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی کو بطور جاسوس دریافت حال کے لئے بھیجا۔ وہ دشمن کے لشکر میں آئے اور انہوں نے وہاں کے تمام حالات رسالت میں عرض کئے۔ آنحضرت ﷺ نے تیاری شروع کر دی۔ دس ہزار درہم عبداللہ بن ابی ربیعہ سے جو ابو جہل کے بھائی تھے قرض لئے گئے۔ اور صفوان بن امیہ سے جو ایمان نہ لائے تھے۔ سو زرہیں مع لوازم مستعار لی گئیں۔ غرض شوال ۸ھ میں آنحضرت ﷺ ہزار جمعیت کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جن میں سے دو ہزار طلقاء (اہل مکہ) تھے۔ لشکر کی کثرت دیکھ کر بعضوں کی زبان سے بے اختیار نکلا۔ "آج ہم پر کون غالب آ سکتا ہے؟" جب حنین (
میں پہنچے تو صبح کے وقت کہ ابھی اجالا بھی اچھی طرح نہ ہوا تھا حملہ کے لئے آگے بڑھے۔ دشمن ان کے پہنچنے سے پہلے ہی اس طرح صف آرائی کر رکھی تھی کہ سب سے آگے سوار۔ سواروں پیچھے پیادہ۔ پیادوں کے پیچھے عورتیں اور عورتوں کے پیچھے بکریاں اور اونٹ تھے۔ اور کچھ فوج کی گھاٹیوں اور دروں کی کمین گاہوں میں مقرر کر دی تھی اسلامی فوج نے پہلے ایسی شجاعت دکھائی کہ کفار (۸ ۷ ۱) بھاگ نکلے۔ مسلمان غنیمت لوٹنے میں مشغول ہو گئے۔ کفار نے



...کو پکارا کہ یہ کیا ذلت و فضیحت ہے اور مڑ کر حملہ کیا۔ اب کثرت پر نازش اپنا رنگ لائی۔ ...کے مقدمہ میں بہت سے ایسے نوجوان تھے جو سلاح و زرہ سے خالی تھے۔ ہوازن و بنو نصر ...نے جو تیر اندازی میں مشہور تھے تیروں کا مینہ برسانا شروع کیا۔ ذرا سی دیر میں مقدمۃ ...کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اس طرح باقی فوج بھی بھاگ نکلی۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صرف ...اصحاب ثابت قدم رہے۔ مگر اکیلے آپ تھے کہ اس حالت میں بھی دشمن کی طرف بڑھنا چاہتے ...اور وہ اصحاب بمقتضائے شفقت آپ کو روک رہے تھے۔ چنانچہ حضرت عباس آپ کے خچر کی ...حضرت ابوسفیان رکاب تھامے ہوئے تھے۔ کہ آگے نہ بڑھ جائیں اور آپ فرما رہے تھے۔

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

میں پیغمبر ہوں۔ اس میں جھوٹ نہیں میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

حضرت عباس نہایت بلند آواز تھے۔ آپ نے حکم دیا کہ مہاجرین و انصار کو آواز دو۔ ...یوں پکارنے لگے:۔

يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ يَا أَصْحَابَ السَّمُرَةِ يَا أَصْحَابَ سُورَةِ الْبَقَرَةِ۔

او گروہ انصار! او بیعت رضوان والو! اے سورہ بقرہ والو!

اس آواز کا کان میں پڑنا تھا کہ لبیک لبیک کہتے ہوئے سب جمع ہو گئے۔ آپ نے صف ...کے بعد حملہ کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ نہایت بہادری سے لڑنے لگے۔ شدت جنگ کو دیکھ کر آپ ...الآن حمی الوطیس۔ (اب تنور خوب گرم ہو گیا) لڑائی کا نقشہ بدل چکا تھا۔ مسلمانوں ...کا نزول ہوا۔ کفار کو ملاء اعلیٰ کا لشکر چپکیلے گھوڑوں پر سواروں کی شکل میں نظر آ رہا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے خچر سے اتر کر ایک مشت خاک لی۔ اور شاهت الوجوه پڑھتے ...کفار کی طرف پھینک دی۔ دشمن میں سے کوئی ایسا نہ تھا جس کی آنکھوں میں وہ خاک نہ پڑی ...لشکر کفار کو شکست ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں جنگ حنین کا ذکر اس طرح کیا:۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ ۙ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ ... شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُدْبِرِينَ ۚ ثُمَّ أَنْزَلَ اللّٰهُ ... عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ جُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ وَ ... جَزَاءُ الْكَافِرِينَ۔ ثُمَّ يَتُوبُ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ ۗ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔

(... ع ۴)

البتہ تحقیق اللہ نے تم کو مدد دی بہت میدانوں میں اور حنین کے دن جب تم اپنی کثرت ... پس وہ کثرت تمہارے کچھ کام نہ آئی۔ اور زمین باوجود فراخی کے تم پر تنگ ہو گئی۔ پھر تم

پیٹھ پھیر کر ہٹے پھر اللہ نے اپنے رسول پر اور مومنوں پر اور اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی
وہ فوجیں اتاریں جو تم نے نہ دیکھیں اور کافروں کو عذاب کیا۔ اور یہی سزا ہے کافروں کی۔ پھر
اس کے بعد توبہ قبول کرے گا جس کی چاہے اور اللہ بخشنے والا ہے۔

## جنگ اوطاس

شکست خوردہ فوج ٹوٹ پھوٹ کر کچھ تو اوطاس میں اور کچھ طائف میں جمع
ہوئی۔ آنحضرت ﷺ نے کچھ فوج بسر کردگی حضرت ابو عامر اشعری اوطاس بھیجی جو دیار ہوازن میں
وادی کا نام ہے۔ درید بن صمہ یہاں مارا گیا۔ قبیلہ جشم کے ایک شخص نے حضرت ابو عامر کی
میں تیر مارا۔ حضرت ابو موسیٰ نے اس جشمی کو قتل کر ڈالا اور حضرت ابو عامر کو اطلاع دی۔ حضرت
ابو عامر کچھ دیر کے بعد واصل بحق ہوئے۔ مگر شہادت سے پہلے انہوں نے حضرت ابو موسیٰ
اشعری سے کہا کہ سلام کے بعد میرا یہ پیغام رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچا دینا کہ آپ
میرے حق میں دعائے مغفرت فرمائیں۔

حضرت ابو عامر کے بعد حضرت ابو موسیٰ اشعری نے علم کو ہاتھ میں لیا۔ اور خوب جنگ
کی۔ دشمن کو شکست ہوئی۔ اسیران جنگ میں آنحضرت کی رضاعی بہن شیماء سعدیہ بھی تھیں جو
گرفتار ہو کر آئیں' تو آنحضرت ﷺ سے کہنے لگیں۔ کہ میں آپ کی بہن ہوں آپ نے فرمایا
اس کی علامت کیا ہے۔ اس پر انہوں نے اپنی پیٹھ کھول کر دکھائی۔ کہ ایک دفعہ بچپن میں آپ کو گود
میں لئے بیٹھی تھی۔ آپ نے دانت سے کاٹا تھا یہ اس کا نشان ہے۔ آپ نے وہ نشان پہچان لیا۔
اپنی چادر مبارک بچھا کر ان کو اس پر بٹھایا اور مرحبا کہا۔ پھر فرمایا۔ "جی چاہے تو میرے ہاں عزت
سے رہو۔ اور اپنی قوم میں جانا چاہو۔ تو وہاں پہنچا دیا جائے۔" انہوں نے اپنی قوم میں رہنا پسند کیا
اور ایمان لائیں۔ آپ نے ان کو غلام و کنیز اور ایک اونٹ دے کر بڑے احترام سے ان کی قوم میں
پہنچا دیا۔

جب حضرت ابو موسیٰ اشعری اوطاس سے واپس آئے۔ تو آنحضرت ﷺ کو حضرت ابو
عامر کا پیغام پہنچا دیا۔ آپ نے یوں دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعُبَيْدٍ اَبِی عَامِرٍ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَوْقَ كَثِيْرٍ مِّنْ خَلْقِكَ
وَمِنَ النَّاسِ۔

اے خدا! ابو عامر عبید کو بخش دے اے خدا اسے قیامت کے دن اپنی مخلوق اور ان
لوگوں میں سے بہتوں کے اوپر رکھنا۔



یہ دیکھ کر حضرت ابو موسیٰ اشعری نے اپنے واسطے دعا کی التجاء کی۔ آپ نے یوں دعا
فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ قَيْسٍ ذَنْبَهٗ وَاَدْخِلْهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مُدْخَلًا كَرِيْمًا۔

اے خدا! عبداللہ بن قیس کا گناہ بخش دے اور اسے قیامت کے دن عزت کے مقام میں
داخل کر۔

## محاصرۂ طائف

آنحضرت ﷺ نے غنائم و اسیران جنگ کی نسبت حکم دیا کہ سب کو جمع کر کے (۱۷۹)
جعرانہ میں بھیج دیا جائے۔ بذات اقدس طائف (۱۸۰) کی طرف روانہ ہوئے۔ روانگی کے وقت
طفیل بن عمرو دوسی کو بت ذوالکفین کے منہدم کرنے کے لئے بھیجا اور حکم دیا کہ اپنی قوم سے مدد لے
کر ہم سے طائف میں آملو۔ حضرت طفیل اپنی قوم کے رئیس تھے۔ انہوں نے بت کو جلا دیا۔ اور
قبیلہ دوس کے چار سو آدمیوں اور دبابہ و منجنیق لے کر طائف میں حاضر خدمت اقدس ہوئے۔

ثقیف اوطاس سے بھاگ کر طائف میں چلے آئے تھے۔ یہاں ایک قلعہ تھا۔ اس کی
مرمت کر کے ایک سال کا سامان رسد لے کر اس میں پناہ گزین تھے۔ لشکر اسلام اس قلعہ کے
قریب اترا۔ اسلام میں یہ پہلا موقع تھا کہ قلعہ شکن آلات استعمال میں لائے گئے۔ مسلمانوں نے
منجنیق (۱۸۱) نصب کیا تو اہل قلعہ نے تیروں کا مینہ برسانا شروع کیا بارہ غازی شہید ہو گئے۔ دبابہ
(۱۸۲) استعمال کیا گیا تو ثقیف نے لوہے کی گرم سلاخیں برسائیں جن سے دبابہ جل گیا۔ اور
نقصان جان بھی ہوا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کی طرف سے منادی کر دی گئی کہ کفار کا جو غلام قلعہ سے
ہمارے پاس آئے گا۔ وہ آزاد کر دیا جائے گا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تیئس غلام قلعہ سے اتر کر حاضر
خدمت ہوئے۔ وہ سب آزاد کر دیے گئے اور ایک ایک کر کے مسلمانوں کے حوالے کر دیے گئے
کہ ان کی ضروریات کے متکفل ہوں اور ان کو تعلیم اسلام دیں۔ ان غلاموں میں حضرت نفیع بن
حارث تھے جو چرخ چاہ پر لٹک کر قلعہ کی دیوار سے اترے تھے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے ان کی
کنیت ابوبکرہ رکھ دی۔

دو ہفتہ بلکہ اس سے زیادہ محاصرہ قائم رہا۔ مگر قلعہ فتح نہ ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے
حضرت نوفل بن معاویہ دئلی سے مشورہ کیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ "لومڑی بھٹ میں ہے۔ اگر
آپ کوشش جاری رکھیں گے۔ تو اسے پکڑ لیں گے۔ اور اگر اسے چھوڑ جائیں تو آپ کو ضرر
نہیں۔" غرض محاصرہ اٹھا لیا گیا۔ جب واپس آنے لگے۔ تو صحابہ کرام نے آنحضرت ﷺ سے

عرض کیا۔ "یارسول اللہ ثقیف کے تیروں نے ہم کو جلادیا۔ آپ ان پر بددعا فرمائیں۔" اس پر آپ نے یوں دعا فرمائی:۔

اَللّٰھُمَّ اھْدِ ثَقِیْفًا دَائِتْ بِھِمْ۔

اے خدا تو ثقیف کو ہدایت دے اور ان کو (مسلمان بنا کر) لا۔

اس دعائے رحمتہ للعالمین کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۹ ھ میں ثقیف کے وفد نے حاضر خدمت اقدس ہو کر اظہار اسلام کیا۔

آنحضرت ﷺ طائف سے جعرانہ میں تشریف لائے۔ یہاں غنائم حنین واوطاس تھیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے:۔

| | |
|---|---|
| اسیران جنگ (زنان واطفال) | ۶۰۰ |
| اونٹ | ۲۴۰۰۰ |
| بکریاں | ۴۰۰۰۰ سے زائد |
| چاندی | ۴۰۰۰ اوقیہ |

آپ نے دس دن سے کچھ زیادہ ہوازن کا انتظار کیا۔ وہ نہ آئے تو آپ نے مال غنیمت میں سے طلقاء و مہاجرین کو دیا اور انصار کو کچھ نہ دیا۔ اس پر انصار کو رنج ہوا ان میں سے بعض کہنے لگے "خدا رسول اللہ کو معاف کردے۔ وہ قریش کو عطا فرماتے ہیں اور ہم کو محروم رکھتے ہیں۔ حالانکہ ہماری تلواروں سے قریش کے خون کے قطرے ٹپکتے ہیں۔" اور بعض بولے۔ "جب مشکل پیش آتی ہے تو ہمیں بلایا جاتا ہے۔ اور غنیمت اوروں کو دی جاتی ہے۔"

آنحضرت ﷺ نے یہ چرچا سنا۔ تو انصار کو طلب فرمایا۔ ایک چرمی خیمہ نصب کیا گیا۔ جس میں آپ نے انصار کے سوا کسی اور کو نہ رہنے دیا۔ جب انصار جمع ہو گئے تو آپ نے پوچھا کہ "وہ کیا بات ہے جو تمہاری نسبت میرے کان میں پہنچی ہے۔" انصار جھوٹ نہ بولا کرتے تھے۔ کہنے لگے کہ سچ ہے جو آپ نے سنا، مگر ہم میں سے کسی دانا نے ایسا نہیں کہا، نوخیز جوانوں نے ایسا کہا تھا۔ یہ سن کر آپ نے حمد وثنا کے بعد یوں خطاب فرمایا:۔

یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ اَلَمْ اَجِدْکُمْ ضُلاًّ فَھَدَاکُمُ اللّٰہُ بِیْ وَکُنْتُمْ مُتَفَرِّقِیْنَ فَاَلَّفَکُمُ اللّٰہُ بِیْ وَکُنْتُمْ عَالَۃً فَاَغْنَاکُمُ اللّٰہُ بِیْ۔

اے گروہ انصار کیا یہ سچ نہیں کہ تم گمراہ تھے۔ خدا نے میرے ذریعہ سے تم کو ہدایت دی۔ اور تم پراگندہ تھے خدا نے میرے ذریعہ سے تم کو جمع کر دیا۔ اور تم مفلس تھے خدا نے میرے ذریعہ سے تم کو دولت مند کر دیا۔



آپ یہ فرماتے جاتے تھے اور انصار ہر فقرے پر کہتے جاتے تھے کہ "خدا اور رسول کا احسان اس سے بڑھ کر ہے۔"

آپ نے فرمایا۔ کہ تم مجھے جواب کیوں نہیں دیتے۔ انصار نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ہم کیا جواب دیں۔ خدا اور رسول کا احسان اور فضل ہے۔ آپ نے فرمایا۔ خدا اگر تم چاہو تو یہ جواب دو۔ میں ساتھ ساتھ تمہاری تصدیق کرتا جاؤں گا۔

اَتَیْتَنَا مُکَذَّبًا فَصَدَّقْنَاکَ وَ مَخْذُوْلاً فَنَصَرْنَاکَ وَطَرِیْدًا فَاٰوَیْنَاکَ وَعَائِلاً فَوَاسَیْنَاکَ۔

تو ہمارے پاس اس حال میں آیا کہ لوگوں نے تیری تکذیب کی تھی۔ ہم نے تیری تصدیق کی۔ لوگوں نے تیرا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ ہم نے تیری مدد کی۔ لوگوں نے تجھ کو نکال دیا تھا ہم نے تجھے پناہ دی۔ تو مفلس تھا ہم نے جان ومال سے تیری ہمدردی کی۔

پھر فرمایا کہ میں نے تالیف قلوب کے لئے اہل مکہ کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے۔ "اے انصار کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ لوگ اونٹ بکریاں لے کر جائیں اور تم رسول اللہ کو لے کر گھر جاؤ۔ اللہ کی قسم تم جو کچھ لے جا رہے ہو وہ اس سے بہتر ہے جو وہ لے جا رہے ہیں۔ اگر لوگ کسی وادی یا درہ میں چلیں تو میں انصار کی وادی میں یا درہ میں چلوں گا۔" (۱۸۳) یہ سن کر انصار پکار اٹھے۔ یا رسول اللہ رضینا۔ (یارسول اللہ ہم راضی ہیں) اور ان پر اس قدر رقت طاری ہوئی کہ روتے روتے داڑھیاں تر ہو گئیں۔

جب جعرانہ میں اسیران جنگ کی تقسیم بھی ہو چکی تو ہوازن کی سفارت (وفد) حاضر خدمت اقدس ہوئی۔ آنحضرت ﷺ کی رضاعی ماں حلیمہ قبیلہ سعد بن بکر بن ہوازن سے تھیں۔ اس سفارت میں آپ کا رضائی چچا ابو ثروان (یا ابو برقان) بن عبدالعزی سعدی بھی تھا۔ سفارت کا رئیس زہیر بن صرد سعدی جشمی تھا۔ وفد نے پہلے اپنی طرف سے اور اپنی قوم کی طرف سے اظہار اسلام کیا اور آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ پھر حضرت زہیر بن صرد نے یوں تقریر کی۔ (۱۸۴)

"یارسول اللہ! اسیران جنگ میں سے جو عورتیں چھپروں میں ہیں وہ آپ کی پھوپھیاں اور خالائیں اور دایہ ہیں۔ جو آپ کی پرورش کی کفیل تھیں۔

اگر ہم نے حارث بن ابی شمر (امیر شام) یا نعمان بن منذر (شاہ عراق) کو دودھ پلایا ہوتا۔ پھر اس طرح کی مصیبت ہم پر آپڑتی تو ہمیں اس سے مہربانی وفائدہ کی توقع ہوتی۔ مگر آپ سے تو زیادہ توقع ہے۔ کیونکہ آپ فضل وشرف میں ہر مکفول سے بڑھ کر ہیں۔"

اس کے بعد حضرت ابو ثروان نے یوں عرض کیا:۔(۱۸۵)

"یارسول اللہ! ان چھپروں میں آپ کی پھوپھیاں خالائیں اور بہنیں ہیں۔ جو آپ کی پرورش کی کفیل تھیں۔ انہوں نے آپ کو اپنی گودوں میں پالا۔ اور اپنے پستان سے دودھ پلایا۔ میں نے آپ کو دودھ پیتے دیکھا۔ کوئی دودھ پیتا بچہ آپ سے بہتر نہ دیکھا میں نے آپ کو دودھ چھڑاتے دیکھا کوئی دودھ چھڑایا بچہ میں نے آپ سے بہتر نہ دیکھا۔ پھر میں نے آپ کو نوجوان دیکھا کوئی نوجوان آپ سے بہتر نہ دیکھا۔ آپ میں خصال خیر کامل طور پر موجود ہیں۔ اور باوجود اس کے آپ کے اہل و کنبہ ہیں آپ ہم پر احسان کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر احسان کرے گا۔

یہ تقریر سن کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نے انتظار کے بعد تقسیم کی ہے۔ تم اسیران جنگ و غنائم میں ایک اختیار کر لو۔ انہوں نے کہا کہ ہم اسیران جنگ کی رہائی چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ مجھے اپنے خاندان کے حصہ کا اختیار ہے۔ باقی کے لئے اوروں کی اجازت درکار ہے۔ تم نماز ظہر کے بعد اپنی درخواست پیش کرنا۔ چنانچہ نماز ظہر کے بعد انہوں نے اظہار مطلب کیا۔ پھر آپ نے حمد و ثناء کے بعد یوں خطاب (۱۸۶) فرمایا:۔

"تمہارے بھائی مسلمان ہو کر آئے ہیں۔ میری رائے ہے کہ اسیران جنگ ان کو واپس کر دوں۔ تم میں سے جو بغیر عوض واپس کرنا چاہتے ہیں کر دیں اور جو عوض لینا چاہتے ہیں ہم کو غنیمت میں سے جو ہاتھ آئے گی ادا کر دیں گے۔"

قصہ کوتاہ تمام مہاجرین و انصار نے بغیر عوض واپس کر دینا منظور کر لیا۔ اس طرح چھ ہزار رہا کر دیئے گئے۔

## ہجرت کا نواں سال

اس سال کے اوائل میں واقعہ ایلاء پیش آیا۔ ازواج مطہرات نے آنحضرت ﷺ سے مقدور سے زیادہ نفقہ و کسوت طلب کیا۔ اس پر آپ نے ایلاء کیا۔ یعنی سوگند کھائی کہ ایک ماہ تک ان کے ساتھ مخالطت نہ کروں گا۔ جب ۲۹ دن گزرنے پر مہینہ پورا ہوا۔ تو آیہ تخییر (سورہ احزاب) نازل ہوئی۔ مگر سب نے زینت دنیا پر اللہ اور رسول کو اختیار کیا۔

غزوہ طائف اور غزوہ تبوک (۱۸۷) کے درمیانی زمانہ میں حضرت کعب بن زہیر رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ایمان لائے اور انہوں نے اپنا مشہور قصیدہ پڑھا۔

## غزوہ تبوک

یہ غزوہ ماہ رجب میں پیش آیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ مدینہ میں یہ خبر پہنچی کہ رومیوں اور



رومیوں نے مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے بڑی فوج تیار کر لی ہے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں اور قبائل عرب سے جانی و مالی امداد طلب کی۔ اس وقت سخت قحط اور شدت کی گرمی تھی اسی وجہ سے اس غزوہ کو غزوۃ العسرۃ بھی کہتے ہیں سورہ توبہ میں ہے۔ الذین اتبعوہ فی ساعۃ العسرۃ۔ جو لشکر اس غزوہ کے لئے تیار کیا گیا اسے جیش العسرۃ کہتے ہیں۔ اس جیش کی تیاری میں حضرت عثمان غنی نے خصوصیت سے حصہ لیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ و فاروقؓ نے بھی ایثار کا ثبوت دیا۔ غرض رسول اللہ ﷺ تیس ہزار کی جمعیت کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے راستہ میں جب سرزمین ثمود میں اترے۔ تو آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا۔ (۱۸۸) کہ وہاں کے کنوؤں کا پانی نہ لینا اور نہ وہ پانی پینا۔ انہوں نے عرض کیا۔ کہ ہم نے پانی لیا ہے۔ اور اس سے آٹا گوندھا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پانی گرا دو اور آٹا اونٹوں کو کھلا دو۔ جب آپ حجر یعنی ثمود کے علاقہ میں سے گزرے جو پہاڑوں کو تراش کر بنائے ہوئے تھے تو فرمایا (۱۸۹) کہ ان معذبین کے مقامات سے روتے ہوئے گزرنا چاہیے۔ کہ مبادا ہم پر بھی وہی عذاب آئے۔ پھر آپ نے اپنی چادر سے منہ چھپا لیا اور اس وادی سے جلدی گزر گئے۔

جب آنحضرت ﷺ حجر سے روانہ ہوئے تو راستے میں ایک جگہ آپ کا ناقہ گم ہو گیا۔ ابن لصیب قینقاعی منافق کہنے لگا۔ "محمد نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور تم کو آسمان کی خبر دیتا ہے۔ اور وہ اتنا بھی نہیں جانتا۔ کہ اس کا ناقہ کہاں ہے۔" رسول اللہ ﷺ کو باطلاع الٰہی یہ معلوم ہو گیا۔ آپ نے یہ فرمایا۔ "ایک منافق ایسا ایسا کہتا ہے۔ خدا کی قسم! میں وہی جانتا ہوں جو اللہ نے مجھے بتایا ہے۔ خدا نے مجھے ناقہ کا حال بتا دیا ہے۔ وہ فلاں درہ میں ہے۔ اس کی نکیل ایک درخت میں الجھی ہوئی ہے۔ اس سبب سے وہ رکا ہوا ہے۔ تم جا کر لے آؤ۔" بہ تعمیل ارشاد مبارک ناقہ اس جگہ سے لایا گیا۔ حضور کے ارشاد مبارک کے وقت حضرت عمارہ موجود تھے۔ منافق مذکور حضرت عمارہ ہی کے ڈیرے میں تھا۔ حضرت عمارہ اپنے ڈیرے میں واپس آ کر کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابھی سے باطلاع الٰہی عجیب ماجرا بیان فرمایا۔ کہ ایک شخص ایسا ایسا کہتا ہے۔ عمارہ کے بھائی عمرو بن حزم نے کہا کہ تمہارے آنے سے پہلے زید بن لصیت نے ایسا ہی کہا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمارہ نے زید کی گردن لکڑی سے ٹھکا دی اور کہا۔ "او دشمن خدا! میرے ڈیرے سے نکل جا میرے ساتھ نہ رہ۔" کہا گیا ہے کہ زید مذکور بعد میں تائب ہو گیا تھا۔ (۱۹۰)

حجر سے تبوک چار منزل ہے۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ خبر غلط تھی تبوک میں بیس روز آنحضرت ﷺ کا قیام رہا۔ اہل تبوک نے جزیہ پر آپ سے صلح کر لی۔ (۱۹۱) ایلہ کا نصرانی سردار یوحنا بن روبہ حاضر خدمت اقدس ہوا۔ اس نے تین سو دینار سالانہ جزیہ پر آپ سے صلح کر

لی۔ اور ایک سفید خچر پیش کیا۔ آپ نے ایک چادر اسے عنایت فرمائی۔ جرباؤ روح کے یہودیوں
بھی جزیہ پر صلح کر لی۔

تبوک ہی سے آنحضرت ﷺ نے حضرت خالد بن ولید کو چار سو سواروں کا دستہ
کر اکیدر بن عبدالملک کندی نصرانی سردار دومتہ الجندل کے زیر کرنے کے لئے بھیجا۔ اور فرمایا
تم اکیدر کو نیل گائے کا شکار کرتے پاؤ گے اکیدر دومتہ الجندل کے قلعہ میں رہا کرتا تھا۔ جب حضرت
خالد قلعہ کے پاس پہنچے تو ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ چاندنی رات تھی کہ ایک نیل گائے جنگل
کر قلعہ کے دروازے پر سینگ مارنے لگی۔ اکیدر اس کے شکار کے لئے قلعہ سے اترا آیا۔
شکار میں حضرت خالد کے دستے نے اس پر حملہ کیا اور گرفتار کر کے مدینہ میں لے آئے۔ اس
بھی جزیہ پر صلح کر لی۔

## مسجد ضرار

منافق ہمیشہ اس امر کے درپے تھے۔ کہ کسی طرح مسلمانوں میں پھوٹ ڈال دیں۔
غرض سے انہوں نے اپنی علیحدہ مسجد بنانے کا ارادہ کیا۔ ابو عامر فاسق جو انصار میں سے تھا عیسائی
گیا تھا۔ وہ غزوہ خندق تک آنحضرت ﷺ سے لڑتا رہا۔ جب ہوازن بھاگ گئے تو وہ شام میں
تھا۔ اس نے وہاں سے ان منافقین کو کہلا بھیجا کہ تم مسجد قباء کے متصل میں اپنی مسجد بنالو۔ اور
حرب تیار کر لو۔ میں قیصر روم کے پاس جاتا ہوں اور رومیوں کی فوجیں لاتا ہوں۔ تاکہ محمد اور
کے اصحاب کو ملک سے نکال دیں۔ چنانچہ منافقوں نے مسجد قباء کے پاس ایک مسجد بنائی۔ اور رسول
اللہ ﷺ کی خدمت میں آ کر درخواست کی۔ کہ ہم نے بیماروں اور معذوروں کے لئے ایک
بنائی ہے۔ آپ قدم رنجہ فرما کر اس میں نماز پڑھائیں۔ اور دعائے برکت فرمائیں آپ نے فرمایا
میں اب غزوہ تبوک پر جا رہا ہوں۔ واپس آ کر انشاء اللہ تعالیٰ حاضر ہوں گا۔ چنانچہ جب آپ
تبوک سے واپس ہو کر موضع ذوادان میں پہنچے جو مدینہ طیبہ سے ایک گھنٹہ کی راہ ہے۔ تو یہ آیتیں
نازل ہوئیں:۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ
حَارَبَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ لَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ
لَكٰذِبُوْنَ۔ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ
فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ۔ (توبہ۔ رکوع ۱۳)

اور وہ لوگ جنہوں نے ایک مسجد بنائی ضرر پہنچانے اور کفر کرنے اور مسلمانوں میں



...الڑنے کے لئے اور کمین گاہ بنانے کے لئے اس شخص کے واسطے جو پہلے سے خدا اور رسول
...رہا ہے۔ اور البتہ وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے تو بھلائی ہی چاہی تھی۔ اللہ گواہ ہے
...لوگ جھوٹے ہیں۔ تو اس مسجد میں ہرگز کھڑا نہ ہونا۔ البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے
...گاری پر رکھی گئی ہے اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ تو اس میں کھڑا ہو۔ اس میں ایسے مرد ہیں
...رہنے کو دوست رکھتے ہیں اور اللہ پاک رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

پس آنحضرت ﷺ نے حضرت مالک بن دخشم اور معن بن عدی عجلانی کو حکم دیا۔ کہ جا
...اس مسجد ضرار کو گرا دو اور جلا دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ (۱۹۲)

...اس سال مختلف قبائل کے وفود اس کثرت سے دربار رسالت میں حاضر ہوئے کہ اسے سال وفود کہا
...ہے۔ یہ وفود بالعموم نعمت ایمان سے مالا مال ہو کر واپس گئے۔ اس مختصر میں ان کی تفصیل کی
...گنجائش نہیں۔

## ہجرت کا دسواں سال

اس سال بھی وفود عرب پے در پے حاضر ہوتے رہے اہل یمن و ملوک حمیر ایمان
... اسی سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری حج کیا۔ جسے حجتہ الوداع کہتے ہیں۔ الیوم
... لکم دینکم الایہ عرفہ میں نازل ہوئی۔

## ہجرت کا گیارھواں سال

اس سال کے ماہ ربیع الاول میں آنحضرت ﷺ کا وصال شریف ہو گیا جس کا ذکر آئندہ
... میں آتا ہے۔

# پانچواں باب

## وفات شریف وحلیہ مبارک کا بیان

ماہ صفر ۱۱ھ کے اخیر عشرہ میں آنحضرت ﷺ بیمار ہو گئے۔ اور ماہ ربیع الاول میں وصال فرما گئے۔ وصال شریف کی تاریخ میں اختلاف ہے۔ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ وفات شریف ماہ ربیع الاول میں دو شنبہ کے دن ہوئی۔ جمہور کے نزدیک ربیع الاول کی بارھویں تاریخ تھی۔ صفر کی ایک یا دو راتیں باقی تھیں کہ مرض کا آغاز ہوا بعضے تاریخ وصال یکم ربیع الاول بتاتے ہیں۔ قول حضرت سلیمان تیمی ابتدائے مرض یوم شنبہ ۲۲ ماہ صفر کو ہوئی۔ اور وفات شریف یوم دو شنبہ ۲ ربیع الاول کو ہوئی۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ کہ ابو مخنف کا قول ہی معتمد ہے کہ وفات شریف ۲ ربیع الاول کو ہوئی۔ دوسروں کی غلطی کی وجہ یہ ہوئی کہ ثانی کو ثانی عشر خیال کر لیا گیا۔ پھر اسی میں بعضوں نے بعض کی پیروی کی۔ (۱)

حضرت زید بن حارثہ جنگ موتہ میں شہید ہو گئے تھے۔ ان کے انتقال کے آنحضرت ﷺ نے ایام مرض ہی میں فوج تیار کی اور اپنے دست مبارک سے جھنڈا تیار کیا۔ حضرت زید کے صاحبزادے حضرت اسامہ کو اس فوج کا سردار مقرر کر کے حکم دیا کہ مقام ابنی میں پہنچ کر رومیوں سے جہاد کرو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایام مرض ہی میں حضرت فیروز دیلمی نے اسود عنسی مدعی نبوت کو قتل کر ڈالا حضور نے مدینہ میں اس حال کی خبر دی اور فرمایا فاز فیروز (فیروز کامیاب ہو گیا)۔

وفات شریف سے پہلے جو پنج شنبہ تھا اس میں قصہ قرطاس وقوع میں آیا جس کو فقیر نے تحفہ شیعہ میں بالتفصیل لکھا ہے۔ اسی روز حضور نے اپنے اصحاب کرام کو تین چیزوں کی وصیت فرمائی۔

1۔ مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دینا۔
2۔ ملوک وامراء کے ایلچی جو تمہارے پاس آیا کریں۔ ان کو جائزہ وانعام دیا کرنا جیسا کہ میں کرتا تھا۔



تیسری چیز کا ذکر حضور نے نہ فرمایا۔ یا راوی (سلیمان احول) بھول گیا۔ (۲) اسی روز حضور نے حضرت صدیق اکبر کو اپنا خلیفہ نماز مقرر فرمایا۔ اور وہ وفات شریف تک نماز پڑھاتے رہے۔

چھ یا سات دینار جو حضرت عائشہ صدیقہ کے پاس تھے۔ وہ بھی حضور نے ایام مرض میں تقسیم فرما دیئے اور کچھ باقی نہ چھوڑا۔ (۳) وفات شریف کا وقت عین قریب آ پہنچا تو آپ اکثر یوں ارشاد فرماتے تھے۔

الصَّلٰوةُ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ۔ نماز اور غلام۔

جب روح پاک نے جسم اطہر سے اعلیٰ علیین کی طرف پرواز کی۔ تو الفاظ اللھم فی الرفیق الاعلی۔ زبان مبارک پر تھے۔

واضح رہے کہ آنحضرت ﷺ کا وصال شریف دو شنبہ کے دن دوپہر ڈھلے ہوا۔ وصال شریف کے بعد زمین تاریک ہو گئی۔ اس صدمہ سے صحابہ کرام کا جو حال ہوا بیان نہیں ہو سکتا۔ حضرت علی المرتضیٰ نے آپ کو غسل دیا۔ حضرت عباس و فضل بن عباس حضور ﷺ کے پہلو بدلنے میں حضرت علی المرتضیٰ کی مدد کر رہے تھے۔ اور قثم بن عباس اور اسامہ اور حضور کا غلام شقران پانی ڈال رہے تھے۔ سوائے حضرت علی کے باقی سب آنکھوں پر رومال باندھے ہوئے تھے۔ تاکہ جسد شریف پر نظر نہ پڑے حضور کے کفن میں تین سوتی کپڑے سحول کے بنے ہوئے تھے جن میں قمیص و عمامہ نہ تھا۔

شب چہار شنبہ میں حضور کو دفن کیا گیا۔ تاخیر کی وجہ کئی امور تھے۔ چنانچہ مہاجرین و انصار میں وصت کے بارے میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ اس اختلاف کا فیصلہ ہوتے ہی اس امر میں اختلاف آراء ہوا کہ حضور کو کہاں دفن کیا جائے۔ قبر شریف میں لحد چاہیے یا شق۔ آخر کار حضرت ابو طلحہ انصاری نے لحد کھودی۔ نماز جنازہ حجرہ شریف کے اندر ہی بغیر امامت الگ الگ پڑھی گئی۔ پہلے مردوں نے پھر عورتوں نے پھر بچوں نے پھر غلاموں نے نماز پڑھی۔ بعد ازاں حضور کو اسی حجرہ شریف ہی میں جہاں وصال شریف ہوا تھا۔ دفن کر دیا گیا۔ بنابر قول اصح حضرت عباس، علی و قثم و فضل قبر شریف میں اترے۔ لحد کی اینٹیں پکی تو تھیں ہی حضرت قثم سب سے آخر میں قبر مبارک سے نکلے۔

حضور نے بطور میراث کچھ نہیں چھوڑا جو کچھ آپ نے چھوڑا وہ صدقہ وقف تھا۔ اور اس کا مصرف وہی تھا۔ جو آپ کی حیات شریف میں تھا۔ چنانچہ آپ کا ارشاد مبارک ہے:۔ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ ہم (انبیاء) کسی کو وارث نہیں بناتے جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ووقف ہے

(بخاری شریف کتاب الجہاد)

حضرت عمرو بن حارث سے جو ام المومنین جویریہ کے بھائی تھے یوں روایت ہے۔

مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ مَوْتِهٖ دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا وَّلَا عَبْدًا وَّلَا اَمَةً وَّلَا شَيْئًا اِلَّا بَغْلَةَ الْبَيْضَاءَ وَسِلَاحَهٗ وَاَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی موت کے وقت نہ کوئی دینار چھوڑا نہ درہم۔ نہ غلام نہ لونڈی۔ نہ کچھ اور مگر اپنا سفید خچر اور اپنا ہتھیار اور کچھ زمین جسے آپ نے صدقہ و وقف کر دیا۔ (بخاری کتاب الوصایا)

ابوداؤد میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت اس طرح ہے۔

مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا وَّلَا بَعِيْرًا وَّلَا شَاةً

رسول اللہ ﷺ نے نہ کوئی دینار چھوڑا نہ درہم۔ نہ اونٹ نہ بکری۔

روایات مذکورہ بالا سے پتہ چلتا ہے۔ کہ آنحضرت ﷺ کے متروکات میں ایک سفید خچر (دلدل) کچھ ہتھیار اور زمین (اموال بنو نضیر و خیبر و فدک) تھی۔ حضور کے ارشاد مبارک کے مطابق ان میں سے کسی میں قاعدۂ ارث جاری نہیں ہوا۔ اسی واسطے دلدل اور ذوالفقار دونوں حضرت علی مرتضیٰ کے پاس تھے۔ ورنہ بجائے علی کے حضرت عباس و فاطمہ زہرہ اور ازواج مطہرات حقدار تھیں۔ اموال بنو نضیر وغیرہ پر رسول اللہ ﷺ کا قبضہ مالکانہ تھا بلکہ متولیانہ تھا۔ ابو داؤد میں مالک بن اوس کی روایت میں حضرت عمر بن خطاب کا قول ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ کے ہاں تین صفایا تھیں ایک اموال بنو نضیر۔ دوسرے خیبر۔ تیسرے فدک۔ اموال بنو نضیر آپ کے حوادث و حوائج کے لئے محبوس و موقوف تھے۔ فدک مسافروں کے لئے مخصوص تھا۔ خیبر کی آمدنی کے آپ نے تین حصے کئے تھے۔ دو حصے مسلمانوں کے لئے اور ایک حصہ اپنی ازواج مطہرات کے لئے مقرر کر دیا تھا۔ اپنے اہل کے نفقہ میں سے جو کچھ بچ رہتا۔ وہ آپ فقراء و مہاجرین میں تقسیم فرما دیتے۔

آنحضرت ﷺ کے بعد یہ جائیدادیں بحیثیت وقف حضرت صدیق اکبر کے زیر اہتمام رہیں۔ انہوں نے ان میں رسول اللہ ﷺ کی طرح تصرف کیا۔ حضرت صدیق اکبر کے بعد حضرت عمر فاروق ان پر اسی حیثیت سے دو سال قابض رہے۔ پھر حضرت عباس و علی کے اصرار پر مال بنو نضیر ان دونوں کی تولیت میں کر دیا۔ اور خیبر و فدک کو اپنی تحویل میں رکھا۔ کچھ دنوں کے بعد تولیت و تصرف میں شرکت حضرت عباس پر ناگوار گزری۔ وہ چاہنے لگے کہ تولیت میں تقسیم ہو جائے۔ تاکہ ہر ایک اپنے حصہ کے تصرف میں مستقل بن جائے۔ حضرت علی مرتضیٰ مانع



ہوئے اس لئے فیصلہ کے لئے دونوں دربار فاروقی میں حاضر ہوئے۔ مگر حضرت فاروق نے تقسیم سے انکار کر دیا۔ بعد ازاں حضرت علی نے حضرت عباس پر غلبہ پا کر مال بنو نضیر کو اپنے تصرف میں کر لیا۔ حضرت علی کے بعد حسن بن علی اور پھر حسین بن علی کے ہاتھ میں رہا۔ امام حسین کے بعد علی بن حسین اور حسن بن حسن دونوں کے ہاتھ میں رہا۔ دونوں نوبت بہ نوبت اس میں تصرف کرتے تھے۔ پھر زید بن حسن کے ہاتھ آیا۔ (صحیح بخاری)

حضرت عمر فاروق کے بعد خیبر و فدک بحیثیت وقف عام حضرت عثمان غنی و علی مرتضیٰ کے تصرف میں رہے۔ جب ۴۰ھ میں حضرت معاویہ کی امارت پر اجماع ہو گیا تو آپ نے فدک مروان حاکم مدینہ کو دے دیا۔ شاید بدیں تاویل کہ جو امر آنحضرت ﷺ کے ساتھ مختص ہو وہی آپ کے خلیفہ کے لئے ہوتا ہے۔ چونکہ حضرت معاویہ کو خود تو ضرورت نہ تھی۔ لہذا اپنے بعض اقرباء کے ساتھ سلوک کیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ آخر الامر خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے اپنی خلافت میں فدک کو اسی حالت میں بحال کر دیا۔ جس پر وہ رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کے عہد میں تھا۔ (طبقات ابن سعد) مزید تفصیل کے لئے تحفہ شیعہ مولفہ خاکسار دیکھو۔

متروکات مذکورہ بالا کے سوا اور اشیاء بھی تھیں۔ جو بطور تبرک مختلف اشخاص کے پاس تھیں۔ ان کا ذکر آثار شریفہ میں آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

ارباب سیر نے آنحضرت ﷺ کے گھوڑوں' خچروں' دراز گوشوں' اونٹوں اور بکریوں کی ایک لمبی فہرست دی ہے۔ وہ آپ کے ہاں مختلف اوقات میں موجود تھے۔ مگر وفات شریف سے پہلے ہی آپ نے ان کو حسب عادت شریف ہبہ یا خیرات کر دیا تھا۔ وفات شریف کے وقت صرف ایک سفید خچر یعنی دلدل باقی تھا جیسا کہ روایات مذکورہ بالا سے ظاہر ہے۔

## حلیہ شریف

آنحضرت ﷺ کے حلیہ شریف کے بیان میں عرض مدعا سے پیشتر قارئین کرام کی آگاہی کے لئے امور ذیل کا بتا دینا ضروری ہے۔

۱۔ ہمارا عقیدہ ہے۔ کہ کمال خلق کی طرح کمال خلقت میں بھی اللہ تعالیٰ نے کسی مخلوق کو حضور کا مثل پیدا نہیں کیا اور نہ کرے گا۔

لَمْ يَخْلُقِ الرَّحْمٰنُ مِثْلَ مُحَمَّدٍ ۔۔۔ اَبَدًا وَّ عِلْمِیْ اِنَّهٗ لَا يَخْلُقُ

نہیں پیدا کیا اللہ نے مثل محمد کا کبھی اور مجھے یقین ہے کہ وہ نہ پیدا کرے گا۔

۲۔ جن بزرگوں نے حضور ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کیا ہے۔ انہوں نے اگرچہ حضور کے

اوصاف کے بیان میں حسب طاقت بشری ابلغ انواع بلاغت واکمل قوانین فصاحت سے کام لیا ہے مگر غایت جسے وہ پہنچے ہیں یہی ہے کہ انہوں نے حضور کی صفات کی صرف ایک جھلک کا ادراک کیا ہے۔ اور حقیقت وصف کے ادراک سے عاجز رہ گئے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ وہ صورت وصف کو پیش کر سکتے ہیں نہ حقیقت وصف کو۔ کیونکہ حقیت وصف حضور کو خالق بے چوں کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ چنانچہ امام بوصیری قصیدہ ہمزیہ میں فرماتے ہیں۔ (۴)

اِنَّمَا مَثَّلُوْا صِفَاتَكَ لِلنَّاسِ كَمَا مَثَّلَ النُّجُوْمَ الْمَاۗءُ

انہوں نے صرف صورت دکھائی ہے تیری صفات کی لوگوں کو جیسا پانی صورت دکھا دیتا ہے ستاروں کی۔

امام قرطبیؒ (متوفی ۶۷۱ھ) نے کتاب الصلوٰۃ میں کسی عارف کا کیا اچھا قول نقل کیا ہے۔ (۵) کہ رسول اللہ ﷺ کا کامل حسن ہمارے لئے ظاہر نہیں ہوا۔ کیونکہ اگر ظاہر ہو جاتا تو ہماری آنکھیں آپ کے دیدار کی تاب نہ لا سکتیں۔

3۔ حضور کے اوصاف کے بیان میں جو تشبیہات وارد ہوئی ہیں۔ وہ صرف لوگوں کے سمجھانے کے لئے حسب عرف وعادت شعراء استعمال ہوئی ہیں۔ کیونکہ حقیت میں مخلوقات میں سے کوئی شے آپ کی صفات خلقیہ وخلقیہ کے مماثل ومعادل نہیں۔

4۔ اعضائے شریف میں توسط واعتدال جو حسن وجمال کا مدار اور فضل وکمال کا مسی ہے بطور کلیہ ہر جگہ ملحوظ ہے۔ اللهم صل وسلم و بارك علىٰ سيدنا وعلىٰ ال سيدنا محمد و اصحب سيدنا محمد بقور حسنه و جماله و كماله كلما ذكرك و ذكره الذاكرون و غفل عن ذكرك و ذكره الغافلون.

## روئے مبارک

حضور اقدس ﷺ کا روئے مبارک جو جمال الٰہی کا آئینہ اور انوار تجلی کا مظہر تھا۔ پر گوشت اور کسی قدر گول تھا۔ اسی روئے مبارک کو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھتے ہی پکار اٹھے تھے۔

وَجْهُهٗ لَيْسَ بِوَجْهِ الْكَذَّابِ۔

ان کا چہرہ دروغ گو کا چہرہ نہیں۔ اور ایمان لائے تھے۔ (۶)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں سے بڑھ کر خوبرو اور خوش خو تھے۔ (۷) حضرت ہند بن ابی ہالہ (۸) رضی اللہ تعالیٰ بیان فرماتے



ہیں۔ کہ آپ کا چہرہ مبارک چودھویں رات کے چاند کی مانند چمکتا تھا۔ (۹) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو چاندنی رات میں دیکھا۔ آپ سرخ دھاری دار۔ (۱۰) حلہ پہنے ہوئے تھے۔ میں کبھی چاند کی طرف دیکھتا اور کبھی آپ کی طرف بیشک میرے نزدیک آپ چاند سے زیادہ خوبصورت تھے۔ (۱۱)

ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ) نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا ہے کہ میں سحر کے وقت سی رہی تھی۔ مجھ سے سوئی گر پڑی۔ میں نے ہر چند تلاش کی۔ مگر نہ ملی۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ آپ کے روئے مبارک کے نور کی شعاع میں وہ سوئی نظر آئی۔ میں نے یہ ماجرا آپ سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا۔ "اے حمیرا (۱۲) سختی وعذاب ہے۔ (تین دفعہ فرمایا) اس شخص کے لئے جو میرے چہرے کی طرف دیکھنے سے محروم کیا گیا۔"

حافظ ابو نعیم (متوفی ۴۳۰ھ) نے بروایت عباد بن عبدالصمد نقل کیا ہے کہ اس نے کہا۔ کہ ہم حضرت انس بن مالک کے ہاں آئے۔ آپ نے کنیز سے کہا۔ کہ دستر خوان لا۔ تاکہ ہم چاشت کا کھانا کھائیں۔ وہ لے آئی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ رومال لا۔ وہ ایک میلا رومال لائی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تنور گرم کر۔ اس نے تنور گرم کیا۔ پھر آپ کے حکم سے رومال اس میں ڈال دیا گیا۔ وہ ایسا سفید نکلا گویا دودھ ہے۔ ہم نے حضرت انس سے پوچھا۔ کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا۔ کہ یہ رومال ہے جس سے رسول اللہ ﷺ اپنے روئے مبارک کو مسح فرمایا کرتے تھے جب یہ میلا ہو جاتا ہے تو اسے ہم یوں صاف کر لیتے ہیں۔ کیونکہ آگ اس شے پر اثر نہیں کرتی جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے روئے مبارک پر سے گزری ہو۔ (۱۳) کسی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے:۔

ہرچہ اسباب جمال است رخ خوب ترا

ہمہ بروجہ کمال است کمالا یخفی

## چشم مبارک

آپ کی مبارک آنکھیں (۱۴) بڑی اور قدرت الٰہی سے سرمگیں اور پلکیں دراز تھیں۔ آنکھوں کی سفیدی میں باریک سرخ ڈورے تھے۔ کتب سابقہ میں یہ بھی آپ کی ایک علامت نبوت تھی۔ یہی وجہ تھی۔ کہ جب آپ نے ۲۵ سال کی عمر شریف میں خدیجۃ الکبریٰ کی طرف ان کے غلام میسرہ کے ساتھ تجارت کے لئے شام کا سفر کیا۔ اور بصرے میں نسطور راہب کے عبادت خانہ کے قریب ایک درخت کے نیچے اترے تو راہب مذکور نے میسرہ سے حضور کی نسبت یہ سوال کیا۔ "کیا (۱۵) ان کی دونوں آنکھوں میں سرخی ہے؟" میسرہ نے جواب دیا۔ ہاں۔ اور وہ

سرخی آپ سے کبھی جدا نہیں ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کے بصر شریف کا وصف قرآن مجید میں یوں مذکور فرمایا:۔

مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی۔

(سورہ نجم) یعنی شب معراج میں آپ کی آنکھ مبارک نے ان آیات کو دیکھنے سے عدول تجاوز نہ کیا۔ کہ جن کے دیکھنے کے لئے آپ مامور تھے۔

اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ کو ایسی غایت درجہ کی قوت بصارت عطا ہوئی تھی آپ جس شے کو دیکھتے خواہ وہ غایت درجہ خفا میں ہوا سے یوں ادراک فرماتے تھے۔ کہ جس طرح وہ واقع اور نفس الامر میں ہوا کرتی۔ (۱۷)

امام بیہقی (متوفی ۴۵۸ھ نے بروایت (۱۸) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نقل کیا ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ اندھیری رات میں روشن دن کی طرح دیکھتے تھے۔ حدیث صحیح (۱۹) میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ مجھ سے تمہارا رکوع اور خشوع پوشیدہ نہیں۔ میں تم کو پیٹھ کے پیچھے دیکھتا ہوں۔ امام مجاہد (متوفی ۱۰۴ھ) نے (۲۰) یراك حین تقوم و تقلبك فی السجدین۔ (شعراء ع ۱۱) کی تفسیر میں فرمایا ہے۔ (۲۱) کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں پچھلی صفوں کو یوں دیکھتے تھے جیسا کہ اپنے سامنے والوں کو احادیث مذکورہ بالا میں رویت سے مراد رویت ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک ﷺ کو بطور خرق عادت عطا فرمائی تھی۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب شریف کو معقولات کے ادراک میں احاطہ اور وسعت بخشی تھی۔

اسی طرح آپ کے حواس لطیف کو محسوسات کے احساس میں توسیع عنایت فرمائی تھی آپ کا فرشتوں اور شیاطین کو دیکھنا اور شب معراج کی صبح کو مکہ مشرفہ میں قریش کے آگے بیت المقدس کو دیکھ کر اس کا حال بیان فرمانا اور مسجد نبوی کے بننے کے وقت آپ کا مدینہ منورہ سے کعبہ مشرفہ کو دیکھنا۔ زمین کے مشارق و مغارب کو دیکھ لینا اور حضرت جعفر طیار کو شہادت کے بعد بہشت میں فرشتوں کے ساتھ اڑتے دیکھنا۔ یہ تمام امور آپ کی قوت بینائی پر دلالت کرتے ہیں۔

غزوہ احزاب میں خندق کھودتے وقت ایک سخت پتھر حائل ہو گیا تھا۔ جسے حضور نے کدال کی تین ضربوں سے اڑا دیا۔ پہلی ضرب پر فرمایا۔ کہ میں یہاں سے شام کے سرخ محلات دیکھ رہا ہوں۔ دوسری ضرب پر فرمایا کہ میں یہاں سے کسریٰ کا سفید محل دیکھ رہا ہوں۔ تیسری ضرب پر فرمایا کہ اس وقت میں یہاں سے ابواب صنعاء کو دیکھ رہا ہوں۔ (۲۲) اسی طرح جب جنگ موتہ میں حضرات زید بن حارثہ و جعفر بن ابی طالب و عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم یکے بعد دیگرے بڑی بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ تو حضور اقدس ﷺ مدینہ منورہ میں



واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور بیان فرما رہے تھے۔

## ابروئے مبارک

آپ کی بھویں دراز و باریک تھیں۔ اور درمیان میں دونوں اس قدر متصل تھیں۔ کہ دور سے ملی ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔ ان دونوں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت حرکت میں آجاتی اور خون سے بھر جاتی۔

## بنیئی مبارک

آپ کی ناک مبارک خوبصورت اور دراز تھی اور درمیان میں ابھرا او نمایاں تھا اور بینی (عرنین) (۲۳) پر ایک نور درخشاں تھا۔ جو شخص بغور تامل نہ کرتا اسے معلوم ہوتا کہ بلند ہے۔ حالانکہ بلند نہ تھی۔ بلندی تو وہ نور تھا جو اسے گھیرے ہوئے تھا۔

## پیشانی مبارک

آپ کی پیشانی مبارک کشادہ تھی۔ اور چراغ کی مانند چمکتی تھی۔ چنانچہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے:۔

مَتٰی یَبْدُہ فِی اللَّیْلِ الْبَھِیْمِ جَبِیْنُہٗ — بَلَجَ مِثْلَ مِصْبَاحِ الدُّجٰی الْمُتَوَقِّدِ

جب اندھیری رات میں آپکی پیشانی ظاہر ہوتی تو تاریکی کے روشن چراغ کی مانند چمکتی۔

## گوش مبارک

آپ کے ہر دو گوش مبارک کامل و تام تھے۔ قوت بصر کی طرح اللہ تعالیٰ آپ کو قوت سمع بھی بطریق خرق عادت غایت درجہ کی عطا کی تھی۔ اسی واسطے آپ صحابہ کرام سے فرماتے کہ میں جو دیکھتا ہوں (۲۴) تم نہیں دیکھ سکتے۔ اور میں جو سنتا ہوں، تم نہیں سن سکتے میں تو آسمان کی آواز بھی سن لیتا ہوں۔

آواز آسمان کی طرح آنحضرت ﷺ آسمان کے دروازے کے کھلنے کی آواز بھی سن لیتے تھے۔ چنانچہ ایک روز حضرت جبرئیل علیہ السلام خدمت اقدس میں حاضر تھے۔ کہ ناگاہ حضور نے اوپر کی طرف ایک آواز سنی۔ آپ نے سر مبارک اٹھایا۔ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا۔ کہ یہ آسمان کا ایک دروازہ ہے۔ جو آج ہی کھلا ہے۔ آج سے پہلے کبھی نہیں کھلا۔ الحدیث۔ (۲۵)

# دہان مبارک

منہ مبارک فراخ، رخسار مبارک ہموار۔ دندان ہائے پیشین کشادہ اور روشن تھے۔ جب آپ کلام فرماتے۔ تو دندان ہائے پیشین میں سے نور نکلتا دکھائی دیتا تھا۔ بزار (متوفی ۹۲...) بیہقی نے بروایت ابو ہریرہ نقل کیا ہے کہ جب آپ تبسم (۲۶) فرماتے تو دیواریں روشن ہو جاتیں۔ آپ کو کبھی جمائی (۲۷) نہیں آئی۔

حضرت عمیرہ بنت مسعود انصاریہ روایت کرتی ہیں۔ کہ میں اور میری پانچ بہنیں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ قدید (خشک کیا ہوا گوشت) کھا رہے تھے۔ آپ نے چبا کر ایک ٹکڑا ان کو دیا۔ انہوں نے بانٹ کر کھا لیا۔ مرتے دم تک ان میں سے کسی کے منہ میں بوئے ناخوش پیدا نہ ہوئی اور نہ کوئی منہ کی بیماری ہوئی۔ (۲۸)

غزوہ خیبر (۲۹) کے روز حضرت سلمہ بن الاکوع کی پنڈلی میں ایسی ضرب شدید لگی، کہ لوگوں کو گمان ہوا کہ شہید ہو گئے۔ حضور نے تین بار اس پر دم کر دیا۔ (۳۰) پھر پنڈلی میں کبھی درد نہ ہوا۔ ایک روز ایک بد زبان عورت آپ کی خدمت میں آئی آپ قدید تناول فرما رہے تھے۔ اس نے سوال کیا کہ مجھے بھی دیجئے۔ آپ نے جو قدید سامنے پڑا ہوا تھا اس میں سے دیا۔ اس نے عرض کیا اپنے منہ میں سے دیجئے۔ آپ نے منہ سے نکال کر اسے دیا۔ وہ کھا گئی۔ اس روز سے فحش اور قبیح اس سے سننے میں نہ آیا۔ (۳۱)

مذکورہ بالا واقعات کے علاوہ بے شمار پیش گوئیاں اور دعوات جو پوری اور قبول ہوئیں وہ اسی منہ مبارک سے نکلی ہوئی تھیں۔

یوم حدیبیہ میں چاہ حدیبیہ کا تمام پانی لشکر اسلام نے (جو بقول حضرت براء بن عازب چودہ سو تھے) نکال لیا۔ اس میں ایک قطرہ بھی نہ رہا۔ آنحضرت ﷺ نے پانی کا ایک برتن طلب فرمایا۔ اور وضو کر کے پانی کی ایک کلی کوئیں میں ڈال دی۔ اور فرمایا کہ ذرا ٹھہرو۔ اس کوئیں میں اس قدر پانی جمع ہو گیا کہ حدیبیہ میں قریباً بیس روز قیام رہا۔ تمام فوج اور ان کے اونٹ اسی سے سیراب ہوتے رہے۔ (۳۲)

# لعاب دہن مبارک

حضور کے منہ مبارک کا لعاب زخمی اور بیماروں کے لئے شفاء تھا۔ چنانچہ فتح خیبر کے دن آپ نے اپنا لعاب دہن حضرت علی المرتضیٰ کی آنکھوں میں ڈال دیا۔ تو وہ فوراً تندرست ہو گئے۔ گویا درد چشم کبھی ہوا ہی نہ تھا۔



غار ثور میں حضرت صدیق اکبر کے پاؤں کو کسی چیز نے کاٹ کھایا۔ حضور نے اپنا لعاب مبارک لگایا اسی وقت درد جاتا رہا۔

حضرت رفاعہ بن رافع کا بیان ہے کہ بدر کے دن میری آنکھ میں تیر لگا اور وہ پھوٹ گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس میں اپنا لعاب مبارک ڈال دیا۔ اور دعا فرمائی۔ پس مجھے ذرا بھی تکلیف نہ ہوئی اور آنکھ بالکل درست ہو گئی۔ (۳۳)

حضرت محمد بن حاطب کے ہاتھ پر ہنڈیا گر پڑی اور وہ جل گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا لعاب دہن اس پر ڈالا اور دعا کی۔ وہ ہاتھ چنگا ہو گیا۔

حضرت عمرو بن معاذ بن جموح انصاری کا پاؤں کٹ گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پر لعاب مبارک لگا دیا۔ وہ اچھا ہو گیا۔ (۳۴) حضرت ابو قتادہ انصاری بیان کرتے ہیں کہ غزوہ ذی قرد میں رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ تمہارے چہرے میں یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ ایک تیر لگا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ نزدیک آؤ۔ میں نزدیک ہوا تو آپ نے اس پر لعاب لگا دیا۔ اس روز سے مجھے کبھی تیر و تلوار نہیں لگی۔ اور نہ خون نکلا (۳۵)۔

ایک دفعہ حضور کے پاس پانی کا ڈول لایا گیا۔ آپ نے اس میں سے پیا۔ پس خوردہ کوئیں میں ڈال دیا گیا۔ پس اس میں سے کستوری کی سی خوشبو نکلی۔ آپ کے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر میں ایک کنواں تھا۔ آپ نے اپنا لعاب دہن اس میں ڈال دیا۔ اس کا پانی ایسا شیریں ہو گیا کہ تمام مدینہ منورہ میں اس سے بڑھ کر میٹھا کوئی کنواں نہ تھا۔

عاشورا کے روز حضور بچوں کو بلا کر ان کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈال دیتے۔ اور ان کی ماؤں سے فرما دیتے۔ کہ شام تک ان کو دودھ نہ دینا۔ پس وہی لعاب دہن ان کو کافی ہوتا۔ (۳۶)

حضرت عامر بن کریز قریشی عبشمی اپنے صاحبزادے عبداللہ کو بچپن میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں لائے۔ حضور عبداللہ کے منہ میں اپنا لعاب مبارک ڈالنے لگے اور وہ اسے نگلنے لگے۔ اس پر حضور نے فرمایا کہ یہ مسقی (سیراب) ہے حضرت عبداللہ جب کسی زمین (یا پتھر) پر ہاتھ مارا کرتے۔ تو پانی نکل آیا کرتا۔ (۳۷)

عتبہ بن فرقد جنہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں موصل کو فتح کیا تھا کی بیوی ام عاصم بیان کرتی ہے۔ کہ عتبہ کے ہاں ہم چار عورتیں تھیں۔ ہم میں سے ہر ایک اس کوشش میں کوشش کرتی تھی تاکہ دوسری سے اطیب ہو۔ اور عتبہ کوئی خوشبو نہ لگاتا تھا۔ مگر اپنے ہاتھ سے تیل مل کر داڑھی کو مل لیتا تھا۔ اور ہم سب سے زیادہ خوشبودار تھا۔ جب وہ باہر جاتا تو لوگ کہتے کہ ہم نے عتبہ کی خوشبو سے بڑھ کر کوئی خوشبو نہیں سونگھی ایک دن میں نے

اس سے پوچھا۔ کہ ہم استعمال خوشبو میں کوشش کرتی ہیں۔ اور تو ہم سے زیادہ خوشبودار ہے
کا سبب کیا ہے؟ اس نے جواب دیا۔ کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں میرے بدن پر
ریزے نمودار ہوئے میں خدمت نبوی میں حاضر ہوا۔ آپ سے اس بیماری کی شکایت کی۔ آپ
مجھ سے ارشاد فرمایا کہ کپڑے اتار دو۔ میں نے کپڑے اتار دیئے۔ اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔
نے اپنے لعاب مبارک اپنے دست مبارک پر ڈال کر میری پیٹھ اور پیٹ پر مل دیا۔ اس دن سے
میں یہ خوشبو پیدا ہو گئی۔ اس حدیث کو طبرانی (متوفی ۳۶۰ھ) نے اوسط میں روایت کیا ہے۔

## زبان مبارک

آپ افصح الخلق تھے۔ اور فصاحت میں خارق عادت حد کو پہنچے ہوئے تھے آپ کے
کلم۔ بدائع حکم۔ امثال سائرہ۔ در منشورہ۔ قضایائے محکمہ۔ وصایائے مبرمہ اور مواعظ مکا
مناشیر مشہور آفاق ہیں۔ ان کی تفصیل کا یہ محل نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرمات
کہ رسول اللہ ﷺ کا کلام تمہارے کلام کی مانند نہ تھا کہ بوجہ عجلت سامع پر ملتبس ہو۔ بلکہ آ
کلام واضح اور مبین ایسا تھا۔ کہ پاس بیٹھنے والا اسے یاد کر لیتا۔ (۳۸) حضرت ام معبد نے جو
حلیہ شریف بیان کیا ہے۔ اس میں یوں ہے۔ "آپ کا کلام شیریں (۳۹)۔ حق وباطل میں
کرنے والا۔ نہ حد سے کم نہ حد سے زیادہ۔ گویا آپ کا کلام لڑی کے موتی ہیں جو گر رہے ہیں۔"
حافظ ابن حجر (متوفی ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت ﷺ کی حیات شریف
صحابہ کرام میں سے کوئی اصم یعنی بہرا نہ تھا۔ اور یہ آپ کی کرامات میں سے ہے۔ کیونکہ آپ
کے لئے احکام الٰہی کے مبلغ تھے۔ اور بہرا پن اس کام کے سہولت کے ساتھ ہونے سے مانع
ہے۔ برعکس نابینائی کے کہ وہ مانع نہیں ہوتی۔ (۴۰)

## آواز مبارک

تمام انبیائے کرام خوبرو اور خوش آواز تھے۔ مگر آنحضرت ﷺ ان سب سے زیادہ
(۴۱) اور خوش آواز تھے۔ آپ کی آواز میں ذرا گرانی پائی جاتی تھی۔ جو اوصاف حمیدہ میں شمار
ہے۔ خوش آواز ہونے کے علاوہ آپ بلند آواز اتنے تھے کہ جہاں تک آپ کی آواز شریف
کسی کی آواز نہ پہنچتی تھی۔ بالخصوص خطبوں میں آپ کی آواز شریف گھروں میں پردہ نشین عو
تک پہنچ جاتی تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن رسول
ﷺ منبر پر رونق افروز ہوئے۔ آپ نے حاضرین سے فرمایا۔ کہ خطبہ سننے کے لئے بیٹھ جا
آواز کو حضرت عبداللہ بن رواحہ نے جو شہر مدینہ میں قبیلہ بنی غنم میں تھے سن لیا۔ اور ار



... میں وہیں اپنے مکان میں دوزانو ہو بیٹھے۔ (۴۲) حضرت عبدالرحمٰن بن معاذ فرماتے ہیں کہ
حضور نے منیٰ میں خطبہ پڑھا۔ جس سے ہمارے کان کھل گئے۔ یہاں تک کہ ہم اپنی اپنی جگہ پر آپ
کا کلام مبارک سنتے تھے۔ حضرت ام ہانی فرماتی ہیں۔ کہ ہم آدھی رات کے وقت حضور کی قراءت
... تے تھے۔ حالانکہ میں مکان کے اندر چارپائی پر ہوا کرتی تھی۔

## خندہ وگریہ مبارک

حضور اقدس ﷺ عموماً تبسم فرمایا کرتے تھے۔ تبسم مبادی ضحک سے ہے اور ضحک کے
... چہرہ کا انبساط ہے۔ یہاں تک کہ خوشی سے دانت ظاہر ہو جائیں۔ اگر آواز کے ساتھ ہو۔ اور
... سنا جائے۔ اسے قہقہہ کہتے ہیں۔ اگر آواز تو ہو۔ اور دور سے نہ سنا جائے تو ضحک کہتے ہیں۔
... اگر آواز نہ پائی جائے تو اسے تبسم بولتے ہیں پس یوں سمجھئے کہ حضور اکثر اوقات تبسم کی حد
... تجاوز نہ فرماتے۔ شاذونادر ضحک کی حد تک پہنچتے۔ کیونکہ کثرت ضحک دل کو ہلاک کر دیتی ہے۔
... قہقہہ کبھی نہ مارتے کیونکہ یہ مکروہ ہے۔

آپ کا گریہ شریف ضحک کی جنس سے تھا۔ کہ آواز بلند نہ ہوتی تھی۔ مگر آنسو مبارک
آنکھوں سے گر پڑتے تھے۔ آپ کے سینہ شریف سے دیگ مسی کے جوش کی سی آواز سنی جاتی
تھی۔ آپ کا گریہ مبارک صفت جلال الٰہی کی تجلی اور امت پر شفقت اور میت پر رحمت کے باعث
... اور اکثر قرآن شریف کے سننے سے اور کبھی کبھی نماز شب میں بھی ہوا کرتا۔ آپ نے انگڑائی
... نہیں لی۔

## سر مبارک

سر مبارک بڑا تھا۔ یہ وہی سر مبارک ہے کہ جس پر قبل بعثت بطریق ارہاص وکرامت
... بادل سایہ کئے رہتا تھا۔ چنانچہ جب آپ مائی حلیمہ کے ہاں پرورش پا رہے تھے تو وہ آپ کو
... دور جگہ نہ جانے دیتی تھی۔ ایک روز وہ غافل ہو گئیں۔ اور حضور اپنی رضائی بہن شیماء کے
... دوپہر کے وقت مویشیوں میں تشریف لے گئے مائی حلیمہ تلاش میں نکلیں۔ آپ کو شیماء
کے ساتھ پایا۔ کہنے لگیں۔ ایسی تپش میں؟ شیما بولی "اماں جان! میرے بھائی نے تپش محسوس
... کی۔ میں نے دیکھا۔ کہ بادل آپ پر سایہ کرتا تھا۔ جب آپ ٹھہرے جاتے تو بادل بھی
... جاتے۔ اور جب آپ چلتے تو وہ بھی چلتا۔ یہی حال رہا یہاں تک کہ ہم اس جگہ آ پہنچے ہیں۔" مائی
نے پوچھا۔ بیٹی کیا یہ سچ ہے۔ شیماء نے جواب دیا۔ "ہاں خدا کی قسم۔" (۴۳) اس طرح
... آپ بارہ برس کی عمر شریف میں اپنے چچا ابو طالب اور دیگر شیوخ قریش کے ساتھ ملک شام

میں تشریف لے گئے تو بحیرا راہب کے عبادت خانے کے قریب اترے۔ اس راہب نے آپ
پہچان لیا۔ اور کھانا تیار کر کے لایا۔ اور آپ کو بلوایا۔ پس آپ تشریف لائے۔ اور آپ پر بادل
کئے ہوئے تھا۔ (۴۴)

# گردن مبارک

گردن مبارک کیا تھی گویا ت عاج کی گردن تھی۔ چاندی کی مانند صدف۔

# دست مبارک

کف دست اور بازو مبارک پر گوشت تھے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرما
ہیں۔ کہ میں نے کسی ریشم یا دیبا کو آپ کے کف مبارک سے زیادہ نرم نہیں پایا۔ اور نہ کسی خوش
آپ کی خوشبو سے بڑھ کر پایا۔ (۴۵)

جس شخص سے آپ مصافحہ کرتے وہ دن بھر اپنے ہاتھ میں خوشبو پاتا۔ اور جس بچ
سر پر آپ اپنا دست مبارک رکھ دیتے وہ خوشبو میں دوسرے بچوں سے ممتاز ہوتا۔ چنانچہ حضر
جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز ظہر پڑھی
آپ اپنے اہل خانہ کی طرف نکلے۔ میں بھی آپ کے ساتھ نکلا۔ بچے آپ کے سامنے آئے تو
ان میں سے ہر ایک کے رخسار کو اپنے ہاتھ مبارک سے مسح فرمانے لگے۔ میرے رخسار کو
آپ نے مسح فرمایا۔ پس میں نے آپ کے دست مبارک کی ٹھنڈک یا خوشبو ایسی پائی کہ گویا آ
نے اپنا ہاتھ عطار کے صندوقچے سے نکالا تھا۔ (۴۶)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جب میں رسول اللہ ﷺ
مصافحہ کرتا تھا۔ یا میرا بدن آپ کے بدن سے مس کرتا تو میں اس کا اثر بعد ازاں اپنے ہاتھ میں پا
اور میرا ہاتھ کستوری سے زیادہ خوشبودار ہوتا۔ حضرت یزید بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرما
ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک میری طرف بڑھایا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ برف
ٹھنڈا اور کستوری سے زیادہ خوشبودار ہے۔ (۴۷)

حضور کا ہاتھ وہ مبارک ہاتھ تھا۔ کہ ایک مشت خاک کفار پر پھینک دی (۴۸) اور ان
شکست ہوئی۔ یہ وہی دست کرم تھا کہ کبھی کوئی سائل آپ کے دروازے سے محروم نہیں پھرا
وہی دست شفا تھا۔ کہ جس کے محض چھونے سے وہ بیماریاں جاتی رہیں کہ جن کے علاج سے اط
عاجز ہیں۔ اسی مبارک ہاتھ میں سنگ ریزوں (۴۹) نے کلمہ شہادت پڑھا۔ اسی مبارک ہاتھ
اشارے سے فتح مکہ کے روز تین سو ساٹھ بت (۵۰) یکے بعد دیگرے منہ کے بل گر پڑے۔



ہاتھ کی ایک انگلی کے اشارے سے چاند (۵۱) دوپارہ ہو گیا اسی مبارک ہاتھ کی انگلیوں سے
متعدد دفعہ چشمہ کی طرح پانی جاری ہوا۔

آنحضرت ﷺ کے دست مبارک کی مزید برکات کی تشریح کے لئے ذیل میں چند
اور درج کی جاتی ہیں:۔

1۔ حضرت ابیض بن جمال کے چہرے پر داد تھا۔ جس سے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا ایک
آنحضرت ﷺ نے ان کو بلایا۔ اور ان کے چہرے پر اپنا دست شفا پھیرا شام نہ ہونے پائی کہ داد
کا نشان نہ رہا۔

2۔ حضرت شرجیل جعفی کی ہتھیلی میں ایک گلٹی سی تھی۔ جس کے سبب سے وہ تلوار کا
اور گھوڑے کی باگ نہیں پکڑ سکتے تھے۔ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شکایت کی۔
اپنی ہتھیلی سے اس گلٹی کو رگڑا۔ پس اس کا نشان تک نہ رہا۔

3۔ ایک عورت اپنے لڑکے کو خدمت اقدس میں لائی۔ اور عرض کیا۔ کہ اس کو جنون
حضور نے اس کے سینے پر ہاتھ پھیرا۔ لڑکے کو قے ہوئی۔ اور اس میں سے ایک کالا کتے کا پلا
اور فوراً آرام ہو گیا۔

4۔ جنگ احد میں حضرت قتادہ کی آنکھ کو صدمہ پہنچا اور ڈیلا رخسار پر آپڑا۔ تجویز ہوئی
دیا جائے۔ حضور سے دریافت کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا ایسا نہ کرو اور انہیں بلا کر اپنے دست
سے ڈیلے کو اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ آنکھ فوراً ایسی درست ہو گئی۔ کہ کوئی یہ نہ بتا سکتا تھا۔ کہ
میں سے کس آنکھ کو صدمہ پہنچا تھا۔

5۔ حضرت عبداللہ بن عتیک جب ابو رافع یہودی کو قتل کر کے اس کے گھر سے نکلے تو
سے گر کر ان کی ساق ٹوٹ گئی۔ انہوں نے اپنے عمامہ سے باندھ لی۔ جب آنحضرت ﷺ کی
اقدس میں حاضر ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ پاؤں پھیلاؤ۔ حضرت عبداللہ نے پاؤں
حضور نے اس پر اپنا دست شفا پھیرا۔ اسی وقت ایسی تندرست ہو گئی۔ کہ گویا کبھی وہ ٹوٹی ہی
تھی۔

6۔ حضرت عائذ بن سعید جسری رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض
کیا یا رسول اللہ! آپ میرے چہرے پر اپنا مبارک ہاتھ پھیر دیجئے اور دعائے برکت فرمایئے۔
حضور نے ایسا ہی کیا۔ اس وقت سے حضرت عائذ کا چہرہ تروتازہ اور نورانی رہا کرتا تھا۔

7۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن و عبداللہ پسران عبد کے لئے دعائے
فرمائی۔ اور دونوں کے سروں پر اپنا مبارک ہاتھ پھیرا۔ وہ دونوں جب سر منڈایا کرتے۔ تو

جس جگہ رسول اللہ ﷺ نے مبارک ہاتھ رکھا تھا اس پر باقی حصے سے پہلے بال اگ آتے۔

8۔ جب حضرت عبدالرحمٰن بن زید بن خطاب قرشی عدوی پیدا ہوئے تو نہایت پست قد تھے۔ ان کے نانا حضرت ابو لبابہ ان کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت بابرکت میں لے گئے۔ حضور نے تحنیک کے بعد ان کے سر پر اپنا دست مبارک پھیرا اور دعائے برکت فرمائی۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ حضرت عبدالرحمٰن جب کسی قوم میں ہوتے تو قد میں سب سے بلند نظر آتے۔

9۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت قتادہ بن ملحان قیسی کے چہرے پر اپنا دست مبارک پھیرا۔ جب وہ عمر رسیدہ ہو گئے تو ان کے تمام اعضاء پر کہنگی کے آثار نمایاں تھے۔ مگر چہرہ ویسا ہی تر و تازہ تھا۔

10۔ آنحضرت ﷺ نے قیس بن زید بن حباب جذامی کے سر پر اپنا دست مبارک پھیرا اور دعائے برکت فرمائی۔ حضرت قیس نے سو برس کی عمر میں وفات پائی۔ ان کے سر کے بال سفید ہو گئے تھے۔ مگر رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک کی جگہ کے بال سیاہ ہی رہے۔

11۔ جب رسول اللہ ﷺ نے مدینے کی طرف ہجرت فرمائی تو راستے میں ایک چرواہے سے آپ نے دودھ طلب کیا۔ اس نے جواب دیا۔ کہ میرے پاس کوئی دودھ دینے والی بکری نہیں آپ نے ایک بکری پکڑ لی اور اس کے تھن پر اپنا دست مبارک پھیرا۔ حضرت ابوبکر صدیق نے اس کا دودھ دوہا۔ اور دونوں نے پیا۔

غلام نے حضور سے پوچھا۔ کہ آپ کون ہیں؟ حضور نے فرمایا میں خدا کا رسول ہوں یہ سن کر وہ ایمان لایا۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ام معبد کی بکری کے تھن پر اپنا دست مبارک پھیرا۔ اور اس نے دودھ دیا۔ جیسا کہ اس کتاب میں پہلے آ چکا ہے۔

12۔ حضرت مالک بن عمیر سلمی شاعر بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میں شاعر ہوں۔ آپ شعر کے بارے میں کیا فتویٰ دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اگر تیرے سر سینہ سے کندھے تک پیپ سے بھر جائے۔ تو یہ اس سے بہتر ہے کہ شعر سے بھرا ہو۔ میں نے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ! میری خطا بطریق مسح دور کر دیجئے۔ یہ سن کر حضور نے میرے سر اور چہرے پر اپنا مبارک ہاتھ پھیرا پھر میرے جگر پر پھر پیٹ پر پھیرا یہاں تک کہ میں حضور کے دست مبارک کے مبلغ سے شرمندہ ہوتا تھا۔ راوی کا بیان ہے۔ کہ حضرت مالک بن عمیر بوڑھے ہو گئے۔ یہاں تک کہ ان کے سر اور ڈاڑھی کے بال سفید ہو گئے مگر سر اور ڈاڑھی میں حضور ﷺ کے ہاتھ مبارک کی جگہ کے بال سفید نہ ہوئے۔

13۔ حضرت مدلوک فزاری کا بیان ہے۔ کہ میرے آقا مجھے رسول اللہ ﷺ



کی خدمت میں لے گیا۔ میں اسلام لایا۔ تو حضور نے مجھے دعائے برکت دی۔ اور میرے سر پر اپنا دست مبارک پھیرا۔ میرے سر کا وہ حصہ جسے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک نے مس کیا سیاہ ہی رہا۔ باقی تمام سر سفید ہو گیا۔

14۔ حضرت معاویہ بن ثور بن عبادہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے صاحبزادے بشر بن معاویہ ساتھ تھے۔ حضرت معاویہ نے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ! بشر کے چہرے پر اپنا دست مبارک پھیر دیجئے۔ چنانچہ حضور انور نے بشر کے چہرے کو مسح کیا۔ حضور کے مسح کا نشان حضرت بشر کی پیشانی میں غرہ کی مانند تھا۔ اور وہ جس بیمار پر اپنا ہاتھ پھیر دیتے اچھا ہو جاتا۔ حضرت بشر کے صاحبزادے محمد بن بشر اس بات پر فخر کیا کرتے تھے۔ کہ میرے باپ کے سر پر رسول اللہ ﷺ نے اپنا دست مبارک پھیرا تھا۔ چنانچہ یوں کہا کرتے تھے۔

وَابِی الَّذِیْ مَسَحَ النَّبِیُّ بِرَاْسِہٖ وَ دَعَالَہٗ بِالْخَیْرِ وَالْبَرَکَاتِ

میرا باپ وہ ہے کہ پیغمبر خدا نے ان کے سر پر اپنا دست مبارک پھیرا۔ اور ان کے لئے دعائے خیر و برکت فرمائی۔

15۔ حضرت یزید بن قنافہ طائی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ اقرع (گنجے) تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے سر پر ہاتھ مبارک پھیرا اسی وقت بال اگ آئے۔ اسی لئے ان کا لقب ہلب (بسیار مو) ہو گیا۔ ابن درید کا قول ہے۔ کہ وہ اقرع تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک کی برکت سے افرع (مرد تمام مو) ہو گئے۔

16۔ یسار بن ازیہر جہنی ذکر کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے سر پر اپنا دست مبارک پھیرا۔ اور مجھے دو چادریں پہنا دیں۔ اور ایک تلوار عطا فرمائی حضرت یسار کی صاحبزادی عمرہ کا بیان ہے۔ کہ میرے باپ کے سر میں سفید بال نہ آئے یہاں تک کہ انہوں نے انتقال پایا۔

17۔ حضرت ابو زید بن اخطب انصاری خزرجی کے سر اور چہرے پر رسول اللہ ﷺ نے اپنا مبارک ہاتھ پھیرا۔ سو سال سے زائد ان کی عمر ہو گئی۔ مگر سر اور داڑھی میں کوئی سفید بال نہ تھا۔

18۔ حضرت ابو سنان عبدی صباحی کے چہرے پر رسول اللہ ﷺ نے اپنا دست مبارک پھیرا۔ ان کی عمر نوے برس کی ہو گئی۔ مگر چہرہ تجلی کی طرح چمکتا تھا۔

19۔ حضرت ابو غزوان حالت کفر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے پوچھا۔ کہ تمہارا کیا نام ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ابو غزوان آپ نے ان کے لئے سات

بکریوں کا دودھ دوہا۔ اور وہ سب پی گئے۔ آپ نے ان کو دعوت اسلام دی۔ وہ مسلمان ہو گئے۔ پھر
آپ نے ان کے سینے پر ہاتھ مبارک پھیر دیا۔ دوسرے روز صبح کے وقت صرف ایک بکری دودھ دی
گئی۔ وہ اس کا بھی تمام دودھ نہ پی سکے۔

20۔ حضرت سہل بن رافع دو صاع کھجوریں بطور زکوٰۃ اور اپنی لڑکی عمیرہ کو لے کر
رسول اللہ ﷺ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا۔ کہ آپ میرے حق میں اور
میری لڑکی کے حق میں دعائے خیر فرمائیں۔ اور اس لڑکی کے سر پر اپنا مبارک ہاتھ پھیر دیں۔
عمیرہ کا قول ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک مجھ پر رکھا۔ میں اللہ کی قسم کھاتی ہوں
کہ رسول اللہ ﷺ کے مبارک ہاتھ کی ٹھنڈک بعد میں میرے کلیجے پر رہی۔

21۔ حضرت سائب بن یزید کا آزاد کردہ غلام عطاء بیان کرتا ہے۔ کہ میں نے حضرت
سائب کو دیکھا۔ کہ ان کی ڈاڑھی کے بال سفید تھے۔ مگر سر کے بال سیاہ تھے۔ میں نے
پوچھا۔ آقا! آپ کے سر کے بال سفید کیوں نہیں ہوتے؟ انہوں نے جواب دیا۔ کہ ایک روز میں
لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لڑکوں کو سلام کیا۔ ان میں سے میں
نے سلام کا جواب دیا۔ آپ نے مجھے بلایا اور اپنا مبارک ہاتھ میرے سر پر رکھ کر فرمایا۔ "اللہ تجھ میں
برکت دے۔" پس حضور کے دست مبارک کی جگہ پر سفید بال کبھی نہ آئیں گے۔

22۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کا بیان ہے۔ کہ میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرایا کرتا
تھا۔ ایک روز رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق تھے۔ آپ نے
فرمایا لڑکے! کیا تیرے پاس دودھ ہے؟ میں نے کہا۔ کہ ہاں۔ لیکن میں امین ہوں۔ آپ نے فرمایا
تیرے پاس کوئی ایسی بکری ہے۔ جس پر نرنہ کودا ہو؟ میں نے جواب دیا کہ ہاں۔ پس میں نے ایک
بکری پیش کی جس کا تھن نہ تھا۔ آپ نے تھن کی جگہ پر اپنا دست مبارک پھیرا۔ ناگاہ ایک دودھ
بھرا تھن نمودار ہوا۔ آپ نے دودھ دوہا اور حضرت ابو بکر اور مجھ کو پلایا۔ پھر تھن سے ارشاد فرمایا کہ
سکڑ جا۔ پس وہ ایسا ہی ہو گیا۔ جیسا کہ پہلے تھا۔ یہ دیکھ کر میں نے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ مجھے
تعلیم دیجئے۔ آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعائے برکت دے کر فرمایا کہ تو تعلیم یافتہ لڑکا
ہے۔ پس میں اسلام لایا۔

23۔ حضرت محمد بن انس بن فضالہ انصاری اوسی ذکر کرتے ہیں۔ کہ جب رسول اللہ
ﷺ مدینے میں تشریف لائے۔ تو میں دو ہفتے کا تھا۔ مجھے حضور کی خدمت میں لے گئے۔ آپ نے
میرے سر پر دست مبارک پھیرا۔ اور دعائے برکت فرمائی اور ارشاد فرمایا۔ کہ اس کا نام میرے نام
پر رکھو۔ مگر میری کنیت نہ رکھو۔ ان کے صاحبزادے یونس کا قول ہے۔ کہ میرے والد بوڑھے ہو



اور ان کے تمام بال سفید ہو گئے مگر سر کے بال جن پر دست مبارک پھرا تھا سفید نہ ہوئے۔

24۔ حضرت عبادہ بن سعد بن عثمان زرقی کے سر پر آنحضرت ﷺ نے اپنا دست
مبارک پھیرا اور دعا فرمائی۔ انہوں نے اسی سال کی عمر میں وفات پائی اور کوئی بال سفید نہ ہوا۔

25۔ حضرت بشر (یا بشیر) بن عقربہ جہنی کا بیان ہے۔ کہ میرے والد مجھ کو رسول
اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گئے۔ حضور نے پوچھا کہ یہ کون ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ میرا بیٹا بحیر
ہے۔ حضور نے مجھ سے فرمایا۔ کہ نزدیک آؤ۔ میں آپ کے دائیں ہاتھ میں بیٹھ گیا۔ آپ نے
میرے سر پر اپنا دست مبارک پھیرا۔ اور مجھ سے پوچھا۔ کہ تمہارا کیا نام ہے؟ میں نے عرض کیا
یا رسول اللہ ﷺ میرا نام بحیر ہے۔ حضور نے فرمایا نہیں بلکہ تمہارا نام بشیر ہے میری زبان میں
لکنت تھی۔ آپ نے میرے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈال دیا۔ لکنت جاتی رہی۔ میرے سر کے تمام
بال سفید ہو گئے۔ مگر جن بالوں پر حضور کا دست مبارک پھرا تھا وہ سیاہ ہی رہے۔

26۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت خزیمہ بن عاصم عکلی کے چہرے پر اپنا دست
مبارک پھیرا۔ ان کے چہرے پر پیری کے آثار نمودار نہ ہوئے۔ یہاں تک کہ وفات پائی۔

27۔ حضرت فراش بن عمرو کنانی لیثی اپنے والد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی
خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور درد سر کی شکایت کی۔ حضور نے فراش کو اپنے سامنے بٹھایا۔ اور ان
کی آنکھوں کے درمیانی چمڑے کو پکڑ کر کھینچا۔ آپ کی مبارک انگلیوں کی جگہ بال اگ آئے اور درد
جاتا رہا۔ انہوں نے حروراء کے دن خوارج کے ساتھ نکلنا چاہا۔ ان کے والد نے ان کو کوٹھری میں
بند کر دیا۔ وہ بال گر گئے۔ جب توبہ کی تو پھر اگ آئے۔

28۔ حضرت عمرو بن تغلب کے چہرے اور سر پر رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست
مبارک پھیرا۔ انہوں نے سو برس کی عمر میں وفات پائی۔ مگر چہرے اور سر کے وہ بال جن کو رسول
اللہ ﷺ کے ہاتھ مبارک نے چھوا تھا۔ سفید نہ ہوئے۔

29۔ حضرت اسید بن ابی ایاس کنانی دئلی کے سینے پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا
ہاتھ مبارک رکھا۔ اور چہرے پر پھیرا۔ وہ تاریک گھر میں داخل ہوتے تو روشن ہو جاتا۔ (۵۳)

30۔ حضرت انس روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ کا نکاح حضرت زینب بنت
جحش سے ہوا۔ تو میری اماں ام سلیم نے خرما اور گھی اور پنیر سے حیس تیار کیا۔ اور اسے ایک تور
میں ڈال دیا۔ (۵۴) پھر کہا۔ انس! اس کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں لے جاؤ۔ وہاں
عرض کرو۔ کہ یہ میری ماں نے آپ کے لئے بھیجا ہے۔ وہ سلام کہتی ہے اور عرض کرتی ہے۔ کہ یا
رسول اللہ یہ تھوڑا سا کھانا ہماری طرف سے آپ کے لئے ہے۔ میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا

اور ماں نے جو کچھ کہا تھا عرض کر دیا حضور نے فرمایا کہ اس کو رکھ دو اور فلاں فلاں
شخصوں) کو بلا لاؤ۔ اور جو اور ملیں ان کو بھی لے آؤ۔ میں نے تعمیل ارشاد کی۔ واپس
ہوں کہ گھر اہل خانہ سے بھرا ہوا ہے۔ حضور نے اپنا دست مبارک اس جیس پر
برکت فرمائی۔ پھر آپ حاضرین میں سے دس دس کو بلاتے رہے اور فرماتے رہے۔ کہ
کر کھاؤ۔ اور ہر ایک اپنے سامنے سے کھائے۔ اس طرح ایک گروہ نکلتا اور دوسرا آجاتا
کہ سب نے سیر ہو کر کھایا۔ حضور نے مجھ سے فرمایا۔ انس! اٹھاؤ۔ میں نے اٹھالیا۔ میں
سکتا کہ جب تو رکھا گیا۔ تو اس وقت کھانا زیادہ تھا یا جب اٹھایا گیا۔ بقول انس حاضرین کی
سو تھی۔ (۵۵)

31۔ جب آنحضرت ﷺ ہجرت فرما کر مدینے میں رونق افروز ہوئے
حضرت سلیمان فارسی ایک یہودی کے ہاں بطور غلام کام کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ
سے انہوں نے اس یہودی سے اس امر پر مکاتبت کر لی۔ کہ وہ اس یہودی کو چالیس او
کریں۔ اور اس کے لئے کھجوروں کے تین سو پودے لگا کر پرورش کریں۔ یہاں تک کہ
ہوں۔ جب حضرت سلیمان نے حضور کو یہ خبر دی تو آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ
مدد کرو۔ چنانچہ صحابہ کرام نے پودے دے دیئے۔ اور حضور نے اپنے مبارک ہاتھ سے ان
وہ سب لگ گئے۔ اور اسی سال پھل لائے۔ ایک روایت میں ہے کہ تین سو پودوں میں سے
اور نے لگایا۔ (۵۶) وہ پھل نہ لایا حضور نے اسے اکھاڑ کر اپنے دست مبارک سے پھر لگا
دوسروں کے ساتھ ہی پھل لایا۔ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں کسی کان سے مرغی کے
کے برابر سونا آیا تھا۔ وہ آپ نے سلیمان کو عطا فرمایا۔ سلیمان نے عرض کیا کہ اس کو چالیس او
ساتھ کیا نسبت ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہی لے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ اسی کے ساتھ تمہارا قرض
دے گا۔ چنانچہ وہ لے گئے۔ اور اسی میں سے چالیس اوقیہ تول کر یہودی کو دے دیئے۔ (۵۷)
طرح حضرت سلیمان فارسی آزاد ہو گئے۔

حضور اقدس ﷺ کی بغل شریف سفید تھی۔ اور اس سے کسی قسم کی ناخوش
تھی۔ بلکہ کستوری کی مانند خوشبو آیا کرتی تھی۔

## سینہ مبارک و قلب شریف

آپ کا سینہ مبارک کشادہ تھا۔ آپ کا قلب شریف پہلا قلب شریف ہے جس
اسرار الٰہیہ اور معارف ربانیہ ودیعت رکھے گئے۔ کیونکہ آپ بوجود صورت نوری سب سے پہلے



معنوی کی شرح اور قلب اقدس کی وسعت کا بیان طاقت بشری سے خارج ہے۔ چاک
نے آپ کے صدر مبارک کو شق کیا۔ اور قلب شریف کو نکال کر دھویا۔ اور اسے
سے بھر دیا۔ اسی کی طرف اللہ تبارک تعالیٰ اپنے قرآن پاک میں یوں ارشاد فرماتا
الم نشرح لك صدرك۔ (کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا) یہی وجہ ہے کہ جو اسرار آپ
کو عطا ہوئے وہ کسی اور مخلوق کو عطا نہیں ہوئے اور نہ کسی اور مخلوق کا قلب اس کا
تھا۔ حضور اقدس ﷺ اپنے قلب شریف کی نسبت یوں ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ
سو جاتی ہے۔ مگر میرا دل نہیں سوتا۔ (۵۸)

## شکم مبارک

آپ سواء البطن والصدر تھے۔ یعنی آپ کا شکم اور سینہ مبارک ہموار و برابر تھے۔ نہ تو شکم
سینہ شکم سے بلند تھا۔ حضرت ام ہانی فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے شکم
کو دیکھا۔ گویا کاغذ ہیں ایک دوسرے پر رکھے ہوئے اور تہہ کیے ہوئے۔ (۵۹)
حضور اقدس ﷺ کا بول و براز بلکہ تمام فضلات پاک تھے۔ جیسا کہ احادیث کثیرہ سے
ثابت ہے۔ (۶۰)

## پشت مبارک

آپ کی پشت مبارک ایسی صاف و سفید تھی۔ کہ گویا پگھلائی ہوئی چاندی ہے۔ (۶۱) ہر
دو شانوں کے درمیان ایک نورانی گوشت کا ٹکڑا تھا۔ جو بدن شریف کے باقی اجزاء سے ابھرا ہوا تھا۔
اسے مہر نبوت یا خاتم نبوت کہتے تھے۔ کتب سابقہ میں آپ کی علامات نبوت میں ایک یہ بھی مذکور
تھی۔ حلیہ مبارک بیان کرنے والوں نے اس کی ظاہری شکل و صورت کے بیان کرنے میں اسے
مختلف چیزوں (مثلاً بیضہ کبوتر یا تکمہ چھپر کھٹ یا گرہ گوشت سرخ وغیرہ) سے تشبیہ دی ہے۔ تاکہ
لوگ سمجھ لیں۔ سچ پوچھو تو یہ ایک سر عظیم اور نشان عجیب تھا۔ جو آنحضرت ﷺ سے مختص تھا۔
اور اس کی حقیقت کو رب العزت کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

نبوت را توئی آں نامہ در پشت
کہ از تعظیم دارد مہر بر پشت

## پائے مبارک

ہر دو پائے مبارک سطبر و پر گوشت اور خوبصورت ایسے کہ کسی انسان کے نہ تھے اور نرم و

صاف ایسے کہ ان پر پانی ذرا بھی نہ ٹھہرتا بلکہ فوراً گر جاتا۔ ایڑیاں کم گوشت ہر دو سال
باریک وسفید ولطیف گویا شحم النخل (الف) یعنی کھجور کا گابھا ہیں۔ جب آپ چلتے۔ تو قدم
قوت وتمکنت اور وقار تواضع سے اٹھاتے۔ جیسا کہ اہل ہمت وشجاعت کا قاعدہ (ب)
ابو ہریرہ (ج) رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ چلنے میں، میں نے آنحضرت ﷺ سے
کو نہیں دیکھا۔ گویا آپ کے لئے زمین لپٹتی جاتی تھی۔ ہم دوڑا کرتے اور تیز چلنے میں
اٹھاتے۔ اور آپ باسانی وبے تکلف چلتے مگر پھر بھی سب سے آگے رہتے۔ بعض دفعہ حضور
اصحاب کے ساتھ چلنے کا قصد فرماتے۔ تو اس صورت میں اصحاب آپ کے آگے ہوتے۔
عمداً ان کے پیچھے ہوتے۔ (د) اور فرماتے ہیں کہ میری پیٹھ فرشتوں کے لئے خالی چھوڑ دو۔
حضور کے پاؤں مبارک وہ قدم مبارک ہیں۔ کہ جب آپ پتھر پر چلتے تو وہ نرم
(س) تاکہ آپ باسانی اس پر سے گزر جائیں۔ اور جب ریت پر چلتے تو اس میں پائے مبارک
نہ ہوتا۔ یہ وہی قدم مبارک ہیں۔ جن کی محبت میں کوہ احد کوہ ثبیر حرکت میں آئے۔ یہ وہی
مبارک ہیں۔ کہ قیام شب میں ورم کر آتے تھے۔ یہ وہی قدم مبارک ہیں کہ مکہ اور بیت المقدس
ان سے شرف زائد حاصل ہوا۔

## قد مبارک

آپ نہ بہت دراز تھے نہ کوتاہ قد۔ بلکہ میانہ قد مائل بہ درازی تھے۔ حضرت علی کرم
وجہہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ بہت دراز قد نہ تھے اور مائل بہ درازی ہونے کے سبب
قد سے زیادہ تھے۔ مگر جب لوگوں کے ساتھ ہوتے۔ تو سب سے بلند وسرفراز ہوتے۔
حقیقت میں یہ آپ کا معجزہ تھا۔ کہ جب علیحدہ ہوتے تو میانہ قد مائل بہ درازی ہوتے۔ اور
اوروں کے ساتھ چلتے یا بیٹھتے تو سب سے بلند دکھائی دیتے۔ (۶۳) تاکہ باطن کی طرح ظاہر
صورت میں بھی کوئی آپ سے بڑا معلوم نہ ہو۔

آپ کی قامت زیبا کا سایہ نہ تھا۔ اس کی تائید اس امر سے ہوتی ہے کہ آپ کے اسمائے
مبارک میں سے ایک اسم شریف نور ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں سورہ مائدہ میں ہے۔ (قد جاءکم
من اللہ نور و کتب مبین)

(البتہ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور اور کتاب واضح آئی) اور ظاہر ہے کہ نور کا
سایہ نہیں ہوتا۔ حکیم ترمذی (متوفی ۲۵۵ھ) نے نوادر الاصول میں بروایت ذکوان (تابعی)
کیا ہے۔ کہ دھوپ اور چاندنی میں رسول اللہ ﷺ کا سایہ نظر نہ آتا تھا۔ امام ابن سبع کا قول ہے کہ



ﷺ کے خصائص میں سے ہے۔ کہ آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا۔ اور آپ نور تھے۔ لہذا
دھوپ یا چاند کی روشنی میں چلتے تو آپ کا سایہ نظر نہ آتا تھا بعض نے کہا ہے کہ اس کی شاہد
کہ جس میں مذکور ہے کہ جب آپ نے یہ دعا مانگی۔ کہ اللہ میرے تمام اعضاء اور
نور کر دے۔ تو دعا کو اس قول پر ختم فرمایا۔ واجعلنی نوراً۔ (۶۴) (اور مجھ کو نور
(۶۵) زرقانی میں مذکور ہے۔ کہ حدیث ذکوان مرسل ہے۔ مگر ابن مبارک وابن جوزی
ابن عباس رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے۔ کہ نبی ﷺ کا سایہ نہ تھا۔ جب آپ دھوپ میں
ہوتے۔ تو آپ کی روشنی سورج کی روشنی پر غالب آتی۔ اور جب چراغ کے سامنے کھڑے
چراغ کی روشنی پر غالب آتی۔ بعض کا قول ہے کہ آپکا سایہ نہ ہونے میں یہ حکمت تھی کہ
کوئی کافر پامال نہ کرے۔ (۶۶)

ماہ فرو ماند از جمال محمد ﷺ
سرو نروید باعتدال محمد ﷺ

## رنگ مبارک

رنگ مبارک گورا اور روشن وتاباں مگر اس میں کسی قدر سرخی ملی ہوئی تھی۔ بعض
روایتوں میں جو آپ کو اسمر اللون یعنی گندم گوں لکھا ہے۔ اس سے بھی یہی مراد ہے۔

## جلد مبارک وبوئے خوش

آپ کی جلد مبارک نرم تھی۔ ایک وصف ذاتی حضور میں یہ تھا کہ خوشبو لگائے بغیر آپ
سے ایسی خوشبو آتی تھی کہ کوئی خوشبو اس کو نہ پہنچ سکتی تھی۔ آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں۔ کہ
جب آپ پیدا ہوئے تو میں نے غور سے آپ کی طرف نگاہ کی۔ کیا دیکھتی ہوں کہ آپ چودھویں
رات کے چاند کی مانند ہیں۔ اور آپ سے تیز بو کستوری کی طرح خوشبو (۶۷) آرہی ہے۔ حضرت
انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کستوری (۶۸) یا عبیر کو بوئے رسول اللہ ﷺ
سے خوشتر نہ پایا۔ (۶۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی
خدمت اقدس میں آیا۔ اور عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ میں نے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا ہے۔ میں
اسے اس کے خاوند کے گھر بھیجنا چاہتا ہوں۔ میرے پاس کوئی خوشبو نہیں آپ کچھ عنایت

فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میرے پاس موجود نہیں۔ مگر کل صبح ایک چوڑے منہ والی شیشی
کسی درخت کی لکڑی میرے پاس لے آنا۔ دوسرے روز وہ شخص شیشی اور لکڑی لے کر
خدمت ہوا۔ آپ نے اپنے دونوں بازوؤں سے اس میں اپنا پسینہ ڈالنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ
گئی۔ پھر فرمایا کہ اسے لے جا اپنی بیٹی سے کہہ دینا۔ کہ اس لکڑی کو شیشی میں تر کر کے
کرے۔ پس جب وہ آپ کے پسینہ مبارک کو لگاتی۔ تمام اہل مدینہ کو اس کی خوشبو پہنچتی۔
تک کہ ان کے گھر کا نام بیت المطیبین (خوشبو والوں کا گھر) ہو گیا۔ (۷۰)

حضور کے خادم حضرت انس فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں تشریف
لائے۔ اور قیلولہ فرمایا۔ حالت خواب میں آپ کو پسینہ آگیا۔ میری ماں ام سلیم نے ایک شیشی
اور آپ کا پسینہ مبارک اس میں ڈالنے لگی۔ آپ جاگ اٹھے۔ اور فرمانے لگے۔ ام سلیم اور
کرتی ہے؟ اس نے عرض کیا۔ "یہ آپ کا پسینہ ہے۔ (۷۱) ہم اس کو اپنی خوشبو میں ڈالتے
اور وہ سب خوشبوؤں سے خوشبودار بن جاتی ہے۔" دوسری روایت مسلم میں ہے۔ کہ ام سلیم
یوں عرض کیا۔ "یا رسول اللہ! ہم اپنے بچوں کے لئے آپ کے عرق مبارک کی برکت کے امید
ہیں۔" (۷۲) آپ نے فرمایا۔ "تو نے سچ کہا۔" اس سے معلوم ہوا کہ حضور کے عرق مبارک
بچوں کے چہرے اور بدن پر مل دیا کرتے تھے۔ اور وہ تمام بلاؤں سے محفوظ رہا کرتے تھے۔

حضرت انس (۷۳) سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ مدینہ منورہ کے کسی کوچہ
سے گزرتے۔ تو گزر جانے کے بعد بھی آنے جانے والوں کو اس کوچہ سے خوشبو آتی اور وہ
جانتے کہ اس کوچہ میں سے آپ کا گزر ہوا ہے۔ باقی حال لعاب مبارک اور دست مبارک میں
ہے۔ یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

اب بھی مدینہ منورہ کے در و دیوار سے خوشبوئیں آرہی ہیں۔ جنہیں محبان و عاشقان
جناب رسول اکرم ﷺ شامہ محبت سے محسوس کرتے ہیں۔ ابن بطال کا قول ہے (۷۴) کہ
شخص مدینہ منورہ میں رہتا ہے۔ وہ اس کی خاک اور دیواروں سے خوشبو محسوس کرتا ہے۔ اور
نے فرمایا ہے۔ کہ خاک مدینہ میں ایک عجیب مہک ہے۔ جو کسی خوشبو میں نہیں۔ اور یا قوت
ہے کہ منجملہ خصائص مدینہ اس کی ہوا کا خوشبودار ہونا ہے۔ اور وہاں کی بارش میں بوئے خوش
ہے جو کسی اور جگہ کی بارش میں نہیں ہوتی۔ ابو عبداللہ عطار رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے
(۷۵)

بِطِیبِ رَسُولِ اللّٰہِ طَابَ نَسِیمُھَا
فَمَا الْمِسْکُ مَا الْکَافُورُ مَا الصَّنْدَلُ الرَّطْبُ



رسول اللہ ﷺ کی خوشبو سے نسیم مدینہ خوشبودار ہو گئی۔ پس کیا ہے کستوری کیا ہے
عطر صندل تر و تازہ۔

امام ابن سبع (۷۶) نے آنحضرت ﷺ کے خصائص میں شمار کیا ہے۔ کہ آپ کے
مکھی نہ بیٹھتی۔ اور آپ کو جوں ایزاء نہ دیتی۔ یعنی آپ کے کپڑوں میں جوں نہ ہوتی کہ
ایزاء دے۔ کیونکہ جوں عفونت اور پسینے سے پیدا ہوتی ہے۔ اور حضور تو نور اور اطیب الناس
اور آپ کا پسینہ خوشبودار ہوتا تھا۔ اسی طرح بوجہ لطافت آپ کے بدن مبارک پر کپڑا میلا نہ
ہوتا تھا۔

علامہ دمیری نے اپنے منظومہ فی الفقہ میں لکھا ہے۔ کہ جن چوپاؤں پر آنحضرت ﷺ
سوار ہوئے۔ آپ کی سواری کی حالت میں انہوں نے کبھی پیشاب نہ کیا اور جس چوپایہ پر آپ سوار
ہوئے وہ آپ کی حیات میں کبھی بیمار نہ ہوا۔

## موئے مبارک

سر مبارک کے بال نہ تو بہت گھونگروالے تھے۔ اور نہ بہت سیدھے۔ بلکہ دونوں کے
بین بین تھے۔ ان بالوں کی درازی میں مختلف روایتیں آئی ہیں۔ کانوں تک کانوں کے نصف تک۔
کانوں کی لو تک شانہ مبارک کے نزدیک تک۔ شانوں تک۔ ان سب روایتوں میں تطبیق یوں ہے۔
کہ ان کو مختلف اوقات و احوال پر محمول کیا جائے۔ یعنی جب آپ کٹوا دیتے تو کان تک رہ جاتے۔ پھر
بڑھ کر نصف گوش یا نرمہ گوش یا شانہ تک پہنچ جاتے۔ اگر موئے مبارک خود بخود پراگندہ ہو جاتے۔
تو آپ ان کو دو حصے بطور مانگ کر لیتے۔ اور اگر از خود نہ بکھرتے تو بحال خود رہنے دیتے۔ اور بہ تکلف
مانگ نہ نکالتے۔

ڈاڑھی مبارک گھنی تھی۔ اسے کنگھی کرتے اور آئینہ دیکھتے۔ اور سونے سے پہلے آنکھوں
(...) میں تین تین بار سرمہ ڈالتے۔ مونچھ مبارک کو کٹوایا کرتے۔ اور فرماتے (۷۸) تھے کہ
مشرکین کی مخالفت کرو۔ یعنی ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو خوب کٹواؤ۔ اخیر عمر شریف میں
آپ کی ریش مبارک اور سر مبارک میں قریباً بیس بال سفید تھے۔ گلے اور ناف کے درمیان بالوں کا
ایک باریک خط تھا۔ اس کے سوا شکم مبارک اور پستان مبارک پر بال نہ تھے۔ دونوں بازوؤں اور
کندھوں اور سینہ مبارک کے بالائی حصہ میں بال زیادہ تھے۔ موئے مبارک کا باقی حال آثار شریفہ کی
تعظیم کے تحت میں آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

# لباس

آنحضرت ﷺ (۷۹) کا عام لباس چادر، قمیض اور تہہ بند تھا۔ یمن کی
چادریں جن کو عربی میں خبرۃ کہتے ہیں سب سے زیادہ پسند فرماتے تھے۔ بعض اوقات آپ
جبہ شامیہ استعمال فرمایا ہے۔ جس کی آستینیں اس قدر تنگ تھیں کہ وضو کے وقت ہاتھ آ
نکالنے پڑتے تھے۔ جبہ کسروانی بھی پہن لیتے تھے۔ جس کی جیب اور دونوں چاکوں پر دیبا کی
تھی۔ ایسی اونی چادر بھی آپ نے پہنی ہے جس پر کجاوہ کی شکل بنی ہوئی تھی۔ سفید لباس
سرخ ناپسند فرماتے تھے۔ پاجامہ آپ نے کبھی نہیں پہنا۔

عمامہ کا شملہ چھوڑا کرتے اور کبھی نہ چھوڑا کرتے۔ شملہ اکثر دونوں شانوں کے
اور کبھی شانہ مبارک پر پڑا رہتا۔ بعض وقت عمامہ میں تحنیک فرماتے۔ یعنی دستار مبارک کا
بائیں جانب سے ٹھوڑی مبارک کے نیچے سے گزار کر سر مبارک پر لپیٹ لیتے عمامہ اکثر سیاہ
ہوتا تھا۔ عمامہ کے نیچے سر سے لپٹی ہوئی ٹوپی ہوا کرتی۔ اونچی ٹوپی آپ نے استعمال نہیں فرمائی

نعلین شریفین چپلی کی شکل کی تھیں۔ ہر ایک دو دو تسمے دوہری تہہ والے تھے ایک
انگوٹھے اور متصل کی انگلی مبارک کے بیچ میں اور دوسرا انگشت میانہ اور بھر کے بیچ میں ہوا
وہی نعلین شریفین ہیں کہ شب معراج میں جب حضور اقدس ﷺ عرش پر تشریف لے
بقول صوفیہ کرام باری تعالیٰ کا ارشاد ہوا۔ کہ نعلین سمیت عرش کو شرف بخشئے۔ کسی نے کیا خو
ہے۔ (۸۰)

لَدَی الطُّوْرِ مُوْسٰی نُوْدِیَ اخْلَعْ وَاَحْمَدُ
عَلَی الْعَرْشِ لَمْ یُؤْذَنْ بِخَلْعِ نِعَالِہٖ

طور کے پاس حضرت موسیٰ کو آواز آئی۔ کہ پاپوش اتار لیجئے اور حضرت احمد کو عر
پاپوش اتارنے کی اجازت نہ ملی۔

ہر ایک مسلمان کی یہ آرزو ہوتی ہے اور ہونی چاہیے۔ کہ اس دنیا میں بھی حالت خو
حالت بیداری میں آنحضرت ﷺ کی زیارت سے مشرف ہو۔ لہٰذا ہم ذیل میں ایک درود ش
درج کرتے ہیں۔ جو شخص اس درود شریف کو ہر روز سونے سے پہلے باوضو باادب اور حضور قل
سے تین بار پڑھے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ چالیس دن کے اندر حضور اقدس ﷺ کی زیارت سے مشر
ہوگا۔



# درود شریف

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی نُوْرِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَنْوَارِ وَصَلِّ عَلٰی رُوْحِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَرْوَاحِ
وَصَلِّ عَلٰی جَسَدِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَجْسَادِ وَصَلِّ عَلٰی رَاْسِ مُحَمَّدٍ فِی الرُّءُوْسِ
وَصَلِّ عَلٰی وَجْهِ مُحَمَّدٍ فِی الْوُجُوْهِ وَصَلِّ عَلٰی جَبِیْنِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَجْبُنِ
وَصَلِّ عَلٰی جَبْهَةِ مُحَمَّدٍ فِی الْجِبَاهِ وَصَلِّ عَلٰی عَیْنِ مُحَمَّدٍ فِی الْعُیُوْنِ
وَصَلِّ عَلٰی حَاجِبِ مُحَمَّدٍ فِی الْحَوَاجِبِ وَصَلِّ عَلٰی جَفْنِ مُحَمَّدٍ فِی
الْاَجْفَانِ وَصَلِّ عَلٰی اَنْفِ مُحَمَّدٍ فِی الْاُنُوْفِ وَصَلِّ عَلٰی خَدِّ مُحَمَّدٍ فِی
الْخُدُوْدِ وَصَلِّ عَلٰی صُدْغِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَصْدَاغِ وَصَلِّ عَلٰی اُذُنِ مُحَمَّدٍ فِی
الْاٰذَانِ وَصَلِّ عَلٰی فَمِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَفْوَاهِ وَصَلِّ عَلٰی شَفَةِ مُحَمَّدٍ فِی الشِّفَاهِ
وَصَلِّ عَلٰی سِنِّ مُحَمَّدٍ فِی الْاَسْنَانِ وَصَلِّ عَلٰی لِسَانِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَلْسِنَةِ
وَصَلِّ عَلٰی ذَقَنِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَذْقَانِ وَصَلِّ عَلٰی عُنُقِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَعْنَاقِ
وَصَلِّ عَلٰی صَدْرِ مُحَمَّدٍ فِی الصُّدُوْرِ وَصَلِّ عَلٰی قَلْبِ مُحَمَّدٍ فِی الْقُلُوْبِ
وَصَلِّ عَلٰی یَدِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَیْدِیْ وَصَلِّ عَلٰی کَفِّ مُحَمَّدٍ فِی الْاَکُفِّ وَصَلِّ
عَلٰی اِصْبَعِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَصَابِعِ وَصَلِّ عَلٰی زَنْدِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَزْنَادِ وَصَلِّ
عَلٰی ذِرَاعِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَذْرُعِ وَصَلِّ عَلٰی مِرْفَقِ مُحَمَّدٍ فِی الْمَرَافِقِ وَصَلِّ
عَلٰی عَضُدِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَعْضَادِ وَصَلِّ عَلٰی اِبْطِ مُحَمَّدٍ فِی الْاٰبَاطِ وَصَلِّ
عَلٰی مَنْکِبِ مُحَمَّدٍ فِی الْمَنَاکِبِ وَصَلِّ عَلٰی کَتِفِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَکْتَافِ
وَصَلِّ عَلٰی تَرْقُوَةِ مُحَمَّدٍ فِی التَّرَاقِی وَصَلِّ عَلٰی کَبِدِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَکْبَادِ
وَصَلِّ عَلٰی ظَهْرِ مُحَمَّدٍ فِی الظُّهُوْرِ وَصَلِّ عَلٰی فَخِذِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَفْخَاذِ
وَصَلِّ عَلٰی رُکْبَةِ مُحَمَّدٍ فِی الرُّکَبِ وَصَلِّ عَلٰی سَاقِ مُحَمَّدٍ فِی السُّوْقِ
وَصَلِّ عَلٰی کَعْبِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَکْعُبِ وَصَلِّ عَلٰی عَقَبِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَعْقَابِ
وَصَلِّ عَلٰی قَدَمِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَقْدَامِ وَصَلِّ عَلٰی شَعْرِ مُحَمَّدٍ فِی الشُّعُوْرِ
وَصَلِّ عَلٰی لَحْمِ مُحَمَّدٍ فِی اللُّحُوْمِ وَصَلِّ عَلٰی عِرْقِ مُحَمَّدٍ فِی الْعُرُوْقِ
وَصَلِّ عَلٰی دَمِ مُحَمَّدٍ فِی الدِّمَآءِ وَصَلِّ عَلٰی عَظْمِ مُحَمَّدٍ فِی الْعِظَامِ وَصَلِّ
عَلٰی جِلْدِ مُحَمَّدٍ فِی الْجُلُوْدِ وَصَلِّ عَلٰی لَوْنِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَلْوَانِ وَصَلِّ عَلٰی
قَامَةِ مُحَمَّدٍ فِی الْقَامَاتِ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ

وَذُرِّیَّاتِہٖ اَفْضَلَ صَلٰوۃٍ وَاَکْمَلَ بَرَکَۃٍ وَ اَزْکٰی سَلَامٍ بَعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ وَعَلَیْنَا مَعَھُمْ کُلَّمَا ذَکَرَکَ وَ ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَ غَفَلَ عَنْ ذِکْرِکَ وَ ذِکْرِہٖ الْغَافِلُوْنَ۔

## حیات النبی

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام بالخصوص حضور سید المر[سلین] ﷺ اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ یہ حیات حقیقیہ دنیوی۔ قران مجید میں جو آنحضرت ﷺ [کی] موت کی خبر ہے۔ وہ موت عادی ہے۔ جس سے مخلوقات میں کسی کو چارہ نہیں۔ اسی عادی مو[ت] کے بعد اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو حیات بخش دی ہے۔ احادیث صحیحہ سے انبیاء و شہداء کے [لئے] اس حیات کا دائمی ہونا ثابت ہے۔

ابن تیمیہ کے وقت سے ایک فرقہ ایسا پیدا ہو گیا ہے۔ جو کہتا ہے کہ انبیاء بھی دوسر[ے] مردہ اشخاص کی طرح زمین کے نیچے مدفون اور مردہ ہیں۔ اس لئے مدینہ منورہ میں روضہ شریف [پر] حاضر ہونا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلے سے طلب حاجات بے کار و بے سود ہے۔ چنانچہ [ابن] تیمیہ کا بڑا شاگرد ابن القیم اپنی کتاب عقائد یعنی قصیدہ نونیہ (مطبوعہ مصر ص ۱۴۱) میں یوں لکھتا [ہے]

من فوقه اطباق ذاك الترب واللبنات
قد عرضت على الجدران
لو كان حيا فى الضريح حياته
قبل الممات بغير فرقان
وما كان تحت الا رض بل من فو
قها والله هذه سنة الرحمان

(ترجمہ) حضرت بنی پر ڈھیروں مٹی اور اینٹیں ہیں۔ دیواریں بنی ہوئی ہیں۔ اگر آپ [قبر] شریف میں ویسے ہی زندہ ہوتے جیسے موت سے پہلے تھے۔ تو زمین کے نیچے نہ ہوتے بلکہ اس کے اوپر ہوتے۔ واللہ عادت اللہ یہی ہے۔ (انتہی)

توسل اور زیارت روضہ اقدس کی بحث آگے آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ یہاں صرف حیات انبیاء کرام بالخصوص حیات حضور سید المرسلین ﷺ کا ثبوت پیش کرنا مقصود ہے۔

قرآن کریم میں شہداء کرام کی حیات کی نص موجود ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام شہداء



[سے] یقیناً افضل ہیں۔ ان میں وصف نبوت کے ساتھ بالعموم وصف شہادت بھی پایا جاتا ہے۔ [صحیح بخ]اری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وفات شریف کے وقت یوں فرمایا۔

یا عائشة ما ازال اجدالم الطعام الذى اكلت بخيبر وهٰذا اوان انقطاع [ابہ]ری من ذلك السم۔

اے عائشہ! مجھے خیبر کے کھانے کی تکلیف برابر رہی ہے۔ اور اب میری رگ جان اسی [زہر سے] منقطع ہوتی ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبوت کے ساتھ شہادت کا درجہ بھی [حاص]ل ہے۔ لہٰذا آپ سید المرسلین ہونے کے ساتھ سید الشہداء بھی ہوئے پس آپ کی حیات [شہد]اء کی حیات سے اکمل ہے۔ بایں ہمہ آپ کو مردہ کہنا کیسی گستاخی ہے حالانکہ قرآن کریم میں [شہد]اء کی نسبت ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ان کو مردہ نہ کہو۔

علامہ سمہودی وفاء الوفا (جزء ثانی ص ۴۰۵) میں لکھتے ہیں۔ کہ اس میں شک نہیں کہ [ر]سول اللہ ﷺ وفات کے بعد زندہ ہیں۔ اسی طرح دیگر انبیاء بھی اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ [ا]ی حالت کے ساتھ جو شہداء (جن کی حیات کی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں خبر دی ہے) کی [حی]ات سے اکمل ہے اور ہمارے نبی ﷺ سید الشہداء ہیں۔ اور شہداء کے اعمال آپ کی میزان میں [ہیں]۔ الخ۔ انتہی۔

احادیث صحیحہ سے بھی حیات انبیاء کا ثبوت ملتا ہے جن سے چند درج ذیل ہیں۔

عن اوس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان من افضل ايامكم يوم الجمعة فيه خلق ا دم و فيه قبض وفيه النفخة و فيه الصعقة فاكثروا على من الصلوة فيه فان صلوتكم معروضة على قالوا يا رسول الله و كيف تعرض صلوتنا عليك وقد ارمت قال يقولون بليت قال ان الله حرم على الارض اجساد الانبيآء رواه ابو داؤد و النسائى و ابن ماجه والدارمى والبيهقى فى الدعوات الكبير۔ (مشكوٰة . باب الجمعة)

(ترجمہ) حضرت اوس سے روایت ہے۔ کہا فرمایا رسول اللہ نے کہ تمہارے افضل ایام میں سے [جمع]ہ کا دن ہے۔ اس میں آدم پیدا کئے گئے اور اسی میں قبض کئے گئے۔ اس میں نفخہ ثانیہ اور نفخہ [ا]ول ہے۔ پس تم اس دن مجھ پر درود زیادہ بھیجو۔ کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ نے [ع]رض کیا۔ یا رسول اللہ ہمارا درود آپ پر کس طرح پیش کیا جائے گا۔ حالانکہ آپ بوسیدہ ہڈیاں ہوں [گے]۔ (قول راوی) صحابہ کی مراد امت سے بلیت (بوسیدہ ہوں گے) ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ

تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ پیغمبروں کے جسموں کو کھائے۔ اسے ابوداؤد نسائی وابن ماجہ دارمی نے اور بیہقی نے دعوات الکبیر میں روایت کیا ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام جسموں کے ساتھ زندہ ہیں کیونکہ صحابہ کرام نے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد سنا کہ تمہارا درود مجھ پر عرض کیا جاتا ہے۔ تو ان کو شبہ ہوا کہ آیا یہ عرض بعد وفات شریف صرف روح پر ہو گا۔ یا روح مع الجسد پر۔ کیونکہ انہوں نے خیال کیا کہ جسد نبی دوسرے اشخاص کے جسد کی مانند ہے پس اس کے جواب میں حضور نے فرما دیا کہ میرا جسد دوسرے اشخاص کے جسد کی مانند نہیں۔ کیونکہ پیغمبروں کے جسم کو مٹی نہیں کھاتی۔ پس وہ سمجھ گئے کہ یہ عرض روح مع الجسد پر ہو گا۔ لہٰذا حیات انبیاء بعد وفات ثابت ہے۔

2۔ عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر والصلوٰۃ علی یوم الجمعة فانہٗ مشھود تشھدہ الملئکة وان احدلم یصلّ علیّ الاعرضت علیّ صوتہ حتّی یفرغ منھا قال قلت و بعد الموت قال انّ اللہ تعالیٰ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حیّ یرزق۔
(رواہ ابن ماجہ)

(ترجمہ) حضرت ابودرداء سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ مجھ پر جمعہ کے دن درود زیادہ بھیجا کرو۔ کیونکہ وہ دن حاضر کیا گیا ہے۔ حاضر ہوتے ہیں اس میں فرشتے تحقیق کوئی مجھ پر درود نہیں بھیجتا مگر اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ درود سے فارغ ہو جائے۔ کہا ابودرداء نے میں نے عرض کیا۔ کیا موت کے بعد بھی؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا کہ پیغمبروں کے جسموں کو کھائے۔ پس اللہ کے نبی زندہ ہیں رزق دیئے جاتے ہیں۔ اسے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

اس حدیث سے انبیاء کی حیات حیات حقیقیہ دنیویہ بعد الوفات ثابت ہے اس میں حی کے ساتھ یرزق بطور تاکید ہے۔ کیونکہ رزق کی حاجت جسم کی ہوتی ہے۔

3۔ علامہ سیوطی شرح الصدور میں نقل کرتے ہیں:۔

3۔ واخرج ابو یعلی والبیھقی وابن مندة عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون۔

(ترجمہ) اور ابو یعلی اور بیہقی اور ابن مندرہ نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ انبیاء زندہ ہیں اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔

علامہ سمہودی نے وفاء الوفاء میں اس حدیث کو نقل کر کے لکھا ہے۔ کہ روایت ابو یعلی



کے راوی ثقہ ہیں اور بیہقی نے اسے مع تصحیح نقل کیا ہے۔ اس کے شواہد سے صحیح مسلم میں روایت حضرت انس ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں (شب معراج) میں موسیٰ علیہ السلام پر گزرا وہ اپنی قبر میں نماز پڑھتے تھے۔ (انتہی) اس طرح حضور نے شب معراج میں بیت المقدس میں انبیاء کرام کی جماعت کرائی۔ اور آسمانوں میں ان کو دیکھا۔ مسئلہ حیات انبیاء کی تائید صحیح مسلم کی روایت ابن عباس سے بھی ہوتی ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ وادی ارزق سے گزرے۔ فرمایا یہ کونسی وادی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا وادی ارزق ہے۔ حضور نے فرمایا میں گویا موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں کہ گھاٹی سے اترتے ہوئے لبیک کہہ رہے ہیں پھر وادی ہرشا پہنچ کر حضور نے فرمایا۔ یہ کونسی گھاٹی ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یہ وادی ہرشا ہے۔ حضور نے فرمایا۔ گویا میں یونس علیہ السلام کو سرخ بالوں والی اونٹنی پر دیکھتا ہوں کہ صوف کا جبہ پہنے ہوئے ہیں۔ مہار کھجور کی چھال کی رسی کی ہے۔

اولیاء کرام میں بہت سی مثالیں ایسے بزرگوں کو ملتی ہیں جو رسول اللہ ﷺ کو حالت بیداری میں دیکھا کرتے تھے۔ خوف طوالت یہاں ان کا حال درج نہیں کرتے علامہ جلال الدین سیوطی اپنے رسالہ تنویر الملک میں وہ احادیث و اقوال صلحاء نقل کرتے ہیں۔ جو حالت خواب اور حالت بیداری ہر دو میں رسول اللہ ﷺ کی رویت کے امکان پر دلالت کرتے ہیں۔ بعد ازاں یوں فرماتے ہیں کہ ان تمام احادیث و اقوال سے ثابت ہو گیا۔ کہ حضور رسول اکرم ﷺ اپنے جسم اقدس اور روح شریف کے ساتھ زندہ ہیں اور وہ تصرف فرماتے ہیں جہاں چاہتے ہیں۔ زمین و آسمان میں۔ اور اسی ہیت سابقہ شریفہ پر ہیں۔ کچھ تبدیلی اس میں نہیں ہوئی۔ آنکھوں سے ایسے ہی غائب ہیں جیسے فرشتے نظر نہیں آتے۔ حالانکہ فرشتے زندہ ہیں اور ان کے اجسام بھی ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے کسی امتی پر کرامت اور احسان کا تو حجاب اٹھا دیتا ہے۔ اور وہ حضور ﷺ کی زیارت اصلی صورت میں کر لیتا ہے۔ اس میں کوئی مانع نہیں ہے۔ اور صرف مثال ہی کے دیکھنے پر منحصر کر دینے کی کوئی وجہ نہیں۔ انتہی۔ امام بیہقی نے حیات انبیاء پر ایک رسالہ لکھا ہے۔ جو چاہے اسے مطالعہ کرے۔

خلاصہ کلام یہ کہ سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ ﷺ وفات شریف کے بعد بھی جسم اطہر کے ساتھ زندہ ہیں۔ حیات حقیقیہ دنیویہ اور آپ کے تصرفات بدستور جاری ہیں۔ اسی واسطے آپ کی امت میں تاقیامت قطب، غوث، ابدال و اوتاد ہوتے رہیں گے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے رسالہ سلوک اقرب السبل الی سید الرسل ﷺ میں جو خانخاناں کی طرف لکھا ہے یوں فرمایا ہے۔ دبادہ وبا چندیں اختلافات و کثرت مذاہب کہ در علماء است۔ یک کس را در یں مسئلہ

خلافے نیست کہ آنحضرت ﷺ بہ حقیقت حیات بے شائبہ و توہم تاویل دائم باقی است۔ در اعمال امت حاضر و ناظر و مر طالبان حقیقت را و متوجهان آنحضرت را مفیض و مربی است۔ (۲۲)
(اخبار الاخیار مجتبائی)

علماء امت میں اس قدر اختلافات اور کثرت مذاہب ہے۔ بایں ہمہ کسی ایک کو اس مسئلہ میں ذرا بھی اختلاف نہیں کہ آنحضرت ﷺ بلا شائبہ مجاز و توہم تاویل حیات حقیقیہ کے ساتھ دائم وباقی ہیں۔ اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں۔ اور طالبان حقیقت کو اور متوسلان بارگاہ نبوت کو فیض پہنچانے والے اور ان کی تربیت فرمانے والے ہیں۔

حضرت شیخ نے بالکل درست لکھا ہے۔ کیونکہ فتنہ ابن تیمیہ اس تحریر سے سینکڑوں سال پہلے فرو ہو چکا تھا۔ اور شیطان کا سینگ ابھی نجد سے نہ نکلا تھا۔ جس نے تعلیم تیمی کی سوتی بلا کو جگایا۔ اور بات بات پر مسلمانوں کو مشرک بتایا۔



# چھٹا باب

## آنحضرت ﷺ کے خلق عظیم کا بیان

افراد انسان میں سے انبیائے کرام صلوات اللہ علیہم اجمعین کو مکارم اخلاق کی زیادہ ضرورت ہے کیونکہ ان کا کام تبلیغ و تزکیہ ہے۔ اسی واسطے باعنایت الٰہی انہیں اول خلقت و فطرت ان میں محاسن اخلاق حاصل تھے۔ جن کا ظہور حسب موقع ان کی عمر شریف میں ہوتا رہا۔ مگر دیگر فضائل کی طرح اس کمال میں بھی آنحضرت ﷺ دیگر انبیائے کرام علیہم السلام سے ممتاز ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خلق عظیم کو آپ کی ذات شریف میں حصر فرمایا ہے۔

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔ (سورۂ قلم)

اور تحقیق تو بڑے خلق پر پیدا ہوا ہے۔

اور خود حضور علیہ الصلوٰۃ فرماتے ہیں۔

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ۔ (موطا امام مالک)

میں محاسن اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

انبیائے سابقین علیہم السلام میں سے ہر ایک حسن اخلاق کی ایک نوع سے مختص تھے۔ مگر آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس حسن اخلاق کے تمام انواع کی جامع تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام انبیائے سابقین علیہم السلام کی سیرت کے اتباع کا حکم دیا۔ فبهدا هم اقتده۔ (پس تو ان کی روش کی پیروی کر۔ انعام۔ ع ۱۰) لہذا خصال و کمال و صفات شرف و فضائل جو ان میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے۔ وہ تمام آپ کی ذات شریف میں جمع تھے۔ چنانچہ حلم و سخاوت ابراہیم۔ صدق وعدہ اسمٰعیل۔ شکر داؤد و سلیمان۔ صبر ایوب۔ معجزات قاہرہ موسیٰ۔ مناجات زکریا۔ تضرع یحییٰ۔ دم عیسیٰ وغیرہ سب آپ میں موجود تھے۔ علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰت والتسلیمات۔ (۱)

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری
جملہ تراہست و زیادت براں

حضرت سعد بن ہشام بن عامر نے جب حضرت عائشہ صدیقہ سے آنحضرت ﷺ کے

خلق کی بابت دریافت کیا۔ تو حضرت صدیقہ نے جواب میں فرمایا۔ کیا تو قرآن نہیں پڑھتا؟
حضرت سعد نے جواب دیا کہ ہاں۔ یہ سن کر حضرت صدیقہ نے فرمایا۔ کہ "نبی ﷺ کا خلق (قرآن)
تھا۔ (۲)" کتب سابقہ الہامیہ میں جو آداب و فضائل و اوصاف حمیدہ مذکور تھے۔ قرآن مجید ان
کا جامع ہے۔ ارشاد صدیقہ کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید میں جس قدر محامد اخلاق مذکور ہیں
سب آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس میں پائے جاتے تھے۔ غرض دیگر کمالات کی طرح
اخلاق میں بھی آپ کا مرتبہ دیگر انبیائے کرام علیہم التسلیمات سے بڑھا ہوا ہے۔ صاحب قصیدہ
شریف فرماتے ہیں۔ (۳)

فَاقَ النَّبِيِّنَ فِي خَلْقٍ وَّفِي خُلُقٍ وَلَمْ يُدَانُوْهُ فِي عِلْمٍ وَّلَا كَرَمٍ

لے گیا فوق انبیاء پر خلق میں اور خُلق میں کس میں تھا۔ اس کا علم اور کس میں اس کا
کرم۔

آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی اور نیا نبی نہ ہوگا اس لئے آپ کے
اخلاق و عادات بطریق اسناد نہایت صحت کے ساتھ محفوظ ہیں تاکہ قیامت تک ہر زمانے میں ان
اقتداء کیا جائے اور ان ہی کو دستور العمل بنایا جائے۔ اس مختصر میں تفصیل کی گنجائش نہیں۔ اس لئے
ذیل میں چند جزئیات پیش کی جاتی ہیں۔ واللہ الموفق والمعین۔

## صبر و حلم و عفو

نبوت کا بوجھ ان اوصاف (۴) کے بغیر برداشت نہیں ہو سکتا۔ قرآن کریم میں کئی جگہ
ان اوصاف کا ذکر آیا ہے:۔

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۔ (مائدہ۔ ع ۳)

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰى اَتٰهُمْ
نَصْرُنَا ۚ۔ (الانعام۔ ع ۴)

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ۔

(اعراف۔ اخیر رکوع)

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ؕ

(احقاف۔ اخیر رکوع)

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ۔ (توبہ۔ ع ۱۴)

پس معاف کر ان سے اور درگزر کر بیشک اللہ نیکی کرنے والوں کو چاہتا ہے۔



اور البتہ بہت رسول تجھ سے پہلے جھٹلائے گئے۔ پس وہ جھٹلانے اور ایذاء پر صبر کرتے
رہے یہاں تک کہ ان کو ہماری مدد پہنچی۔
تو پکڑ معاف کرنا۔ اور کہا کر نیک کام کو اور کنارہ کر جاہلوں سے۔
پس تو صبر کر جیسے صبر کرتے رہے اولوالعزم رسول اور شتابی نہ کر ان کے واسطے۔
تحقیق ابراہیم تھا البتہ دردمند حلم والا۔

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کے حق کے لئے
کبھی انتقام نہ لیا۔ ہاں جب آپ کسی حرمت اللہ کی بے حرمتی دیکھتے۔ تو اللہ کے واسطے اس کا انتقام
لیتے۔ (۵)

نبوت کے دسویں سال جیسا کہ پہلے آچکا ہے۔ آنحضرت ﷺ قبیلہ ثقیف کو دعوت
اسلام دینے کے لئے طائف تشریف لے گئے۔ مگر بجائے رو براہ ہونے کے انہوں نے آپ کو اس
قدر اذیت دی کہ نعلین مبارک خون آلودہ ہوگئے۔ جب آپ وہاں سے واپس ہوئے تو۔ راستے میں
پہاڑوں کے فرشتے نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی۔ یا محمد! آپ جو چاہیں حکم دیں۔ اگر اجازت
ہو تو اخشبین کو ان پر الٹ دوں۔ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا۔ کہ میں یہ نہیں چاہتا کہ وہ
ہلاک ہو جائیں۔ بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسے بندے پیدا کرے گا۔ جو
ایک خدا کی عبادت کریں گے۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ (۶)

ہجرت سے پہلے مکہ میں کفار نے مسلمانوں کو اس قدر اذیت دی کہ ان کا پیمانہ صبر لبریز
ہو گیا۔ چنانچہ حضرت خباب بن الارت بیان کرتے ہیں۔ کہ ہمیں مشرکین سے شدت و سختی پہنچی۔
میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ سر مبارک کے نیچے چادر رکھ کر کعبہ کے
سایہ میں لیٹے ہوئے تھے۔ میں نے عرض کیا۔ آپ مشرکین پر بددعا کیوں نہیں کرتے؟ یہ سن کر
آپ اٹھ بیٹھے۔ چہرہ مبارک سرخ ہو گیا تھا۔ فرمایا تم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں۔ ان پر لوہے کی
کنگھیاں چلائی جاتیں۔ جس سے گوشت پوست سب علیحدہ ہو جاتا۔ اب ان کے سر پر آرے رکھے
جاتے اور چیر کر دو ٹکڑے کر دیئے جاتے۔ مگر یہ اذیتیں ان کو دین سے برگشتہ نہ کر سکتی تھیں۔
اللہ تعالیٰ دین اسلام کو کمال تک پہنچائے گا۔ یہاں تک کہ ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک سفر
کرے گا اور اسے خدا کے سوا کسی کا ڈر نہ ہوگا۔ (۷)

جب آنحضرت ﷺ غزوہ بدر (رمضان ۲ھ) سے واپس تشریف لائے تو راستے میں
مقام صفراء میں آپ کے حکم سے حضرت علی مرتضیٰ نے نضر بن حارث بن علقمہ بن کلدہ بن عبد
مناف بن عبدالدار بن قصی کو قتل کر ڈالا۔ نضر مذکور ان امرائے قریش میں سے تھا۔ جن کا شغل

آنحضرت ﷺ کی ایذاء رسانی اور اسلام کو مٹانے کی کوشش کرتا تھا۔ اسی نضر کی بیٹی قتیلہ نے بعد میں اسلام لائی اپنے باپ کا مرثیہ لکھا جس کے اخیر میں یہ شعر ہیں:۔

| | |
|---|---|
| امحمدٌ ولَانتَ ابن نجیبة | من قومها والفحل فحل معرق |
| ماکان ضرك لو مننت وربما | من الفتی وهو المغیظ المحنق |
| والنضر اقرب من اسرت قرابة | واحق ان کان عتق یعتق |

اے محمد! بیشک آپ اس ماں کے بیٹے ہیں جو اپنی قوم میں شریف ہے اور آپ شریف اصل والے مرد ہیں۔

آپ ﷺ کا کچھ نہ بگڑتا تھا اگر آپ احسان کرتے اور بعض وقت جوان احسان کرتا ہے حالانکہ وہ غضبناک اور نہایت خشمناک ہوتا ہے۔

اور نضر آپ کے تمام قیدیوں میں قرابت میں سب سے زیادہ قریب تھا اور آزادی کا زیادہ مستحق تھا۔ اگر ایسی آزادی پائی جائے کہ جس سے آزاد کیا جائے۔

جب یہ شعر حضور سید المرسلین رحمتہ للعالمین ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچے۔ تو ان کو پڑھ کر آپ اتنا روئے کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ (۸) اور فرمایا۔ کہ اگر یہ اشعار نضر کے قتل سے پہلے میرے پاس پہنچ جاتے۔ تو میں ضرور اسے قتیلہ کے حوالہ کر دیتا۔

جنگ بدر کے کچھ دن بعد ایک روز عمیر بن وہب بن خلف قرشی جمحی اور صفوان بن امیہ بن خلف قرشی جمحی خانہ کعبہ میں حطیم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ عمیر مذکور شیاطین قریش میں سے تھا اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کو اذیت دیا کرتا تھا۔ اس کا بیٹا وہب بن عمیر اسیران جنگ میں تھا۔ عمیر و صفوان کے درمیان یوں گفتگو ہوئی:۔

عمیر۔ بدر میں ہمارے ساتھیوں نے مسلمانوں کے ہاتھوں سے کیا کیا مصیبتیں اٹھائیں۔ ظالموں نے کس بے رحمی سے ان کو گڑھے میں پھینک دیا۔

صفوان۔ اللہ کی قسم ان کے بعد اب زندگی کا لطف نہ رہا۔

عمیر۔ اللہ کی قسم! تو نے سچ کہا۔ اللہ کی قسم! اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا جسے میں ادا نہیں کر سکتا اور عیال نہ ہوتا جس کے تلف ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ تو میں سوار ہو کر محمد کو قتل کرنے جاتا۔ کیونکہ اب تو ایک بہانہ بھی ہے کہ میرا بیٹا ان کے ہاتھ میں گرفتار ہے۔

صفوان۔ آپ کا قرض میں ادا کر دیتا ہوں۔ آپ کا عیال میرے عیال کے ساتھ رہے گا۔ میں آپ کے بال بچوں کا متکفل ہوں جب تک وہ زندہ ہیں۔

عمیر۔ بس میرے اور آپ کے درمیان۔



صفوان۔ بسرو چشم (عمیر کی روانگی کے بعد لوگوں سے) تم شاد ہو کہ چند روز میں تمہارے پاس ایک واقعہ کی خبر آئے گی۔ جس سے تم جنگ بدر کی سب مصیبتیں بھول جاؤ گے۔

(عمیر زہر میں بجھی ہوئی تیز تلوار لے کر مدینہ میں آتا ہے۔ اس وقت حضرت عمر فاروق مسلمانوں کی ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے جنگ بدر میں مسلمانوں پر خدا کی عنایات کا ذکر کر رہے ہیں۔ عمیر تلوار آڑے لٹکائے اپنی اونٹنی کو مسجد کے دروازے میں بٹھا دیتا ہے۔

عمر فاروق (عمیر کو دیکھ کر) یہ کتا دشمن خدا عمیر کسی شرارت کے لئے آیا ہے۔

رسول اللہ (ﷺ)۔ اسے میرے پاس لاؤ۔ (عمیر سے) آگے آؤ۔

عمیر۔ آپ کی صبح بخیر ہو۔

رسول اللہ (ﷺ)۔ عمیر! تو نے جاہلیت کا تحیہ کہا۔ مگر اللہ عزوجل نے ہمیں تیرے تحیہ سے بہتر عطا فرمایا ہے۔ اور وہ سلام ہے۔ جو اہل بہشت کا تحیہ ہے۔

عمیر۔ یا محمد! اللہ کی قسم! یہ تحیہ آپ کو تھوڑے دنوں سے ملا ہے۔

رسول اللہ (ﷺ)۔ عمیر! کیونکر آنا ہوا؟

عمیر۔ اپنے بیٹے کے لئے جو آپ کے پاس اسیران جنگ میں ہے۔

رسول اللہ (ﷺ)۔ پھر گلے میں تلوار آڑے کیوں لٹکائی ہے۔

عمیر۔ خدا ان تلواروں کا برا کرے۔ انہوں نے ہمیں کچھ فائدہ نہ دیا۔

رسول اللہ (ﷺ)۔ سچ بتاؤ کس لئے آئے ہو؟

عمیر۔ فقط اپنے بیٹے کے لئے۔

رسول اللہ (ﷺ)۔ نہیں بلکہ تو اور صفوان دونوں حطیم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ تو نے مقتولین بدر کا ذکر کیا جو گڑھے میں پھینکے گئے۔ پھر تو نے کہا کہ اگر مجھ پر قرض اور بار عیال نہ ہوتا تو میں محمد کو قتل کرنے نکلتا۔ یہ سن کر صفوان نے بار قرض و عیال اپنے ذمہ لیا۔ بدیں غرض کہ تو مجھے قتل کر دے۔ مگر اللہ تیرے اور اس غرض کے درمیان حائل ہے۔

عمیر۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا کے رسول ہیں۔ یا رسول اللہ! ہم اس آسمانی وحی کو جو آپ پر نازل ہوئی تھی جھٹلایا کرتے تھے۔ آپ نے جو بات بتلائی۔ وہ میرے اور صفوان کے سوا کسی کو معلوم نہ تھی۔ اللہ کی قسم! میں خوب جانتا ہوں کہ خدا کے سوا آپ کو کسی نے نہیں بتائی۔ حمد اللہ کی جس نے مجھے اسلام کی توفیق بخشی۔ اشھد ان لا اله الا الله وحده لا شریك له واشهد ان محمد عبده و رسوله۔

رسول اللہ (ﷺ) (اپنے اصحاب سے) تم اپنے بھائی عمیر کو مسائل دینی سکھاؤ اور قرآن

پڑھاؤ۔ اور اس کے بیٹے کو بھی چھوڑ دو۔ (۹)

حضرت رافع بن خدیج بیان کرتے ہیں۔ کہ غزوہ انمار (ربیع الاول ۳ھ) میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ آپ کی آمد کی خبر سن کر اعراب پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلے گئے۔ دعثور نے دعثور بن حارث کو جوان کا سردار تھا۔ کہا کہ محمد اس وقت اپنے اصحاب سے علیحدہ ہے۔ پھر ایسا موقع نہ ملے گا۔ دعثور تیز تلوار لے کر اتر آیا۔ کیا دیکھتا ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ لیٹے ہوئے ہیں۔ وہ تلوار کھینچ کر آپ کے سر پر آکھڑا ہوا آپ بیدار ہوئے تو کہنے لگا۔ "تجھ کو مجھ سے کون بچائے گا" آپ نے فرمایا۔ اللہ۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اسے ہٹا دیا اور وہ گر پڑا۔ رسول اللہ ﷺ نے تلوار لے کر کہا تجھ کو مجھ سے کون بچائے گا وہ بولا کوئی نہیں غرض رسول اللہ ﷺ نے اس سے کچھ تعرض نہ کیا۔ اور وہ ایمان لے آیا۔ (۱۰)

غزوہ احد (شوال ۳ھ) میں کفار نے آپ کا دانت مبارک شہید کر دیا۔ اور سر اور پیشانی مبارک بھی زخمی کر دی۔ اس حالت میں آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے:۔ (۱۱)

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔

خدایا میری قوم کا یہ گناہ معاف کر دے کیونکہ وہ نہیں جانتے۔

حضرت جابر بن عبداللہ کا بیان ہے۔ کہ غزوہ نجد (غزوات ذات الرقاع جمادی الاولیٰ ۴ھ) میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ واپس آتے ہوئے ایک گھنے جنگل میں آپ کو دوپہر ہو گئی۔ آپ ایک درخت کے سایہ میں اترے۔ اور اپنی تلوار اس درخت سے لٹکا دی۔ اور آپ کے اصحاب ایک ایک کر کے درختوں کے سایہ میں اتر پڑے۔ اسی اثناء میں آپ نے ہمیں آواز دی۔ ہم حاضر ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بدو آپ کے سامنے بیٹھا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں سو رہا تھا اس نے آکر میری تلوار کھینچ لی۔ میں بیدار ہوا۔ تو یہ تلوار کھینچے میرے سر پر کھڑا تھا۔ کہنے لگا۔ "تم کو مجھ سے کون بچائے گا؟" میں نے کہا۔ اللہ۔ یہ سن کر اس نے تلوار نیام میں کر لی۔ آپ نے اس کو کچھ سزا نہ دی۔ (۱۲) اس اعرابی کا نام غورث بن حارث تھا۔

حضرت جابر بن عبداللہ راوی ہیں۔ کہ ایک غزوہ (غزوہ مریسیع شعبان ۵ھ) میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ ایک مہاجر نے ایک انصاری کے تھپڑ مارا۔ انصاری نے انصار کو اور مہاجر نے مہاجرین کو مدد کے لئے پکارا۔ رسول اللہ ﷺ نے سنا۔ تو پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ جب سارا ماجرا عرض کیا گیا تو فرمایا کہ یہ دعویٰ جاہلیت اچھا نہیں۔ اس طرح رفع فساد ہو گیا۔ راس المنافقین عبداللہ بن ابی خزرجی نے سنا۔ تو کہنے لگا۔ کہ اگر ہم اس سفر سے مدینہ میں پہنچ گئے تو جس کا اس شہر میں زور ہے۔ وہ بے قدر شخص کو نکال دے گا۔" رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی۔ تو



حضرت عمر فاروق نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ مجھے اجازت دیں۔ کہ اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ مگر حضور رحمتہ للعالمین ﷺ نے فرمایا۔ اسے جانے دو۔ کیونکہ لوگ یہی کہیں گے کہ محمد اپنے اصحاب کو قتل کرتا ہے۔ (۱۳) جائے غور ہے کہ آپ کا یہ سلوک اس شخص کے ساتھ ہے جو ہمیشہ منافق رہا۔ جس نے آپ کو اذیت دی۔ جو جنگ احد میں عین موقع پر تین سو کی جمعیت لے کر مدینہ میں واپس آگیا۔ اور ہمیشہ آپ کی مخالفت و توہین میں سرگرم رہا۔

جب آنحضرت ﷺ غزوہ مریسیع سے واپس ہوئے۔ تو راستے میں واقعہ افک پیش آیا۔ اس کا بانی یہی راس المنافقین تھا۔ رسول اللہ ﷺ کو اس کا علم تھا۔ مگر معاملہ گھر کا تھا۔ اس لئے اللہ پر چھوڑا۔ تاکہ منافقین کو چون و چرا کی گنجائش نہ رہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کی تکذیب اپنے کلام پاک میں کر دی۔ بایں ہمہ جب یہ منافق مرا۔ تو آپ کو نماز جنازہ کے لئے بلایا گیا۔ جب آپ اس پر نماز پڑھنے لگے تو حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ ابن ابی پر نماز پڑھتے ہیں۔ جس نے فلاں فلاں روز ایسا ایسا کہا۔ اس پر آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ عمر! ہٹو۔ جب اصرار کیا۔ تو فرمایا کہ استغفار و عدم استغفار کا مجھے اختیار دیا گیا ہے۔ اگر مجھے معلوم ہو کہ ستر سے زیادہ بار استغفار سے اس کی مغفرت ہو سکتی ہے تو میں ویسا ہی کرتا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہو کر واپس تشریف لائے۔ تو آئندہ کے لئے حکم ممانعت نازل ہوا۔ (۱۴)

فرات بن حیان جو انصار میں سے ایک شخص کا حلیف تھا۔ ابو سفیان کی طرف سے مسلمانوں کی جاسوسی پر مامور تھا۔ غزوہ خندق (ذیقعدہ ۵ھ) میں وہ جاسوسی کرتا ہوا پکڑا گیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ لوگ اس کو پکڑ کر لے چلے۔ راستے میں اس کا گزر انصار کے ایک حلقہ پر ہوا تو کہنے لگا۔ کہ میں مسلمان ہوں۔ ایک انصار نے رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی۔ کہ فرات کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جن کو ہم ان کے ایمان پر چھوڑتے ہیں۔ ان میں سے ایک فرات ہے۔ حضرت فرات بعد میں صدق دل سے ایمان لائے۔ اور آنحضرت ﷺ نے ان کو یمامہ میں ایک قطعہ زمین عطا فرمائی جس کی آمدنی چار ہزار دو سو تھی۔ (۱۵)

ثمامہ بن آثال الیمامی جو اہل یمامہ کا سردار تھا رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ آپ نے دعا فرمائی تھی کہ خدایا اس کو میرے قابو میں کر دے۔ حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت ﷺ نے سواروں کا ایک دستہ نجد کی طرف بھیجا۔ وہ بنو حنیفہ میں سے ایک شخص ثمامہ بن آثال کو پکڑ لائے۔ اور اسے مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا۔ آنحضرت ﷺ اس کی طرف نکلے۔ تو پوچھا ثمامہ! کیا کہتے ہو؟ ثمامہ نے کہا۔ یا محمد! اگر آپ مجھے قتل کریں گے۔ تو ایک خونی کو قتل کریں

گے۔ اور اگر احسان کریں گے۔ تو ایک شکر گزار پر احسان کریں گے۔ اگر آپ زر فدیہ چاہتے تو جس قدر مانگیں دے دوں گا۔ آپ نے یہ سن کر کچھ جواب نہ دیا۔ دوسرے روز بھی یہی ہوئی۔ تیسرے روز آپ نے اس کا وہی جواب سن کر حکم دیا کہ ثمامہ کو کھول دو۔ یہ عنایت دیکھ اس نے مسجد کے قریب ایک درخت کی آڑ میں غسل کیا اور مسجد میں آکر کلمہ شہادت پڑھا۔ اور لگا۔ "اے محمد! خدا کی قسم میرے نزدیک روئے زمین پر کوئی چہرہ آپ کے چہرے سے زیادہ مبغوض نہ تھا اب وہی چہرہ میرے نزدیک سب چہروں سے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ کی قسم میرے نزدیک کوئی دین آپ کے دین سے زیادہ مبغوض نہ تھا۔ اب وہی دین میرے نزدیک سب دینوں سے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ کی قسم میرے نزدیک کوئی شہر آپ کے شہر سے زیادہ مبغوض نہ تھا۔ اب وہی میرے نزدیک سب شہروں سے زیادہ محبوب ہے۔ (۱۶) وفا الوفاء میں ہے کہ حضرت ثمامہ کی گرفتاری شروع ۶ھ میں ہوئی۔

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں (۱۷) کہ اہل مکہ میں سے اسی مرد کوہ تنعیم (۱۸) سے رسول اللہ ﷺ پر آپڑے۔ وہ ہتھیار لگائے ہوئے تھے۔ اور چاہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کو غافل پائیں۔ آپ نے ان کو لڑائی کے بغیر پکڑ لیا۔ اور زندہ رکھا۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کو چھوڑ دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:۔

وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُم بِبَطْنِ مَكَّةَ (فتح ع ۳)

اور خدا وہ ہے جس نے مکہ کے نواح میں ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے باز رکھا۔

یہ واقعہ قضیہ حدیبیہ (ذیقعدہ ۶ھ) میں ہوا تھا۔

جب آنحضرت ﷺ غزوہ خیبر (محرم ۷ھ) سے واپس تشریف لائے تو ایک روز سلام بن مشکم یہودی کی زوجہ زینب بنت حارث نے بکری کا گوشت بھون کر زہر آلود کر کے آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجا۔ جسے آپ نے اور آپ کے چند اصحاب نے کھایا۔ باوجود اعتراف کے آپ نے اس یہودیہ کو اپنی طرف سے معاف کر دیا۔ مگر جب اس کے سبب سے ایک صحابی نے انتقال فرمایا۔ تو قصاص میں اس کو قتل کر دیا گیا۔ جیسا کہ اس کتاب میں پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اسی سال ماہ محرم ہی (۱۹) میں لبید بن اعصم یہودی منافق نے آنحضرت ﷺ کو جادو کر دیا۔ معلوم ہو جانے پر آپ نے اس سے بھی کچھ تعرض نہ فرمایا۔ (۲۰)

حضرت ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ میری ماں مشرکہ تھیں۔ میں ان کو دعوت اسلام دیا کرتا تھا۔ ایک دن میں نے ان کو دعوت اسلام دی۔ تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں مجھے کر...



...سنائے۔ میں روتا ہوا آپ کی خدمت اقدس میں گیا اور واقعہ عرض کر کے دعائے ہدایت کی ...واست کی۔ آپ نے یوں دعا فرمائی۔ "خدایا ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت دے۔" میں اس دعا سے ...ش ہو کر گھر آیا۔ تو دیکھا کہ کواڑ بند ہیں۔ میری ماں نے میرے قدم کی آہٹ سن کر کہا۔ ...ہریرہ! یہیں ٹھہرو۔ میں نے پانی کی آواز سنی۔ انہوں نے غسل کر کے جلدی کپڑے پہنے اور ...دروازہ کھولتے ہی کلمہ شہادت پڑھا۔ (۲۱)

جن دنوں رسول اللہ ﷺ فتح مکہ (رمضان ۸ھ) کے لئے پوشیدہ تیاریاں کر رہے تھے۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے بغرض اطلاع قریش ایک خط لکھا اور ایک عورت کی معرفت مکہ روانہ کیا۔ وہ خط راستے میں پکڑا گیا۔ باوجود ایسے سنگین جرم کے آنحضرت ﷺ نے حضرت حاطب کو معاف کر دیا۔ اور اس عورت سے بھی کسی قسم کا تعرض نہ کیا۔

ابو سفیان بن حرب جو اسلام لانے سے پہلے غزوہ احد و غزوہ احزاب میں راس المشرکین تھے۔ غزوہ فتح میں مقام مر الظہران میں مسلمانوں کی جاسوسی کرتے ہوئے گرفتار ہوئے۔ حضرت عباس ان کو لے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ ابو سفیان سے مروت سے پیش آئے اور وہ اسلام لائے۔

قریش آنحضرت ﷺ کو مذمم کہہ کر گالیاں دیا کرتے تھے۔ مگر آپ فرمایا کرتے۔ کیا تم تعجب نہیں کرتے۔ کہ اللہ تعالیٰ قریش کی دشنام و لعنت کو کس طرح مجھ سے باز رکھتا ہے۔ وہ مذمم کہہ کر گالیاں دیتے اور لعنت کرتے ہیں۔ حالانکہ میں محمد ہوں۔ (۲۲)

اعلان دعوت سے ساڑھے سترہ سال تک قریش نے آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب کو جو اذیتیں دیں۔ ان کی داستان دہرانے کی ضرورت نہیں۔ فتح مکہ کے دن وہی قریش مسجد حرام میں نہایت خوف و بیقراری کی حالت میں آپ کے حکم کے منتظر ہیں۔ آپ ان اذیتوں کا ذکر زبان مبارک پر نہیں لاتے۔ اور یہ حکم سناتے ہیں۔ اذھبوا فانتم الطلقاء۔ (جاؤ تم آزاد ہو) اس عالی حوصلگی کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں پائی جاتی۔ اس عفو عام کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جنگ حنین میں دو ہزار طلقاء لشکر اسلام میں شامل تھے۔

ہند بنت عتبہ (زوجہ ابو سفیان بن حرب) جو حضرت امیر حمزہ کا کلیجہ چبا گئی تھیں فتح مکہ کے دن نقاب پوش ہو کر ایمان لائیں۔ تاکہ آنحضرت ﷺ پہچان نہ لیں۔ بیعت کے موقع پر بھی گستاخی سے باز نہ رہیں۔ ایمان لا کر نقاب اٹھا دیا اور کہنے لگیں کہ میں ہند بنت عتبہ ہوں مگر حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے کسی امر کا ذکر تک نہ کیا۔ یہ دیکھ کر ہند نے کہا۔ "یا رسول اللہ! روئے زمین پر کوئی اہل خیمہ میری نگاہ میں آپ کے اہل خیمہ سے زیادہ مبغوض نہ تھے۔ لیکن آج میری نگاہ میں

روئے زمین پر کوئی اہل خیمہ آپ کے اہل خیمہ سے زیادہ محبوب نہیں رہا۔"۔(۲۳)

عکرمہ بن ابی جہل قرشی مخزومی اپنے باپ کی طرح رسول اللہ ﷺ کے سخت دشمن تھے۔ فتح مکہ کے دن وہ بھاگ کر یمن چلے گئے۔ ان کی بیوی جو مسلمان ہو چکی تھی وہاں پہنچی۔ اور کہ رسول اللہ ﷺ سب سے بڑھ کر صلہ رحم اور احسان کرنے والے ہیں۔ غرض وہ عکرمہ کو بارگاہ رسالت میں لائی۔ عکرمہ نے آپ کو سلام کہا۔ رسول اللہ ﷺ ان کو دیکھتے ہی کھڑے ہو گئے۔ اور ایسی جلدی سے ان کی طرف بڑھے کہ چادر مبارک گر پڑی اور فرمایا۔(۲۴)

مرحبا بالراکب المھاجر۔

ہجرت کرنے والے سوار کو آنا مبارک ہو۔

صفوان ابن امیہ جاہلیت میں اشراف قریش میں سے تھے۔ اور اسلام کے سخت دشمن تھے۔ فتح مکہ کے دن بھاگ گئے تھے۔ حضرت عمیر بن وہب نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ صفوان میری قوم کے سردار ہیں۔ وہ بھاگ گئے ہیں تاکہ اپنے آپ کو سمندر میں ڈال دیں۔ اسود کو آپ نے امان دی ہے۔ ان کو بھی امان دیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ تو اپنے چچیرے بھائی کو لے اسے امان ہے۔ حضرت عمیر نے عرض کیا کہ امان کی کوئی نشانی چاہیے۔ جو میں اسے دکھادوں۔ آپ نے اپنا عمامہ جو فتح مکہ کے دن پہنے ہوئے تھے عطا فرمایا۔ صفوان جدہ میں جہاز پر سوار ہونے کو تھے کہ حضرت عمیر جا پہنچے۔ اور ان کو مژدۂ امان سنایا۔ صفوان نے کہا مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔ حضرت عمیر نے کہا رسول اللہ ﷺ کا حلم و کرم اس سے برتر ہے۔ غرض صفوان حاضر خدمت اقدس ہوئے۔ اور عرض کیا کہ یہ عمیر کہتا ہے کہ آپ نے مجھے امان دی ہے۔ آپ نے فرمایا عمیر سچ کہتا ہے یہ سن کر صفوان نے کہا۔ یا رسول اللہ! دو ماہ کی مہلت دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ تجھے چار ماہ کی مہلت ہے۔(۲۵) حضرت صفوان غزوہ طائف کے بعد برغبت و رضا ایمان لائے۔

جب رسول اللہ ﷺ محاصرہ طائف (شوال ۸ ھ) سے واپس آنے لگے۔ تو صحابہ کرام نے عرض کیا۔ کہ آپ ثقیف پر بددعا فرمائیں۔ مگر آپ نے یوں دعا فرمائی۔ اللھم اھد ثقیفا (خدایا ثقیف کو ہدایت دے) چنانچہ وہ دعا قبول ہوئی۔ اور ثقیف ۹ ھ میں ایمان لائے۔

جب آنحضرت ﷺ نے جعرانہ میں غنائم حنین تقسیم فرمائیں۔ تو ایک منافق انصاری نے کہا کہ اس تقسیم سے رضائے خدا مطلوب نہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے یہ ماجرا آپ سے عرض کیا تو فرمایا۔ "اللہ موسیٰ پر رحم کرے ان کو اس سے زیادہ اذیت دی گئی۔ پس صبر کیا۔" (۲۶)

جب ابو العاص بن ربیع نے آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب کو مکہ سے



لے گیا۔ تو راستے میں چند سفہائے قریش نے مزاحمت کی۔ ان میں سے ہبار بن اسود قریشی نے حضرت زینب کو اونٹ سے گرا دیا۔ وہ حاملہ تھیں۔ پتھر پر گریں۔ حمل ساقط ہو گیا اور سخت چوٹ آئی۔ اور اسی میں جاں بحق ہوئیں فتح مکہ کے دن ہبار مذکورہ واجب القتل مجرموں میں تھا۔ وہ مکہ سے بھاگ گیا۔ اور چاہتا تھا کہ ایران چلا جائے۔ جب آنحضرت ﷺ طائف سے واپس تشریف لائے تو وہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ اور یوں عرض کرنے لگا۔ "یا نبی اللہ میں آپ کے ہاں سے بھاگ کر شہروں میں پھرتا رہا۔ میرا ارادہ تھا کہ ایران چلا جاؤں۔ پھر مجھے آپ کی قطع رسائی، صلہ رحمی اور عفو و کرم یاد آئے۔ مجھے اپنے خطا و گناہ کا اعتراف ہے۔ آپ درگزر فرمائیے۔" یہ سن کر آپ نے فرمایا۔ "میں نے تجھے معاف کر دیا۔"(۲۷)

کعب بن زہیر اور ان کے بھائی بجیر ابرق عزاف میں بکریاں چرایا کرتے تھے بجیر نے کعب سے کہا۔ "تم یہاں ٹھہرو میں اس مدعی نبوت کے پاس جاتا ہوں تاکہ دیکھوں وہ کیا کہتا ہے۔" بجیر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور آپ کا کلام سن کر مسلمان ہو گئے۔ کعب کو یہ خبر لگی تو اس نے آنحضرت ﷺ کی ہجو اور اسلام کی توہین میں یہ اشعار بجیر کو لکھ بھیجے:۔

الا ابلغا عنی بجیراً رسالة — فھل لك فیما قلت ویحك ھل لكا

سقاك ابوبكر بكأس رویّة — فانھلك المامون منھا و علّكا

ففارقت اسباب الھدی واتبعته — علی ای شئی ربب غیرك دلّكا

علی خلق لم تلف امًّا ولا ابًا — علیه ولم تعرف علیه اخالكا

فان انت لم تفعل فلست باسف — ولا قائل اما عثرت لعًالكا

آگاہ رہو میری طرف سے بجیر کو یہ پیغام پہنچا دو کہ کیا تو نے دل سے کلمہ شہادت پڑھ لیا تجھ پر افسوس! کیا تو نے دل سے کلمہ پڑھ لیا ہے ابوبکر نے تجھے سیراب کرنے والا پیالہ پلا دیا۔ اور امین (حضرت محمد) نے تجھے اس پیالہ سے پہلی بار اور دوسری بار پلا دیا۔

اس لئے تو اسباب ہدایت چھوڑ کر اس کا پیرو بن گیا اس نے تجھے کیا بتایا۔ تو اوروں کی طرح ہلاک ہو گیا اس نے ایسا مذہب بتایا۔ جس پر تو نے اپنے ماں باپ کو نہ پایا۔

اور نہ اپنے بھائی کو اس پر دیکھا۔ اگر تو نے میرا کہنا نہ مانا۔ تو میں تجھ پر تاسف نہ کروں گا۔ اور تو ٹھوکر کھا کر گر پڑے۔ تو میں دعا نہ کروں گا کہ تو اٹھ کر کھڑا ہو جائے۔

حضرت بجیر نے رسول اللہ ﷺ سے یہ ماجرا عرض کر دیا۔ آپ نے کعب کا خون ہدر فرما دیا۔ حضرت بجیر نے کعب کو اطلاع دی اور ترغیب دی کہ حاضر خدمت اقدس ہو کر معافی مانگے۔ چنانچہ وہ ۹ ھ میں غزوہ تبوک سے پہلے حاضر خدمت ہوئے۔ آنحضرت ﷺ اس وقت

مسجد میں اپنے اصحاب میں تشریف رکھتے تھے۔ آپ کعب سے واقف نہ تھے۔ کعب نے آپ
ہاتھ میں ہاتھ دے کر عرض کیا۔ یارسول اللہ! کعب بن زہیر مسلمان ہو کر امان طلب کرے
اجازت ہو تو میں اسے آپ کے پاس لے آؤں۔ آپ نے اجازت دی۔ پھر کعب نے عرض
رسول اللہ! کعب میں ہی ہوں۔ بعد ازاں اسلام لا کر انہوں نے اپنا قصیدہ پڑھا جس میں
کے بعد یہ شعر ہے:۔

أُنبِئتُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ أَوعَدَنِي ۔۔۔ وَالعَفْوُ عِندَ رَسُولِ اللّٰهِ مَأمُولُ

مجھے خبر دی گئی ہے کہ بارگاہ رسالت سے میری نسبت وعید قتل صادر ہوئی
حالانکہ رسول اللہ سے عفو کی امید کی جاتی ہے۔

اس قصیدہ سے خوش ہو کر رسول اللہ ﷺ نے حضرت کعب کو اپنی چادر
فرمائی۔ اور ان کی گزشتہ خطا کا ایک حرف بھی زبان پر نہ لائے۔ (۲۸)

آنحضرت ﷺ کے چچا حضرت امیر حمزہ کا قاتل وحشی حبشی غلام سفیان بن
جنگ احد کے بعد مکہ میں رہا کرتا تھا جب مکہ میں اسلام پھیلا۔ تو وہ بھاگ کر طائف چلا گیا۔
وفد طائف کے ساتھ ماہ رمضان ۹ھ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور
لایا۔ آپ نے ان سے صرف اتنا فرمایا کہ مجھے اپنا چہرہ نہ دکھایا کرو۔ (۲۹)

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نہ فاحش تھے اور نہ متفحش
بازار میں شور کرنے والے تھے۔ آپ بدی کا بدلہ بدی سے نہ دیا کرتے تھے بلکہ معاف کر دیتے
درگزر فرماتے۔ (۳۰)

اب ہم چند متفرق مثالیں اور پیش کرتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں
ایک اعرابی نے مسجد نبوی میں پیشاب کر دیا۔ لوگ اسے مار پیٹ کرنے کیلئے اٹھے۔ رسول اللہ
ﷺ نے فرمایا۔ "اسے جانے دو۔ اور اس کے پیشاب پر پانی کا ایک ڈول بہا دو۔ کیونکہ تم نرمی
کرنے کیلئے بھیجے گئے ہو۔ سخت گیر بنا کر نہیں بھیجے گئے۔" (۳۱)

حضرت انس کا بیان ہے کہ ایک روز میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا رہا تھا۔ آپ
حاشیہ والی نجرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ ایک بدو آپ کے پاس آیا۔ اس نے آپ کی چادر کے
آپ کو ایسا سخت کھینچا کہ چادر پھٹ گئی۔ آپ کی گردن مبارک کو جو میں نے دیکھا۔ اس میں چادر
حاشیہ نے اثر کیا ہوا تھا۔ پھر اس بدو نے کہا۔ "اے محمد! آپ کے پاس جو خدا کا مال ہے اس
میرے واسطے حکم کیجئے۔" رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف دیکھا۔ پھر ہنس کے اس کے
بخشش کا حکم دیا۔ (۳۲)



آنحضرت ﷺ کی خطا بخشی کا یہ عالم تھا۔ کہ حسب بیان حضرت عائشہ صدیقہ رضی
اللہ تعالیٰ عنہا آپ نے کبھی کسی عورت یا خادم کو اپنے دست مبارک سے نہیں مارا۔

حضرت زید بن سعنہ جو احبار یہود میں سے تھے۔ اپنے اسلام لانے کا قصہ یوں بیان
کرتے ہیں۔ کہ میں نے تورات میں نبی آخر الزماں کی نبوت کی جو علامات پڑھی تھیں۔ وہ سب میں
نے حضرت محمد ﷺ کو دیکھتے ہی پہچان لیں۔ صرف دو خصلتیں ایسی تھیں۔ جن کا آزمانا باقی رہا۔ یعنی
یہ کہ آپ کا حلم آپ کے غضب پر سبقت لے جاتا ہے۔ اور دوسرے کی شدت جہالت و ایذاء آپ
کے حلم کو اور زیادہ کر دیتی ہے۔ ان دونوں کی آزمائش کے لئے میں موقع کا منتظر تھا اور آپ سے
ملتا جلتا پیش آتا تھا۔ ایک روز رسول اللہ ﷺ اپنے دولت خانہ سے نکلے۔ آپ کے ساتھ
حضرت علی بن ابی طالب تھے۔ ایک سوار جو بظاہر کوئی بادیہ نشین تھا۔ آپ کی خدمت میں آیا۔ اور
یوں عرض کرنے لگا۔ "یارسول اللہ! فلاں قبیلے کے لوگ ایمان لائے ہیں میں ان سے کہا کرتا تھا۔
کہ اگر تم مسلمان ہو جاؤ۔ تو تمہیں رزق بکثرت ملے گا۔ اور ان کے ہاں امساک باراں اور قحط ہے۔ یا
رسول اللہ! مجھے اندیشہ ہے۔ کہیں وہ طمع کے سبب سے اسلام سے برگشتہ نہ ہو جائیں۔ کیونکہ طمع
ہی سے وہ اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔ اگر آپ کی رائے مبارک ہو تو کچھ ان کی دستگیری
فرمائیے۔" یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے اپنے پہلو میں ایک شخص (جو میرے گمان میں حضرت
علی تھے) کی طرف دیکھا۔ اس نے عرض کیا کہ اس میں سے تو کچھ باقی نہیں رہا۔ یہ دیکھ کر میں آگے
بڑھا اور آپ سے کھجوروں کی میعاد معین میعاد معلوم پر خرید کی۔ اور اس کی قیمت اسی مثقال سونا
اپنی ہمیانی سے نکال کر پیشتر دے دی۔ آپ نے وہ اسی مثقال اس سوار کو دے دیئے اور فرمایا کہ
ان پر عدل کرو اور اس قبیلے کے لوگوں میں اسے تقسیم کر دو۔ جب میعاد ختم ہونے میں دو تین دن باقی رہ
گئے تو رسول اللہ ﷺ ایک انصاری کے جنازے کے ساتھ نکلے۔ آپ کے ہمراہ منجملہ دیگر
اصحاب حضرت ابوبکر و عمر و عثمان تھے۔ جب آپ نماز جنازہ سے فارغ ہوئے۔ اور بیٹھنے کے لئے
ایک دیوار کے قریب پہنچے۔ تو میں نے آگے بڑھ کر آپ کی قمیض اور چادر کے دامن پکڑ لئے۔ اور
ترش روئی سے آپ کی طرف دیکھ کر یوں کہا۔ "اے محمد! کیا تو میرا حق ادا نہیں کرتا۔ اے عبدالمطلب
کے خاندان والو! قسم خدا تم ادائے حق سے گریز کرنے کے لئے حیلے حوالے کیا کرتے ہو۔"
حضرت عمر نے تیز نگاہ سے میری طرف دیکھ کر کہا۔ "او دشمن خدا! کیا تو رسول اللہ ﷺ سے یہ
کہتا ہے جو میں سن رہا ہوں۔ اور آپ کے ساتھ یہ سلوک کرتا ہے جو میں دیکھ رہا ہوں۔ قسم ہے اس
ذات پاک کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ اگر مجھے مسلمانوں اور تیری قوم کے خود میان
میں فوت ہو جانے کا ڈر نہ ہوتا۔ تو اپنی تلوار سے تیرا سر اڑا دیتا۔" رسول اللہ ﷺ نے آرام و

آہستگی اور تبسم کی حالت میں حضرت عمر کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ "عمر! مجھے اور اسے جا...
کے اس بات کی زیادہ ضرورت تھی۔ کہ تم مجھے حسن ادائے حق اور اسے حسن تقاضا کا امر...
اے عمر! اس کو لے جاؤ۔ اور اس کا حق ادا کر دو۔ اور اسے جو تم نے دھمکایا ہے۔ اس کے...
صاع کھجوریں اور دے دو۔" حضرت عمر مجھے اپنے ساتھ لے گئے اور میرا حق ادا کر د...
صاع کھجوریں علاوہ دیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ زائد کیسی ہیں۔ حضرت عمر نے اس کا جواب...
پھر میں نے کہا۔ عمر! کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ جواب دیا کہ نہیں۔ میں نے کہا۔ کہ میں زید...
ہوں۔ فرمایا۔ وہی زید جو یہودیوں کا عالم ہے؟ میں نے کہا۔ ہاں۔ پھر پوچھا کہ تو نے رسول اللہ...
کے ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا؟ میں نے کہا۔ اے عمر! جس وقت میں نے روئے محمد ﷺ...
وہ تمام علامات جو میں تورات میں پڑھتا تھا موجود پائیں۔ ان میں صرف دو علامتیں باقی تھیں...
نے اب آزمالیں۔ "اے عمر! میں تجھ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں اللہ کو اپنا پروردگار اور اسلام کو...
اور محمد کو اپنا پیغمبر ماننے پر راضی ہو گیا۔ اور میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میرا آدھا مال امت محمد...
صدقہ ہے۔" پھر حضرت عمر اور زید دونوں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو...
حضرت زید نے بارگاہ رسالت میں اظہار اسلام کیا۔ (۳۴) اسلام لانے کے بعد حضرت...
سعنہ بہت سے غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ رہے۔ اور غزوہ تبوک میں دشمن کی...
بڑھتے ہوئے شہید ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

## شفقت ورحمت

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو سارے جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔...
ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ (انبیاء۔ ع ۷)

(ترجمہ) اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ کو مگر رحمت بنا کر سارے جہاں کے لئے۔

اس لئے تمام مخلوقات آپ کی رحمت سے بہرہ ور ہے۔ جیسا کہ ذیل کے مختصر بیان...
واضح ہو گا۔

## امت پر شفقت ورحمت

اللہ تعالیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں یوں فرماتا ہے:۔
لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔ (توبہ۔ اخیر رکوع)



... تحقیق تمہارے میں ایک پیغمبر تمہارے پاس آیا ہے۔ تمہاری تکلیف اس پر شاق
... اس کو تمہاری ہدایت وصلاح کی حرص ہے۔ وہ ایمان والوں پر شفقت رکھنے والا اور
...

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک ﷺ کے اوصاف حمیدہ میں ذکر کر دیا کہ
... تکلیف ان پر شاق گزرتی ہے۔ انکو شب وروز یہی خواہش دامن گیر ہے کہ امت راہ راست
... اس کتاب کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ آپ نے امت کی ہدایت وبہبودی کے لئے کیا کیا
... سخت سے سخت مصیبت میں بھی آپ نے بددعا نہ فرمائی بلکہ ہدایت کی دعا کی۔
... پر آپ کی شفقت ورحمت ظاہر ہے۔ اسی واسطے آپ نے کسی مقام پر امت کو فراموش
... غرض توضیح چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

جس روز آندھی یا آسمان پر بادل ہوتا۔ رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک میں غم وفکر کے
... ہوتے۔ اور آپ کبھی آگے بڑھتے اور کبھی پیچھے ہٹتے جب بارش ہو جاتی۔ تو آپ خوش
... اور حالت غم جاتی رہتی۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے آپ سے اس کا سبب دریافت کیا۔ تو
... میں ڈرتا ہوں کہ مبادا (قوم عاد کی طرح) یہ عذاب ہو جو میری امت پر مسلط کیا گیا
([illegible])

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں دعا مانگی:۔
اَللّٰهُمَّ مَنْ وَلِيَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِيْ شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَاشْقُقْ عَلَيْهِ وَمَنْ وَلِيَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِيْ شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ فَارْفُقْ بِهٖ۔

(ترجمہ) خدایا جو شخص میری امت کے کسی کام کا والی ومتصرف بنایا جائے پس وہ ان کو مشقت میں ... تو اس والی کو مشقت میں ڈال اور جو شخص میری امت کے کسی کام کا والی بنایا جائے۔ پس وہ ان ... ساتھ نرمی کرے۔ تو اس والی کے ساتھ نرمی کر۔

رسول اللہ ﷺ کو جہاد کا اس قدر شوق تھا کہ آپ چاہتے تھے کہ میں بار بار شهید ہو کر ... ہوں۔ مگر چونکہ امت میں سے ہر ایک پر واجب تھا کہ جہاد میں آپ کے ساتھ نکلے ... آیہ ذیل:۔

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ۔ (توبہ۔ ع ۱۵)

(ترجمہ) نہ چاہیے مدینہ کے رہنے والوں کو اور ان اعراب کو جو ان کے گرد ہیں کہ پیچھے رہ جائیں ... رسول خدا سے اور نہ یہ کہ رسول کی جان سے اپنی جان کو زیادہ چاہیں۔

اس لئے آپ سرایا میں لشکر اسلام کے ساتھ بدیں خیال تشریف نہ لے جایا کرتے
کہ اگر میں ہر فوج کے ہمراہ جاؤں تو مسلمانوں کی ایک جماعت پیچھے رہ جائے گی۔ کیونکہ
پاس اس قدر گھوڑے اونٹ نہیں کہ سب کو سوار کر کے ساتھ لے جاؤں اور نہ ان میں استطاعت
ہے کہ سوار ہو کر میرے ساتھ چلیں۔ اس طرح پیچھے رہ جانے والے گنہگار اور ناخوش و
ہوں گے۔ (۳۷)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ عزوجل کا
حضرت ابراہیم کی نسبت رب انھن اضللن کثیرا من الناس الایہ۔ اور حضرت عیسیٰ کا قول
تعذبھم فانھم عبادك ، ان تغفرلھم فانك انت العزیز الحکیم۔ تلاوت فرمایا۔ پھر
دونوں ہاتھ اٹھا کر یوں دعا کی۔ اللھم امتی امتی۔ (خدایا میری امت میری امت) اور رو
اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیلؑ کو حکم دیا کہ محمد کے پاس جاؤ (حالانکہ تیرا پروردگار خوب
ہے۔) ان سے رونے کا سبب دریافت کرو۔ حضرت جبرئیلؑ نے حاضر خدمت ہو کر رونے کا
پوچھا۔ آپ نے بتا دیا (حالانکہ خدا کو خوب معلوم ہے) اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔ اے جبرئیل ا
پاس جاؤ اور ان سے کہہ دو کہ ہم آپ کو آپ کی امت کے بارے میں راضی کریں گے۔ اور
کریں گے۔ (۳۸)

حضرت ابوہریرہ کا بیان ہے۔ کہ جناب پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا کہ جو مومن مر
اور مال چھوڑ جائے۔ تو وہ اس کے وارثوں کو خواہ کوئی ہوں ملنا چاہیے۔ اور جو مومن قرض یا
عیال چھوڑ جائے۔ تو چاہیے کہ قرض خواہ یا عیال میرے پاس آئے۔ کیونکہ میں اس کا ولی و
ہوں۔ (۳۹)

آنحضرت ﷺ نے تین رات نماز تراویح اپنے اصحاب کرام کو پڑھائی۔ چوتھی را
صحابہ کرام بکثرت مسجد میں جمع ہوئے اور انتظار کرتے رہے۔ مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف
نہ لائے۔ صبح کی نماز کے بعد آپ نے یوں تقریر فرمائی۔ (۴۰)

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّهُ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ مَكَانُكُمْ لٰكِنِّي خَشِيْتُ اَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوا
عَنْهَا۔

(ترجمہ) امابعد تمہارا مسجد میں جمع ہونا مجھ پر پوشیدہ نہ تھا۔ لیکن میں ڈر گیا کہ کہیں تم پر
فرض نہ ہو جائے۔ اور تم اس کے ادا کرنے سے عاجز آ جاؤ۔

نماز تراویح کی طرح بعضے اور افعال کو آپ نے صرف اس ڈر سے ترک کر دیا کہ
امت پر فرض نہ ہو جائیں۔ ہر نماز کے لئے مسواک کا ترک کرنا۔ تاخیر عشاء کا ترک کرنا اور



منع فرمانا اسی قبیل سے ہیں۔

یہ آپ کی شفقت ہی کا باعث تھا کہ دین و دنیا میں امت کے لئے تخفیف و آسانی ہی
چاہی۔ چنانچہ جب آپ کو دو امروں میں اختیار دیا جاتا۔ تو آپ ان میں سے آسان کو اختیار
کرتے بشرطیکہ وہ آسان موجب گناہ نہ ہوتا۔ اور اگر ایسا ہوتا تو آپ سب سے بڑھ کر اس سے دور
رہنے والے تھے۔ (۴۱)

شب معراج میں پہلے پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔ بارگاہ رب العزت سے واپس آتے
ہوئے جب آپ آسمان ششم میں حضرت موسیٰ کے پاس سے گزرے۔ تو انہوں نے آپ سے
دریافت کیا۔ کہ کیا حکم ملا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہر روز پچاس نمازوں کا حکم ملا ہے۔ حضرت موسیٰ
علیہ السلام نے عرض کیا۔ کہ آپ کی امت ہر روز پچاس نمازیں نہ پڑھ سکے گی۔ آپ اپنی امت سے
تخفیف کرائیں۔ چنانچہ آپ درگاہ رب العزت میں بار بار حاضر ہو کر تخفیف کراتے رہے۔ یہاں
تک کہ پانچ رہ گئیں۔ اور آپ اس پر راضی ہو گئے۔ تحسین۔

جب شب معراج میں حضور مقام قاب قوسین میں پہنچے۔ تو باری تعالیٰ کی طرف سے
آپ پر یوں سلام پیش ہوا۔

السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ۔

(ترجمہ) اے نبی! تم پر سلام اور اللہ کی رحمت اور برکتیں۔

اس کے جواب میں آپ نے عرض کیا:۔

السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ۔

(ترجمہ) سلام ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر۔

اس جواب میں حضور نے عباد صالحین کو الگ ذکر کر کے گنہگاران امت کو غایت کرم
سے سلام میں اپنے ساتھ شامل رکھا۔ اور اسی واسطے صیغہ جمع (علینا) استعمال فرمایا۔

حضرت جابر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ میرا حال اور میری
امت کا حال اس شخص کی مثل ہے۔ جس نے آگ روشن کی۔ پس ٹڈیاں اور پروانے اس میں گرنے
لگے۔ اور وہ ان کو آگ سے ہٹاتا تھا۔ سو میں کمر سے پکڑ کر آگ سے بچانے والا ہوں۔ اور تم میرے
ہاتھ سے چھوٹتے ہو۔ (۴۲) (اور آگ میں گرنا چاہتے ہو)۔

قیامت کے دن لوگ بغرض شفاعت یکے بعد دیگرے انبیائے کرام علیہم السلام کے
پاس جائیں گے مگر وہ سب عذر پیش کریں گے۔ آخر کار حضور شفیع المذنبین رحمتہ للعالمین ﷺ کی
خدمت میں حاضر ہوں گے۔ آپ حمد و ثنا کے بعد سجدے میں گر پڑیں گے۔ باری تعالیٰ کی طرف

سے ارشاد ہوگا کہ سر سجدے سے اٹھائیے۔ جو کچھ مانگئے' دیا جائے گا۔ شفاعت کیجئے۔ آپ
شفاعت قبول کی جائے گی۔ اس وقت آپ یوں عرض کریں گے۔ یا رب امتی امتی اے
پروردگار! میری امت میری امت (ﷺ) اب عالم برزخ میں ہر روز آپ پر امت کے اعمال
ہوتے ہیں۔ اچھے عملوں کو دیکھ کر آپ خدا کا شکر اور برے عملوں کو دیکھ کر مغفرت کی دعا
ہیں۔ جیسا کہ آگے آئے گا۔

## کافروں پر رحمت

پہلی امتوں میں نافرمانی پر عذاب الٰہی ہوتا تھا مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
باوجود کی برکت سے کفار عذاب دنیوی سے محفوظ رہے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيهِمْ۔ (انفال۔ ع ۴)

(ترجمہ) اور خدا ان کو عذاب نہ کرے گا جب تک تو ان میں ہے۔

بلکہ عذاب استیصال کفار سے تا قیامت مرفوع ہے۔

ایک دفعہ صحابہ کرام نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! آپ مشرکین پر بددعا کریں آپ
فرمایا۔ "میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ میں تو صرف رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔" (۴۳)

حضرت طفیل بن عمرو دوسی کو رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ دوس میں دعوت اسلام
لئے بھیجا تھا۔ انہوں نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر یوں عرض کیا۔ "قبیلہ دوس ہلاک ہو
کیونکہ انہوں نے نافرمانی کی اور اطاعت سے انکار کردیا۔ آپ ان پر بددعا کریں۔" لوگوں کو گمان
ہوا کہ آپ بددعا کرنے لگے ہیں۔ مگر آپ نے یوں دعا فرمائی:۔

اَللّٰهُمَّ اهْدِ دَوْسًا وَّ ائْتِ بِهِمْ۔

(ترجمہ) خدایا! قبیلہ دوس کو ہدایت دے اور ان کو مسلمان کر کے لا۔

جب طائف سے محاصرہ اٹھا لیا گیا۔ تو صحابہ کرام نے عرض کیا۔ "یارسول اللہ!
قبیلہ ثقیف کے تیروں نے جلادیا۔ آپ ان پر بددعا کریں" مگر آپ نے یوں دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ اهْدِ ثَقِيْفًا۔

(ترجمہ) خدایا! ثقیف کو ہدایت دے۔

جنگ احد میں دانت مبارک شہید ہو گیا تھا اور چہرہ مبارک خون آلود تھا۔ مگر
مبارک پر یہ الفاظ تھے:۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔



(ترجمہ) خدایا! میری قوم کا یہ گناہ معاف کردے کیونکہ وہ نہیں جانتے۔

جب قریش نے ازروئے تعنت وعناد ایمان لانے سے انکار کردیا۔ تو آنحضرت ﷺ
نے ان پر بددعا کی۔ "یا اللہ! ان حضرات پر یوسف کے سات سالوں کی طرح سات سال قحط لا۔"
ایسا ہی ہوا۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ قریش نے ہڈیاں اور مردار کھائے۔ اس حالت میں
انہوں نے حاضر خدمت ہو کر یوں عرض کیا۔ یا محمد! آپ کی قوم ہلاک ہو گئی۔ اللہ سے دعا کیجئے۔
کہ ان کی مصیبت دور ہو جائے۔ پس حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے دعا فرمائی اور وہ مصیبت دور ہو
گئی۔ (۴۴)

حضرت ثمامہ بن آثال یمامی کے ایمان لانے کا قصہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ وہ اسلام لا کر
آنحضرت ﷺ کی اجازت سے عمرہ کے لئے مکہ میں آئے۔ مشرکین میں سے کسی نے ان سے کہا
کہ تم ہمارے دین سے برگشتہ ہو گئے۔ ثمامہ نے کہا کہ میں نے دین محمدی جو خیر الادیان ہے اختیار کر
لیا ہے۔ "خدا کی قسم! رسول ﷺ کی اجازت کے بغیر غلہ کا ایک دانہ تم تک نہ پہنچے گا۔" (۴۵) مکہ
میں غلہ یمامہ سے آیا کرتا تھا۔ جب یمامہ سے غلہ کی آمد بند ہو گئی۔ تو قریش میں کال پڑ گیا۔ انہوں
نے تنگ آکر صلہ رحم کا واسطہ دے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لکھا۔ آپ نے حضرت ثمامہ
کو لکھا کہ یہ بندش اٹھادو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ (۴۶)

حضرت اسماء بنت ابی بکر بیان کرتی ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں میری
ماں میرے پاس آئی۔ وہ مشرکہ تھی۔ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت کیا کہ وہ کچھ
چاہتی ہے۔ کیا میں اس سے صلہ رحم کروں؟ حضور نے فرمایا:۔ (۴۷)

نَعَمْ صِلِی اُمَّكِ

(ترجمہ) ہاں۔ تو اپنی ماں سے صلہ رحم کر۔

آنحضرت ﷺ کا سلوک منافقین کے ساتھ قابل غور ہے۔ یہ لوگ سامنے تو چاپلوسی
کیا کرتے تھے۔ مگر پیٹھ پیچھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اذیت دیا کرتے تھے۔ باوجود علم کے آپ ان
کے ساتھ خلق سے پیش آتے۔ ان کے لئے استغفار فرماتے۔ اور ان کے جنازے کی نماز پڑھا
کرتے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا۔

## عورتوں پر شفقت و رحمت

اسلام سے پہلے یہ صنف نازک قعر مذلت میں گری ہوئی اور مردوں کے استبداد کا تختہ
مشق بنی ہوئی تھی۔ عرب میں ازدواج کی کوئی حد نہ تھی۔ چنانچہ حضرت غیلان ثقفی ایمان

لائے۔ تو ان کے تحت میں دس عورتیں تھیں۔ جب کوئی شخص مرجاتا تو اس کا بیٹا اپنی سو
وراثت میں پاتا۔ وہ خود اس سے شادی کر لیتا۔ یا اپنے بھائی یا قریبی کو شادی کے لئے دے
نکاح ثانی سے منع کرتا۔ اسی طرح اور خرابیاں بھی تھیں۔ جن کا ذکر پہلے آچکا ہے۔

ہندوستان میں کثرت ازدواج اور نیوگ کو جائز سمجھا جاتا تھا۔ شوہر مرجاتا تو
ثانی نہ کر سکتی تھی۔ بلکہ اسے دنیا میں زندہ رہنے کا کوئی حق نہ تھا۔ وہ شوہر کی چتا میں زندہ
بھسم ہو جاتی۔ اور ستی کا پوتر لقب حاصل کرتی۔ طرفہ یہ کہ ایسا حکم صرف عورتوں ہی کے
شوہر عورت کی چتا میں نہ جلتا۔

بعض ملکوں مثلاً تبت میں کثرت ازدواج کا عکس پایا جاتا تھا۔ اگر عورت ایک مر
شادی کرتی۔ تو وہ اس مرد کے دوسرے بھائیوں کی بھی زوجہ سمجھی جاتی تھی۔ مجوسیوں
بیٹی اور ماں سے بھی نکاح جائز سمجھا جاتا تھا۔

مسیحی بیاض تعلیم میں عورت کی عزت واحترام کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔ خود حضرت
علیہ السلام اپنی والدہ ماجدہ کو اے عورت کہتے ہیں (یوحنا باب ۱۹۔ آیہ ۲۶) اور ستم دیکھئے
عنین ہو۔ خصی ہو۔ مجبوب ہو۔ مجنون ہو یا سزا یافتہ حبس دوام ہو۔ ان حالات میں انجیل مقدس
عورت کی خلاصی کی کوئی صورت نہیں بتائی۔ مگر یہ کہ زنا جیسے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرے۔ (
باب ۵۔ آیہ ۳۲ باب ۱۹ آیہ ۹)۔

جزیرہ پاپوا (نیو گنی) کے قدیم باشندوں کے حالات جو اب معلوم کئے گئے ہیں ان
پتہ چلتا ہے۔ کہ "ان میں شوہر کو اپنی عورت پر پورا اختیار حاصل تھا وہ اپنے شوہر کا مال تھی۔
خداوند اس کے لئے ایک رقم ادا کرتا تھا۔ بعض حالات میں شوہر اس کو قتل کر سکتا تھا۔ (۴۸)"

دنیا کے کسی مذہب میں والدین یا شوہر کے ترکہ میں عورت کا کوئی حق نہ تھا۔ اور
تک بھی اسلام کے سوا کسی مذہب نے عورت کو ترکہ میں کسی کا حقدار نہیں ٹھہرایا۔

آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری سے اس ذلیل و مظلوم گروہ کی وہ حق رسی ہوئی
دنیا کے کسی مذہب میں نہیں پائی جاتی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عورت کو عزت واحترام
دربار میں مردوں کے برابر جگہ دی۔ اور مذکورہ بالا مفاسد کا انسداد فرمادیا۔ اسلام سے پہلے کثر
ازدواج کی کوئی حد نہ تھی جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ اسلام نے اسے بصورت ضرورت چار تک محدود
دیا۔ اور چار کو بھی شرط عدل پر معلق رکھا۔ بصورت فقدان عدل صرف ایک پر مقصود کر دیا۔ مر
عورت پر حاکم ہے۔ اس لئے رعیت کا تعدد ایک حد تک جائز رکھا گیا۔ مگر حاکم کا تعدد جائز نہیں ہو
سکتا۔ اس لئے ایک عورت کے متعدد شوہر نہیں ہو سکتے۔ قرآن مجید میں محرمات کی تفصیل موجو



میں ماں اور بیٹی داخل ہیں۔ خودکشی خواہ کسی طرح ہو منع ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ۔ (نساء۔ ع ۱۵)

اور نہ مار ڈالو اپنے آپ کو۔

## حسن معاشرت کی تاکید

باری تعالیٰ عزاسمہ کا ارشاد ہے:۔

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔ (نساء۔ ع ۳)

عورتوں کے ساتھ اچھے طریقے سے بود و باش رکھو۔

اگر عورت سرکشی اختیار کرے۔ تو مرد کو اسے قتل کرنے کے اختیار نہیں۔ بلکہ پہلے
سمجھائے۔ نہ سمجھے تو گھر میں اس سے جدا سوئے۔ پھر آخر درجہ مارے بھی تو نہ ایسا کہ ضرب
چنانچہ قرآن کریم میں ہے:۔

وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ
۔(نساء۔ ع ۶)

اور جن عورتوں کی سرکشی کا تم کو ڈر ہو تم ان کو نصیحت کرو۔ اور خواب گاہ میں ان کو جدا
اور ان کو مارو۔

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:۔

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِیْ۔ (ترمذی ودارمی وابن ماجہ)

تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو اپنے اہل کے لئے سب سے اچھا ہو۔ اور میں اپنے اہل کے
لئے تم سب سے اچھا ہوں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مردوں کو عورتوں کی کج خلقی پر صبر کی وصیت یوں فرماتے

اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ خَيْرًا فَاِنَّ الْمَرْاَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ وَّ اِنَّ اَعْوَجَ شَیْءٍ فِی
الضِّلَعِ اَعْلَاهُ فَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهٗ كَسَرْتَهٗ وَاِنْ تَرَكْتَهٗ لَمْ يَزَلْ اَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوْا
بِالنِّسَآءِ۔ (بخاری۔ باب خلق آدم وذریتہ)

میں جو تمہیں عورتوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کی وصیت کرتا ہوں۔ تم میری وصیت کو
قبول کرو۔ کیونکہ عورت استخوان پہلو سے پیدا کی گئی ہے۔ اور استخوان پہلو میں سب سے ٹیڑھی چیز

اس کا حصہ بالائی ہے۔ اگر تم اس استخوان کو سیدھا کرنے لگو گے تو اسے توڑ دو گے۔ [illegible]
چھوڑ دو گے تو وہ ٹیڑھی رہے گی۔ پس تم عورتوں کے بارے میں میری وصیت کو قبول [illegible]

عورتوں پر آنحضرت ﷺ کی شفقت اس قدر تھی۔ کہ اگر آپ نماز کی حالت [illegible]
بچہ کی آواز سنتے۔ تو اس کی ماں کی مشقت کے خیال سے نماز میں تخفیف فرماتے۔ ([illegible]
الایجاز فی الصلوٰۃ واکمالہا)۔

آنحضرت ﷺ کے ایک سیاہ فام غلام انجشہ نام تھے وہ اونٹوں کے آگے [illegible]
کرتے تھے۔ ایک دفعہ سفر میں ازواج مطہرات ساتھ تھیں اونٹ تیز چلنے لگے۔ تو حضور علیہ [illegible]
والسلام نے فرمایا:۔

وَيْحَكَ يَا اَنْجَشَةُ رُوَيْدَكَ بِالْقَوَارِيْرِ۔ (بخاری کتاب الادب)

(ترجمہ) انجشہ ادیکھنا۔ شیشوں کو آہستہ لے چل۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق مکہ میں حضرت زبیر بن العوام کے نکاح میں [illegible]
حضرت زبیر کے پاس گھوڑے اور ایک آب کش اونٹ کے سوا کوئی مال و مملوک [illegible]
حضرت اسماء گھر کے کام کے علاوہ گھوڑے کے لئے گھاس لاتیں۔ اور اونٹ کو کھجور کی [illegible]
کوٹ کر کھلاتیں۔ چنانچہ آپ بیان فرماتی ہیں کہ میں اس زمین سے جو رسول اللہ ﷺ نے [illegible]
کے بعد اموال بنی نضیر میں سے) حضرت زبیر کو عطا فرمائی تھی اور جو میرے [illegible]
کے فاصلے پر تھی کھجور کی گٹھلیاں اپنے سر پر لاد کر لایا کرتی تھی۔ ایک روز میں آ رہی تھی اور [illegible]
میرے سر پر تھیں۔ اس حالت میں میری نظر رسول اللہ ﷺ پر پڑی۔ آپ کے ساتھ [illegible]
ایک جماعت تھی۔ میں مردوں کے ساتھ چلنے سے شرما گئی۔ آنحضرت ﷺ آگے [illegible]
گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت ابو بکر نے ایک خادمہ میرے پاس بھیج دی جو گھوڑے کی [illegible]
کرتی تھی۔ اسطرح صدیق اکبر نے مجھ کو گویا غلامی سے آزاد کر دیا۔ (۴۹)

صحیح مسلم کی دوسری روایت مین حضرت اسماء کا بیان ہے کہ "میں حضرت [illegible]
گھر کا کام کیا کرتی تھی۔ ان کا ایک گھوڑا تھا۔ جس کی نگہبانی میرے ذمہ تھی۔ [illegible]
نگہبانی سے زیادہ سخت اور کوئی خدمت نہ تھی۔ میں اس کے لئے گھاس لاتی۔ اس کی [illegible]
نگہبانی کرتی۔" کچھ عرصہ کے بعد آنحضرت ﷺ کے پاس غلام آئے۔ آپ نے ایک [illegible]
حضرت اسماء کو عطا فرمائی جو گھوڑے کی خدمت کیا کرتی تھی۔ (۵۰) ہر دو روایت میں [illegible]
یوں ہے۔ کہ آنحضرت ﷺ نے وہ باندی حضرت ابو بکر کے ہاں بھیج دی۔ تاکہ وہ حضرت [illegible]
پاس بھیج دیں۔



# عورتوں کے حقوق

اسلام میں ازروئے قرآن و حدیث عورتوں کے حقوق ثابت ہیں۔ چنانچہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ص وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ط
(بقرہ۔ ع ۲۸)

(ترجمہ) اور عورتوں کا (مردوں پر) حق ہے جیسا کہ (مردوں کا) عورتوں پر ہے۔ ساتھ انصاف کے اور مردوں کو ان پر درجہ (فوقیت) ہے۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ عورتوں کے مردوں پر حقوق ہیں۔ جیسا کہ مردوں کے ان پر ہیں۔ ازدواجی زندگی میں نباہ نہ ہونے کی صورت میں اگر مرد کو طلاق کا حق ہے۔ دوسری طرف عورت کو خلع کا اختیار دیا گیا ہے۔

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ص وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ط نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا۔ (نساء۔ ع ۱۵)

(ترجمہ) مردوں کے لئے حصہ ہے اس چیز سے کہ چھوڑ گئے ہیں ماں باپ اور قرابتی اور عورتوں کے لئے حصہ ہے اس چیز سے کہ چھوڑ گئے ہیں ماں باپ اور قرابتی تھوڑا ہو اس میں سے یا بہت ہو۔ حصہ ہے مقرر کیا ہوا۔

اس آیت کی رو سے عورتیں اپنے ماں باپ اور قرابتیوں کی وارث ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں یوں ارشاد فرمایا:۔ (۵۱)

فَاتَّقُوا اللّٰهَ فِى النِّسَآءِ فَاِنَّكُمْ اَخَذْتُمُوْهُنَّ بِاَمَانِ اللّٰهِ۔

(ترجمہ) پس عورتوں کے معاملہ میں تم خدا سے ڈرو۔ کیونکہ تم نے ان کو عہد خدا کے ساتھ لیا ہے۔

ایک روز عورتوں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا۔ کہ آپ کے پاس مردوں کا ہر روز ہجوم رہتا ہے۔ آپ ہمارے واسطے ایک خاص دن مقرر فرمائیں۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عورتوں کے لئے ایک دن خاص کر دیا۔ وہ اس دن حاضر خدمت اقدس ہوتیں۔ آپ ان کو وعظ و نصیحت فرماتے۔ (۵۲)

حقوق النساء کی تفصیل کے لئے مطولات کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

# یتامیٰ و مساکین و بیوگان پر شفقت و رحمت

یتیموں اور غریبوں پر آپ کی بڑی شفقت تھی۔ چنانچہ یتیم کی خبر گیری کرنے وا
درجہ بتانے کے لئے آپ نے اپنی انگشت سبابہ و وسطی کے درمیان کچھ کشادگی رکھ کر فرمایا
اور یتیم کا متکفل خواہ یتیم اس کے رشتہ داروں میں سے ہو یا اجنبیوں میں سے ہو بہشت میں
ہوں گے۔ (۵۳)

حضرت ابو امامہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص محض
خدا کے لئے کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرتا ہے۔ اس کے لئے ہر بال کے مقابلہ میں جس پر
ہاتھ پھرتا ہے۔ نیکیاں ہیں۔ اور جو کسی یتیم لڑکے یا لڑکی کے ساتھ (جو اس کی کفالت میں ہو)
کرتا ہے۔ میں اور وہ بہشت میں ان دو انگلیوں (آپ نے سبابہ و وسطی کو ملا کر اشارہ فرمایا) کی
ہوں گے۔ (۵۴)

ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ میرا دل سخت ہے۔ اس کا علا
ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو اور مسکین کو کھانا کھلایا کرو۔

حضرت اسماء بنت عمیس زوجہ حضرت جعفر طیار بیان کرتی ہیں۔ کہ جس دن حضرت
جعفر غزوہ موتہ میں شہید ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے میرے ہاں قدم رنجہ فرمایا۔ میں اس
چالیس کھالوں کی دباغت کر چکی تھی اور آٹا پیس کر اپنے بچوں کو نہلا دھلا کر تیل مل چکی تھی
اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے۔ فرمایا اسماء! جعفر کے بچے کہاں ہیں؟ میں نے ان
حاضر خدمت کیا۔ آپ نے ان کو سینہ سے لگا لیا۔ پھر آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور آپ
پڑے۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! شاید آپ کو جعفر کی طرف سے کچھ خبر آئی ہے۔ فرمایا
ہاں وہ آج شہید ہو گئے۔ یہ سن کر میں چلانے لگی۔ عورتیں جمع ہو گئیں۔ فرمانے لگے اسماء الٹی
بول اور سینہ نہ پیٹ۔ پھر آپ حضرت فاطمہ زہرا کے ہاں تشریف لے گئے۔ وہ بولیں۔ ہائے چچا
آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جعفر جیسے پر عورتوں کو رونا چاہیے۔ (۵۵)

بیوگان و مساکین کی خبر گیری کا ثواب آپ نے یوں بیان فرمایا۔ "بیوگان و مساکین پر
خرچ کرنے والا راہ خدا (جہاد و حج) میں خرچ کرنے والے کی مانند ہے۔

حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے یوں دعا کی۔
اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّ اَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَّ احْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ یَوْمَ
الْقِیٰمَۃِ۔



(اے) خدایا! مجھے مسکین زندہ رکھ اور مجھے مسکین موت دے اور قیامت کے دن غریبوں کے
(زمرہ) میں میرا حشر کر۔

حضرت عائشہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! یہ کیوں؟ آپ نے فرمایا کہ یہ دولت مندوں
سے چالیس سال پہلے بہشت میں جائیں گے۔ اے عائشہ! کسی مسکین کو اپنے دروازے سے نامراد نہ
پھیرو گو نصف خرما ہی کیوں نہ ہو۔ اے عائشہ! غریبوں سے محبت رکھ اور ان کو اپنے سے نزدیک
رکھ خدا تجھے قیامت کے دن اپنے سے نزدیک کرے گا۔

# بچوں پر شفقت و رحمت

آنحضرت ﷺ بچوں پر نہایت شفقت فرماتے تھے۔ بچے آپ کی خدمت میں بغرض دعا
(و تحنیک) لائے جاتے تھے۔ ایک روز ام قیس بنت محصن اپنے شیر خوار بچہ کو خدمت اقدس میں لائی۔
آپ نے اس بچہ کو اپنی گود میں بٹھا لیا۔ اس نے آپ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا۔ آپ نے اس پر پانی
بہا دیا اور کچھ نہ کہا۔

آپ بچوں کو چومتے اور پیار کرتے تھے۔ ایک روز آپ حضرت حسن بن علی کو چوم رہے
تھے۔ اقرع بن حابس تمیمی آپ کے پاس بیٹھے تھے۔ دیکھ کر کہنے لگے۔ کہ میرے دس لڑکے ہیں۔
میں نے ان میں سے کسی کو نہیں چوما۔ آپ نے فرمایا "جو رحم نہیں کرتا۔ اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔"
ایک بدو رسول ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگا۔ کہ تم بچوں کو چومتے ہو۔ ہم نہیں چومتے۔ آپ نے
فرمایا "جب اللہ تمہارے دل سے رحمت نکال لے۔ تو میں کیا کر سکتا ہوں۔"

حضرت جابر بن سمرہ بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز ظہر
پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ دولتخانہ کو تشریف لے گئے میں آپ کے ساتھ ہو لیا۔ راستے میں
بچے ملے۔ آپ نے ہر ایک کے رخساروں پر دست شفقت پھیرا۔ اور میرے رخساروں پر بھی
پھیرا۔ میں نے آپ کے دست مبارک کی ٹھنڈک یا خوشبو ایسی پائی کہ گویا آپ نے اپنا ہاتھ
مبارک عطار کے صندوقچے میں سے نکالا تھا۔

جب آپ کا گزر بچوں پر ہوتا۔ تو ان کو سلام کیا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کا بیان ہے۔ کہ جب رسول اللہ ﷺ کسی سفر
سے تشریف لاتے تو آپ کے اہل بیت کے بچے خدمت شریف میں لائے جاتے۔ ایک دفعہ آپ
کسی سفر سے تشریف لائے۔ تو پہلے مجھے خدمت شریف میں لے گئے۔ آپ نے مجھے اپنے آگے
سوار کر لیا۔ پھر حضرت فاطمہ زہرا کے دو لڑکوں میں سے ایک لائے گئے۔ آپ نے ان کو اپنے پیچھے

سوار کر لیا۔ اس طرح تینوں ایک سواری پر داخل مدینہ ہوئے۔ (۵۶)

فتح مکہ کے دن آپ مکہ میں تشریف لائے۔ تو حضرت عباس کے صاجزادوں [illegible]
فضل کو اپنی سواری پر آگے پیچھے بٹھا لیا۔ (۵۷)

حضرت ابو رافع بن عمرو غفاری کے چچا بیان کرتے ہیں۔ کہ میں لڑکپن میں انصار [illegible]
نخلستان میں جاتا۔ اور درختوں پر ڈھیلے مارتا۔ مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گئے۔ آپ
نے پوچھا لڑکے! تو درختوں پر ڈھیلے کیوں مارتا ہے؟ میں نے کہا کھجوریں کھانے کے لئے آپ [illegible]
فرمایا۔ ڈھیلے نہ مارا کرو۔ کھجوریں جو نیچے گری ہوں کھا لیا کرو۔ پھر آپ نے میرے سر پر [illegible]
شفقت پھیرا اور یوں دعا فرمائی۔ ”خدایا! اس کا پیٹ بھر دے۔ (۵۸)“

حضرت ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ فصل کا کوئی پھل پکتا۔ تو لوگ اسے رسول اللہ ﷺ کی
خدمت میں لایا کرتے۔ آپ اس پر یہ دعا پڑھا کرتے۔ ”خدایا ہمیں اپنے مدینہ میں اور اپنے پھل
میں اور اپنے مد میں اور اپنے صاع میں برکت دے۔“ اس دعا کے بعد بچے جو حاضر خدمت ہوا کرتے
ان میں سے سب سے چھوٹے کو وہ پھل عنایت فرماتے۔ (۵۹)

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ ایک عورت میرے پاس آئی۔ اس کے ساتھ دو
لڑکیاں تھیں۔ اس نے مجھ سے کچھ مانگا اس وقت میرے پاس صرف ایک کھجور تھی۔ میں نے
اسے دے دی۔ اس نے دونوں لڑکیوں میں تقسیم کر دی۔ پھر وہ چلی گئی۔ رسول اللہ ﷺ گھر
تشریف لائے۔ تو میں نے یہ قصہ آپ سے عرض کر دیا۔ آپ نے فرمایا۔ ”جس شخص کے ہاں
لڑکیاں ہوں اور وہ ان کی پرورش اچھی طرح کرے۔ تو وہ آتش دوزخ اور اس کے درمیان حائل ہو
جائیں گی۔“ (۶۰)

ام خالد بنت خالد بن سعید بن عاص قرشیہ امویہ کے والدین ہجرت کر کے حبشہ میں
چلے گئے تھے۔ یہ وہیں پیدا ہوئیں۔ اور لڑکپن میں وہاں سے مدینہ آگئیں۔ حضرت زبیر بن العوام
کے ساتھ بیاہی گئیں۔ جن سے ایک لڑکا خالد نام پیدا ہوا۔ اس سبب سے ان کی کنیت ام خالد ہوئی۔
ان کا بیان ہے کہ ایک روز میں اپنے والد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ زرد
رنگ کا کرتہ میرے بدن پر تھا۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا۔ سنہ سنہ (حبشی زبان میں حسنہ کو کہتے ہیں)
میں خاتم نبوت سے کھیلنے لگی۔ میرے باپ نے مجھے جھڑک دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کھیلنے دو۔
پھر تین بار فرمایا۔ تو اس کو پہن کر پرانا کرے۔ (۶۱)

ام خالد ہی بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کے پاس کپڑے آئے۔ ان میں
ایک سیاہ چادر تھی۔ جس میں دونوں طرف آنچل تھے۔ آپ نے حاضرین سے پوچھا کہ یہ چادر کس



[illegible]۔ کسی نے جواب نہ دیا۔ آپ نے فرمایا ام خالد کو لاؤ۔ مجھے لے گئے تو آپ نے اپنے
[illegible] مبارک سے وہ چادر مجھے اوڑھائی۔ اور دو دفعہ فرمایا۔ ”تو اسے پہن کر پرانی کرے۔“ آپ
[illegible] دیکھ رہے تھے۔ اور ہاتھ مبارک سے میری طرف اشارہ کر کے فرماتے تھے۔ ”ام
[illegible] ہے۔ ام خالد یہ سنہ ہے۔“ سنہ حبشی زبان میں حسن (اچھے) کو کہتے ہیں۔ (۶۲)

غزوات میں آنحضرت ﷺ کی ہدایت تھی کہ بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کو قتل نہ
[illegible] آپ کا وجود باوجود لڑکیوں کے لئے خصوصیت سے رحمت تھا زمانہ جاہلیت میں بعض عرب
[illegible] کے ڈر سے لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ چنانچہ ایک شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
[illegible] میں حاضر ہو کر کہنے لگا۔ کہ ہم اہل جاہلیت وثن پرست تھے۔ اپنی اولاد کو مار ڈالتے تھے۔
[illegible] ایک لڑکی تھی۔ میں نے اسے بلایا۔ وہ خوشی خوشی میرے پیچھے ہو لی۔ جب میں نزدیک
[illegible] کے ایک کنویں پر پہنچا۔ تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کنویں میں گرا دیا۔ وہ ابا ابا کہتی تھی۔
[illegible] رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے آپ نے فرمایا۔ کہ یہ قصہ مجھے پھر سناؤ۔
[illegible] نے دہرایا۔ تو آپ اتنا روئے کہ آنسوؤں سے ڈاڑھی مبارک تر ہو گئی۔ (۶۳)

عرب کی طرح ہند میں بھی دختر کشی پائی جاتی تھی۔ رومتہ الکبری میں بچہ کشی کی رسم
[illegible] سے جاری تھی۔ چنانچہ ایڈورڈ گبن صاحب اپنی تاریخ میں یوں رقمطراز ہے:۔

”اپنے نئے پیدا ہوئے بچوں کو باہر پھینک آنے یا قتل کرنے کی خوفناک رسم جس سے قد
[illegible] آشنا تھے۔ رومتہ الکبری کے صوبجات بالخصوص اطالیہ میں روز بروز کثیر الوقوع ہوتی جاتی
[illegible] اس کا باعث افلاس تھا۔ اور افلاس کے بڑے اسباب ٹیکسوں کا ناقابل برداشت بوجھ اور مفلس
[illegible] کے خلاف محکمہ مال کے افسروں کے تکلیف دہ اور بے درد مقدمات تھے۔ نوع انسان کے
[illegible] کم محنت کش حصہ نے عیال میں اضافہ کی خوشی منانے کی بجائے شفقت پدری کا مقتضا یہ
[illegible] کہ اپنے بچوں کو ایسی زندگی کی آنے والی تکلیفوں سے چھڑا دیا جائے جسے وہ خود نباہنے کے
[illegible] تھے۔ قسطنطنیہ (متوفی ۲۲ مئی ۳۳۷ء) کی مروت شاید مایوسی کے بعض تازہ غیر معمولی
[illegible] سے حرکت میں آئی۔ کہ اس نے پہلے اطالیہ پھر افریقہ کے تمام شہروں کی طرف ایک
[illegible] بھیجا۔ جس میں یہ ہدایت تھی کہ والدین اپنے ایسے بچے مجسٹریٹوں کی عدالتوں میں پیش کیا
[illegible] جن کو ان کا افلاس تعلیم دلانے کی اجازت نہیں دیتا۔ ان کو فوری و کافی امداد دی جائیگی۔ لیکن
[illegible] ایسا فیاضانہ اور یہ بندوبست ایسا بے سروپا تھا۔ کہ اس پر کوئی عام یا دائمی فائدہ مترتب نہ ہوا۔
[illegible] قانون اگرچہ کسی قدر قابل تحسین تھا۔ مگر افلاس عامہ کو کم کرنے کی بجائے یہ افلاس کے اظہار کا
[illegible]۔“ (۶۴)

یہ رسم بد جس کا انسداد کسی دینوی قوت سے نہ ہو سکا آنحضرت ﷺ کی برکت [illegible] عرب بلکہ آہستہ آہستہ تمام دنیا سے اٹھ گئی۔ ارشاد باری تعالیٰ عزاسمہ یوں ہوا:۔

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِیَّاهُمْ ۚ (انعام۔ ع ۱۹)

(ترجمہ) اور تم اپنے بچوں کو مفلسی کے ڈر سے ہلاک نہ کرو۔ ہم تم کو اور ان کو رزق دیتے ہیں۔

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۔ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۔ (تکویر)

(ترجمہ) اور جب زندہ در گور لڑکی پوچھی جائے گی کہ تو کس گناہ کے بدلے ہلاک کی گئی۔

آنحضرت ﷺ نے فرمادیا:۔

اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَیْكُمْ عُقُوْقَ الْاُمَّهَاتِ وَوَاْدَ الْبَنَاتِ ۔ (مشکوۃ باب البر والصلہ)

(ترجمہ) اللہ نے تم پر حرام فرمادیا ماؤں کی نافرمانی اور لڑکیوں کو زندہ در گور کرنا۔

عورتیں جن چیزوں پر آنحضرت ﷺ سے بیعت کیا کرتی تھیں ان میں سے ایک تھی:۔

وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ ۔ (ممتحنہ۔ ع ۲)

(ترجمہ) وہ اپنے بچے کو ہلاک نہ کیا کریں گی۔

## غلاموں پر شفقت ور حمت

آنحضرت ﷺ نے غلاموں کے آزاد کرنے کو موجب نجات فرمایا ہے چنانچہ آپ [illegible] ارشاد ہے۔ "جو کوئی مسلمان غلام کو آزاد کرتا ہے اس غلام کے ہر عضو کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ [illegible] کا ایک عضو دوزخ کی آگ سے آزاد کرتا ہے۔" (۶۵) علاوہ ازیں کفارات میں جا بجا غلام آزاد [illegible] واجب رکھا گیا ہے۔

اسلام میں غلاموں کے حقوق کا خاص لحاظ ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ فرماتے [illegible] تمہارے غلاموں میں جو تمہارے موافق ہو۔ اسے کھلاؤ اس میں سے جو تم کھاتے ہو۔ اور پہناؤ [illegible] میں سے جو تم پہنتے ہو۔ اور ان میں سے جو تمہارے موافق نہ ہو۔ اسے بیچ دو۔ اور خلق خدا کو عذاب [illegible] دو۔ (۶۶)

حضرت ابو مسعود انصاری بیان کرتے ہیں۔ کہ میں اپنے غلام کو مار رہا تھا۔ کہ میں [illegible] اپنے پیچھے سے یہ آواز سنی۔ "ابو مسعود! جان لو کہ تم کو جس قدر اس غلام پر اختیار ہے۔ اس [illegible] زیادہ خدا کو تم پر اختیار ہے۔" میں نے مڑ کر جو دیکھا تو رسول اللہ ﷺ تھے۔ میں نے عرض کیا [illegible] رسول اللہ! میں نے اس کو رضائے خدا کے لئے آزاد کر دیا۔ آپ نے فرمایا "دیکھو! اگر تم ایسا [illegible]



[illegible] تو دوزخ کی آگ تم کو جلاتی۔" (۶۷)

حضرت ابوذر کا بیان ہے کہ میں نے ایک عجمی غلام کو برا بھلا کہا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کر دی۔ آپ نے فرمایا۔ "ابوذر! تم میں جاہلیت ہے۔ وہ تمہارے بھائی ہیں۔ خدا [illegible] تم کو ان پر فضیلت دی ہے۔ ان میں سے جو تمہارے موافق نہ ہوا۔ اسے بیچ دو۔ اور خلق خدا کو عذاب نہ دو۔" (۶۸)

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے۔ کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا۔ "یا رسول اللہ! ہم خادم کو کتنی بار معاف کر دیا کریں۔" آپ خاموش رہے۔ اس نے دوسری بار دریافت کیا۔ پھر بھی آپ خاموش رہے۔ تیسری بار دریافت کرنے پر فرمایا کہ ہر روز ستر بار معاف کر دیا کرو۔ (۶۹)

آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص اپنے غلام کے منہ پر تھپڑ مارے اسکا کفارہ یہ ہے۔ کہ اسے آزاد کر دے۔ حضرت سوید بن مقرن بیان کرتے ہیں کہ ہم سات بھائی تھے۔ ہمارے ہاں صرف ایک خادمہ تھی۔ ہم میں سے ایک نے اس کے منہ پر تھپڑ مارا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے کہا کہ خادمہ کو آزاد کر دو۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے ہاں صرف یہی ایک خادمہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ خدمت کرتی رہے۔ یہاں تک کہ بے نیاز ہو جائیں۔ جب ضرورت نہ رہے تو آزاد کر دیں۔ (۷۰)

آنحضرت ﷺ کو غلاموں کی بہبودی کا اس قدر خیال تھا کہ جب وفات شریف کا وقت قریب آپہنچا۔ تو آپ یوں وصیت فرما رہے تھے:۔

اَلصَّلٰوةَ وَمَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ ۔

(ترجمہ) نماز اور غلام۔

## چوپایوں پر شفقت ور حمت

انسان تو درکنار چوپایوں پر بھی آنحضرت ﷺ کی شفقت تھی۔ ایک روز آپ ایک انصاری نوجوان کے باغ میں داخل ہوئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں ایک اونٹ ہے۔ جب اس اونٹ نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا تو رو پڑا اور اس کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ آپ اس کے پاس [illegible] اور اس کے پس گوش پر ہاتھ پھیرا۔ وہ چپ ہو گیا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ اس اونٹ کا [illegible] کون ہے؟ ایک انصاری نے عرض کیا۔ کہ یہ اونٹ میرا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کیا تو اس [illegible] کے بارے میں جس کا اللہ نے تجھ کو مالک بنایا ہے خدا سے نہیں ڈرتا؟ اس نے میرے پاس

شکایت کی ہے کہ تو اس کو بھوکا رکھتا ہے۔ اور کثرت سے تکلیف دیتا ہے۔ (۷۱)

ایک روز رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک اونٹ پر ہوا۔ جس کی پیٹھ (بھوک اور پیاس کے سبب سے) پیٹ سے لگی ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا۔ "ان بے زبان چوپایوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ تم ان پر سوار ہو در آنحالیکہ لائق (سواری کے) ہوں اور ان کو چھوڑو در آنحالیکہ (پھر سوار ہونے کے) ہوں۔" (۷۲)

ایک دفعہ ایک گدھے پر آپ کا گزر ہوا۔ جس کے چہرے پر داغ دیا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ "لعنت کرے اللہ اس شخص کو جس نے اسے داغ دیا ہے۔"

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا۔ "تم اپنے چوپایوں کی پیٹھوں کو منبر بناؤ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہارے تابع کیا ہے۔ تاکہ وہ تم کو ایسے شہروں میں پہنچا دیں۔ جہاں تم بغیر مشقت جان نہ پہنچتے اور تمہارے واسطے زمین بنائی۔ پس اس پر اپنی حاجتیں پوری کرو۔ (۷۳)

رسول اللہ ﷺ نے آداب سفر میں فرمایا ہے۔ کہ جب فراخ سالی ہو اور گھاس بکثرت ہو۔ تو تم سفر میں دن کو کسی وقت اونٹوں کو چھوڑ دیا کرو۔ تاکہ وہ چر لیں۔ اور جب قحط سالی ہو تو ان کو تیز چلاؤ تاکہ وہ اچھی حالت میں منزل مقصود پر پہنچ جائیں۔ ایسا نہ ہو کہ بصورت تاخیر وہ بھوک کے مارے کمزور ہو کر راستے ہی میں رہ جائیں۔ اور جب تم آخر شب میں کسی جگہ اترو۔ تو راستہ چھوڑ کر ڈیرہ ڈالو۔ کیونکہ رات کے وقت چوپائے اور حشرات الارض راستوں میں پھرا کرتے ہیں (۷۴) اور کھانے کی گری پڑی چیزیں اور ہڈیاں وغیرہ جو راستے میں ہوں کھایا کرتے ہیں۔

حضرت ابوواقد لیثی روایت کرتے ہیں۔ کہ نبی کریم ﷺ مدینہ میں تشریف لائے اور لوگ اونٹوں کی کوہان اور بھیڑ بکری کی سرین کا گوشت (کھانے کے لئے) کاٹ لیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ جو گوشت کسی زندہ چوپائے سے کاٹا جائے وہ مردار ہے۔ کھانا نہ چاہیے۔ (۷۵)

حضرت ابن عمر روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک عورت ایک بلی کے سبب سے دوزخ میں گئی جسے اس نے باندھ رکھا۔ اور کھانا نہ کھلایا۔ اور نہ چھوڑا تاکہ حشرات الارض کو کھاتی۔ (۷۶)

حضرت ابوہریرہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص راستے میں چل رہا تھا۔ اسے سخت پیاس لگی۔ ایک کنواں نظر پڑا۔ تو اس میں اتر کر اس نے پانی پیا۔ پھر نکل آیا۔ ناگاہ اس نے ایک کتا دیکھا۔ جو پیاس کے مارے زبان نکالے ہوئے تھا۔ اور مٹی کھا رہا تھا۔ اس شخص نے سوچا کہ اس کتے کو پیاس سے ویسی ہی تکلیف ہے جیسی مجھے تھی۔ اس لئے وہ کنویں میں اترا۔ اور



[موزہ] پانی سے بھرا۔ پھر اسے اپنے منہ سے پکڑا۔ یہاں تک کہ اوپر چڑھ آیا۔ اور کتے کو پانی پلایا۔ [اللہ] نے اس کی قدر دانی کی اور اسے بخش دیا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا چوپایوں میں [ہمارے] واسطے کچھ اجر ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہر ذی روح میں اجر ہے۔ (۷۷)

آنحضرت ﷺ کی شفقت عامہ کا مقتضاء تھا۔ کہ آپ نے چوپایوں کو باہم لڑانے (۷۸) کسی جانور کو نشانہ بنانے۔ (۷۹) کسی چوپائے یا جانور کو ہلاک کرنے کے لئے حبس (۸۰) [کرنے] اور حیوان کو مثلہ (۸۱) بنانے سے منع فرمادیا۔

## پرندوں اور حشرات الارض پر شفقت و رحمت

حضرت عبدالرحمٰن کے والد عبداللہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے۔ ہم نے ایک پرندہ (ورک) کو دیکھا۔ جس کے ساتھ اس کے دو بچے تھے۔ ہم نے دونوں بچوں کو پکڑ لیا۔ زورک آئی اور [اڑنے] کے لئے بازو پھیلانے لگی۔ اتنے میں نبی ﷺ تشریف لے آئے۔ اور آپ نے فرمایا۔ اس کے بچوں کو پکڑ کر اسے کس نے دکھ دیا ہے۔ اس کے بچے اسے واپس دے دو۔" پھر آپ نے ایک چیونٹیوں کا گھر دیکھا جسے ہم نے جلا دیا تھا۔ آپ نے پوچھا کہ اسے کس نے جلایا ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ ہم نے جلایا ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ کہ "جائز نہیں کہ خدا کے سوا کوئی کسی کو آگ کا عذاب دے۔ (۸۲)

ایک روز حضرت عثمان بن حبان نے ایک پسو پکڑ کر آگ میں ڈال دیا۔ اس پر حضرت ام درداء نے کہا میں نے ابوالدرداء سے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ آگ کے مالک (خدا) کے سوا کوئی کسی کو آگ کا عذاب نہ دے۔ (۸۳)

عامر تیر انداز سے روایت ہے۔ کہ ہم نبی ﷺ کی خدمت میں تھے۔ ناگاہ ایک شخص آیا اس پر کمبل تھا۔ اور اس کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی۔ جس پر اس نے کمبل لپیٹا ہوا تھا۔ اس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ اور ختوں کے جنگل میں میرا گزر ہوا۔ میں نے اس میں ایک پرندے کے بچوں کی آوازیں سنیں۔ میں نے ان کو پکڑ لیا اور اپنے کمبل میں رکھ لیا۔ ان کی ماں آئی اور میرے سر پر منڈلانے لگی۔ میں نے کمبل کو بچوں پر سے دور کر دیا۔ وہ ان پر گر پڑی۔ میں نے ان سب کو اپنے کمبل میں لپیٹ لیا اور وہ یہ میرے پاس ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ان کو رکھ دے۔ میں نے ان کو رکھ دیا۔ مگر ان کی ماں نے ان کا ساتھ چھوڑنے سے انکار کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کیا تم بچوں پر ماں کے رحم کرنے پر تعجب کرتے ہو۔ اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے۔ تحقیق اللہ اپنے

بندوں پر ان بچوں کی ماں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔ تو ان کو واپس لے جا اور ان کو ماں وہیں رکھ دے۔ جہاں سے انہیں پکڑا ہے۔ پس وہ ان کو واپس لے گیا۔ (۸۴)

## نباتات و جمادات پر رحمت

آنحضرت ﷺ کی رحمت سے جمادات و نباتات کو بھی حصہ ملا ہے۔ آپ کی زمین شرک و کفر کی نجاست سے پاک ہوئی۔ اور نور ایمان چاروں طرف پھیل گیا۔ مسجد ہونے لگیں۔ اور اذان میں اللہ اور اس کے رسول کا نام پکارا جانے لگا۔ آپ کے تولد ہونے آسمان پر شیاطین کا جانا بند ہو گیا۔

جب امساک باراں ہوتا۔ تو لوگ حضور کا وسیلہ پکڑ کر دعا کیا کرتے۔ اور وہ جاتی۔ یا حضور خود دعا فرمایا کرتے اور باران رحمت نازل ہوتا۔ جس سے مردہ زمین پھر سے جاتی اور نباتات اگتے۔

غرض آنحضرت ﷺ کی رحمت سے دونوں عالم کا حصہ پہنچا ہے۔ انسان کے جنات بھی آپ کی دعوت سے دولت ایمان سے مشرف ہوئے۔ فرشتے آپ پر درود بھیجنے کے سے مورد رحمت الٰہی بنے رہتے ہیں۔ کیونکہ حدیث مسلم میں ہے کہ حضور نے فرمایا۔ ”جو کوئی پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے۔“ (۸۵)

## تواضع و حسن معاشرت

باوجود علو مرتبت کے آنحضرت ﷺ سب سے بڑھ کر متواضع تھے۔ آپ کی تواضع یہ عالم تھا کہ بارگاہ الٰہی سے ایک فرشتے نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ آپ کا پروردگار فرماتا ہے۔ کہ اگر آپ چاہیں تو پیغمبری کے ساتھ بندگی و فقر اختیار کریں۔ اور اگر چاہیں تو کے ساتھ بادشاہت اور امیری لے لیں۔ آپ نے پیغمبری کے ساتھ بندگی کو پسند فرمایا۔ اس بعد حضور انور تکیہ لگا کر کھانا نہ کھاتے۔ اور فرماتے۔ ”میں کھانا کھاتا ہوں جیسے بندہ کھایا کرتا اور بیٹھتا ہوں جیسے بندہ بیٹھا کرتا ہے۔ (۸۶)“

حضرت ابو امامہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ عصا پر ٹیک لگائے نکلے۔ ہم آپ کے کھڑے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ تم کھڑے مت ہو جیسا کہ عجمی ایک دوسرے کی تعظیم کے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ (۸۷)

حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک مسلمان اور ایک یہودی نے ایک دوسرے کو دشنام دی۔ مسلمان نے کہا۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد کو تمام جہان والوں



کیا۔ یہودی نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے موسیٰ کو تمام جہان والوں پر برگزیدہ کیا۔ مسلمان نے ہاتھ اٹھا کر یہودی کے ایک تھپڑ مارا۔ یہودی جناب پیغمبر خدا ﷺ کے پاس گیا اور مسلمان کا حال بیان کیا۔ آپ نے (مسلمان سے) فرمایا۔ کہ تم مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دو۔ لوگ (قیامت کے دن) بےہوش ہو کر گر پڑیں گے۔ میں سب سے پہلے ہوش میں آؤں گا۔ موسیٰ عرش کی ایک طرف کو پکڑے ہوئے ہوں گے۔ مجھے معلوم نہیں کہ وہ ان میں سے ہوں گے جو بے ہوش ہوئے اور پھر ہوش میں آئے۔ یا ان میں سے ہوں گے جو بے ہوش سے مستثنیٰ رہے۔ (۸۸)

حضرت انس روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا۔

یا خَیْرَ الْبَرِیَّۃ۔ اے بہترین خلق۔

آپ نے فرمایا۔ کہ خیر البریہ تو ابراہیم ہیں۔ (۸۹)

حضرت عبداللہ بن الشخیر بیان کرتے ہیں۔ کہ میں بنو عامر کے وفد میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ ہم نے کہا آپ ہمارے آقا ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ آقا خدا ہے۔ پس ہم نے کہا کہ آپ فضل و کرم میں ہم سب سے افضل و اعظم ہیں۔ آپ نے فرمایا تم یہ کہو یا اس سے بھی کم کہو۔ دیکھنا! شیطان تمہیں اپنا وکیل نہ بنا لے۔

عدی بن حاتم طائی پہلے عیسائی تھے۔ جو اپنی قوم کے سردار تھے۔ اور غنیمت میں سے بعادت جاہلیت چوتھا حصہ لیا کرتے تھے۔ جب ان کو رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی خبر پہنچی۔ تو وہ بھاگ کر ملک شام کو چلے گئے۔ ان کی بہن پیچھے رہ گئی۔ اور گرفتار ہو کر بارگاہ رسالت میں آئی۔ اس نے عرض کیا کہ آپ مجھ پر احسان کیجئے۔ خدا تعالیٰ آپ پر احسان کرے گا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اسے خوراک و پوشاک اور سواری دے کر اس کی قوم کے ایک قافلہ کے ساتھ روانہ فرما دیا۔ وہ شام میں اپنے بھائی کے پاس پہنچ گئی۔ عدی کو شک تھا کہ رسول اللہ ﷺ بادشاہ ہیں یا پیغمبر۔ بہن نے مشورہ دیا کہ تم خود حاضر خدمت ہو کر دیکھ آؤ۔ چنانچہ عدی یوں بیان کرتے ہیں۔ کہ جب میں آیا۔ تو رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ میں نے سلام عرض کیا۔ آپ نے پوچھا تم کون ہو؟ میں نے عرض کیا کہ میں عدی بن حاتم طائی ہوں۔ یہ سن کر آپ کھڑے ہو گئے اور مجھے اپنے گھر لے چلے۔ ناگاہ ایک مسکین بڑھیا کسی حاجت کے لئے حاضر خدمت ہوئی۔ وہ بولی۔ ذرا ٹھہریئے۔ چنانچہ آپ ٹھہر گئے۔ اور وہ دیر تک کچھ عرض کرتی رہی۔ یہ دیکھ کر میں نے

اپنے دل میں کہا کہ یہ بادشاہ نہیں ہیں۔ پھر آپ مجھے اپنے گھر لے گئے۔ آپ نے ایک
کی چھال سے بھرا ہوا تھا۔ میری طرف پھینکا۔ اور فرمایا کہ اس پر بیٹھ جاؤ۔ میں نے کہا۔
اس پر تشریف رکھئے۔ آپ نے فرمایا کہ۔ تم ہی اس پر بیٹھو۔ چنانچہ حسب الارشاد میں اس
اور آپ زمین پر بیٹھ گئے۔ یہ دیکھ کر میں نے اپنے دل میں کہا کہ بادشاہ کا یہ حال نہیں ہوا
آپ نے فرمایا۔ عدی بن حاتم! کیا تم رکوسی (۹۱) نہیں ہو؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ پھر
تم غنیمت کا چوتھا حصہ نہیں لیتے؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تمہارے
جائز نہیں۔ میں اس سے پہچان گیا۔ کہ آپ پیغمبر مرسل ہیں۔ اس کے بعد آپ نے
عدی! شاید تم اس لئے دین اسلام میں داخل نہیں ہوتے کہ مسلمان غریب اور تعداد میں
ہیں۔ اور ان کے دشمن بہت اور صاحب ملک و سلطنت ہیں۔ مگر عنقریب مسلمانوں میں
کثرت ہو گی کہ کوئی صدقہ لینے والا نہ ملے گا۔ اور تم عنقریب سن لو گے کہ ایک عورت
سوار ہو کر قادسیہ سے مکہ میں پہنچ کر بیت اللہ کا حج کیا کرے گی۔ اور اسے کسی کا ڈر نہ ہو گا۔
عنقریب سرزمین بابل میں سفید محلات پر مسلمانوں کے قبضہ کی خبر سن لو گے۔ یہ سن کر میں
لایا۔ حضرت عدی فرمایا کرتے تھے کہ ان تین پیش گوئیوں میں سے دوسری اور تیسری
چکی ہے۔ اور پہلی پوری ہو کر رہے گی۔ (۹۲)

آنحضرت ﷺ اپنے اصحاب کو مدح میں مبالغہ کرنے سے روکتے اور فرماتے۔
مدح میں تم مبالغہ نہ کرو۔ جیسا کہ نصاریٰ نے ابن مریم کی مدح میں کیا۔ میں اللہ کا بندہ ہوں
اللہ کا بندہ اور اللہ کا رسول کہا کرو۔ (۹۳)

آپ اپنے اہل خانہ و خدام اور اصحاب سے نہایت تواضع سے پیش آیا کرتے اپنے
خانہ میں اہل خانہ کے کاروبار کیا کرتے۔ آپ نے کبھی کھانے کو عیب نہ لگایا۔ خواہش ہو تو
ورنہ چھوڑ دیتے۔ حضرت انس دس سال تک آپ کی خدمت کی۔ اس عرصہ میں آپ نے
کو اف نہ کہا۔ اور نہ یوں فرمایا کہ فلاں کام کیوں کیا اور فلاں کیوں نہ کیا۔ (۹۴)

جب آپ نماز فجر سے فارغ ہوتے۔ (۹۵) تو اہل مدینہ کے خادم پانی کے برتن
حاضر ہوتے۔ آپ ان میں اپنا دست مبارک ڈبو دیتے۔ تاکہ ان کو شفاء اور برکت ہو آپ
اور مسکینوں کے ساتھ چلتے۔ اور ان کی حاجت برآری فرماتے۔ اہل مدینہ (۹۶) کی لونڈیاں
ہاتھ مبارک پکڑ تیں۔ اور اپنے کاموں کے لئے جہاں چاہتیں لے جاتیں۔

آپ بیماروں کی عیادت فرماتے۔ جنازے کے پیچھے چلتے۔ غلاموں کی دعوت قبول
تے۔ دراز گوش پر سوار ہوتے۔ اور اپنے پیچھے اوروں کو بٹھا لیتے۔ چنانچہ بنی قریظہ کی لڑائی



سوار تھے۔ جس کی مہار اور پالان پوست خرما کا تھا۔ (۹۷) حجۃ الوداع میں جس
سوار تھے۔ (۹۸) جب آپ شہر میں داخل ہوئے۔ تو از روئے تواضع سر مبارک کو
کہ کجاوے سے آلگا۔ (۹۹)

غزوہ بدر میں تین تین مجاہدوں کے لئے ایک ایک اونٹ تھا۔ (۱۰۰) چنانچہ حضرت علی
انصاری رسول اللہ ﷺ کے عدیل تھے۔ جب آنحضرت ﷺ کے اترنے کی باری
عرض کرتے۔ کہ آپ نہ اتریں۔ ہم آپ کے بدلے پیدل چلتے ہیں۔ مگر حضور انور
کہ تم مجھ سے زیادہ قوی نہیں ہو۔ اور میں تمہاری نسبت اجر و ثواب سے زیادہ بے نیاز
(۱۰۱)

آپ اپنے نعل مبارک کو آپ پیوند لگا لیتے۔ اپنے کپڑے آپ سی لیتے۔ اپنی بکری کا
لیتے۔ جب کوئی آپ سے ملنے آتا تو اس کا اکرام کرتے۔ یہاں تک کہ بعض وقت اپنی
اس کے لئے بچھا دیتے۔ جب آپ کسی سے ملتے تو پہلے سلام کرتے۔ جب مصافحہ
ہاتھ نہ ہٹاتے جب تک دوسرا شخص نہ ہٹاتا۔ اور اس سے اپنا روئے مبارک نہ پھیرتے
تک کہ وہ پھیر لیتا۔ آپ اپنے زانو اپنے
آگے بڑھا کر نہ بیٹھا کرتے۔ (۱۰۲)

حضرت عائشہ صدیقہ کا بیان ہے۔ کہ ایک شخص اجازت لے کر رسول اللہ ﷺ کے
آپ نے اسے دروازے میں دیکھتے ہی فرمایا کہ قبیلے کا یہ شخص برا ہے۔ جب وہ بیٹھ گیا۔
اس کے سامنے کشادہ روئی اور انبساط ظاہر کیا۔ جب وہ چلا گیا۔ تو حضرت عائشہ صدیقہ
کیا۔ یا رسول اللہ! جب آپ نے اس شخص کو دروازے میں دیکھا۔ تو ایسا فرمایا۔ مگر اس
تازہ روئی اور انبساط ظاہر کیا۔ آپ نے فرمایا۔ "اے عائشہ! تو نے مجھے فاحش کب پایا۔
دن اللہ کے نزدیک منزلت کے لحاظ سے سب سے برا وہ شخص ہو گا۔ جس سے لوگ
سے بچنے کے لئے کنارہ کرتے ہیں۔ (۱۰۳)"

حضرت انس روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ فحش کہنے والے نہ تھے اور نہ کسی پر
والے اور نہ گالی دینے والے تھے۔ جب آپ کسی پر عتاب فرماتے۔ تو یوں ارشاد
"اسے کیا ہوا۔ اس کی پیشانی خاک آلودہ ہو۔" (۱۰۴)

ایک سفر میں آپ نے اصحاب سے فرمایا کہ کھانے کے لئے ایک بکری درست کر لو۔
کہا۔ اس کا ذبح کرنا میرے ذمے ہے۔ دوسرے نے کہا۔ کھال اتارنا میرے ذمے ہے۔
پکانا میرے ذمے ہے۔ آپ نے فرمایا۔ لکڑیاں چن کر لانا میرے ذمے ہے۔ صحابہ

کرام نے عرض کیا کہ یہ کام ہم خود کر لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ تم کر سکتے ہو
مجھے یہ پسند نہیں۔ کہ میں اپنے تئیں تم سے ممتاز کروں کیونکہ اللہ تعالیٰ اس بندے کو پسند نہیں
کرتا۔ جو اپنے ساتھیوں سے ممتاز بنتا ہے۔ اس کے بعد آپ لکڑیاں جمع کر کے لائے۔ (۱۰۵)

آپ اپنے اصحاب کرام کی دل جوئی اور تعہد میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ فرماتے
روز ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا۔ اور اپنی حاجت عرض کی۔ وہ آپ کی ہیبت سے کانپ
آپ نے فرمایا گھبراؤ مت۔ میں بادشاہ نہیں ہوں۔ میں ایک عورت کا بیٹا ہوں جو خشک کیا ہوا گوشت
کھایا کرتی تھی۔ (۱۰۶)

ایک دفعہ نجاشی شاہ حبشہ کا وفد آپ کی خدمت میں آیا۔ آپ بذات خود ان کی خدمت
کرنے کے لئے کھڑے ہوگئے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا۔ کہ ہم آپ کی طرف سے خدمت کے
لئے کافی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ انہوں نے اپنے ملک میں ہمارے اصحاب کا اکرام کیا تھا۔ اس
مجھے یہی پسند ہے۔ کہ اس اکرام کا بدلہ میں خود دوں۔ (۱۰۷)

حضرت قیس بن سعد بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ ہمارے غریب خانہ
پر تشریف لائے۔ میرے والد نے آپ کی خاطر تواضع کی۔ کھانا تناول فرمانے کے بعد جب
واپس آنے لگے۔ تو میرے والد نے آپ کیلئے ایک دراز گوش تیار کیا۔ جس پر کمبل کا پالان تھا
اس پر سوار ہو گئے۔ جب چلنے کو ہوئے۔ تو والد نے مجھ سے کہا۔ قیس! تو رسول اللہ ﷺ کے
ساتھ جا۔ اس لئے میں ساتھ ہو لیا۔ حضور انور نے فرمایا۔ کہ تو میرے ساتھ سوار ہو جا۔ میں نے
بپاس ادب انکار کر دیا۔ مگر آپ نے فرمایا۔ یا تو سوار ہو جا یا لوٹ جا۔ اس لئے واپس آگیا۔ (۱۰۸)

آنحضرت ﷺ امت کی دل جوئی کے لئے کبھی کبھی خوش طبعی بھی فرمایا کرتے
مگر وہ متضمن دروغ نہ ہوتی تھی۔ چنانچہ حضرت انس کا ایک چھوٹا اخیافی بھائی تھا۔ وہ جب
اقدس ﷺ کی خدمت میں آتا۔ تو اس کے ہاتھ میں ایک چڑیا (ممولا) ہوتی۔ جس سے وہ کھیلا کرتا
تھا۔ اتفاقاً وہ چڑیا مر گئی۔ اس کے بعد جب وہ آپ کی خدمت میں آتا۔ تو آپ خوش طبعی کے طور پر
فرماتے۔ یا ابا عمیر ما فعل النغیر۔ یعنی اے ابو عمیر! وہ چڑیا کہاں گئی۔ (۱۰۹)

ایک روز ایک شخص نے آپ سے درخواست کی کہ مجھے سواری عنایت کیجئے تاکہ میں
اس پر سوار ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ میں تجھے اونٹنی کے بچے پر سوار کروں گا۔ وہ بولا۔ میں اونٹنی
کے بچے کو کیا کروں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ اونٹنیاں ہی اونٹ جنتی ہیں۔ (۱۱۰)۔ یعنی ہر ایک اونٹ
اونٹنی کا بچہ ہوتا ہے۔ اس میں تعجب کیا ہے۔ اسی طرح ایک روز ایک عورت نے جو قرآن پڑھا کرتی
تھی۔ آنحضرت ﷺ نے عرض کیا۔ کہ آپ دعا کریں کہ میں بہشت میں داخل ہوں آپ



نے فرمایا کہ کوئی بوڑھی عورت بہشت میں داخل نہ ہوگی۔ اس نے اس کا سبب پوچھا۔ آپ نے
فرمایا کہ تو قرآن نہیں پڑھتی۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے:۔

اِنَّا اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا۔ (واقعہ۔ ع ۱)

(ترجمہ) ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر پیدا کیا اور ان کو کنواریاں بنایا۔

ایک بدوی صحابی زاہر نام جو بد شکل تھے۔ جنگل کے پھل سبزی وغیرہ آنحضرت ﷺ
کی خدمت میں بطور ہدیہ لایا کرتے تھے۔ جب وہ آپ سے رخصت ہوتے تو آپ شہر کی چیزیں کپڑا
وغیرہ ان کو دے دیا کرتے تھے۔ آپ کو ان سے محبت تھی اور فرمایا کرتے تھے کہ زاہر ہمارا روستائی
ہے اور ہم اس کے شہری ہیں۔ ایک روز آپ بازار کی طرف نکلے۔ تو دیکھا کہ زاہر اپنی متاع بیچ رہے
تھے۔ آپ نے پیٹھ کی طرف سے جا کر ان کی آنکھوں پر اپنے دست مبارک رکھا اور ان کو گود میں
لے لیا۔ وہ بولے۔ کون ہے؟ مجھے چھوڑ دو۔ انہوں نے مڑ کر دیکھا۔ تو آنحضرت ﷺ تھے۔ پس
اپنی پیٹھ اور بھی حضور کے سینے سے (بغرض تبرک) لپٹانے لگے۔ حضور نے فرمایا۔ کوئی ہے جو ایسے
غلام کو خریدے۔ وہ بولے یا رسول اللہ اگر آپ بیچتے ہیں۔ تو آپ مجھے کم قیمت پائیں گے۔ حضور نے
فرمایا۔ "تو خدا کے نزدیک گراں قدر ہے۔" (۱۱۱)

حضرت محمود بن ربیع انصاری خزرجی جو صغار صحابہ میں سے تھے۔ پانچ سال کے تھے۔
کہ آنحضرت ﷺ ان کے گھر تشریف لے گئے۔ جس میں ایک کنواں تھا آپ نے ایک ڈول سے
پانی لیا۔ اور پانی کی کلی (بطریق مزاح) حضرت محمود کے چہرے پر ماری۔ (۱۱۲) اس کی برکت سے
ان کو وہ حافظہ حاصل ہو گیا۔ کہ اس قصے کو یاد رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے صحابہ میں شمار ہوئے۔ اسی
طرح حضرت زینب بنت ام سلمہ مخزومیہ جو آنحضرت ﷺ کی ربیبہ تھیں۔ آپ کے پاس آئیں۔
آپ غسل خانے میں تھے آپ نے ان کے چہرے پر پانی پھینک دیا۔ اس کی برکت سے ان کے
چہرے میں شباب کی رونق قائم رہی۔ یہاں تک کہ نہایت بوڑھی ہو گئیں۔ (۱۱۳)

## سخاوت و ایثار

جود حقیقی یہ ہے۔ کہ بغیر غرض و عوض کے ہو۔ اور یہ صفت ہے حق سبحانہٗ کی۔ جس
نے بغیر کسی غرض و عوض کے تمام ظاہری و باطنی نعمتیں اور تمام حسی و عقلی کمالات خلائق پر افاضہ
کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بعد اجود الاجودین اس کے حبیب پاک ﷺ ہیں۔ حدیث صحیح میں وارد ہے
کہ "آپ سے کبھی کسی چیز کا سوال نہ کیا گیا کہ اس کے مقابل آپ نے لا (نہیں) فرمایا ہو (۱۱۴)۔"
یعنی آپ کسی کے سوال کو رد نہ فرماتے۔ اگر موجود ہوتا تو عطا فرماتے اور اگر پاس نہ ہوتا تو قرض

لے کر دیتے۔ یا وعدہ عطا فرماتے ایک دفعہ ایک سائل آپ کی خدمت شریف میں آیا [illegible]
میرے پاس کوئی چیز نہیں مگر یہ کہ تو مجھ پر قرض کرے۔ جب ہمارے پاس کچھ آ [illegible]
ادا کر دیں گے۔ حضرت عمر فاروق نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! خدا نے آپ کو اس [illegible]
نہیں دی جو آپ کی قدرت میں نہیں۔ حضرت فاروق اعظم کی یہ بات حضور کو پسند [illegible]
میں سے ایک شخص بولا۔ یا رسول اللہ! عطا کیجئے اور عرش کے مالک سے تقلیل کا خوف [illegible]
کر آپ نے تبسم فرمایا اور آپ کے روئے مبارک پر تازگی و خوشحالی پائی گئی۔ فرمایا "اس [illegible]
ہے۔" (۱۱۵)

حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بحرین سے مال [illegible]
یہ زیادہ سے زیادہ مال تھا جو آپ کے پاس لایا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو مسجد میں ڈال [illegible]
نماز سے فارغ ہوئے۔ تو اس مال کے پاس بیٹھ گئے اور تقسیم فرمانے لگے۔ آپ کے [illegible]
عباس آپ کے پاس آئے اور عرض کرنے لگے۔ یا رسول اللہ! مجھے اس مال میں سے [illegible]
جنگ بدر کے دن میں نے فدیہ دے کر اپنے آپ کو اور عقیل بن ابی طالب کو آزاد کرایا [illegible]
فرمایا۔ لے لو حضرت عباس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے کپڑے میں ڈال لیا۔ پھر اٹھا [illegible]
اٹھا سکے۔ عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ کسی سے فرمادیں کہ اٹھا کر مجھ پر رکھ دے۔ آپ [illegible]
کہ میں کسی سے اٹھانے کو نہیں کہتا۔ حضرت عباس بولے۔ آپ خود اٹھا کر مجھ پر رکھ [illegible]
نے فرمایا۔ میں اسے نہیں اٹھاتا۔ پس حضرت عباس نے اس میں سے کچھ گرا دیا۔ پھر ا [illegible]
تو تب بھی نہ اٹھا سکے۔ عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کسی سے فرمادیں کہ اٹھا کر مجھ پر [illegible]
نے فرمایا۔ میں کسی سے اٹھانے کو نہیں کہتا۔ حضرت عباس بولے آپ خود اٹھا کے مجھ پر [illegible]
حضور نے فرمایا۔ میں اسے نہیں اٹھاتا۔ پس حضرت عباس نے اس میں [illegible]
دیا۔ پھر اسے اپنے کندھے پر اٹھا لیا۔ اور روانہ ہوئے حضور اقدس ان کی طرف دیکھ [illegible]
تک کہ وہ غائب ہو گئے اور حضور ان کی طمع پر تعجب فرماتے تھے۔ غرض حضور انور وہاں [illegible]
تو ایک درہم بھی باقی نہ تھا۔ (۱۱۶) مسند ابن ابی شیبہ میں بروایت حمید بن ہلال الطریق [illegible]
ہے کہ وہ مال ایک لاکھ درہم تھا۔

اور اسے علاء بن الحضرمی نے بحرین کے خراج سے بھیجا تھا۔ اور یہ پہلا مال [illegible]
آنحضرت ﷺ کے پاس لایا گیا۔

غنائم حنین کی تفصیل پہلے آچکی ہے۔ ان میں آپ کی سخاوت حد قیاس سے [illegible]
آپ نے اعراب میں بہتوں کو سو سو اونٹ عطا فرمائے۔ (۱۱۷) مگر اس دن آپ کی [illegible]



[illegible] تھی۔ جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ حضرت انس بیان کرتے ہیں۔ کہ
[illegible] نے اس روز بکریوں کا سوال کیا۔ جن سے دو پہاڑوں کا درمیانی جنگل پر
[illegible] اس کو دے دیں۔ اس نے اپنی قوم میں جا کر کہا۔ "اے میری قوم! تم اسلام
[illegible] اطاعت کرتے ہیں کہ فقر سے نہیں ڈرتے۔" (۱۱۸)
[illegible] سعید بن مسیب روایت کرتے ہیں کہ صفوان بن امیہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ
[illegible] مال عطا فرمانے لگے۔ حالانکہ آپ میری نظر میں مبغوض ترین خلق تھے۔ پس
[illegible] رہے۔ یہاں تک کہ میری نظر میں محبوب ترین خلق ہو گئے۔ (۱۱۹)
[illegible] مطعم بیان کرتے ہیں۔ کہ جب میں اور دیگر لوگ رسول اللہ ﷺ کے
[illegible] تقسیم غنائم) واپس آرہے تھے تو بادیہ نشینان عرب حضور ﷺ سے لپٹ
[illegible] میں سے مانگتے تھے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ آپ کو حالت اضطرار ایک
[illegible] طرف لے گئے۔ اس درخت میں آپ کی چادر مبارک پھنس گئی۔ آپ ٹھہر
[illegible] "مجھے میری چادر دے دو۔ اگر میرے پاس اس جنگل کے درختان ببول جتنے چوپائے
[illegible] تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا۔ پھر تم مجھ کو بخیل نہ پاتے اور نہ دروغ گو اور
[illegible] (۱۲۰)"

[illegible] کا بیان ہے کہ ایک روز میں جناب پیغمبر خدا ﷺ کے ساتھ تھا۔ جب آپ
[illegible] تو فرمایا۔ "اگر یہ پہاڑ میرے لئے سونا بن جائے۔ میں پسند نہ کروں گا۔ کہ اس
[illegible] بھی میرے پاس تین راتوں سے زیادہ رہ جائے۔ بجز اس دینار کے جسے میں
[illegible] کو چھوڑوں۔ (۱۲۱)"
[illegible] نماز عصر کا سلام پھیرتے ہی آپ دولت خانہ میں تشریف لے گئے پھر جلد نکل
[illegible] تعجب ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے نماز میں خیال آگیا کہ صدقہ کا کچھ سونا گھر
[illegible] آیا کہ رات ہو جائے اور وہ گھر میں پڑا رہے۔ اس لئے جا کر اسے تقسیم
[illegible] آیا ہوں۔ (۱۲۲)
[illegible] سہل بن سعد بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت ایک چادر لے کر آئی۔ اس نے
[illegible] رسول اللہ! یہ میں نے اپنے ہاتھ سے بنی ہے۔ میں آپ کے پہننے کے لئے لائی
[illegible] تھی۔ اس لئے آپ نے وہ چادر لے لی۔ پھر آپ ہماری طرف نکلے۔ اور اسی
[illegible] ہوئے تھے۔ صحابہ کرام میں سے ایک نے دیکھ کر عرض کیا۔ کیا اچھی چادر
[illegible]۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ کچھ دیر کے بعد آپ مجلس سے اٹھ گئے۔ پھر لوٹ

آ ئے اور وہ چادر لپیٹ کر اس صحابی کے پاس بھیج دی۔ صحابہ کرام نے اس سے کہا کہ تو
کہ رسول اللہ ﷺ سے اس چادر کا سوال کیا۔ حالانکہ تجھے معلوم ہے کہ آپ کسی سائل
نہیں فرماتے۔ اس صحابہ نے کہا۔ اللہ کی قسم! میں نے صرف اس واسطے سوال کیا کہ
مر جاؤں یہ چادر میرا کفن بنے۔ حضرت سہل فرماتے ہیں کہ وہ چادر اس کا کفن ہی بنی
حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک کافر رسول اللہ ﷺ کا مہمان ہوا۔ آپ
اس کے لئے ایک بکری دوہی گئی۔ وہ اس کا دودھ پی گیا۔ دوسری دوہی گئی۔ وہ اس کا دودھ
پھر ایک اور دوہی گئی۔ وہ اس کا دودھ بھی پی گیا۔ اسی طرح اس نے سات بکریوں کا دودھ
جو اٹھا تو اسلام لایا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا۔ کہ اس کے لئے ایک بکری دوہی جا
کا دودھ پی گیا۔ پھر دوسری دوہی گئی۔ مگر وہ اس کا دودھ تمام نہ پی سکا۔ پس رسول اللہ
فرمایا۔ ”کہ مومن ایک انتڑی میں پیتا ہے اور کافر سات انتڑیوں میں پیتا ہے۔ (۱۲۴)“

حضرت بلال موذن آنحضرت ﷺ کے خزانچی تھے۔ ایک روز عبداللہ
سے رسول اللہ ﷺ کے خزانہ کا حال پوچھا۔ انہوں نے بیان کیا۔ کہ رسول اللہ ﷺ کے
نہ رہتا تھا۔ بعثت سے وفات شریف تک یہ کام میری تحویل میں تھا۔ جب کوئی
آپ کے پاس آتا۔ آپ مجھے حکم دیتے۔ میں کسی سے قرض لیتا اور چادر خرید کرا
کھلاتا۔

ایک روز ایک مشرک مجھ سے ملا۔ کہنے لگا۔ بلال میرے ہاں گنجائش ہے
کسی اور سے قرض نہ لیا کرو۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ ایک روز میں وضو کر کے اذان دینے لگا
ہوں کہ وہ مشرک تاجروں کی ایک جماعت کے ساتھ آ رہا ہے۔ اس نے مجھے دیکھ کر
حبشی! میں نے کہا۔ لبیک۔ پھر اس نے ترش رو ہو کر میری نسبت سخت الفاظ کہے۔
معلوم ہے۔ وعدے میں کتنے دن باقی ہیں۔“ میں نے کہا۔ وقت وعدہ قریب آگیا ہے۔
کہ صرف چار دن باقی ہیں۔ اگر اس مدت میں تو نے قرضہ ادا نہ کیا۔ تو تجھے غلام بنا کر
گا۔ جیسا کہ تو پہلے چرایا کرتا تھا۔ یہ سن کر مجھے فکر و غم دامن گیر ہوا۔ رسول اللہ ﷺ
پڑھ کر دولتخانہ میں تشریف لے گئے۔ میں وہیں حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ
ماں باپ آپ پر فدا۔ وہ مشرک جس سے میں قرضہ لیا کرتا تھا۔ اس نے مجھ سے ایسا ایسا کہا
آپ کے پاس ادائے قرض کے لئے کچھ موجود نہیں اور نہ میرے پاس ہے۔ وہ مجھ کو
گا۔ آپ اجازت دیں۔ تو میں بھاگ کر مسلمانوں کے کسی قبیلہ میں جا رہوں۔ جب
کے لئے خدا کچھ سامان کر دے گا۔ تو واپس آ جاؤں گا غرض میں اپنے گھر آگیا۔ اور



کر لئے۔ صبح کاذب ہوتے ہی میں چلنے لگا۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ ایک شخص
بلال! رسول اللہ ﷺ تجھے یاد فرما رہے ہیں۔ وہاں پہنچا تو دیکھتا ہوں کہ
لادے ہوئے ہیں۔ میں اجازت لے کر حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے فرمایا۔
نے ادائے قرض کا سامان کر دیا۔ تم نے چار اونٹ بیٹھے دیکھے ہوں گے۔ میں
آپ نے فرمایا کہ یہ اونٹ حاکم فدک نے بھیجے ہیں۔ یہ اور غلہ اور کپڑے جو ان
تحویل میں ہیں۔ ان کو بیچ کر قرضہ ادا کر دو میں نے تعمیل ارشاد کی۔ پھر میں
رسول اللہ ﷺ سے سلام عرض کیا۔ آپ نے ادائے قرضہ کا حال پوچھا۔ میں نے
ادا ہو گیا۔ کچھ باقی نہیں رہا۔ آپ نے پوچھا کہ کچھ بچ تو نہیں رہا۔ میں نے
رہا۔ فرمایا ”مجھے اس سے سبکدوش کرو۔ جب تک یہ ٹھکانے نہ لگے گا میں
نماز عشاء سے فارغ ہوئے تو مجھے بلا کر اس بقیہ کا حال پوچھا میں نے عرض کیا
کوئی سائل نہیں ملا۔ رسول اللہ ﷺ رات کو مسجد میں ہی رہے۔ دوسرے
پھر بلایا۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! خدا نے آپ کو سبکدوش کر دیا۔
اور خدا کا شکر کیا۔ کیونکہ آپ کو ڈر تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ موت آ جائے
پھر آپ دولتخانہ میں تشریف لے گئے۔
ایسا ہوتا۔ کہ آپ کسی شخص سے ایک چیز خریدتے۔ قیمت چکا دینے کے بعد
کو عطا فرماتے۔ چنانچہ آپ نے حضرت جابر بن عبداللہ سے ایک اونٹ
کو بطور عطیہ عنایت فرمایا۔ اسی طرح ایک روز آپ نے حضرت عمر فاروق
حضرت عبداللہ بن عمر کو عطا فرمایا۔ (۱۲۵)
آنحضرت ﷺ کے پاس آتا۔ سب راہ خدا میں دے دیتے پاس نہ ہوتا۔ تو
کی حاجت روائی فرماتے۔ اپنی ذات شریف کے لئے دوسرے دن کا نفقہ بھی جمع
وقت اپنے حرم کے لئے ایک سال کا نفقہ ذخیرہ کر لیتے۔ جب آپ کسی
احتیاج کے اپنا کھانا اسے دے دیتے۔ آپ کے دولتخانہ میں بعض دفعہ دو دو
ایک دفعہ غنیمت میں کنیزیں آئی ہوئی تھیں۔ حضرت علی نے حضرت
اس موقع پر اپنے والد بزرگوار سے خدمت کے لئے ایک کنیز مانگ لو۔ جب وہ
خدمت میں حاضر ہوئیں۔ تو آپ نے پوچھا کہ کس لئے آئی ہو؟ عرض کیا کہ
اور پاس حیا اظہار مطلب نہ کیا۔ اور واپس آ کر حضرت علی سے یہی عذر بیان
حاضر خدمت اقدس ہوئے۔ حضرت علی نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ کشی

کرتے کرتے میرے سینے پر نیل پڑگئے ہیں۔ حضرت فاطمہ نے عرض کیا۔ کہ
ہتھیلیوں پر آبلے پڑگئے ہیں۔ آپ خدمت کے لئے ایک کنیز عنایت فرمائیے۔
کی قسم! یہ نہیں ہونے کا کہ میں تم کو خادمہ دوں اور اہل صفہ بھوکے مریں۔
میرے پاس کچھ نہیں۔ میں ان اسیران جنگ کو بیچ کر ان کی قیمت اہل صفہ پر
ہوئی تو آپ حضرت علی و فاطمہ کے گھر تشریف لے گئے۔ دونوں ایسی پر
اس سے سر ڈھانپتے۔ تو پاؤں ننگے ہو جاتے۔ اور پاؤں ڈھانپتے تو سر ننگے
دونوں اٹھنے لگے۔ آپ نے فرمایا۔ اپنی جگہ پر رہو۔ پھر ارشاد فرمایا۔ کہ میں تمہیں
بتاتا ہوں۔ اور یہ وہ کلمات ہیں جو حضرت جبرئیل نے مجھے سکھائے ہیں۔ یعنی
اللہ دس بار۔ الحمد للہ دس بار اور اللہ اکبر دس بار۔ اور سونے کے وقت سبحان اللہ ۳۳
۳۳ بار اور اللہ اکبر ۳۴ بار پڑھ لیا کرو۔ (۱۲۷)

## شجاعت و قوت عزم واستقلال

آنحضرت ﷺ ان اوصاف میں بھی سب پر فائق تھے۔ ایک
لوگ ڈر گئے اور شور و غل برپا ہوا۔ گویا کوئی چور یا دشمن آتا ہے۔ آپ نے
جو سست رفتار اور سرکش تھا۔ آپ اس کی پیٹھ پر بغیر زین کے سوار ہو گئے۔ اور
ہوئے جنگل کی طرف اکیلے ہی تشریف لے گئے۔ جب لوگ اس آواز کی طرف
ﷺ ان کو راستے میں واپس آتے ہوئے ملے۔ آپ نے ان کو تسلی دی۔ کہ
گھوڑے کی نسبت فرمایا کہ ہم نے اسے دریا کی مانند تیز رفتار پایا۔ (۱۲۸)

غزوات میں جہاں بڑے بڑے دلاور و بہادر بھاگ جایا کرتے تھے۔ آپ
کرتے تھے۔ چنانچہ جنگ احد میں جب مسلمانوں کو ہزیمت ہوئی۔ تو یہ کوہ استقامت
رہے۔ اور دشمنوں پر تیر پھینکتے رہے۔ جب کمان پارہ پارہ ہو گئی۔ تو سنگ اندازی
حنین میں صرف چند جانباز آپ کے ساتھ رہ گئے تھے۔ باقی سب بھاگ گئے تھے۔
میں آپ نے اسی پر اکتفاء نہ کیا کہ اپنی جگہ پر قائم رہ کر مدافعت فرمائیں۔ بلکہ آپ
کر دشمن کی طرف بڑھانا چاہتے تھے مگر وہ جانباز مانع آرہے تھے۔

جب گھمسان کا معرکہ ہوا کرتا تھا۔ تو صحابہ کرام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی
لیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت براء بن عازب کا قول ہے۔ "اللہ کی قسم! جب لڑائی
کرتی تھی تو ہم نبی ﷺ کی پناہ ڈھونڈا کرتے تھے۔ اور ہم میں سے بہادر وہ ہوتا



ہوتا تھا۔ (۱۲۹)
قریش نے آپ کی سخت مخالفت کی۔ جب ابو طالب نے بھی آپ کا
تو آپ نے یوں فرمایا۔ "چچا جان' اللہ کی قسم! اگر وہ سورج کو میرے
بائیں ہاتھ میں رکھ دیں تاکہ میں اس کام کو چھوڑ دوں۔ تب بھی
یہاں تک کہ خدا اسے غالب کر دے یا میں خود اس میں ہلاک ہو جاؤں۔"
قریش نے مسلمانوں کو اس قدر ستایا کہ ان کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا تنگ آ
سے عرض کیا کہ آپ ان پر بددعا فرمائیں۔ یہ سن کر آپ کا چہرہ
"تم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں ان پر لوہے کی کنگھیاں چلائی جاتیں
علیحدہ ہو جاتا۔ اور ان کے سروں پر آرے رکھے جاتے اور چیر کر دو
اذیتیں ان کو دین سے برگشتہ نہ کر سکتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ دین اسلام کو
یہاں تک کہ ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک سفر کرے گا اور اسے خدا
" (صحیح بخاری)

کی قوت بدنی بھی سب سے زیادہ تھی۔ غزوہ احزاب میں جب صحابہ
تو ایک جگہ ایسی سخت زمین ظاہر ہوئی کہ سب عاجز آگئے۔ آپ سے
شریف خندق میں اترے۔ اور ایک کدال ایسا مارا کہ وہ سخت زمین ریگ
(۱۳۰)

بن ہاشم قرشی مطلبی قریش میں سب سے طاقتور تھا۔ وہ ایک روز مکہ کے
علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملا۔ آپ نے اس سے فرمایا۔ "رکانہ! کیا تو خدا سے نہیں
اسلام کو قبول نہیں کرتا؟" اس نے کہا۔ کہ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ جو
ہے۔ تو میں آپ پر ایمان لے آؤں۔ آپ نے فرمایا۔ "اگر میں تجھے کشتی
تو مان جائے گا کہ میں جو کچھ کہتا ہوں سچ ہے؟" وہ بولا کہ ہاں۔ آپ نے اسے
چت گرا دیا۔ کہنے لگا۔ "محمد! آپ مجھ سے دوبارہ کشتی لڑیں" آپ نے
پچھاڑ دیا۔ اس پر اس نے کہا۔ "محمد! خدا کی قسم آپ کا مجھے پچھاڑنا عجیب ہے۔"
تو خدا سے ڈرے اور مجھ پر ایمان لائے۔ تو میں اس سے بھی عجیب امر تجھ کو
وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ کہ یہ درخت جو تو دیکھتا ہے میں اسے بلاتا
چلا آئے گا۔ اس نے کہا کہ آپ اسے بلائیے۔ چنانچہ وہ درخت آپ کے
نے کہا۔ کہ اسے حکم دیجئے کہ اپنی جگہ پر چلا جائے۔ آپ کے حکم سے وہ

اپنی جگہ پر چلا گیا۔ رکانہ نے اپنی قوم میں جاکر کہا کہ میں نے محمد (ﷺ) سے [illegible]
نہیں دیکھا۔ پھر بیان کیا جو کچھ دیکھا تھا۔(۱۳۱) رکانہ مذکور فتح مکہ میں ایمان لا [illegible]
عنہ۔

آپ نے ابوالاسود جمحی کو بھی پچھاڑا تھا۔ جو ایسا طاقتور تھا کہ گائے کی کھال [illegible]
دس جوان اس کھال کو اس کے پاؤں کے نیچے سے نکال لینے کی کوشش کرتے۔ [illegible]
مگر اس کے پاؤں کے نیچے سے نہ نکل سکتا تھا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ سے کہا۔ "اگر آپ [illegible]
میں پچھاڑ دیں تو میں آپ پر ایمان لے آؤں گا۔" آپ نے اسے پچھاڑ دیا۔ مگر وہ [illegible]
(۱۳۲)

## زہد

یہ وصف بھی آنحضرت ﷺ کی ذات مبارک میں کمال درجے کا تھا۔ [illegible]
ایک قوم کے پاس سے گزرے۔ جن کے آگے بکری کا بھنا ہوا گوشت رکھا ہوا تھا۔ [illegible]
کو شریک طعام ہونے کے لئے بلایا مگر آپ نے یہ فرما کر انکار کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ
تشریف لے گئے اور جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہ کھائی۔(۱۳۳)

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے اہل بیت کبھی [illegible]
روٹی سے سیر نہ ہوئے یہاں تک کہ آپ اس دنیا سے رحلت فرما گئے۔(۱۳۴) [illegible]
ہے کہ نبی ﷺ نے کبھی خوان پر کھانا نہ کھایا۔ اور نہ باریک روٹی تناول فرمائی۔(۱۳۵)

حضور اقدس ﷺ کے دولتخانہ میں بعض دفعہ دو دو مہینے آگ روشن نہ ہوا [illegible]
صرف پانی اور چھواروں پر گزارہ ہوتا تھا۔(۱۳۶) بعض وقت آپ بھوک کی شدت [illegible]
باندھ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابو طلحہ انصاری بیان فرماتے ہیں۔ کہ ایک روز ہم [illegible]
ﷺ سے بھوک کی شکایت کی اور ہم میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے پیٹ پر ایک [illegible]
دکھایا۔ پس آپ نے اپنے پیٹ مبارک پر دو پتھر بندھے دکھائے۔(۱۳۷)

حضرت عائشہ صدیقہ کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا [illegible]
کے طاق میں سوائے آدھے پیمانہ جو کے کچھ کھانے کو نہ تھا۔(۱۳۸) اور آپ کی زرہ [illegible]
کے ہاں تیس صاع جو کے عوض گروی تھی جو آپ نے اپنے اہل و عیال کے [illegible]
تھے۔(۱۳۹)

ایلاء کے زمانہ میں آنحضرت ﷺ ایک مشربہ (بالا خانہ) میں تشریف [illegible]



[illegible] رکھا جاتا تھا۔ حضرت عمر فاروق کو جب ایلاء کی خبر ملی۔ تو گھبرائے
[illegible] خدمت اقدس ہوئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک کھری
[illegible] جو برگ خرما سے بنی ہوئی ہے اور جس پر کوئی توشک وغیرہ نہیں۔
[illegible] آپ کے پہلوئے مبارک پر پڑے ہوئے ہیں۔ اور بدن مبارک پر ایک تہہ
[illegible] ایک تکیہ ہے۔ جس میں خرمہ کی چھال بھری ہوئی ہے۔ میں نے
[illegible] کو دیکھا۔ ایک کونے میں مٹھی بھر جو رکھے ہوئے تھے۔ پاؤں مبارک
[illegible] کچھ پتے۔ (جو دباغت میں کام آتے ہیں) پڑے ہوئے تھے۔ اور سر
[illegible] پر تین کھالیں لٹک رہی تھیں۔ یہ دیکھ کر میری آنکھوں سے آنسو
[illegible] پوچھا۔ ابن خطاب! کیوں روتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ کیوں نہ
[illegible] نشان آپ کے پہلوئے مبارک پر پڑے ہوئے ہیں۔ یہ آپ کا خزانہ ہے۔
[illegible] رہا ہے۔ قیصر و کسریٰ تو باغ و بہار کے مزے لوٹیں اور خدا کے رسول و
[illegible] حال ہو۔ آپ نے فرمایا۔ ابن خطاب! کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ آخرت
[illegible] ہو۔(۱۴۰)

[illegible] بن مسعود فرماتے ہیں۔ کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ بوریائے خرما پر
[illegible] تو اس کے نشان آپ کے پہلوئے مبارک پر پڑے ہوئے تھے۔ ہم نے
[illegible] ہم آپ کے لئے گدا ہوا دیتے ہیں آپ نے فرمایا۔ "مجھے دنیا سے کیا
[illegible] اس سوار کی مانند ہے جو ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ جاتا ہے۔ پھر اس کو
[illegible]"(۱۴۱)

[illegible] ﷺ اپنے اہل و عیال کے لئے بھی زہد کی زندگی پسند فرماتے تھے۔ چنانچہ
[illegible] کے حجرے کھجور کی شاخوں سے بنے ہوئے تھے۔ جن کی چھت کہگل
[illegible] آدم سے کچھ ہی اونچے تھے۔ جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ پہننے کے لئے ان
[illegible] صرف ایک ایک جوڑا کپڑا تھا۔(۱۴۲)

[illegible] کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ سفر کا قصد فرماتے تو اپنے اہل میں
[illegible] حضرت فاطمہ زہرہ سے مل کر جاتے۔ اور واپس آکر سب سے پہلے حضرت
[illegible] ایک دفعہ آپ کسی غزوہ سے تشریف لائے۔ حضرت فاطمہ نے اپنے
[illegible] ہوا تھا۔ اور امام حسن اور امام حسین کو چاندی کے کنگن پہنائے ہوئے تھے۔
[illegible] حضرت فاطمہؓ کے یہاں آئے۔ تو اندر داخل نہ ہوئے اور تشریف لے گئے

حضرت فاطمہ زہرا نے خیال کیا۔ کہ زینت وزیور ہی نے آنحضرت ﷺ کو [illegible]
ہے۔ اس لئے پردے کو پھاڑ ڈالا۔ اور بچوں کے ہاتھوں سے کنگن نکال دیئے۔ [illegible]
ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے۔ حضور نے کنگن ان سے لے لئے [illegible]
زیور فلاں شخص کی آل کے ہاں لے جا۔ کیونکہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔ میں [illegible]
اپنی دینوی زندگی میں لذائذ سے حظ اٹھائیں۔ ثوبان! فاطمہ کے لئے ایک [illegible]
عاج (ہاتھی دانت) کے دو کنگن خرید لاؤ۔ (۱۴۴)

ایک روز رسول اللہ ﷺ اپنی صاحبزادی حضرت بی بی فاطمہ کے [illegible]
مگر اندر داخل نہ ہوئے۔ حضرت علی آئے تو حضرت فاطمہ نے ان سے [illegible]
آنحضرت ﷺ سے ذکر کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ فاطمہ کے دروازے پر [illegible]
فرمایا کہ مجھے دنیا سے کیا غرض جب حضرت علی نے حضرت فاطمہ سے [illegible]
حضور انور اس بارے میں جو چاہیں ارشاد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ اسے فلاں [illegible]
دے دیں۔ اسی طرح حضرت علی فرماتے ہیں کہ مجھے نبی ﷺ نے ایک [illegible]
بطور ہدیہ عطا فرمایا۔ میں نے اسے پہن لیا۔ یہ دیکھ کر حضور انور کے چہرہ مبارک [illegible]
نمودار ہوئے۔ میں نے اسے پھاڑ کر اپنی عورتوں میں تقسیم کر دیا۔ (۱۴۵)

ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت علی بن ابی طالب کی دعوت کی۔ [illegible]
حضرت فاطمہ زہرا نے کہا۔ کیا خوب ہو اگر ہم رسول اللہ ﷺ کو بھی شریک [illegible]
ہم نے آپ کو بلایا۔ آپ تشریف لائے۔ آپ نے دروازے کے بازوؤں پر [illegible]
اور گھر کے ایک طرف پردہ لٹکتا دیکھ کر واپس تشریف لے گئے۔ حضرت [illegible]
سے کہا کہ جایئے اور دیکھئے کہ آپ کس واسطے واپس ہو گئے۔ حضرت علی نے [illegible]
دریافت کیا۔ تو فرمایا کہ یہ پیغمبر کی شان کے خلاف ہے کہ زیب وزینت والے گھر [illegible]

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کسی غزوہ میں [illegible]
تھے۔ میں آپ کی واپسی کا انتظار کیا کرتی تھی۔ ہمارے ہاں ایک رنگین فرش [illegible]
چھت کے ایک شہتیر پر لپیٹ دیا۔ جب آپ تشریف لائے۔ تو میں نے آگے [illegible]
السلام علیک یا رسول اللہ و رحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ سب ستائش خدا کے [illegible]
آپ کو شرف وبزرگی بخشی۔" آپ نے گھر میں بساط رنگین دیکھ کر میرے سلام [illegible]
نے آپ کے چہرہ مبارک پر کراہت کے آثار دیکھے۔ آپ نے اس فرش کو پھاڑ [illegible]
نے جو کچھ ہمیں دیا ہے۔ اس کے بارے میں ہمیں یہ حکم نہیں دیا کہ اینٹ پتھر کو [illegible]



[illegible] جن میں کھجور کی چھال بھر دی۔ آپ نے اس پر اعتراض نہ فرمایا۔

[illegible] صدیقہ فرماتی ہیں کہ ہمارے ہاں ایک پردہ تھا۔ جس میں پرندوں کی
[illegible] رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اے عائشہ! اس کو بدل ڈالو۔ کیونکہ جب میں اسے
[illegible] آتا ہے۔ (۱۴۷)

[illegible] آنحضرت ﷺ کا یہ زہد اختیاری تھا۔ خدا تعالیٰ نے تو زمین (۱۴۸) کے
[illegible] کیں۔ مگر آپ کی ہمت عالی نے عبودیت وزہد کو پسند فرمایا۔ آپ
[illegible] پروردگار نے مجھ سے فرمایا کہ "اگر تو چاہے تو تیرے واسطے وادی مکہ کو سونا
[illegible] عرض کیا۔ "اے میرے پروردگار میں یہ نہیں چاہتا۔ بلکہ یوں چاہتا ہوں کہ
[illegible] اور دوسرے روز بھوکا رہوں۔ جب بھوکا رہوں۔ تو تیرے آگے زاری و
[illegible] ہو جاؤں تو تیری حمد تیرا شکر کروں۔ (۱۴۹)"

[illegible] ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کو فتوحات بکثرت ہوئیں۔ مگر جو کچھ آتا راہ
[illegible] اور زہد کی زندگی بسر کرتے۔ یہاں تک کہ جب آپ کا وصال شریف ہوا۔ تو
[illegible] کملی اور تہہ بند تھا۔ کملی میں پیوند پر پیوند لگے ہوئے تھے۔ ار نمدہ کی
[illegible] کا کپڑا بھی پیوندوں کی کثرت سے موٹا ہو گیا تھا۔ (۱۵۰) اور آپ کی زرہ
[illegible] یہودی کے پاس بیس صاع جو میں گروی تھی۔ جو آپ نے اپنے اہل کے لئے
[illegible] (ترمذی)

## خوف وعبادت

[illegible] الٰہی اور علم سب سے زیادہ تھا۔ اس لئے آپ سب سے زیادہ خدا ترس اور
[illegible] چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔ "قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری
[illegible] معلوم ہوتا جو مجھے معلوم ہے۔ تو تم البتہ زیادہ روتے اور تھوڑا ہنستے۔ (۱۵۱)

[illegible] کا یہ حال تھا کہ کثرت قیام شب کے سبب سے آپ کے پاؤں مبارک پر
[illegible] نے عرض کیا۔ کہ آپ یہ تکلیف ومحنت کیوں اٹھاتے ہیں۔ حالانکہ خدا
[illegible] اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے ہیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا۔ "کیا میں شکر
[illegible] (۱۵۲) یعنی کیا میں اس بات کا شکر نہ کروں کہ میں بخشا گیا۔

[illegible] صدیقہ فرماتی ہیں۔ کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ تمام رات نماز میں

کھڑے رہے۔ اور قرآن کی ایک آیت بار بار پڑھتے رہے۔ (۱۵۴)

حضرت حذیفہ بن الیمان کا بیان ہے۔ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ [illegible]
میں نماز پڑھتے دیکھا۔ آپ یوں پڑھتے تھے۔ اللہ اکبر۔ (تین بار) ذوالملکوت [illegible]
والکبریاء والعظمۃ۔ پھر دعائے استفتاح پڑھتے تھے بعد ازاں آپ نے [illegible]
سورہ بقرہ پڑھ کر رکوع کیا۔ آپ کا رکوع (طوالت میں) مانند قیام کے تھا۔ اور اس [illegible]
العظیم پڑھتے تھے۔ پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا۔ آپ کا قومہ مانند رکوع [illegible]
میں لربی الحمد پڑھتے تھے۔ پھر آپ نے سجدہ کیا۔ آپ کا سجدہ مانند قومہ [illegible]
سبحان ربی الاعلی پڑھتے تھے۔ پھر آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا آپ دو [illegible]
سجدہ کے بیٹھتے تھے۔ اور رب اغفرلی۔ رب اغفرلی۔ پڑھتے تھے۔ [illegible]
رکعتیں پڑھیں۔ اور ان میں سورہ بقرہ و آل عمران و نساء اور مائدہ یا انعام

آپ کو خوف الٰہی کمال درجہ کا تھا۔ حضرت عبداللہ بن الشخیر [illegible]
روز میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ آپ [illegible]
رونے کے سبب سے آپ کے شکم مبارک سے تانبے کی دیگ (کے جوش) کی [illegible]
(۱۵۵)

رسول اللہ ﷺ کی عبادت کے تفصیلی حالات کتب احادیث میں [illegible]
اختصار ان کے ایراد کی گنجائش نہیں۔ مگر اتنا بتا دینا ضروری ہے کہ آپ کا [illegible]
سے خالی ہوا کرتا تھا۔ نہ تمام رات نماز پڑھتے اور نہ تمام رات سوتے۔ بلکہ [illegible]
سو بھی لیتے۔ اور اسی طرح روزوں کا حال تھا۔ ماہ رمضان مبارک کی طرح [illegible]
رکھتے باقی دس مہینوں میں سے ہر ایک میں آپ ہمیشہ روزہ نہ رکھتے کہ [illegible]
افطار فرماتے کہ تفریط لازم آئے۔ بلکہ ہر مہینہ میں کبھی روزہ رکھتے اور کبھی [illegible]

## عدل و انصاف

رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ عادل و امین تھے۔ طفولیت میں [illegible]
کو پہلے پہل گود میں لیا۔ تو آپ نے صرف داہنی چھاتی سے دودھ پیا۔ اور دوسری [illegible]
کے لئے چھوڑ دی۔ (۱۵۷)

جب آپ غنائم حنین تقسیم فرما رہے تھے۔ تو ذوالخویصرہ [illegible]
اللہ! عدل کیجئے آپ نے فرمایا۔ "تجھ پر افسوس۔ میں اگر عدل نہ کروں تو اور کون [illegible]



[illegible] کار ہے۔" حضرت عمر فاروق نے عرض کیا کہ مجھے اجازت دیجئے کہ
[illegible] آپ نے فرمایا۔ "اسے جانے دو۔ کیونکہ اس کے اصحاب ایسے ہیں۔ کہ
[illegible] میں تم اپنی نمازوں کو اور ان کے روزوں کے مقابلے میں اپنے روزوں کو
[illegible] یوں نکل جاتے ہیں۔ جیسا تیر شکار میں سے نکل جاتا ہے۔ (۱۵۸)

[illegible] آپ نے ایک شخص سے کچھ کھجوریں ادھار لیں۔ جب اس نے تقاضا کیا۔ تو
[illegible] پاس کچھ نہیں ہے۔ مہلت دیجئے کہ کچھ آجائے تو ادا کر دوں۔" یہ سن
[illegible] "اس پر حضرت عمر فاروق کو غصہ آگیا۔ آپ نے فرمایا۔ "عمر جانے دو۔
[illegible] ہے۔" پھر آپ نے حضرت خولہ بنت حکیم انصاریہ سے کھجوریں منگوا
[illegible] (۱۵۹)

[illegible] اسلمی کا بیان ہے کہ مجھ پر ایک یہودی کا چار درہم قرض تھا۔ یہ وہ زمانہ
[illegible] غزوہ خیبر کا ارادہ فرما رہے تھے اس نے مجھ سے تقاضا کیا۔ میں نے مہلت
[illegible] پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گیا۔ آپ نے مجھ سے دو دفعہ
[illegible] میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ مہم خیبر کا ارادہ فرما رہے ہیں۔
[illegible] غنیمت ہاتھ لگے۔ آپ نے پھر فرمایا کہ اس کا حق ادا کر دو۔ یہ قاعدہ تھا کہ
[illegible] بات کے لئے تین بار فرما دیتے۔ تو پھر کوئی عذر نہ کیا جاتا۔ میرے پاس
[illegible] عمامہ تھا۔ میں نے اس یہودی سے کہا۔ کہ اس تہہ بند کو مجھ سے خرید
[illegible] درہم میں خرید لیا۔ میں نے عمامہ سر سے اتار کر کمر سے لپیٹ لیا۔ ایک
[illegible] گزری۔ اس نے اپنی چادر مجھے اوڑھا دی۔ (۱۶۰)

[illegible] صحابی تھے ان سے اس نام کی وجہ تسمیہ دریافت کی گئی۔ تو کہنے لگے۔ کہ ایک
[illegible] میں نے خرید لئے۔ پھر میں (قیمت لانے کے بہانہ سے) اپنے گھر میں
[illegible] سے نکل گیا۔ اور ان اونٹوں کو بیچ کر اپنی حاجت پوری کی۔ میں نے خیال کیا
[illegible] میں واپس آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ کھڑا ہے۔ وہ مجھے پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کی
[illegible] عرض کیا۔ آپ نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ میں نے
[illegible] نے اونٹوں کو بیچ کر اپنی حاجت روائی کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تو سرق
[illegible] تم اس کو بیچ کر اپنی قیمت وصول کر لو۔ چنانچہ لوگ اس سے میری قیمت
[illegible] کہا تھا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ وہ کہتے تھے کہ ہم خرید کر اس کو آزاد کرنا چاہتے
[illegible] کہا کہ میں تمہاری نسبت ثواب کا زیادہ مستحق و خواہاں ہوں۔ اور مجھ سے کہا

کہ جاؤ۔ میں نے تم کو آزاد کر دیا۔ (۱۶۱)

ایک دفعہ خاندان مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی۔ قریش نے [illegible]
جائے۔ انہوں نے حضرت اسامہ بن زید سے جو رسول اللہ ﷺ کے محبوب [illegible]
کی کہ آپ سفارش کیجئے۔ چنانچہ حضرت اسامہ نے رسول اللہ ﷺ سے [illegible]
فرمایا۔ "تم حد میں سفارش کرتے ہو۔ تم سے پہلے لوگ (بنی اسرائیل) اسی [illegible]
کہ وہ غریبوں پر حد جاری کرتے اور امیروں کو چھوڑ دیتے۔ خدا کی قسم اگر [illegible]
کرتی۔ تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔" (۱۶۲)

ایک روز رسول اللہ ﷺ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ ایک شخص [illegible]
گیا۔ آپ نے کھجور کی سوکھی شاخ سے جو آپ کے دست مبارک میں تھی [illegible]
اس کے منہ پر خراش آگئی۔ آپ نے فرمایا کہ تم مجھ سے قصاص لے لو۔ [illegible]
رسول اللہ میں نے معاف کر دیا۔" (۱۶۳)

آنحضرت ﷺ جنگ بدر کے لئے صف آرائی کر رہے تھے۔ [illegible]
انصاری صف سے آگے نکلے ہوئے تھے۔ آپ نے ایک تیر کی لکڑی سے ان کے [illegible]
فرمایا:۔ استوا یا سواد۔ اے سواد برابر ہو جاؤ۔

اس پر سواد نے حضور ﷺ سے قصاص طلب کیا۔ آپ نے فوراً اپنا [illegible]
اور فرمایا کہ قصاص لے لو۔ یہ قصہ بالتفصیل پہلے آ چکا ہے۔

آپ کی امانت کا یہ عالم تھا۔ کہ نبوت سے پہلے بھی آپ عرب میں [illegible]
چنانچہ قریش کعبہ کو از سر نو بنانے لگے اور وہ حجر اسود کی جگہ تک تیار ہو گیا تو [illegible]
ہوا۔ ہر ایک قبیلہ یہی چاہتا تھا۔ کہ حجر اسود کو اٹھا کر ہم اس کی جگہ پر رکھیں گے۔ [illegible]
جو شخص کل صبح باب بنی شیبہ سے حرم میں پہلے داخل ہو وہ ثالث بنے۔ اتفاقاً [illegible]
پہلے داخل ہوئے وہ آنحضرت ﷺ تھے۔ آپ کو دیکھتے ہی سب پکار اٹھے:۔

هٰذَا الْاَمِیْنُ رَضِیْنَا هٰذَا مُحَمَّدٌ۔

(ترجمہ) یہ امین ہیں۔ ہم راضی ہیں۔ یہ محمد ہیں۔

جب انہوں نے آپ سے یہ معاملہ ذکر کیا۔ تو آپ نے ایک چادر [illegible]
میں رکھا۔ پھر فرمایا کہ ہر طرف والے ایک ایک سردار انتخاب کر لیں۔ اور وہ [illegible]
کے چاروں کونے تھام لیں اور اوپر کو اٹھائیں۔ اس طرح جب وہ چادر مقام نصب [illegible]
آپ نے اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو اٹھا کر دیوار کعبہ میں نصب فرمایا۔ [illegible]



[illegible] ﷺ کے بدن مبارک پر ایک جوڑا قطری موٹے کپڑے کا۔ جب
[illegible] بوجھل ہو جاتا۔ ایک یہودی کے ہاں شام سے کپڑے آئے۔ حضرت
[illegible] کہ آپ کسی کے ہاتھ اس سے ایک جوڑا قرض منگوالیں۔ جب آپ کا
[illegible] تو اس نے کہا۔ "میں سمجھا۔ مطلب یہ ہے کہ وہ میرا مال یا دام یوں ہی اڑا
[illegible] "اس نے جھوٹ کہا۔ اسے معلوم ہے کہ میں سب سے زیادہ پرہیزگار
[illegible] کرنے والا ہوں۔" (۱۶۵)

[illegible] آنحضرت ﷺ سے سخت عداوت تھی۔ مگر باوجود اس کے اپنی جو کم کی
[illegible] کہا کرتے تھے۔ جیسا کہ اس کتاب میں پہلے مذکور ہوا۔

## صدق

[illegible] نے بھی آنحضرت ﷺ کی صداقت کے قائل تھے۔ حضرت عبداللہ
[illegible] تھے کہ حضور کو دیکھتے ہی پکار اٹھے:۔

[illegible] بِوَجْهِ كَذَّابٍ۔

[illegible] کا چہرہ نہیں۔ (۱۶۶)

[illegible] میں ہرقل روم نے ابو سفیان (جو اب تک ایمان نہ لائے تھے) سے
[illegible] پوچھا۔ "کیا دعویٰ نبوت سے پہلے تمہیں ان پر جھوٹ بولنے کا گمان ہوا
[illegible] نہیں۔

[illegible] روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ ابو جہل نے آنحضرت ﷺ سے
[illegible] جھوٹا نہیں کہتے۔ لیکن جو کچھ (کتاب و شریعت) تم لائے ہو۔ اس سے
[illegible] ابو جہل اور اس کے امثال کی شان میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل

[illegible] وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ۔

(انعام۔ ع ۴)

[illegible] نہیں کہتے۔ لیکن ظالم خدا کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔
[illegible] حضرت امیر معاویہ کی والدہ ہندہ کا باپ تھا۔ جو جنگ بدر میں کفر پر مرا۔
[illegible] آنحضرت ﷺ سے گفتگو کرنے کے لئے بھیجا۔ اس نے حضور پر چند

امور پیش کئے کہ ان میں سے جو چاہیں اختیار کریں۔ اور نئے مذہب سے باز آ...
میں آپ نے سورہ حم السجدہ پڑھنی شروع کی۔ جب آپ آیۃ فان اعرضوا پر پہنچے...
کے منہ مبارک پر ہاتھ رکھ کر قرات کی قسم دے کر کہا کہ آپ آگے نہ پڑھیں...
نے واپس جا کر قریش سے یہ ماجرا بیان کیا اور کہا کہ اس نے مجھے قرآن سنا...
پہنچا:۔

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ

(ترجمہ) اگر وہ منہ پھیریں تو کہہ دیجئے کہ میں نے تمہیں ایک کڑاکے سے ڈرایا...
ثمود پر آیا تھا۔

تو میں نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ اور قرابت قریبہ کی قسم دے کر...
نہ پڑھے۔ تمہیں معلوم ہے۔ کہ محمد (ﷺ) جب کچھ کہہ دیتا ہے۔ تو جھوٹ نہیں...
میں ڈر گیا کہ کہیں تم پر وہ عذاب نازل ہو جائے جس سے اس نے ڈرایا تھا۔ (۱۶۷)

جب آنحضرت ﷺ کو اعلان دعوت کا حکم آیا۔ تو آپ نے کوہ صفا...
پکارا۔ جب وہ جمع ہو گئے۔ تو آپ نے ان سے پوچھا۔ "بتاؤ۔ اگر میں تم سے یہ کہوں...
ایک سواروں کا لشکر تم پر تاخت و تاراج کرنا چاہتا ہے تو کیا تمہیں یقین آ جائے گا۔" ...
کیونکہ ہم نے تم کو سچ ہی بولتے دیکھا ہے۔ (۱۶۸)

## حسن عہد ووفا

جب ہرقل قیصر روم نے ابو سفیان سے پوچھا۔ "کیا وہ مدعی نبوت عہد...
تو ابو سفیان نے جواب دیا کہ نہیں۔

ابو رافع ایک قبطی غلام تھے۔ جو مکہ میں رہا کرتے تھے ان کا بیان ہے...
سفیر بنا کر رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجا۔ جب میں نے آپ کو دیکھا تو میرے دل...
صداقت جاگزیں ہو گئی۔ میں نے عرض کیا۔ "یا رسول اللہ! میں واللہ کبھی ان...
جاؤں گا۔" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ "میں عہد شکنی نہیں کرتا اور نہ قاصدوں کو...
روکتا ہوں۔ تم اب لوٹ جاؤ۔ اگر وہاں بھی تمہارے دل میں صداقت اسلام رہی...
ابو رافع کا قول ہے کہ میں چلا گیا۔ پھر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لایا...

آنحضرت ﷺ عہد شکنی کو بہت برا جانتے تھے۔ چنانچہ فرمایا کرتے تھے...

مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَاِنَّ رِيْحَهَا لَتُوْجَدُ مِنْ...



...غیر مسلم معاہد (ذمی) کو قتل کرے گا وہ بہشت کی بو نہ سونگھے گا۔ حالانکہ
...کی مسافت سے آئے گی۔ (۱۷۰)

حضرت عبداللہ بن ابی الحمساء بیان کرتے ہیں کہ میں نے بعثت سے پہلے نبی ﷺ سے
...اس کی قیمت میں سے کچھ میرے ذمہ باقی رہا۔ میں نے آپ سے وعدہ کیا۔ کہ میں
...اسی جگہ آپ کے پاس آتا ہوں چنانچہ میں چلا گیا اور اپنا وعدہ بھول گیا۔ تین راتوں
...میں بقیہ قیمت لے کر آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضور اسی جگہ بیٹھے رہے ہیں۔ آپ
...اے شخص تو نے مجھے مشقت میں ڈال دیا۔ میں تین راتوں سے یہاں تیرا
...(۱۷۱)"

## عفت وحیا

حضور اقدس ﷺ کی پاک دامنی کا ذکر کس زبان سے کیا جائے صرف اتنا بتا دینا کافی ہے
...کسی عورت کو جس کے آپ مالک نہ ہوں نہیں چھوا۔

...خلق ہے جس کے ذریعے انسان قبائح شرعیہ کے ارتکاب سے بچتا ہے۔ حضور علیہ
...اقدس میں غایت درجہ کی حیا تھی۔ چنانچہ حضرت ابو سعید خدری بیان کرتے
...رسول اللہ ﷺ پردہ دار دوشیزہ سے بڑھ کر حیادار تھے۔ جب آپ کسی امر کو ناپسند
...آپ کے چہرہ مبارک میں پہچان جاتے۔ (۱۷۲) یعنی غایت حیا کے سبب سے
...تصریح نہ فرماتے تھے۔ بلکہ ہم اس کے آثار چہرہ انور میں پاتے۔

## تقسیم اوقات

حضرت امام حسین کا بیان ہے۔ کہ میں نے اپنے والد بزرگوار سے دریافت کیا کہ رسول
...دولتخانہ میں گزرتا تھا۔ آپ اس میں کیا کیا کرتے تھے۔ انہوں نے فرمایا۔
...ﷺ گھر میں داخل ہوتے تو اس میں قیام کے وقت کے تین حصے کر لیتے تھے۔
...اللہ کی عبادت کے لئے۔ دوسرا اپنے اہل (کے ساتھ موانست و معاشرت) کے لئے۔
...اقدس کے لئے۔ پھر اپنے ذاتی حصہ کو اپنے اور عام لوگوں کے درمیان تقسیم کر
...دولتخانہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ آپ ان کی وساطت سے عوام
...حاضر نہ ہوا کرتے تبلیغ احکام فرماتے۔ اور نصیحت و ہدایت کی کوئی بات عام و خاص

سے پوشیدہ نہ رکھتے۔ حصہ امت میں آپ کا طریقہ یوں تھا کہ اہل فضل کو ترجیح
خدمت ہو کر افادہ عام کریں۔ اور اس حصہ امت کو بقدر حاجات دینیہ تقسیم فرماتے۔
سے کسی کو ایک مسئلہ دین دریافت کرنا ہوتا۔ کسی کو دو اور بعض کو بہت سے مسائل
ہوتی۔ پس ان اصحاب حاجات کی طرف توجہ فرماتے اور ان کو وہی امور دریافت
میں ان کی امت کی بہبودی ہو۔ حضور ان کے مناسب حال احکام بیان فرماتے۔
حاضرین مجلس سے ارشاد فرماتے۔ کہ تمہیں چاہیے کہ بقیہ امت کو جو حاضر نہیں
نیز فرماتے کہ جو لوگ (مثلاً عورتیں۔ بیمار۔ غائب وغیرہ) اپنی حاجتیں مجھ تک
ان کے حوائج مجھ پر پیش کرو۔ کیونکہ جو شخص ایسے آدمی کی حاجت بادشاہ تک
نہیں پہنچا سکتا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے قدم (پل صراط پر) ثابت رکھے
ضروری مفید امور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا کرتے۔ اور ایسے امور
جن میں کچھ فائدہ نہ ہوتا۔ طالب وسائل دولتخانہ میں خدمت اقدس میں حاضر
سے استفادہ علوم کرتے اور لوگوں کے رہبر بن کر نکلتے۔

حضرت امام حسین فرماتے ہیں۔ کہ اس کے بعد میں نے اپنے والد
کہ آنحضرت ﷺ کا جو وقت گھر سے خارج گزرتا تھا۔ تو آپ اس میں کیا کیا
نے فرمایا۔ کہ آنحضرت ﷺ اکثر خاموش رہتے اور بجز مفید و ضروری امر
فرماتے۔ آپ لوگوں کو (حسن خلق سے) اپنا گرویدہ بناتے۔ اور ایسی بات نہ کرتے
سے نفرت کرنے لگیں۔ آپ ہر قوم کے بزرگ کی عزت کرتے اور اس کو ان کا
لوگوں کو (عذاب خدا سے) ڈراتے۔ ان سے احتراز کرتے اور بچتے۔ مگر کشادہ روئی
کسی سے دریغ نہ فرماتے۔ اپنے اصحاب کی خبر گیری فرماتے (مثلاً مریض کی عیادت
دعا اور میت کے لئے استغفار فرماتے) اپنے خاص اصحاب سے لوگوں کے حالات
(تاکہ ظالم سے مظلوم کا بدلہ لیں) آپ اچھی بات کی تحسین فرماتے اور اس کی تائید
بات کی برائی ظاہر فرماتے اور تضعیف و تردید کرتے۔ آپ کا حال ہمیشہ معتدل تھا۔
نہ تھا۔ آپ (لوگوں کی تذکیر و تعلیم سے) غافل نہ ہوتے تھے۔ کہ مبادہ وہ غافل
کی طرف مائل ہو جائیں۔ آپ بہر حال (جمیع انواع عبادات کے لئے) مستعد تھے۔
نہ کرتے۔ اور نہ حق سے تجاوز فرماتے۔ جو لوگ (استفادہ کے لئے) آپ کی خدمت
وہ خیر الناس ہوتے سب سے افضل آپ کے نزدیک وہ ہوتا جو سب مسلمانوں کا
مرتبہ میں آپ کے نزدیک سب سے بڑا وہ ہوتا جو محتاجوں کی غم خواری کرنے



کی مدد کرنے والا ہوتا۔
فرماتے ہیں کہ بعد ازاں میں نے اپنے والد بزرگوار سے آنحضرت ﷺ کی
نے فرمایا۔ کہ حضور کا مجلس سے اٹھنا اور مجلس میں بیٹھنا بغیر ذکر الٰہی
کسی مجلس میں رونق افروز ہوتے۔ تو جو جگہ خالی پاتے۔ وہیں بیٹھ جاتے۔ اور
دیتے۔ جو لوگ آپ کے پاس بیٹھتے۔ آپ ان میں سے ہر ایک کو (حسب حال
تقسیم سے) بہرہ ور فرماتے۔ آپ کا ہر ایک جلیس یہ سمجھتا کہ آپ کے نزدیک
نہیں۔ جو شخص آپ کے پاس بیٹھتا یا کسی حاجت کے لئے آپ سے کلام
اسی حالت میں ٹھہرے رہتے یہاں تک کہ وہ خود واپس ہو جاتا۔ جو شخص
کا سوال کرتا۔ آپ اس کی حاجت کو پورا کرتے یا اس سے کوئی نرم بات
فرماتے یا فرماتے کہ فلاں سے ہمارے ذمہ قرض لے لو) آپ کی کشادہ روئی اور
کے لئے عام تھا۔ آپ (بلحاظ شفقت) سب کے باپ ہو گئے تھے۔ اور وہ آپ
تھے (حسب حال و استحقاق ہر ایک کی حق رسائی ہوتی) آپ کی مجلس حلم و
کی مجلس ہوا کرتی تھی۔ اس میں آوازیں بلند نہ ہوا کرتیں۔ اور نہ اس میں کسی کی
اشاعت ہفوات ہوتی۔ آپ کی مجلس میں سب متساوی تھے۔ ہاں بلحاظ تقویٰ
تھی۔ وہ سب متواضع تھے۔ وہ مجلس مبارک میں بڑوں کی توقیر چھوٹوں پر
حاجت کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے۔ اور مسافر و اجنبی کے حق کی رعایت

# جلد دوم

## ساتواں باب

## آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزوں کا بیان

اللہ تعالیٰ نے مختلف زمانوں میں اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے اپنے [illegible]
الصلوٰۃ والسلام بھیجے۔ اور ان کی رسالت کے ثبوت کے لئے بطور دلائل ان کو [illegible]
کوئی پیغمبر ایسا نہیں جسے کوئی نہ کوئی معجزہ عطا نہ ہوا ہو۔ مگر حضور اقدس ﷺ کے [illegible]
اقوی واظہر واشہر ہیں۔ کثرت کا یہ عالم ہے۔ کہ ان کے افراد کا احاطہ انسانی طاقت [illegible]
قرآن کریم کو دیکھئے کہنے کو تو ایک معجزہ ہے۔ مگر اس میں ہزارہا معجزے ہیں۔ [illegible]
قریش سے قرآن کی کسی ایک سورت کا معارضہ طلب کیا گیا' تو وہ عاجز آ گئے۔ اب [illegible]
قرآن میں چھوٹی سے چھوٹی سورت کوثر ہے۔ جس میں دس سے کچھ اوپر کلمات [illegible]
قرآن میں ۷۷۹۳۴ کلمے ہیں۔ پس اگر سورت کوثر کی مقدار کلمات قرآن کے اجزا [illegible]
تو قریباً سات ہزار ہوں گے۔ جن میں سے ہر ایک جزء فی نفسہ معجزہ ہوگا۔ پھر اگر [illegible]
اخبار غیب وغیرہ وجوہ اعجاز پر غور کیا جائے تو سات ہزار کی تضعیف ہوتی جائے گی۔ [illegible]
کرلیں کہ ایک قرآن کریم میں کتنے معجزے ہیں۔ ہم اسی مضمون کو کسی قدر تفصیل [illegible]
فصلوں میں لکھتے ہیں۔



# فصل اول

## اعجاز القرآن کا بیان

[illegible] سے پہلے دیگر انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اپنے زمانے
[illegible] کا وجود صرف ان کی حیات دینوی تک رہا۔ علاوہ ازیں ان کے معجزات
[illegible] حاضرین وقت نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ مثلاً عصائے موسوی کو اگر
[illegible] حاضرین نے۔ ناقہ حضرت صالح علیہ السلام کا اگر مشاہدہ کیا تو اس وقت کے
[illegible] عیسیٰ علیہ السلام کا اگر ملاحظہ کیا تو حاظرین وقت نے۔ مگر حضور
[illegible] قیامت تک باقی رہے گی۔ اور ہر زمانے میں ہر صاحب عقل سلیم اس کو
[illegible] گا۔ چنانچہ جب کفار نے آنحضرت ﷺ سے پہلے نبیوں کے سے حسی
[illegible] کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

[illegible] اَنَّا اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ یُتْلٰی عَلَیْهِمْ۔ (عنکبوت۔ ع ۵)

[illegible] کہ ہم نے اتاری تجھ پر کتاب جو ان پر پڑھی جاتی ہے۔

[illegible] اگر کفار واقعی طالب حق ہیں' تو ہم نے تجھے قرآن مجید کا ایک ایسا معجزہ عطا
[illegible] ان معجزوں کی ضرورت نہیں جو از روئے تعنت وعناد تجھ سے طلب
[illegible] مکان وہر زمان میں منکرین پر پڑھا جاتا ہے۔ اور پڑھا جائے گا۔ لہٰذا یہ زندہ
[illegible] رہے گا۔ اور دوسرے معجزوں کی طرح نہیں کہ وجود میں آئے اور
[illegible] میں ہوئے اور دوسرے میں نہ ہوئے۔ اسی مطلب کو امام بوصیری رحمتہ
[illegible] میں یوں ادا کیا ہے۔(۱)

[illegible] فَفَاقَتْ كُلَّ مُعْجِزَةٍ
مِنَ النَّبِیّٖنَ اِذْ جَاءَتْ وَلَمْ تَدُمِ

[illegible] باقی آج تک وہ آیتیں معجزے اور انبیاء کے ہو گئے سب کالعدم۔
[illegible] ﷺ کی نبوت کی سب سے بڑی سب سے اشرف اور سب سے واضح دلیل
[illegible] کہ معجزات عموماً اس وحی کے مغائر ہوا کرتے تھے۔ جو کسی نبی پر نازل
[illegible] اس وحی کی صداقت پر معجزے کو بطور شاہد پیش کرتا تھا۔ مگر قرآن کریم وحی
[illegible] اپنا شاہد خود آپ ہے اور کسی دوسری دلیل کا محتاج نہیں۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب
گر دلیلت باید از وے رو متاب

حدیث من (۲) الانبیاء کے یہی (۳) معنے ہیں۔ کیونکہ اس [illegible]
علیہ السلام نے ارشاد فرمادیا کہ جب معجزہ نفس وحی ہو تو بوجہ اتحاد دلیل و مدلول [illegible]
ہوتا ہے اور اس پر ایمان لانے والے زیادہ ہوتے ہیں اسی واسطے قرآن کریم [illegible]
زمانے میں بکثرت رہے اور رہیں گے۔ خلاصہ کلام یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی [illegible]
ہے۔ چنانچہ خود قرآن مجید میں وارد ہے۔

تَبَارَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا۔ [illegible]
(ترجمہ) بڑی برکت ہے اس کی جس نے اتارا قرآن اپنے بندے پر کہ [illegible]
ڈرانے والا۔

اور قرآن کریم کے وحی الٰہی ثابت کرنے کے لئے کسی دلیل [illegible]
لہذا ہم قرآن ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور بتاتے ہیں کہ وجوہ ذیل سے [illegible]
ہے:۔

# اعجاز القرآن کی پہلی وجہ

## فصاحت وبلاغت

وجوہ اعجاز میں سب سے اعلیٰ اور مقدم قرآن کریم کی فصاحت [illegible]
عادت عرب ہے۔ زمانہ جاہلیت میں فصاحت وبلاغت میں عرب (۴) کا [illegible]
قوم کو نصیب نہیں ہوا۔ ان کا نام ہی بتا رہا ہے کہ اس فن میں ان کو کس قدر [illegible]
امور میں وہ اس فن کے عجائبات بداہتہً ظاہر کیا کرتے تھے۔ محافل و مجالس میں [illegible]
دیا کرتے تھے۔ اور گھمسان کے معرکوں میں طعن و ضرب کے درمیان [illegible]
مطالب عالیہ کے حصول میں بھی اپنی سحر بیانی سے کام لیتے تھے۔ اس فن سے [illegible]
کو بخی' ناقص کو کامل' گمنام کو نامور اور مشکل کو آسان کر دیتے تھے۔ جسے چاہتے [illegible]
ہجو سے وضیع بنا دیتے۔ اور اسی سے کینہ دیرینہ دلوں سے دور کر کے بیگانے [illegible]
یقین تھا کہ اقلیم سخن کے مالک اور میدان فصاحت وبلاغت کے شہسوار ہم ہی [illegible]
ہوئے تھے کہ کوئی کلام ہمارے کلام سے سبقت نہیں لے جاسکتا۔

فصاحت وبلاغت کے اس کمال پر ان کی روحانی حالت نہایت ہی گری [illegible]
بتوں کی پوجا کیا کرتے تھے' حتیٰ کہ خانہ خدا کو انہوں نے بت خانہ بنایا ہوا تھا۔ [illegible]



[illegible] ستاروں اور سورج اور چاند کو پوجتے تھے۔ بعض تشبیہ کے قائل تھے اور
[illegible] کیا کرتے تھے اور بعض کو خدا کی ہستی ہی سے انکار تھا۔ اوامر و نواہی کی انہیں
[illegible] ان کے پاس کوئی الہامی کتاب تھی۔ دین ابراہیمی بجز چند رسوم کے بالکل
[illegible] کا یہ عالم تھا کہ بعضے لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کر دیتے تھے۔ وہ
[illegible] شراب خوری' قمار بازی اور قتل و غارتگری میں مشغول رہتے تھے۔ ان کے
[illegible] موجود تھے ان کی حالت بھی دگرگوں تھی۔ اور ان کی کتابیں بھی محرف ہو چکی
[illegible] عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ اور نصاریٰ تین خدا مانتے تھے اور مسئلہ
[illegible] کی کوئی ضرورت ہی محسوس نہ کرتے تھے۔ غرض ملک عرب میں ساری
[illegible] اور عقائد قبیحہ موجود تھے۔ مشرکین وہاں تھے' آتش پرست' ستارہ پرست'
[illegible] پرست' اور درخت پرست وہاں تھے۔ نصاریٰ وہاں تھے۔ یہود وہاں تھے
[illegible] وہاں تھے دہریہ وہاں تھے۔

[illegible] مذکورہ بالا اس امر کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ ایسے مرکز میں خدا کی
[illegible] کامل طبیب روحانی ساری دنیا کے لئے مبعوث ہو۔ چنانچہ حسب عادت الٰہی ان
[illegible] کامل بندہ آیا۔ اور ایک کامل کتاب لایا۔ جس میں قیامت تک ہر زمانے اور ہر قوم
[illegible] کا خدائی نسخہ درج تھا۔ (۵)

[illegible] روحانی سے وہ پہلے ہی آشنا تھے۔ کیونکہ وہ اللہ کا پیارا خاتم سلسلہ انبیاء انہیں
[illegible] کے درمیان پیدا ہوا اور انہیں کے درمیان پرورش پائی۔ ابھی اپنی والدہ ماجدہ
[illegible] میں تھا کہ والد ماجد نے انتقال فرمایا۔ جب چھ سال کا ہوا تو والدہ ماجدہ نے بھی
[illegible] رحلت فرمائی۔ بعد ازاں دادا اور چچا یکے بعد دیگرے اس کی پرورش کے متکفل
[illegible] در یتیم کی تعلیم کا کوئی سامان نہ ہوا نہ ہو سکتا تھا۔ کیونکہ مکہ میں نہ کوئی مدرسہ
[illegible] وطن سے باہر کسی دوسری جگہ جا کر تعلیم پانے کا اتفاق ہوا۔ اگر ایسا ہوتا تو اہل
[illegible] سکتا تھا۔ غرض چالیس سال کی عمر تک وہ بندہ کامل امیوں میں امی مگر صدق و
[illegible] ایک استاد ازل کی تعلیم سے منصب نبوت پر سرفراز ہوا۔

[illegible] امین نے جو کتاب اپنی نبوت کے ثبوت میں اپنے ہم وطنوں کے سامنے
[illegible] زبان میں تھی۔ اور اسی فن میں ان سے معارضہ طلب کیا جس میں وہ نقادہ لمن
[illegible] تھے۔ اس میں شک نہیں کہ ان میں افصح الفصحاء' ابلغ البلغاء مصاقع الخطباء اور
[illegible] تھے۔ مگر جب معارضہ کے لئے وہ کتاب پیش کی گئی تو ان کی عقلیں چکرا گئیں۔

اس رحمت عالم ﷺ نے باوجود قلت اتباع کے کھلے الفاظ میں یوں [illegible]
انس و جن مل کر اس کا معارضہ کرنا چاہیں تو نہ کر سکیں گے۔ (بنی اسرائیل۔ [illegible]
ارخاء عنان کہہ دیا کہ سارا نہیں تو ایسی دس سورتیں ہی بنالاؤ۔ (ہود۔ ع ۲) پھر [illegible]
فرمایا کہ دس نہیں تو ایسی ایک ہی سورت پیش کرو۔ (یونس۔ ع ۴) اس طرح [illegible]
میں ہم گنہگاروں کا سہارا مکہ مشرفہ میں لگاتار دس سال کفار سے طلب معارضہ [illegible]
حکم الٰہی سے ہجرت فرما کر مدینے میں رونق افروز ہوا تو وہاں بھی دس سال فاتوا [illegible]
سے تحدی کرتا رہا۔ اور ساتھ ہی ولن تفعلوا سے انہیں چونکاتا اور اکساتا رہا۔

اس عرصہ دراز میں اس ختم المرسلین نے اسی تحدی پر اکتفانہ کیا بلکہ [illegible]
جس کی حمیت جاہلیہ مشہور ہے مجالس میں علی روس الاشھاد یوں پکار کر فرمایا [illegible]
تمہارے آباؤاجداد گمراہ تھے۔ تمہارے معبود دوزخ کا ایندھن ہیں۔ تمہاری [illegible]
مال مسلمان کے لئے مباح ہیں۔ بایں ہمہ انہوں نے معارضہ سے پہلو تہی کی۔ [illegible]
سامنے اسلام کی شوکت روز بروز بڑھتی جا رہی تھی۔ ان کے شہر اسلام کے قبضے میں [illegible]
کی اولاد کو گرفتار کر کے غلام بنایا جا رہا تھا۔ ان کے بت توڑے جا رہے تھے۔ ان [illegible]
ہٹائے جا رہے تھے۔ اس حالت میں اگر وہ ذرا سا معارضہ بھی کر سکتے تو اس ذلت [illegible]
کرتے۔ کیونکہ قرآن کی چھوٹی سے چھوٹی سورت کے معارضہ سے یہ تمام خواری [illegible]
سکتی تھی۔ اور اسلام کی جمعیت و شوکت کا شیرازہ ہمیشہ کے لئے پراگندہ ہو سکتا تھا۔ [illegible]
ان کا بیس سال اس ذلت کو برداشت کرنا اور جلاوطنی اور جزیہ کو گوارا کرنا صاف [illegible]
معارضہ سے عاجز تھے۔ مگر اپنے عجز پر پردہ ڈالنے کے لئے قسم قسم کے عذر اور [illegible]
کرتے تھے۔ چنانچہ کبھی اسے منظوم دیکھ کر شاعر کا قول یا کاہن کا قول بتاتے (حاقہ۔ [illegible]
قدرت سے خارج دیکھ کر حیرت سے کہا کرتے کہ یہ تو صریح جادو ہے۔ (سبا۔ [illegible]
جہالت کے سبب سے کہتے کہ چاہیں تو ہم بھی ایسا کہہ لیں۔ یہ تو پہلوں کے قصے [illegible]
(انفال۔ ع ۴) کبھی کہتے کہ یہ اضغاث احلام یعنی اڑتے خواب ہیں۔ (انبیاء۔ ع ۱)
روکنے کے لئے کہتے کہ شور مچاؤ اور سننے نہ دو۔ (حم سجدہ۔ ع ۴) کبھی کہتے کہ قرآن [illegible]
غلاف میں ہیں اور ہمارے کانوں میں گرانی ہے۔ (حم سجدہ۔ ع ۱) کبھی کہے کہ ہم [illegible]
دادوں میں نہیں سنا۔ یہ تو بنائی بات ہے۔ (ص۔ ع ۱) اور کبھی اس رحمۃ للعالمین [illegible]
یعنی بڑا جھوٹا جادوگر۔ (ص۔ ع ۱) کبھی مسحور یعنی جادو مارا۔ (فرقان۔ ع ۱) کبھی [illegible]
سکھایا ہوا باؤلا۔ (دخان۔ ع ۱) کبھی کاہن اور کبھی شاعر کہتے۔ (طور۔ ع ۲) مگر [illegible]



[illegible]

[illegible] راکہ ایزد بر فروزد

[illegible] کو پف زند ریشش بسوزد

[illegible] کے کمال فصاحت و بلاغت کے زمانے میں فصحاء و بلغاء چھوٹی سے چھوٹی
[illegible] عاجز آگئے۔ تو از منہ مابعد کے عرب و عجم کا عجز خود ثابت ہو گیا۔ سیدنا و
[illegible] ﷺ کی رسالت کی یہ کیسی دلیل ساطع اور برہان قاطع ہے کہ ساڑھے
[illegible] عرصہ گزر چکا کوئی شخص اقصر سورت کے معارضہ پر قادر نہیں ہوا ورنہ

[illegible] کے کلام کو خواہ وہ کتنا ہی فصیح و بلیغ ہو مطالعہ کریں تو اختلاف مضامین'
[illegible] اغراض سے ان کی فصاحت و بلاغت میں ظاہر فرق نظر آئے گا۔ مثلاً
[illegible] فصاحت میں بطور نمونہ پیش کئے جاتے ہیں ان میں سے بعضے مدح میں
[illegible] معمول سے بہت گرے ہوئے اور بعضے اس کے برعکس ہیں۔ بعضے مرثیہ
[illegible] اور بعضے اس کے خلاف ہیں اور بعضے رجز میں اچھے اور قصیدے
[illegible] عکس ہیں۔ بعضے کسی خاص شے کے وصف اوروں سے سبقت لے گئے
[illegible] اور عورت کے وصف میں۔ اعشیٰ شراب کے وصف میں۔ نابغہ
[illegible] مشہور ہیں۔ ذوالرمہ تشبیب و تشبیہ میں اچھا اور ریت' دوپہر' بیابان' پانی
[illegible] کرے مگر مدیح و ہجا میں گرا ہوا ہے اسی سبب سے اسے فحول شعراء
[illegible] ہیں کہ اس شعر میں ہرنوں کی مینگنیاں اور خال عروس ہیں۔ فرزق
[illegible] میں اچھا نہیں۔ جریر اگرچہ عورتوں سے پرہیز کرنے والا ہے مگر
[illegible] اسی طرح شاعر اگر زہد کو بیان کرنے لگے تو قاصر رہ جائے۔ اگر کوئی
[illegible] بیان کرے تو اس کا کلام معمول سے گر جائے گا۔ علی ہذا القیاس اختلاف
[illegible] کلام متفاوت ہو جاتا ہے۔ مثلاً خوشی کے وقت کا کلام غصہ کے وقت کے
[illegible] ہوتا ہے۔ اسی طرح اختلاف اغراض کے سبب سے انسان کبھی ایک
[illegible] مذمت۔ جس سے اس کے کلام میں ضرور فرق ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں
[illegible] وصل۔ علو و نزول۔ تقریب و تبعید وغیرہ میں متفاوت ہے۔ مثلاً بہت
[illegible] دوسرے مضمون کی طرف انتقال کرنے اور ایک باب سے دوسرے
[illegible] ناقص ہیں۔ چنانچہ سب کا اس امر پر اتفاق ہے کہ بحری جو نظم میں

اچھا ہے۔ تشبیب سے مدیح کی طرف انتقال کرنے میں قاصر ہے۔ اس تمام [illegible]
پر غور کیجئے باوجودیکہ اس میں وجوہ خطاب مختلف ہیں۔ کہیں قصص و مواعظ [illegible]
کا ذکر ہے کہیں عذار و انذار کہیں وعدہ و وعید۔ کہیں تخویف و تبشیر۔ اور کہیں
مگر وہ ہر فن میں فصاحت و بلاحت و بلاغت کے خارق عادات اعلیٰ درجے [illegible]
اس منزلت علیا سے انحطاط نہیں پایا جاتا اور اول سے آخر تک مقصد واحد [illegible]
خلقت کو اللہ کی طرف بلانا اور دنیا سے دین کی طرف پھیرنا ہے۔ چنانچہ [illegible]
اشارہ ہے:۔

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا [illegible]
(نساء۔ رکوع ۱۱)

(ترجمہ) کیا غور نہیں کرتے قرآن میں۔ اور اگر یہ ہوتا کسی اور کا سوائے اللہ [illegible]
بہت تفاوت۔

## مثال کے طور پر دیکھئے۔

ترغیب میں:۔

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ جَزَآءً بِمَا کَانُوْا [illegible]
(سجدہ۔ ع ۲)

(ترجمہ) سو کسی جی کو معلوم نہیں جو چھپا دھرا ہے ان کے واسطے جو [illegible]
اس کا جو کرتے تھے۔

اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ تُحْبَرُوْنَ یُطَافُ عَلَیْهِمْ [illegible]
ذَهَبٍ وَّ اَکْوَابٍ وَّ فِیْهِ مَا تَشْتَهِیْهِ الْاَنْفُسُ وَ تَلَذُّ الْاَعْیُنُ [illegible]
خٰلِدُوْنَ زخرف۔ ع ۷)

(ترجمہ) چلے جاؤ بہشت میں تم اور تمہاری عورتیں کہ بناؤ کر دیئے جاؤ گے [illegible]
پر رکابیاں سونے کی اور آب خورے۔ اور وہاں ہے جو دل چاہے اور جس سے [illegible]
تم کو اس میں ہمیشہ رہنا ہے۔

ترہیب میں:۔

اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ یَّخْسِفَ بِکُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ یُرْسِلَ عَلَیْکُمْ حَاصِبًا [illegible]
تَجِدُوْا لَکُمْ وَکِیْلًا ۙ اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ یُّعِیْدَکُمْ فِیْهِ تَارَةً اُخْرٰی [illegible]



[illegible] فَیُغْرِقَکُمْ بِمَا کَفَرْتُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَکُمْ عَلَیْنَا بِهٖ تَبِیْعًا۔
[illegible] ع ۷)

[illegible] فِی السَّمَآءِ اَنْ یَّخْسِفَ بِکُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِیَ تَمُوْرُ اَمْ اَمِنْتُمْ
[illegible] فِی السَّمَآءِ اَنْ یُّرْسِلَ عَلَیْکُمْ حَاصِبًا ؕ فَسَتَعْلَمُوْنَ کَیْفَ نَذِیْرِ۔
[illegible]

[illegible] سے کہ دھنسا دے تم کو جنگل کے کنارے یا بھیج دے تم پر آندھی پھر
[illegible] سے کہ پھر لے جاوے تم کو دریا میں دوسری بار پھر بھیجے تم پر پتھراؤ
[illegible] لے اس ناشکری کے پھر نہ پاؤ تم اپنی طرف سے ہم پر اس کا دعویٰ
[illegible] جو آسمان میں ہے کہ دھنسا دے تم کو زمین میں۔ پس ناگاہ وہ جنبش
[illegible] آسمان میں ہے کہ بھیجے تم پر پتھراؤ ہوا کا سو اب جانو گے کیسا ہے ڈرانا

[illegible] بِذَنْبِهٖ ؕ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ
[illegible] وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا کَانَ
[illegible] وَلٰکِنْ کَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ۔ (عنکبوت۔ ع ۴)
[illegible] نے اس کے گناہ پر سو ان میں سے کوئی تھا کہ اس پر بھیجا ہم نے
[illegible] اس کو پکڑا چنگھاڑ نے۔ اور کوئی تھا کہ اس کو دھنسایا ہم نے زمین میں۔
[illegible] نے اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ ان پر ظلم کرے۔ پر تھے وہ اپنا آپ برا

[illegible] مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِیْنَ ۙ ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا کَانُوْا یُوْعَدُوْنَ ۙ مَآ اَغْنٰی
[illegible] کَانُوْا یُمَتَّعُوْنَ۔ (شعراء۔ ع ۱۱)
[illegible] فائدہ دیں ان کو کئی برس پھر آوے ان پر (عذاب) جس کا ان سے وعدہ
[illegible] ان کا۔

[illegible] الْحَمْلُ کُلُّ اُنْثٰی وَمَا تَغِیْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَکُلُّ شَیْءٍ
[illegible] بِمِقْدَارٍ۔ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ الْکَبِیْرُ الْمُتَعَالِ۔ سَوَآءٌ مِّنْکُمْ مَّنْ

اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ [illegible]
(رعد۔ع ۲)

(ترجمہ) اللہ جانتا ہے۔ جو پیٹ میں رکھتی ہے ہر مادہ۔ اور جو سکڑتے ہیں [illegible]
ہر چیز اس کے نزدیک اندازہ پر ہے۔ وہ جاننے والا چھپے اور کھلے کا۔ عظیم [illegible]
جو چپکے بات کہے اور جو کہے پکار کر۔ اور جو چھپنے والا ہے رات کو چلنے والا ہے [illegible]

اسی طرح قرآن کریم کے فواتح و خواتم۔ مواضع فصل و وصل [illegible]
دیکھئے اس کے پڑھنے والوں کو خارق عادت بدیع تالیف کے سبب سے [illegible]
ہے۔ اور ایک قصے سے دوسرے قصے کی طرف اور ایک شے سے دوسری [illegible]
سے وعید اور ترغیب سے ترہیب کی طرف انتقال کرنے میں مختلف [illegible]
آتا ہے۔

اس مقام پر بغرض توضیح قرآن کی فصاحت و بلاغت کے [illegible]
جاتیں ہیں۔ سبع معلقات جو تمام عرب جاہلیت کا مایہ فخر و ناز تھے اور [illegible]
آویزاں تھے۔ قرآن شریف کے نازل ہونے پر اتار لئے گئے۔ یہ قصائد اب [illegible]
طوال کی جھلک سے اپنی آب و تاب سب کھو بیٹھے ہیں۔

حضرت لبید (۶) بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو سبع معلقات کے [illegible]
اسلام لے آئے تھے اور ساٹھ سال اسلام میں زندہ رہے۔ اسلام لانے کے [illegible]
ایک بیت کے کوئی شعر نہیں کہا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی [illegible]
کہ مجھے اپنے شعر سناؤ۔ اس پر آپ نے سورہ بقرہ پڑھی اور عرض کیا۔ میں [illegible]
اللہ تعالیٰ نے مجھے سورہ بقرہ سکھادی ہے۔

ابو عبید (۷) قاسم بن سلام بغدادی (متوفی ۲۲۳ھ) جو امام [illegible]
شاگرد اور فقہ و حدیث و لغت میں امام ہیں حکایت کرتے ہیں کہ ایک بادیہ [illegible]
آیت پڑھتے سنا:۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ۔ (حجر۔ع ۶)

(ترجمہ) سو سنادے کھول کر جو تجھ کو حکم ہوا۔

اس نے سنتے ہی سجدہ کیا۔ اور کہا کہ میں نے اس کلام کی فصاحت کو [illegible]
دفعہ کسی اعرابی نے یہ آیت سنی۔

فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ؕ (یوسف ع ۱)



[illegible] اس سے اکیلے بیٹھے مشورت کو۔ (۸)
[illegible] عبد الملک بن اصمع بصری (متوفی ۲۱۰ھ) جو لغت و نحو و ادب و نوادر میں
[illegible] میں نے ایک پانچ یا چھ سال کی لڑکی کو یہ کہتے سنا کہ میں اپنے تمام گناہوں
[illegible] میں نے سن کر کہا۔ تو کس چیز پر استغفار کرتی ہے۔ تو تو مکلف ہی نہیں۔ وہ

[illegible] اللہ للذنبی کلہ، قتلت انسانا بغیر حلہ
[illegible] لاهم فی دله انتصف اللیل ولم اصل له
[illegible] مارے۔ تو کیسی فصیح ہے وہ کہنے لگی۔ قرآن میں یہ آیت ہے۔
[illegible] اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا
[illegible] وَلَا تَحْزَنِىْ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۔ (قصص۔
[illegible]

[illegible] حکم بھیجا موسیٰ کی ماں کو کہ اس کو دودھ پلا۔ پھر جب تجھ کو ڈر ہو اس کا تو ڈال
[illegible] اور مت اور غم مت کھا۔ بے شک ہم لوٹانے والے ہیں اس کو تیری طرف
[illegible] رسولوں سے۔

[illegible] کے مقابل میرا یہ قول فصیح کہا جا سکتا ہے؟ اس ایک آیت میں دو امر
[illegible] تیں جمع ہیں۔

[illegible] حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک روز مسجد نبوی میں لیٹے
[illegible] کھڑا ہوا ایک شخص کلمہ شہادت پڑھ رہا تھا۔ آپ نے اس سے سبب
[illegible] میں بطارقہ روم میں سے ہوں۔ مجھے عربی زبان نہیں آتی ہیں۔ میں نے ایک
[illegible] وہ آپ مسلمانوں کی کتاب میں سے ایک آیت پڑھ رہا تھا۔ میں نے اس
[illegible] وہ احوال دنیا و آخرت جمع ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ
[illegible] وہ آیت یہ ہے:۔
[illegible] يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۔ (نور
[illegible])

[illegible] حکم پر چلے اللہ کے اور اس کے رسول کے اور ڈرتا ہے اللہ سے اور بچ کر چلے
[illegible] مراد کو پہنچنے والے۔

[illegible] جو فصاحت و بلاغت میں یگانہ روزگار تھا اور زمانہ تابعین میں تھا قرآن

شریف کے معارضہ میں کچھ لکھنا شروع کیا۔ ایک روز ایک مکتب پر سے اس [illegible]
ایک لڑکا یہ آیت پڑھ رہا تھا:۔

وَقِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ [illegible]
اسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔

(ہود۔ [illegible])

(ترجمہ) اور حکم آیا اے زمین نگل جا اپنا پانی۔ اور اے آسمان تھم جا۔ اور [illegible]
گیا کام۔ اور کشتی ٹھہری جودی پہاڑ پر اور حکم ہوا کہ دور ہوں قوم بے انصاف۔

وہ سن کر واپس آیا۔ اور جو کچھ لکھا تھا سب مٹا ڈالا۔ اور کہا میں گواہی [illegible]
معارضہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ یہ انسان کا کلام نہیں۔

یحییٰ بن الحکم الغزال نے جو بقول ذہبی دوسری اور بقول ابن حبان تیسری [illegible]
اندلس میں فحول شعراء میں سے تھا۔ قرآن کے معارضے کا ارادہ کیا۔ ایک [illegible]
معارضہ کرنے لگا تو اس پر ہیبت طاری ہو گئی جو اس کی توبہ کا باعث ہوئی۔

امام ابن الجوزی (۹) (متوفی ۵۹۷ھ) نے وفاء فی فضائل المصطفیٰ میں [illegible]
ابن عقیل نے کہا کہ ابو محمد بن مسلم نحوی نے مجھ سے حکایت کی ہے کہ ہم [illegible]
رہے تھے۔ وہاں ایک فاضل شیخ موجود تھا۔ اس نے کہا کہ قرآن میں ایسی کون سی [illegible]
فضلاء عاجز آجائیں۔ پھر وہ کاغذ دوات لے کر بالا خانے پر چڑھ گیا۔ اور وعدہ کیا کہ [illegible]
قرآن کے معارضے میں کچھ لکھ کر لاؤں گا۔ جب تین دن گزر گئے تو ایک شخص [illegible]
اور اس کو سہارا لئے ہوئے اس حال میں پایا کہ اس کا ہاتھ قلم پر سوکھ گیا تھا۔

مسیلمہ کذاب نے قرآن کی بعض چھوٹی سورتوں کے معارضہ میں [illegible]
اطفال مکتب بھی اسے دیکھ کر ہنسیں۔ سورۂ کوثر پر جو اس لعین نے لکھا تھا ہم ان شاء اللہ [illegible]
کے اخیر میں لائیں گے۔ اور اس لعین کے کلام کی سخافت ظاہر کرنے کے لئے [illegible]
اعجاز پر مفصل بحث کریں گے۔ اور مزید توضیح کے لئے قرآن کی فصاحت کے [illegible]
پیش کریں گے۔

## اعتراض

قرآن شریف میں انبیاء کرام کے قصے بار بار لائے گئے ہیں۔ چنانچہ بقول [illegible]
موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ایک سو بیس جگہ ہے۔ اور بقول ابن عربی حضرت نوح علیہ [illegible]



[illegible] حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ نوے آیتوں میں ذکر کیا گیا ہے۔ یہ خلاف

## جواب

[illegible] خلاف فصاحت ہوتی ہے جس میں کچھ فائدہ نہ ہو۔ مگر قصص قرآنی کی تکرار
[illegible] علامہ بدر بن جماعہ نے اس مضمون پر ایک کتاب لکھی ہے۔ جس کا نام
[illegible] تکرار القصص" ہے۔ اس میں تکریر قصص کے کئی فائدے (۱۰) ذکر کئے ہیں۔
[illegible] کچھ نہ کچھ زیادتی ہے جو دوسری جگہ نہیں۔ یا کسی نکتہ کے لئے ایک کلمہ کی جگہ
[illegible] بلغاء کی عادت ہے۔
[illegible] جماعت ایک قصہ سن کر اپنے گھر چلی جاتی تھی۔ اس کے بعد دوسری جماعت
[illegible] اور جو کچھ پہلی جماعت کے چلے جانے کے بعد نازل ہوتا اسے روایت کرتی۔
[illegible] قصہ موسیٰ کو ایک قوم سنتی۔ اور قصہ عیسیٰ کو دوسری قوم سنتی۔ اس طرح
[illegible] پس اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ تمام لوگ ان قصوں کے سننے میں مشترک ہوں۔
[illegible] دوسری کو زیادہ تاکید حاصل ہو۔
[illegible] مضمون کو مختلف اسالیب میں بیان کرنے میں جو فصاحت ہے وہ پوشیدہ

[illegible] قصص کے نقل کرنے پر اس قدر دواعی نہیں جتنے کہ احکام کے نقل کرنے پر ہیں
[illegible] قصص کو بار بار لایا گیا ہے۔
[illegible] اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل فرمایا۔ اور لوگ اس کی مثل لانے سے عاجز آگئے پھر
[illegible] کو اس طرح واضح کر دیا کہ ایک قصہ کو کئی جگہ ذکر کیا۔ تاکہ معلوم ہو جائے
[illegible] لانے سے عاجز ہیں۔ خواہ کوئی سے الفاظ میں لائیں اور کسی عبارت سے تعبیر

[illegible] اللہ تعالیٰ نے منکرین سے تحدی کی کہ اس کی مثل ایک سورت بنا لاؤ تو اگر ایک
[illegible] کیا جاتا اور اسی پر کفایت کی جاتی۔ اہل عرب کہتے کہ تم ہی اس کی مثل ایک
[illegible] اللہ تعالیٰ نے ہر طرح سے ان کی حجت دور کرنے کے لئے ایک قصے کو کئی
[illegible]
[illegible] ایک قصے کو بار بار ذکر کیا گیا اور ہر جگہ اس کے الفاظ میں کمی بیشی اور تقدیم و

تاخیر کر دی گئی۔ اور مختلف اسلوب عمل میں لایا گیا۔ تو یہ عجیب بات پیدا [illegible]
مختلف صورتوں میں جلوہ افروز ہوا۔ اور لوگوں کو اس کے سننے کی طرف کشش [illegible]
امر میں لذت ہوتی ہے۔ اور اس سے قرآن مجید کا ایک خاصہ ظاہر ہو گیا۔ [illegible]
لفظ میں کوئی عیب اور سننے کے وقت کوئی ملال پیدا نہیں ہوتا۔ پس کلام الٰہی [illegible]
ممتاز رہا۔

## اعتراض

مانا کہ ایک معنی کو مختلف لباس اور مختلف اسلوب میں ظاہر کرنے [illegible]
خلل نہیں آتا۔ بلکہ یہ ابلغ ہے۔ مگر بعض جگہ ایک ہی جملہ بار بار لایا گیا ہے۔ چنانچہ [illegible]
ان فی ذلک لایتہ وما کان اکثرھم مومنین وان ربک لھو العزیز الرحیم [illegible]
ہے۔ اور سورہ قمر میں ولقد یسرنا القرآن فھل من مدکر۔ چار بار اور سورہ [illegible]
الاء ربکما تکذبن۔ اکتیس بار۔ اور سورہ مرسلات میں ویل یومیذ للمکذبین [illegible]
ہے۔

## جواب

ان سورتوں میں بھی تکرار آیت فائدہ سے خالی نہیں۔ کیونکہ ہر جگہ [illegible]
تاکہ ہر خبر کے سننے کے بعد تجدید نصیحت و عبرت ہو۔ چنانچہ سورہ شعراء میں ہر [illegible]
فی ذلک لایۃ مذکور ہے۔ اور ہر دفعہ ایک نبی اور اس کی امت کے قصے کی طرف [illegible]
اس نبی پر ایمان لانے والے سلامت رہے اور منکرین تباہ ہوئے۔ اور پھر بار بار [illegible]
تعالیٰ مومنوں کے لئے رحم والا اور منکروں کے لئے عزیز یعنی زبردست ہے۔ تاکہ [illegible]
لوگ نصیحت پکڑیں۔ یہی حال سورہ قمر میں تکرار آیت کا ہے۔ کیونکہ اس میں [illegible]
لوط سے ہر ایک کے بعد ولقد یسرنا القرآن۔ الایہ مذکور ہے۔ تاکہ قرآن [illegible]
عبرت پکڑیں۔ اسی طرح سورہ مرسلات میں ہر دفعہ ایک نشانی کے ذکر کے بعد [illegible]
کے دن خرابی ہو گی ان لوگوں کے لئے جو اس نشان کو جھٹلانے والے ہیں۔ [illegible]
رحمٰن میں ہر بار مختلف نعمتوں کے ذکر کے بعد فبای الاء ربکما تکذبن۔ آیا [illegible]
ہدایت پائیں۔ جیسا کہ ایک ناشکر گزار محسن الیہ کو محسن کہے۔ کیا تو فقیر نہیں تھا۔ [illegible]
بنا دیا۔ آیا تجھے اس سے انکار ہے؟ کیا تو ننگا نہ تھا۔ میں نے تجھے لباس پہنا دیا۔ آیا تجھے [illegible]
ہے؟ کیا تو گمنام نہ تھا۔ میں نے تجھے نامور کر دیا۔ آیا تجھے اس سے انکار ہے؟



[illegible] میں مزمور ۱۳۶ میں یہی طرز پایا جاتا ہے جس کا عربی ترجمہ جو قسیس
[illegible] کلکتہ نے کیا ہے وہ اس وقت ہمارے زیر نظر ہے اس میں ہر آیت
[illegible] اٹھائیس بار آیا ہے۔ بخوف طوالت ہم اس مزمور کو یہاں نقل نہیں

## اعجاز القرآن کی دوسری وجہ

## نظم قرآن کا اسلوب بدیع

[illegible] کے الفاظ و حروف کلام عرب کی جنس سے ہیں۔ اور ان کی نظم و نثر میں
[illegible] اسلوب تمام اسالیب سے جدا ہے۔ اور انواع کلام (قصائد' خطب' رسائل'
[illegible] نہیں ملتا۔ بایں ہمہ سب انواع کے محاسن کا جامع ہے۔ اہل عرب انواع
[illegible] اسلوب و طرز نہ جانتے تھے۔ اور نہ کسی نئے طرز میں کلام کر سکتے تھے۔ پس
[illegible] اسلوب کا آنحضرت ﷺ (جو امی تھے) کی زبان مبارک پر جاری ہونا عین اعجاز

[illegible] پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ ایک روز ولید بن مغیرہ نے قریش سے کہا کہ ایام
[illegible] کے قبائل تم سے اس مدعی نبوت (حضرت محمد ﷺ) کی نسبت دریافت
[illegible] ایک رائے قائم کر لو۔ اس پر قریش نے مختلف رائیں پیش کیں۔ کہ وہ
[illegible] شاعر ہے۔ جادوگر ہے۔ ولید نے یکے بعد دیگرے ان تمام کی تردید کر کے

[illegible] اس کے کلام میں بڑی حلاوت ہے۔ اس کلام کی اصل مضبوط جڑ والا
[illegible] اس کی فرع پھل ہے۔ ان باتوں میں سے جو بات تم کہو گے وہ ضرور پہچان لی
[illegible] اس کے بارے میں صحت کے قریب تر قول یہ ہے کہ تم کہو۔ وہ جادوگر
[illegible] جادو ہے۔ اس کلام سے وہ باپ بیٹے میں' بھائی بھائی میں' میاں بیوی میں'
[illegible] جدائی ڈال دیتا ہے اسی طرح ایک روز آنحضرت ﷺ مسجد میں اکیلے بیٹھے
[illegible] اپنے سردار عتبہ بن ربیعہ کو آپ کی خدمت میں بھیجا۔ اور اس نے آپ پر کئی
[illegible] میں سے ایک پسند کر لیجئے۔" آپ نے اس کے جواب میں سورہ حم السجدہ کی
[illegible] فرمائیں۔ عتبہ نے قریش سے جا کر کہا:۔

"اللہ کی قسم! میں نے ایسا کلام سنا کہ اس کی

قسم! وہ شعر نہیں۔ نہ جادو ہے نہ کہانت۔ اے گروہ قریش میرا کہا مانو۔ اس

ہے۔ اور اس سے الگ ہو جاؤ۔ اللہ کی قسم! میں نے جو کلام اس سے سنا ہے اس

ہو گی۔ اگر عرب اس کو مغلوب کر لیں تو تم غیر کے ذریعے سے اس سے

غالب آگیا تو اس کا ملک تمہارا ملک ہے اور اس کی عزت تمہاری عزت ہے

خوش نصیب ہو جاؤ گے۔"

قریش یہ سن کر کہنے لگے کہ اس نے تو اپنی زبان سے تجھے بھی

"اس کی نسبت میری یہی رائے ہے۔ تم کرو جو چاہو۔"

صحیح مسلم میں حدیث اسلام ابوذر غفاری میں خود ابوذر رضی اللہ

کہ میرے بھائی انیس نے مجھ سے کہا۔ کہ مجھ کو مکہ میں ایک کام ہے۔

یہ کہہ کر انیس چلا گیا اور مکہ پہنچ گیا۔ دیر کے بعد واپس آیا۔ تو میں نے پوچھا

مکہ میں ایک شخص سے ملا۔ جو کہتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ میں نے

بارے میں کیا کہتے ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ لوگ کہتے ہیں وہ شاعر ہے

انیس ہی جو خود بڑا شاعر تھا' کہنے لگا:۔

"اللہ کی قسم! میں نے کاہنوں کا کلام سنا ہوا ہے۔ اس کا کلام کاہنوں کا

قسم! میں نے اس کے کلام کو شعر کی تمام قسموں کے ساتھ مقابلہ کیا ہے

بن پڑے گا کہ کہے وہ کلام شعر ہے۔ اللہ کی قسم! وہ سچے نبی ہیں۔ اور کافر

اس حدیث میں اس کے بعد یہ مذکور ہے کہ یہ سن کر ابوذر غفاری

میں حضور اقدس ﷺ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ اور اسلام

انیس کے پاس واپس آئے تو ان کے اسلام کی خبر سن کر حضرت انیس اور ان کی

آئے۔ پھر تینوں اپنی قوم غفار میں آئے۔ آدھی قوم ایمان لے آئی جب آنحضرت

کر مدینہ تشریف لائے تو باقی ایمان لے آئے۔ اس طرح قبیلہ اسلم بھی مسلمان

اقدس ﷺ نے فرمایا:۔

**غفار غفر اللہ لها و اسلم سالمها اللہ۔**

(ترجمہ) یعنی اللہ تعالیٰ قبیلہ غفار کو بخش دے اور قبیلہ اسلم کو سلامت رکھے۔

ابن سعد نے طبقات میں بروایت یزید بن رومان اور محمد بن کعب اور

وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ بنی سلیم میں سے ایک شخص جس کا نام قیس بن



حاضر ہوا اور آپ کا کلام سنا۔ اور آپ سے کئی باتیں دریافت کیں۔ آپ

وہ سب کچھ یاد کر لیا۔ پھر آپ نے اسے دعوت اسلام دی وہ ایمان لے

لگا۔

نے روم کا ترجمہ۔ فارس کا زمزمہ۔ عرب کے اشعار۔ کاہن کی کہانت

مگر محمد (ﷺ) کا کلام ان کے کلام میں سے کسی سے نہیں ملتا۔ اس

دور ہو جاؤ۔"

فتح مکہ کے سال مقام قدید میں خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور

اور کہا گیا ہے کہ ایک ہزار تھے۔ عباس بن مرداس اور انس بن عباس

انہیں میں تھے۔

اسلوب بدیع کی نسبت مولانا شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ نے یوں فرمایا

کتب کی طرح بابوں اور فصلوں میں تقسیم نہیں کیا گیا تاکہ تو ہر مطلب

یا ایک فصل میں مذکور ہو۔ بلکہ قران کو مکتوبات کا مجموعہ فرض کر جس

حسب حال ایک فرمان لکھے۔ اور کچھ مدت کے بعد دوسرا فرمان لکھے۔

یہاں تک کہ بہت سے فرمان جمع ہو جائیں۔ پھر ایک شخص ان فرمانوں کو

کر دے۔ اسی طرح اس ملک علی الاطلاق نے اپنے بندوں کو ہدایت کے

مقتضائے حال کے موافق یکے بعد دیگرے سورتیں نازل فرمائیں اور آپ

سورت الگ الگ محفوظ تھی۔ مگر سورتوں کو ایک جگہ جمع نہ کیا گیا تھا۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے میں تمام سورتوں کو ایک جلد میں خاص ترتیب

اس مجموعہ کا نام مصحف رکھا گیا۔ اصحاب کرام کے درمیان سورتوں کو چار

ایک سبع طوال دوسری مئین جن میں سے ہر ایک میں سو یا کچھ زیادہ آیتیں

ان میں سے ہر ایک میں سو آیتوں سے کم ہیں۔ چوتھی مفصل اور مصحف کی

جو مثانی میں سے ہیں۔ مئین میں داخل کر دی گئیں۔ کیونکہ ان کے سیاق

مناسبت ہے۔ اسی طرح بعض دیگر اقسام میں بھی کچھ تصرف ہوا ہے۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مصحف کی کئی نقلیں کرا کے اطراف میں بھیج دیں۔ تاکہ

اٹھائیں۔ اور کسی دوسری ترتیب کی طرف مائل نہ ہوں۔ چونکہ سورتوں کا

فرمانوں سے پوری پوری مناسبت رکھتا تھا۔ اس لئے ابتداء و انتہا میں مکتوبات

کے طریقہ کی رعایت کی گئی۔ جس طرح بعض مکتوبات کو خدا تعالیٰ کی حمد سے [illegible]
بعض کو اس کے املاء کی غرض سے اور بعض کو مرسل اور مرسل الیہ کے [illegible]
ہیں۔ اور بعض رقعے اور خطوط بے عنوان ہوتے ہیں۔ اور بعض مکتوبات طویل [illegible]
ہیں۔ اسی طرح خدا تعالیٰ نے بعض سورتوں کو حمد و تسبیح سے شروع کیا۔ اور [illegible]
غرض کے بیان سے شروع کیا۔ چنانچہ فرمایا۔ ذلك الكتب لا ريب فيه هدى [illegible]
شروع) سورة انزلنها و فرضنها (نور شروع) اور قسم مشابہ ہے اس کے [illegible]
و فلاں. هذا ما اوصىٰ به فلان اور آنحضرت ﷺ نے واقعہ حدیبیہ میں [illegible]
هذا ما قاضى عليه محمد اور بعض کو مرسل اور مرسل الیہ کے ذکر سے [illegible]
تنزيل الكتب من الله العزيز الحكيم (زمر شروع) كتب احكمت [illegible]
لدن حكيم خبير۔ (ہود شروع) اور یہ قسم مشابہ ہے اس کے کہ لکھیں [illegible]
صادر ہوا۔" یا لکھیں۔ فلاں شہر کے باشندوں کو حضرت خلافت کی طرف [illegible]
آنحضرت ﷺ نے تحریر فرمایا من محمد رسول الله الى هرقل عظيم [illegible]
سورتوں کو رقعات و خطوط کے طور پر عنوان کے بغیر شروع کیا۔ چنانچہ [illegible]
المنفقون۔ (منافقون شروع) قد سمع الله قول التى تجادلك فى زوجها [illegible]
يايها النبى لم تحرم ما احل الله لك۔ (تحریم شروع) چونکہ عرب کی [illegible]
فصاحت قصیدے تھے۔ اور "قصیدوں کے شروع میں تشبیب میں عجیب مواضع [illegible]
کا ذکر کرنا ان کی قدیم رسم تھی۔ اس لئے اس اسلوب کو بعض سورتوں میں [illegible]
والصفت صفا۔ فالزجرت زجرا۔ (صافات شروع) والذريت ذروا۔ [illegible]
(ذاریات شروع) اذا اشمس كورت واذا النجوم انكدرت۔ (تکویر شروع) [illegible]
مکتوبات کے اواخر کو جوامع کلم اور نوادر وصایا اور احکام سابقہ کی تاکید اور مخالفین [illegible]
کرتے تھے۔ اسی طرح سورتوں کے اواخر کو جوامع کلم اور منابع حکم اور تاکید [illegible]
ختم فرمایا۔ اور کبھی سورت کے درمیان بڑے بڑے فائدے والے بدیع الاسلوب [illegible]
طرح کی حمد و تسبیح سے یا نعمتوں اور عطایائے نعمت کے ایک طرح کے بیان سے [illegible]
خالق و مخلوق کے مراتب میں تباین کے بیان کو سورہ نمل کے اثناء میں آیہ قل الحمد [illegible]
علیٰ عباده الذين اصطفى ء الله خيرا ما يشركون سے شروع کیا اور اس [illegible]
میں اس مدعا کو نہایت ہی بلیغ وجہ اور نہایت ہی بدیع اسلوب سے بیان فرمایا۔ اور [illegible]
مخاصمہ کو سورہ بقرہ کے اثناء میں الفاظ (يبنى اسرائيل اذكروا نعمتى التى) [illegible]



[illegible] بس اس مخاصمہ کا اس کلام سے شروع کرنا اور اسی کلام پر ختم کرنا کمال
[illegible] اسی طرح یہود و نصاریٰ کے مخاصمہ کو سورہ آل عمران میں آیہ (ان الذين
[illegible] سے شروع فرمایا۔ تاکہ محل نزاع معین ہو جائے۔ اور قیل و قال کا توارد اس
[illegible] والله اعلم بحقيقة الحال۔ انتهى۔

## اعجاز القرآن کی تیسری وجہ

## غیب کی خبریں

[illegible] پہلے نبیوں اور گزشتہ امتوں اور قرون ماضیہ کے قصے مذکور ہیں۔ مثلاً حضرت
[illegible] نوح و طوفان کا قصہ۔ حضرت ابراہیم و سارہ کا قصہ۔ حضرت اسحاق اور
[illegible] حضرت مریم و تولد مسیح کا قصہ۔ ابتدائے پیدائش کا حال ان میں بعض قصے
[illegible] کو بھی شاذ و نادر ہی معلوم تھے یہود کے سوال کرنے پر بتائے گئے۔ مثلاً اصحاب
[illegible] کا قصہ۔ حضرت یوسف اور ان کے بھائیوں کا قصہ۔ حضرت موسیٰ و خضر کا
[illegible] میں کتب سابقہ الہامیہ کے مطابق مذکور ہیں۔

[illegible] سابقہ کے احکام مذکور ہیں۔ مثلاً سورہ مائدہ رکوع اول میں ہے:۔

[illegible] عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ
[illegible]

[illegible] مردہ اور لہو اور گوشت سور کا اور جس چیز پر نام لیا گیا اللہ کے سوا کا اور جو مر

[illegible] باب ۱۵۔ آیہ ۲۹ میں ہے:۔
[illegible] کے چڑھاووں اور لہو اور گلا گھونٹی ہوئی چیزوں اور حرامکاری سے پرہیز کرو۔"
[illegible] میں جو سور کے گوشت کی جگہ حرامکاری لکھا ہے درست نہیں کیونکہ اس
[illegible] کا ذکر ہے۔ حرامکاری سے کیا علاقہ۔
[illegible] بعض احکام حوالہ کتب الہامیہ سابقہ مذکور ہوئے ہیں۔ مثلاً سورہ مائدہ رکوع

[illegible] عَلَيْهِمْ أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ
بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ۔
[illegible] نے ان پر قصاص اس کتاب (تورات) میں کہ جی کے بدلے جی اور آنکھ کے

بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے [illegible]
برابر۔

تورات کتاب الخروج باب ۲۱ آیہ ۲۳۔۲۵ میں یوں ہے:۔
"جان کے بدلے جان۔ اور آنکھ کے بدلے آنکھ۔ دانت کے بدلے [illegible]
بدلے ہاتھ۔ پاؤں کے بدلے پاؤں۔ جلانے کے بدلے جلانا۔ زخم کے بدلے [illegible]
بدلے چوٹ۔"

بعض احکام یہود کے طعن کے جواب یا ان کی تردید میں وارد ہوئے [illegible]
عمران رکوع ۱۰ میں ہے:۔

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلاًّ لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلاَّ مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى [illegible]
قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ [illegible]

(ترجمہ) سب کھانے کی چیزیں حلال تھیں بنی اسرائیل کو۔ مگر جو حرام [illegible] (یعقوب) نے اپنی جان پر تورات نازل ہونے سے پہلے۔ تو کہہ لاؤ تورات اور [illegible] ہو۔

اس آیت کا شان نزول موضح قرآن میں یوں لکھا ہے۔ "یہود آنحضرت [illegible] کہ تم کہتے ہو۔ ہم ابراہیم کے دین پر ہیں۔ اور ابراہیم کے گھرانے میں جو چیزیں [illegible] ہو۔ جیسا کہ اونٹ کا گوشت اور دودھ۔ اللہ نے فرمایا کہ جتنی چیزیں اب لوگ [illegible] ابراہیم کے وقت میں حلال تھیں۔ یہاں تک کہ تورات نازل ہوئی۔ تورات [illegible] اسرائیل پر حرام ہوئی ہیں۔ مگر ایک اونٹ کہ تورات سے پہلے حضرت یعقوب [illegible] کھانے سے قسم کھائی تھی۔ ان کی تبعیت سے ان کی اولاد نے بھی چھوڑ دیا تھا۔ اور [illegible] کہ ان کو ایک مرض (عرق النساء) ہوا تھا۔ انہوں نے نذر کی کہ اگر میں صحت [illegible] بہت بھاؤ کی چیز ہے وہ چھوڑ دوں گا۔ ان کو یہی بہت بھاتا تھا، سو نذر کے سبب چھوڑ [illegible]

اسی طرح خود یہود پر جو چیزیں حرام تھیں ان کی نسبت وہ کہتے کہ یہ [illegible] ہوئیں۔ بلکہ حضرت نوح و حضرت ابراہیم اور پہلی امتوں پر بھی حرام تھیں۔ ان [illegible] تردید آیہ ذیل میں مذکور ہے۔

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ [illegible]
عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلاَّ مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ [illegible]
بِعَظْمٍ ؕ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ۔



(انعام۔ ع ۱۸)

[illegible] حرام کیا تھا ہر ناخن والا اور گائے اور بکری میں سے ہم نے حرام کی ان پر [illegible] ہو پشت پر یا آنت میں یا ملی ہو ہڈی کے ساتھ۔ یہ ہم نے ان کو سزا دی [illegible] اور ہم سچ کہتے ہیں۔

[illegible] حلال حرام کے احکام کی طرح جنب و حائض و نفساء بھی قرآن میں کتب [illegible] ہیں۔

[illegible] موافق و مخالف سب کو معلوم ہے کہ حضور اقدس ﷺ امی تھے۔ نہ کبھی [illegible] شاگردی نہ کیا۔ اور نہ کبھی علمائے اہل کتاب میں سے کسی عالم کی صحبت [illegible] پہلے آ چکا ہے۔ پس تعلم و مجالست علماء کے بغیر قصص مذکورہ بالا اور احکام [illegible] مصدق کتب الہامیہ سابقہ ہو۔ اس امر کی دلیل ہے کہ یہ سب اللہ [illegible] ذریعے بتایا۔ اسی واسطے یہود و نصاریٰ کی ایک جماعت آپ پر ایمان لائی۔ [illegible] محروم رہے اس کا سبب محض حسد و عناد تھا۔

[illegible] احکام کے علاوہ قرآن میں کتب سابقہ کے بعض اور مضامین صراحۃً یا اشارۃً [illegible] مذکور ہیں۔ دیکھو آیات ذیل۔

[illegible] مَنْ تَزَكّٰى ۙ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ؕ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ [illegible] خَيْرٌ وَّاَبْقٰى اِنَّ هٰذَا لَفِى الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۙ صُحُفِ [illegible] وَمُوْسٰى۔ (سورۃ اعلیٰ)

[illegible] اس کا جو سنور اور پڑھا نام اپنے رب کا۔ پھر نماز پڑھی۔ بلکہ تم آگے رکھتے [illegible] ہے اور رہنے والی۔ یہ لکھا ہے پہلے صحیفوں میں۔ صحیفوں میں ابراہیم کے [illegible]

[illegible] مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ فَسْئَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ [illegible] فِرْعَوْنُ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا۔ (بنی اسرائیل۔ ع [illegible])

[illegible] موسیٰ کو نو نشانیاں صاف سو پوچھ بنی اسرائیل سے جب آیا وہ ان کے [illegible] میری اٹکل میں اے موسیٰ تجھ پر جادو ہوا ہے۔

[illegible] نو نشانیوں سے وہ نو معجزے مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علی [illegible] کو فرعون کے مقابلے میں عطا کئے۔ ان نو نشانیوں کا ذکر تورات (کتاب

الخروج باب ۷. تا ۱۰) میں بڑی تفصیل سے کیا گیا ہے۔

3۔ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۛ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ كَزَرْعٍ [illegible] شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ [illegible] بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ (فتح۔ع ۴)

(ترجمہ) یہ صفت ہے ان کی تورات میں اور صفت ہے ان کی انجیل میں [illegible] پٹھا۔ پھر اس کی کمر مضبوط کی پھر پٹھا موٹا ہوا۔ پھر کھڑا ہوا اپنی نال پر [illegible] تا جلادے ان سے جی کافروں کا۔

تورات موجودہ (کتاب پیدائش باب ۲۶۔ آیہ ۱۲۔ ۱۳) میں [illegible] ہے:۔

"اور اضحٰق نے اس زمین میں کھیتی کی۔ اور اسی سال سو گنا حاصل [illegible] برکت بخشی۔ اور وہ مرد بڑھ گیا۔ اور اس کی ترقی چلی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ [illegible]

اور انجیل متی باب ۱۳۔ آیہ ۳۱۔ ۳۲ میں یوں ہے:۔

"وہ ان کے واسطے ایک اور تمثیل لایا۔ کہ آسمان کی بادشاہت [illegible] ہے جسے ایک شخص نے لے کر اپنے کھیت میں بویا۔ وہ سب بیجوں میں [illegible] ترکاریوں سے بڑا ہوتا۔ اور ایسا پیڑ ہوتا کہ ہوا کی چڑیاں آکے اس کی ڈالیوں [illegible]

4۔ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ [illegible] الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا [illegible] فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ (توبہ۔ع ۱۴)

(ترجمہ) اللہ نے خرید لی مسلمانوں سے ان کی جان اور مال اس قیمت پر [illegible] ہے۔ لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں پھر مارتے ہیں اور مرتے ہیں۔ وعدہ ہو چکا اس [illegible] اور انجیل اور قرآن میں۔

موجودہ کتب عہد عتیق و جدید میں بہت جگہ جہاد کا ذکر ہے۔ [illegible] الظلام اردو اور فارسی مولفہ خاکسار دیکھو۔ پولوس عبرانیوں کو اپنے نامہ (باب [illegible] میں یوں لکھتا ہے:۔

"اب میں کیا کہوں فرصت نہیں کہ جدعون اور برق اور [illegible] سموئیل اور نبیوں کا حال بیان کروں۔ انہوں نے ایمان سے بادشاہوں کو [illegible] کام کئے اور وعدوں کو حاصل کیا۔ اور شیر ببر کے منہ بند کئے۔"



[illegible] فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ [illegible] (انبیاء۔ع ۷)

[illegible] لکھ دیا ہے زبور میں بعد ذکر (تورات) کے کہ آخر زمین پر مالک ہوں گے

[illegible] ۲۹ میں ہے۔ "صادق زمین کے وارث ہوں گے۔"

[illegible] كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ [illegible] ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ۔

(مائدہ۔ع ۱۱)

[illegible] منکروں نے بنی اسرائیل میں سے داؤد اور مریم کے بیٹے عیسیٰ کی زبان پر۔ [illegible] تھے اور حد سے بڑھ جاتے تھے۔

[illegible] علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

[illegible] برائی سے خوش ہوتے ہیں شرمندہ اور رسوا ہوویں۔ اور جو میری دشمنی [illegible] اور رسوائی کا لباس پہنیں۔" (زبور ۳۵۔ آیہ ۲۵) حضرت عیسیٰ علی نبینا و [illegible] ہیں:۔

[illegible] اور فریسیو! تم پر افسوس کہ تم سفیدی پھری ہوئی قبروں کی مانند ہو جو [illegible] ہوتی ہیں۔ پر بھیتر مردوں کی ہڈیوں کی طرح کی ناپاکی سے بھری ہیں۔ [illegible] لوگوں کو راستباز دکھائی دیتے ہو۔ پر باطن میں ریاکار اور شرارت سے [illegible] باب ۲۳۔ آیہ ۲۸)

[illegible] عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ [illegible] لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي [illegible] اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ۔ (صف۔ [illegible])

[illegible] مریم کے بیٹے نے۔ اے بنی اسرائیل! میں بھیجا آیا ہوں اللہ کا تمہاری [illegible] مجھ سے آگے ہے تورات سے اور خوشخبری سناتا ایک رسول کی جو آوے گا [illegible] احمد ہے۔ پھر جب آیا ان کے پاس وہ رسول کھلے نشان لے کر بولے یہ جادو ہے

[illegible] کا پہلا حصہ متی باب ۵ آیہ ۱۷۔ ۱۸۔ اور پچھلا حصہ یوحنا باب ۱۴۔ آیہ ۱۶ میں

ہے۔ مگر یوحنا کے موجودہ یونانی نسخوں میں آیہ زیر استدلال میں بجائے لفظ احمد
(Paracletos) ہے۔ جس کے معنے انگریزی میں کمفرٹر اور اردو میں تسلی
گئے ہیں۔ مگر یہ صاف تحریر لفظی ہے۔ اصل میں یونانی لفظ پریقلیطوس (...iclytos)
کے معنی ہیں بہت سراہا ہوا۔ یعنی احمد۔ اہل کتاب جو اپنی کتابوں میں تحریف
انہوں نے لفظ پریقلیطوس کو بدل کر پاراقلیطوس بنا دیا۔ جروم جس نے چو تھی صدی
کا لاطینی ترجمہ کیا۔ اس نے لفظ زیر بحث کو لاطینی میں پیر قلی طاس لکھا ہے۔ جس
ہے کہ اصلی نسخہ یونانی جو جروم کے پاس تھا۔ اس میں پریقلیطوس تھا نہ کہ پا
انجیل برنباس میں بھی پریقلیطوس موجود ہے۔ علاوہ ازیں اگر انجیل میں بشارت احمد
اہل کتاب کبھی قرآن کی صداقت پر ایمان نہ لاتے۔ بلکہ اس کے برعکس قرآن
کرتے۔

8۔ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا
نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَمَنْ اَحْیَاهَا
فَكَاَنَّمَاۤ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ

(مائدہ۔ع ۵)

(ترجمہ) اسی سبب سے لکھا ہم نے بنی اسرائیل پر کہ جو کوئی مار ڈالے ایک جان
کے فساد کے بیچ زمین کے۔ تو گویا مار ڈالا اس نے سب لوگوں کو۔ اور جس نے جلایا
گویا جلایا اس نے سب لوگوں کو۔

اس آیت کے متعلق تفسیر موضح القرآن میں یوں لکھا ہے۔ "یعنی اول
بڑا گناہ یہی ہوا اور اس سے آگے رسم پڑی۔ اسی سبب سے تورات میں اس طرح
جیسا سب کو مارا یعنی ایک کے کرنے سے اور دلیر ہوتے ہیں۔ تو سب کے گناہ
تھے اور جیسا ایک کو جلایا سب کو جلایا۔ یعنی ظالم کے ہاتھ سے بچا دیا۔"

آیت مذکورہ بالا کا مضمون اب تورات موجودہ میں نہیں ملتا۔ مگر ...
سے پایا جاتا ہے کہ اس میں تھا۔ چنانچہ کتاب پیدائش باب ۴۔ آیت ہذا میں لفظ
میں بصیغہ جمع ہے۔ اس کی تفسیر میں شاہ سنہدرین میں مفسر یہودی نے جو کچھ
اس کا ترجمہ ولیم سینٹ کلر ٹزل واعظ مشن جلفہ واقع ایران فارسی میں یوں کرتا ہے
(ترجمہ) "نسبت بقابیل کے برادر خود در اکشت۔ یافتہ ایم کہ دربارہ وے گفتہ
برادرت فریاد برے آورد وے گوید خون برادرت بلکہ خونہائے برادرت یعنی



... آفریدہ شد۔ برائے آزمودن تو کہ ہر کہ ہلاک کردے کے نفسے از
... معاش رائے نماید کہ گویا ہمہ عالم را ہلاک کردہ باشد و ہر کہ یک نفسے از
... وے معاش رائے نماید کہ گویا ہمہ عالم زندہ کردہ باشد۔"

(... ۳۹۔۴۰)

... کتاب سے مراد بظاہر تورات ہے۔ فافہم۔

... وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ۔ (نساء۔ع ۲۲)

... پر حالانکہ وہ اس سے منع کیے گئے۔

... ہے۔ "حالانکہ نہی کردہ شدہ اند از اخذ ربو در تورات" تورات میں یہ
... ۳۶ میں ہے۔

... کا اس نبی امی (بالی ہو وای) کی زبان مبارک سے نکلنا بجز وحی الٰہی ناممکن
... کی قسم سے ہیں۔ اور ان کی صحت میں کسی مخالفت نے چون وچرا
... نے اہل کتاب کو وہ باتیں بتا دیں جنہیں وہ چھپاتے تھے۔ (مائدہ۔ع
... میں موجود تھیں۔ مثلاً نبی آخر الزمان کی نسبت پیشین گوئیاں۔ آپ
... مگر ان میں سے کوئی بھی اپنی کتاب پیش کر کے آپ کی تکذیب نہ کر
... کی صداقت کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔

... محاورہ بھی قابل غور ہے۔ دیکھئے آیات ذیل:۔

... وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ۔

...

... جھٹلاتے لیکن بے انصاف اللہ کے حکموں سے منکر ہوئے جاتے ہیں۔

... ۸ آیہ ۷ میں ہے:۔

... الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ
... ۔ (بقرہ۔ع ۱۲)

... جماعت نے کتاب پانے والوں میں سے اللہ کی کتاب اپنی پیٹھوں کے
...

... ۲۶ میں ہے:۔

... تیری شریعت کو اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا۔"

... عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ۔ (حج۔ع ۶)

(ترجمہ) اور ایک دن تیرے رب کے ہاں ہزار برس کے برابر ہے جو تم گنتے ہو۔
زبور۔۹ آیہ ۴ میں ہے:۔
"ہزار برس تیرے آگے ایسے ہیں جیسے کل کا دن جو گزر گیا۔"

4۔ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ط وَاِنْ مِّنْ [illegible] اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ۔
(بنی اسرائیل۔ع ۵)

(ترجمہ) اس کی ستھرائی بولتے ہیں آسمان ساتوں اور زمین اور جو کوئی ان میں [illegible] نہیں جو نہیں پڑھتی خوبیاں اس کی لیکن تم نہیں سمجھتے ان کا پڑھنا۔
(یعنی ہزار برس کا کام ایک دن میں کر سکتا ہے)۔(موضح القرآن)
زبور ۱۹۔ آیہ ۲۔ ۳ میں ہے:۔
"آسمان خدا کا جلال بیان کرتے ہیں۔ اور فضا اس کی دستکاری دکھاتی [illegible] دوسرے دن سے باتیں کرتا ہے۔ اور ایک رات دوسری رات کو معرفت بخشتی [illegible] کوئی لغت اور زبان نہیں۔ ان کی آواز سنی نہیں جاتی۔"

5۔ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا [illegible] حُطَامًا ط (حدید۔ع ۳)

(ترجمہ) جیسے کہاوت ایک مینہ کی جو خوش لگا کسانوں کو اس کا سبزہ اگنا۔ پھر زور [illegible] دیکھے اس کو زرد ہو گیا پھر ہو جاتا ہے روندن۔
زبور۔ آیہ ۶ میں ہے:۔
"وے فجر کو اس گھاس کی مانند ہیں جو اگی ہو۔ وہ صبح کو لہلہاتی ہے اور [illegible] شام کو کاٹی جاتی ہے اور سوکھ جاتی ہے۔"

6۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُجْرِمِيْنَ (اعراف۔ع ۵)

(ترجمہ) بیشک جنہوں نے جھٹلائی ہماری آیتیں اور ان کے سامنے تکبر کیا [illegible] دروازے آسمان کے اور نہ داخل ہوں گے جنت میں۔ یہاں تک کہ داخل ہو [illegible] میں اور ہم یوں بدلہ دیتے ہیں گنہگاروں کو۔
اس آیت کا اخیر حصہ انجیل لوقا (باب ۱۸۔ آیہ ۲۵) میں یوں ہے:۔



[illegible] کے ناکے میں سے گزر جانا اس سے آسان ہے۔ کہ دولت مند خدا کی [illegible]

[illegible] مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ۔ (یونس۔ع ۱۱)

[illegible] اللہ کے سوا ایسے کو کہ نہ بھلا کرے تیرا اور نہ برا کرے تیرا۔
[illegible] ۱۰۔ آیہ ۵ میں ہے:۔
"[illegible] معبودوں سے مت ڈرو۔ کہ ان میں ضرر پہنچانے کی سکت نہیں اور نہ ان میں [illegible]"

[illegible] السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ط كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ [illegible] اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ۔ (انبیاء۔ع ۷)

[illegible] لیں آسمان کو جیسے لپیٹتا ہے طومار رقعوں کو جیسے سرے سے بنایا ہم [illegible] دوہرا دیں گے۔ وعدہ ہو چکا ہے ہم پر ہم کو کرنا ہے۔
[illegible] ۳۔ آیہ ۴ میں ہے:۔
"[illegible] کے تاؤ کے مانند لپیٹے جائیں گے۔"
[illegible] ۶۔ آیہ ۱۴ میں ہے:۔
"[illegible] کی طرح جب آپ سے لپیٹا جائے دو حصے ہو گیا۔"

[illegible] لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ط (بقرہ۔ع ۳۴)

[illegible] تھامنے والا۔ نہیں پکڑتی ہے اس کو اونگھ اور نہ نیند۔
[illegible] آیہ ۴ میں ہے:۔
"[illegible] اسرائیل کا محافظ ہے ہرگز نہ اونگھے گا اور نہ سوئے گا۔"

[illegible] بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ۔ (بقرہ۔ع ۲)

[illegible] ان سے۔ اور بڑھاتا ہے انکو ان کی شرارت میں بہکے ہوئے۔
[illegible] آیہ ۴ میں ہے:۔
"[illegible] تخت نشین ہے ہنسے گا۔ اور خداوند انہیں ٹھٹھوں میں اڑا دے گا۔"
"[illegible] خداوند ان پر ہنسے گا۔ تو ساری قوموں کو مسخرہ بنا دے گا۔"

[illegible] آپ امثلہ بالا سے خوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ قرآن و دیگر کتب الہامیہ میں [illegible] مطابقت ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ نزول قرآن اور نزول کتب سابقہ میں کتنا [illegible] اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ کتب سابقہ میں تحریف معنوی اور تحریف لفظی

اس کثرت سے ہوئی ہے کہ کتابوں تک کا پتہ نہیں چلتا۔ بایں ہمہ قرآن وکتب [illegible]
محاورہ کی ایسی مطابقت کا پایا جانا صاف بتا رہا ہے کہ دونوں صورتوں میں متکلم ایک [illegible]
علیم جس نے تورات حضرت موسیٰ پر۔ زبور حضرت داؤد پر۔ انجیل حضرت [illegible]
دوسرے نبیوں پر بھیجے۔ اسی نے قرآن مجید اپنے پیارے نبی امی (بانی ہو وای) [illegible]
خلاف دیگر عبارت میں بھی معجز ہے۔ اور مکمل ایسا کہ اس کی موجودگی میں کتب [illegible]
وقت میں مکمل کافی تھیں نامکمل و منسوخ ہو گئیں۔

قرآن وکتب الہامیہ سابقہ میں مطابقت مذکورہ بالا کو دیکھ کر آج کل کے [illegible]
قریش کی طرح کہتے ہیں کہ قرآن میں یہ باتیں اہل کتاب میں سے کسی عالم کی مدد [illegible]
چنانچہ کبھی یہ گپ اڑاتے ہیں کہ بحیرا راہب نے حضور اقدس ﷺ کو یہ سب کچھ [illegible]
بڑبڑاتے ہیں کہ آپ نے دین مسیحی کا کچھ علم صہیب رومی سے حاصل کیا تھا [illegible]
بڑہانکتے ہیں کہ ظن غالب تو ان راہبوں میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ کر [illegible]
ملک عرب میں عزیز الوجود نہ تھے۔ اور قرآن اکثر جگہوں میں ان کا ذکر تحسین [illegible]
کرتا ہے۔ (۱۳) مگر ہم پوچھتے ہیں کہ اس تمام ہرزہ سرائی کا کیا ثبوت ہے۔ [illegible]
عاقبت کیوں خراب کر رہے ہو۔ پامر عیسائی جس نے قرآن کا انگریزی میں ترجمہ [illegible]
ہے:۔

"عیسائی مصنفین (حضرت) محمد (ﷺ) پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ ان کی [illegible]
ایک نصرانی راہب کی تعلیم کا نتیجہ ہے۔ مگر اس الزام کی تائید میں کوئی [illegible]
نہیں۔ (۱۴)"

ہم عیسائیوں سے کھلے الفاظ میں پکار کر کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو پتہ [illegible]
آنحضرت ﷺ نے کسی یہودی یا عیسائی سے تعلیم پائی۔ اور پھر جواب دو کہ مضامین [illegible]
معجز نظام کلام میں کس نے ادا کیا۔ ہمارا یہ دعویٰ ہے اور سچا دعویٰ ہے کہ قرآن [illegible]
ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ایسا قرآن بنائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا [illegible]
اور مخلوق ایسا قرآن بنانے پر قادر نہیں۔ مگر یہ اصول دین اور بعض دیگر مضامین میں [illegible]
مطابق ہے اور بتاتا ہے کہ وہ کتابیں منجانب اللہ اور اپنے اپنے وقتوں میں معمول بہا تھیں۔ [illegible]
ان کتابوں کا مصدق اور ان کی صحت کی دلیل ہے۔ کیونکہ یہ معجزہ ہے اور وہ معجزہ نہیں [illegible]
اپنے مضامین کی صحت کے لئے اس کی شہادت کی محتاج ہیں نہ کہ یہ۔ پس جب قرآن [illegible]
مصدق ٹھہرا تو یہ نتیجہ نکلا کہ یہ افتراء نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ [illegible]



[illegible] ظاہر ہوا جو نہ کوئی علم پڑھا اور نہ علمائے اہل کتاب میں سے کسی کی صحبت میں
[illegible] کردہ کتاب کے مضامین کتب سابقہ کے مطابق پائے گئے تو معلوم ہوا کہ وہ
[illegible] کتاب جو کتب الہامیہ سابقہ کا صدق ثابت کرے خود افتراء کیسے بن سکتی ہے۔
تقریر آیہ ذیل کی تفسیر ہے:۔

[illegible] هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ
[illegible] الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ (یونس۔ ع ۴)

[illegible] قرآن کہ کوئی بنا لے اللہ کے سوا اور لیکن سچا کرتا ہے اگلے کلام کو اور تفصیل
[illegible] اس میں شبہ نہیں۔ جہان کے پروردگار سے ہے۔
[illegible] مومنوں کے دل کی بعض ایسی باتیں مذکور ہیں۔ جہاں علام الغیوب کے سوا
[illegible] نہیں ہو سکتی۔ دیکھو امثلہ ذیل:۔

[illegible] وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ
[illegible] تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ
[illegible] الْكٰفِرِيْنَ۔ (انفال۔ ع ۱)

[illegible] وعدہ دیتا تھا اللہ تم کو ایک ان دو جماعت میں سے کہ تم کو ہاتھ لگے گی اور تم
[illegible] والا ملے تم کو۔ اور اللہ چاہتا تھا کہ سچا کرے سچ کو اپنے کلاموں سے اور کاٹے

[illegible] میں ایک ایسے امر کی خبر ہے جو مومنوں کے دل میں آیا تھا اور جسے وہ پسند
[illegible] آنحضرت ﷺ سے وہ امر پوشیدہ تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر آپ کو
[illegible] اس کا بیان یوں ہے کہ جب مسلمانوں کو خبر لگی کہ ابو سفیان لدے ہوئے اونٹوں کا
[illegible] لا رہا ہے تو آنحضرت ﷺ تین سو آٹھ کی جمعیت کے ساتھ نکلے اور وادی
[illegible] نے آپ سے دو امروں میں سے ایک کا وعدہ فرمایا۔ قافلہ کا ہاتھ آنا یا گروہ قریش
[illegible] اس قافلہ کے چھڑانے کے لئے نکلا تھا۔ صحابہ کرام اپنے دلوں میں قافلہ
[illegible] تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ دشمنوں سے مقابلہ کریں تاکہ کفر کا زور
[illegible] حق کو تقویت پہنچے۔ چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔ کیونکہ بدر کی لڑائی میں ستر
[illegible] گرفتار ہوئے۔ اور مسلمانوں میں سے صرف چودہ شہید ہوئے۔

[illegible] هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا وَعَلَى اللّٰهِ
[illegible] الْمُؤْمِنُوْنَ۔ (آل عمران۔ ع ۱۳)

(ترجمہ) جب قصد کیا دو فرقوں نے تم میں سے کہ نامردی کریں۔ اور اللہ [illegible]
ہی پر چاہیے بھروسہ کریں مسلمان۔

اس آیت میں مومنوں کے ایک خطرہ قلبی کا اظہار ہے۔ جس [illegible]
بدر سے اگلے سال (غزوہ احد میں) کافر جمع ہو کر مدینہ پر چڑھ آئے آنحضرت [illegible]
سے مشورہ کیا اکثر کہنے لگے کہ ہم شہر ہی میں لڑیں گے۔ اور حضور کی مر[illegible]
کہنے لگے کہ یہ عار ہے۔ بلکہ ہم میدان میں مقابل ہوں گے۔ آخر اسی [illegible]
حضور شہر سے باہر چلے۔ عبداللہ بن ابی منافق مدینے کا رہنے والا تھا وہ بھی [illegible]
ناخوش ہو کر پھر گیا کہ ہمارے کہنے پر عمل نہ کیا۔ اس کے بھکانے سے [illegible]
سے بنو سلمہ اور اوس سے بنی حارثہ) بھی پھر چلے۔ آخر ان کے سردار [illegible]
اس آیت میں انہیں دو قبیلوں کے خطرہ قلبی کا ذکر ہے۔ حالانکہ ان سے نہ کوئی [illegible]
نہ کوئی بزدلی۔ (موضح القرآن)

قرآن مجید میں منافقوں کے راز کھول کر بتائے گئے ہیں جن کو وہ [illegible]
تھے یا اپنی ہی جماعت سے کہتے تھے۔ دیکھو آیات ذیل:۔

1۔ يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ ط يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ [illegible]
شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا۔ (آل عمران۔ ع ۱۶)

(ترجمہ) اپنے جی میں چھپاتے ہیں جو تجھ سے ظاہر نہیں کرتے۔ کہتے ہیں [illegible]
ہمارے ہاتھ تو ہم مارے نہ جاتے۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ جنگ احد کے دن جب مسلمانوں کو [illegible]
خلوت میں ایک دوسرے سے کہتے تھے کہ اگر لڑائی کے لئے نکلنا ہمارے [illegible]
رائے پر عمل کرتے۔ اور شہر مدینے سے باہر قدم نہ دھرتے۔ اور نہ مارے [illegible]
آنحضرت ﷺ سے چھپاتے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو بذریعہ وحی خبر دے دی۔

2۔ وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ط وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ [illegible]
۔ (توبہ۔ ع ۷)

(ترجمہ) اور قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی کہ وہ بیشک تم میں سے ہیں۔ حالانکہ [illegible]
ہیں لیکن وہ لوگ ڈرتے ہیں۔

اس آیت میں بتا دیا گیا ہے کہ منافقین جو قسم کھا کر کہتے ہیں کہ [illegible]
جھوٹ ہے۔



[illegible] يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ج فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ
[illegible] اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ۔ (توبہ۔ ع ۷)

[illegible] ہیں کہ تجھ کو طعن دیتے ہیں۔ زکوۃ بانٹنے میں۔ سو اگر ان کو ملے اس
[illegible] ملے اس میں سے تب ہی وہ ناخوش ہو جاویں۔
[illegible] منافق کے بارے میں نازل ہوئی۔ کیونکہ اس نے کہا تھا کہ تم اپنے
[illegible] تمہارے صدقات ریوڑ چرانے والے گڈریوں میں تقسیم کر دیتا ہے۔ اور
[illegible] ہوں۔ (تفسیر روح البیان)

[illegible] دُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ۔ (توبہ۔ ع ۸)

[illegible] بدگوئی کرتے ہیں نبی کی۔ اور کہتے ہیں یہ شخص کان ہے۔
[illegible] جلاس اور اس کے ساتھی حضور اقدس ﷺ کی شان میں ایسی باتیں
[illegible] انسان کو اذیت پہنچے۔ اور جب انہیں منع کیا جاتا تو کہتے کہ آنحضرت
[illegible] ہم ان کے سامنے قسم کھا لیں گے۔ اور انکار کر دیں گے۔ وہ مان لیں
[illegible] لیتے ہیں۔ ان میں ذکاء و فطانت نام کو نہیں۔ (تفسیر روح البیان)

[illegible] بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ط وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ
[illegible] لَمْ يَنَالُوْا۔ (توبہ۔ ع ۱۰)

[illegible] ہیں اللہ کی ہم نے نہیں کہا بیشک کہا ہے لفظ کفر کا اور منکر ہو گئے ہیں
[illegible] انہوں نے جو نہ ملا۔
[illegible] ان منافقین کی فضیحت میں آیات نازل ہوئیں جو اس غزوہ میں مدینہ
[illegible] اس لئے جلاس بن سوید نے کہا۔ اللہ کی قسم! جو کچھ حضرت ہمارے
[illegible] اگر وہ سچ ہے تو ہم گدھوں سے بدترین ہیں جب رسول اللہ ﷺ کو یہ
[illegible] کو بلا کر پوچھا۔ وہ قسم کھا گیا کہ میں نے ایسا نہیں کہا اس پر یحلفون باللہ
[illegible] اس قصے میں قائل ایک ہے۔ مگر چونکہ باقی منافق جلاس کے قول پر
[illegible] بمنزلہ جلاس ہو گئے۔ اور صیغہ جمع لایا گیا۔ مطلب یہ کہ وہ قسم کھا گئے
[illegible] نہیں کہا۔ جس سے آنحضرت یا آپ کے دین کی توہین ہوتی ہو۔ حالانکہ بے
[illegible] کہا۔ اور اسی پر اکتفا نہ کیا۔ بلکہ اپنے افعال سے بھی کفر باطنی ظاہر کر دیا
[illegible] ایک یہ ہے کہ غزوہ تبوک سے واپسی کے وقت ان میں سے پندرہ نے
[illegible] جب تبوک اور مدینہ کے درمیان عقبہ (گھاٹی) پر ہوں گے تو ہم ان کو

سواری سے وادی میں دھکیل کر مار ڈالیں گے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافقین
سے آگاہ کر دیا۔ اس لئے جب لشکر عقبہ میں پہنچا تو آپ تو عقبہ میں چلے اور باقی
سے وادی میں چلنے لگے۔ مگر ان منافقین نے منہ پر ڈھاٹا باندھ کر عقبہ میں چلنا
عمار بن یاسر آپ کی اونٹنی کی مہار پکڑے ہوئے تھے۔ اور حضرت حذیفہ ابن الیمان
رہے تھے اتنے میں حذیفہ نے اونٹوں کے پیروں کی آہٹ اور ہتھیاروں کی آواز
اندھیری رات میں ان کی طرف بڑھے۔ اور للکار کر کہا۔ اے اللہ کے دشمنو
جاؤ۔ یہ سن کر وہ وادی کی طرف بھاگ گئے۔ اور لوگوں میں مل گئے۔ (روح البیان

6۔ وَاِذَامَا اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖ اِيْمَانًا
(توبہ۔ع ۱۶)

(ترجمہ) اور جب نازل ہوئی ایک سورت تو بعضے ان میں کہتے ہیں کس کو تم میں
نے ایمان۔

یعنی جب منافق لوگ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں نہ ہوتے اور
نازل نہ ہوتی جس میں دلائل قاطعہ ہوں تو وہ ایک دوسرے سے بطور استہزاء کہتے
نے تم میں سے کس کا ایمان زیادہ کیا۔

7۔ وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ؕ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ
ثُمَّ انْصَرَفُوْا۔ (توبہ۔ع ۱۶)

(ترجمہ) اور جب نازل ہوئی ایک سورت۔ دیکھنے لگے ایک دوسرے کی طرف
ہے تم کو پھر چلے گئے۔

یعنی جب منافقین حضور اقدس ﷺ کے حضور میں ہوتے اور کوئی
میں ان کے چھپے عیبوں کو بیان ہوتا تو وہ مومنوں سے آنکھ چا کر مجلس سے کھسک
جانتے کہ کوئی مومن ان کو دیکھ رہا ہے تو وہیں بیٹھے رہتے اور اختتام مجلس پر چلے جاتے

8۔ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا وَّ تَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ
وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَا اِلَّا
الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ۔ (توبہ۔ع ۱۳)

(ترجمہ) اور جنہوں نے بنائی ایک مسجد ضرار اور کفر پر اور پھوٹ ڈالنے کو مسلمانوں میں
اس شخص کے لئے جو لڑ رہا ہے اللہ سے اور رسول سے پہلے سے اور اب قسمیں کھائیں
نے تو بھلائی ہی چاہی تھی اور اللہ گواہ ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔



معلوم ہوا کہ مسجد ضرار والے سب منافق تھے۔ منافقین کے مزید حال

منافقین کی طرح یہودیوں کے چھپے عیب بھی ظاہر کر دیے گئے ہیں

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ
وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَاِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ
بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا
نَقُوْلُ ؕ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ۔ (مجادلہ۔ع ۲)

جن کو منع ہوئی کانا پھوسی پھر وہی کرتے ہیں جو منع ہو چکا ہے۔ اور کان
اور تعدی کی۔ اور رسول کی نافرمانی کی اور جب آویں تیرے پاس تجھ کو
کو اللہ نے۔ اور کہتے ہیں اپنے دلوں میں کیوں نہیں عذاب کرتا ہم کو اللہ
ہے ان کو دوزخ داخل ہوں گے اس میں سو بری ہے جگہ پھر جانے کی۔
میں ہے۔ "حضرت کی مجلس میں بیٹھ کر منافق کان میں باتیں کرتے مجلس
اور عیب پکڑتے۔ اور حضرت کی بات سن کر کہتے۔ یہ مشکل کام ہم سے
میں اس کا منع آ چکا تھا۔ مگر پھر وہی کرتے تھے اور دعا یہ کہ یہود آتے
السام علیک کہتے۔ یہ بددعا ہے کہ تجھ پر پڑے مرگ۔ پھر آپس میں کہتے
سے ہم پر عذاب کیوں نہیں آتا۔ اور کوئی منافق بھی کہتا ہوگا۔"

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِى الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ
قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۚ
سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ لَمْ يَاْتُوْكَ ؕ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ
مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ
فَاحْذَرُوْا ؕ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا ؕ اُولٰٓئِكَ
الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ؕ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِى
الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔ (مائدہ۔ع ۶)

اے رسول تو غم نہ کھا ان پر جو جلدی منکر ہونے لگتے ہیں ان لوگوں میں سے جو کہتے ہیں
ہم مسلمان ہیں اپنے منہ سے اور ان کے دل مسلمان نہیں۔ اور ان لوگوں میں سے جو یہودی ہیں
جاسوسی کرتے ہیں جھوٹ بولنے کے اور سننے والے ہیں واسطے دوسری جماعت کے جو تجھ تک نہیں

آئے بدل ڈالتے ہیں بات کو اس کا ٹھکانا چھوڑ کر کہتے ہیں۔ اگر تم کو یہ ملے تو
رہو۔ اور جس کو اللہ نے بچانا چاہا سو تو اس کا کچھ نہیں کر سکتا اللہ کے یہاں
نے نہ چاہا کہ ان کے دل پاک کرے ان کو دنیا میں ذلت ہے اور ان کو آخرت
موضح القرآن میں اس آیت کے متعلق یوں لکھا ہے "بعضے
سے ملتے تھے۔ اور بعضے یہود تھے کہ حضرت کے پاس آمد و رفت کرتے تھے۔
جاسوسی کو آتے ہیں کہ تمہارے دین میں سے کچھ عیب چن کر لے جاویں
جو یہاں نہیں آتے۔ اور فی الحقیقت عیب کہاں ہے۔ لیکن بات کو غلط تقریر
ہیں۔ یہود میں کئی قصے ہوئے کہ اپنے قضایا لائے۔ آنحضرت ﷺ کے پاس
آپ نہ آتے بیچ والوں کے ہاتھ بھیجتے۔ اور کہہ دیتے کہ ہمارے معمول کے
رکھو۔ نہیں تو نہ رکھو غرض یہ تھی کہ حکم تورات کے خلاف معمول باندھ
اس کے موافق حکم کر دے تو ہم کو اللہ کے یہاں سند ہو جاوے۔ اور جانے
خبر نہیں۔ جو ہمارا معمول سنیں گے سو حکم کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت
تورات ہی کے حکم فرمایا۔ اور تورات میں سے ثابت کر کے ان کو قائل کیا۔
منکر ہوئے تھے۔ پھر تورات سے قائل کیا۔ اور ایک قصاص کا تھا کہ وہ اشراف
کرتے تھے اور تورات میں فرق نہیں رکھا۔"

3۔ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ
عَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِی
(نساء۔ع ۷)

(ترجمہ) وہ جو یہودی ہیں بدل ڈالتے ہیں بات کو اس کی جگہ سے اور کہتے ہیں
اور سن نہ سنایا جائیو اور راعنا موڑ دے کر اپنی زبان کو۔ اور طعن کر کے دین میں۔

موضح القرآن میں ہے کہ "یہود حضرت کی مجلس میں بیٹھتے اور
بعض بات جو نہ سنی ہوتی چاہتے کہ پھر تحقیق کریں تو کہتے۔ راعنا یعنی ہماری طرف
اس لفظ کہنے میں دغا تھی اس کو زبان دبا کر کہتے ہیں تو راعینا ہو جاتا یعنی ہمارا چرواہا
راعنا احمق کو بھی کہتے تھے۔ اسی طرح حضرت فرماتے تو جواب میں کہتے۔
ہیں کہ قبول کیا۔ لیکن آہستہ کہتے کہ نہ مانا۔ یعنی فقط کان سے سنا۔ اور دل سے
خطاب کرتے تو کہتے۔ سن نہ سنایا جائیو۔ ظاہر میں یہ دعا نیک ہے۔ کہ تو
تجھ کو بری بات نہ سنا سکے اور دل میں نیت رکھتے کہ بہرا ہو جائیو۔ ایسی شرارت کر



ہوتا تو ہمارا فریب معلوم کر لیتا۔ وہی اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا۔"
مومنوں کے دلوں کے راز ظاہر کرنا۔ منافقوں کا بھانڈا پھوڑنا اور یہودیوں
تمام از قبیل اخبار بالمغیبات ہے۔ جس سے قرآن کا اعجاز ثابت ہے

سمجھنا چاہیے کہ قرآن میں صرف غیوب ماضیہ کی خبریں ہیں۔ کیونکہ
بھی اس میں کثرت سے ہیں۔ جن میں سے بعض ذیل میں درج کی جاتی

## پیشین گوئی۔ ا

مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا
مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا
النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۔ (البقرہ۔ع ۳)
میں اس کلام سے جو اتارا ہم نے اپنے بندے پر تو لے آؤ ایک سورۃ اس
کو حاضر کرتے ہو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر نہ کر سکو گے تو بچو آگ
آدمی اور پتھر تیار ہے منکروں کے واسطے۔
پیشین گوئی ہے کہ قرآن مجید کی ایک سورت کی مثل بنانے پر کوئی قادر
میں آیا۔ حضور اقدس ﷺ کے زمانہ مبارک میں اور اس وقت سے اب
مقدس ہے کثرت سے مخالفین و معاندین اسلام رہے مگر کوئی بھی قرآن
کی مثل بنا کر پیش نہ کر سکا اور نہ آئندہ کر سکے گا۔

## پیشین گوئی۔ ۲

لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَاللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا
كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔ (بقرہ۔ع ۱۱)
ماننا ہے گھر آخرت کا اللہ کے ہاں الگ سوائے اور لوگوں کے تو تم مرنے کی

میں اخبار عن الغیب ہے کہ یہود میں کوئی موت کی تمنا نہ کرے گا۔ چنانچہ ایسا
یہودی نے باوجود قدرت کے موت کی تمنا نہ کی۔ حضور اقدس ﷺ نے
کی تمنا کرتے تو البتہ مر جاتے۔ اور دوزخ میں اپنی جگہ ضرور دیکھ لیتے۔

(۱۴)

## پیشین گوئی۔ ۳

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى
اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ط لَهُمْ فِى الدُّنْيَا
الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔ (بقرہ۔ ع ۱۴)

(ترجمہ) اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے منع کیا اللہ کی مسجدوں میں کہ
نام اسکا۔ اور دوڑا ان کے اجاڑنے کو۔ ایسوں کو نہیں لائق تھا کہ داخل ہوں
ہوئے۔ ان کو دنیا میں ذلت ہے اور ان کو آخرت میں بڑی مار ہے۔

اس آیت میں اولئک سے مراد نصاریٰ (طیطوس رومی اور اس کا
یہود پر غلبہ پاکر مسجد بیت المقدس کو ویران کیا۔ اور ان کی مسجدیں اجاڑیں۔
عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں پوری ہوئی جب کہ یروشلم
سے لے لیا گیا۔ اور ہیکل یروشلم کی خاص بنیاد پر اسلامی مسجد تعمیر کی گئی۔

بعض کے نزدیک اولئک سے مراد مشرکین عرب ہیں جنہوں
آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کو بیت الحرام میں داخل
صورت میں یہ پیشین گوئی ہجرت کے نویں سال پوری ہوئی جب کہ حضور اقدس ﷺ
سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے موسم حج میں منادی کرادی کہ اس سال کے
نہ کرے۔ اور نہ کوئی ننگا بیت اللہ کا طواف کرے۔ (۱۵)

## پیشین گوئی۔ ۴۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۹

لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ط وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ
ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ
بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ط

(آل عمران۔ ع ۱۱)

(ترجمہ) وہ ہرگز ہرگز ضرر نہ پہنچائیں گے تم کو مگر ستانا تھوڑا اور اگر تم سے لڑیں
پیٹھ پھیر دیں گے۔ پھر وہ مدد نہ دیئے جائیں گے ماری گئی ان پر ذلت جہاں پائے
دستاویز اللہ کے اور دستاویز لوگوں کے اور کما لائے غصہ اللہ کا اور ماری گئی ان پر محتاجی
یہود کی نسبت کئی پیشین گوئیاں ہیں:۔



کو کوئی ضرر نہ پہنچا سکیں گے۔
سے لڑیں گے تو شکست کھائیں گے۔
کے بعد یہود میں قوت و شوکت نہ رہے گی۔
رہیں گے۔ مگر یہ کہ دوسروں کی پناہ میں ہوں۔
رہیں گے۔
کہیں نہ ہوگی۔ بلکہ مسکنت میں رہیں گے۔
گوئیاں پوری ہو چکی ہیں چنانچہ یہود زبانی طعن اور سب کے سوا مومنین کو
یہود بنی قینقاع و بنی قریظہ و بنی ونضیر و یہود خیبر نے مسلمانوں سے
پھر ان کے کہیں پاؤں نہ جمے اور ان کی شان و شوکت جاتی رہی۔ یہود
و قید سے پامال ہوتے رہیں روئے زمین پر کہیں ان کی سلطنت نہیں۔
ہیں تو وہاں کے بادشاہ یا لوگوں کی عنایت سے ایسا ہوتا رہا ہے۔ ان کا

## پیشن گوئی۔ ۱۰

قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ
النَّارُ ط وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ۔ (آل عمران۔ ع ۱۶)

کافروں کے دلوں میں ہیبت اس واسطے کہ انہوں نے شریک ٹھہرایا
نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور بری ہے جگہ

یوم احد کی نسبت تھی اور اسی دن پوری ہو گئی۔ کیونکہ کفار باوجود غلبہ و
سے لڑائی چھوڑ کر بھاگ گئے۔

## پیشین گوئی۔ ۱۱

كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ط وَبِئْسَ الْمِهَادُ۔
(آل عمران۔ ع ۲)

کافروں کو کہ تم جلدی مغلوب ہو گے اور اکٹھے کیے جاؤ گے دوزخ کی طرف اور

ﷺ جنگ بدر سے مدینہ میں رونق افروز ہوئے تو آپ نے یہود کو

بازار بنی قینقاع میں جمع کیا۔ اور ان سے فرمایا کہ مسلمان ہو جاؤ۔ ورنہ تمہارا [illegible]
قریش کا ہوا۔ وہ بولے کہ نازاں نہ ہو تیرا ایسی قوم سے مقابلہ ہوا جو فن جنگ [illegible]
ہم سے پالا پڑے تو معلوم ہو جائے گا۔ کہ ہم بہادر ہیں اور تو ہماری مانند نہیں [illegible]
جس میں یہ خبر دی گئی کہ یہود عنقریب مغلوب ہو جائیں گے۔ (۱۶) یہ پیشین گوئی [illegible]
قتل اور بنی نضیر کی جلاوطنی اور فتح خیبر اور باقی یہود پر جزیہ لگانے سے پوری ہوئی

## پیشین گوئی۔ ۱۲

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ [illegible]
۔ (مائدہ۔ ع ۱)

(ترجمہ) آج میں پورا دے چکا تم کو دین تمہارا اور پوری کی میں نے تم پر اپنی نعمت [illegible]
نے تمہارے واسطے اسلام دین کو۔

یہ آیت ۱۰ھ میں عرفہ کی شام کو جمعہ کے دن نازل ہوئی۔ اصحاب آثار [illegible]
آیت کے نزول کے بعد رسول اللہ ﷺ اکاسی یا بیاسی دن زندہ رہے اور شریعت میں [illegible]
یا تبدیلی وقوع میں نہ آئی۔ اس آیت میں آنحضرت ﷺ کی وفات شریف کی [illegible]
صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے یہی سمجھتے تھے جو ان کے علم الصحابہ ہونے کی [illegible]

## پیشن گوئی۔ ۱۳

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا [illegible]
فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ وَسَوْفَ [illegible]
كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ۔ (مائدہ۔ ع ۳)

(ترجمہ) اور ان لوگوں سے جو کہتے ہیں ہم نصاریٰ ہیں۔ لیا ہم نے عہد ان کا [illegible]
فائدہ لینا اس نصیحت سے جو انکو کی گئی تھی۔ پھر ہم نے لگادی ان کے درمیان [illegible]
کے دن تک اور آخر جتادے گا انکو اللہ جو کچھ وہ کرتے تھے۔

اس آیت میں یہ پیشین گوئی ہے کہ قیامت تک نصاریٰ کے مختلف [illegible]
ایک دوسرے کی تکذیب و تکفیر کرتے رہیں گے۔ یہ بھی پوری ہو چکی ہے۔ [illegible]
ہو تا رہا ہے۔ اور آئندہ بھی ہو تا رہے گا۔ نصاریٰ کے مختلف سینکڑوں فرقے ہیں۔ [illegible]
بخوف طوالت نہیں کیا۔



## پیشین گوئی۔ ۱۴

[illegible] اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ
[illegible] اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ز يُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
[illegible] لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔
(مائدہ۔ ع ۸)

[illegible] جو کوئی تم میں سے پھرے گا اپنے دین سے تو اللہ آگے لاوے گا ایک قوم
[illegible] اور وہ اس کو دوست رکھتے ہیں۔ نرم دل ہیں مسلمانوں پر اور سخت ہیں
[illegible] اللہ کی راہ میں اور نہ ڈریں گے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے۔ یہ
[illegible] جس کو چاہے اور اللہ کشائش والا ہے۔ خبردار۔
[illegible] معلوم تھا کہ کچھ عرب دین سے پھر جائیں گے۔ اس لئے فرمادیا کہ ان کی جگہ
[illegible] قوم ہوگی جس کے اوصاف یہ ہوں گے۔ یہ پیشین گوئی حضور اقدس ﷺ
[illegible] پوری ہوئی جب کہ عرب کے کئی قبیلے دین اسلام سے منحرف ہو گئے۔ اور
[illegible] انکار کر دیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باوجود (۱۷) اختلاف
[illegible] اور ان کو مغلوب کیا اور یہ آیت سیدنا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت
[illegible] ہے۔

## پیشین گوئی۔ ۱۵

[illegible] الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ
[illegible] اللّٰهُ ۙ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ۔ (مائدہ
۹)

[illegible] ڈال دی ان میں دشمنی اور بغض قیامت کے دن تک جب ایک آگ سلگاتے
[illegible] اللہ اس کو بجھاتا ہے۔ اور دوڑتے ہیں ملک میں فساد کرتے۔ اور اللہ دوست
[illegible] والوں کو۔
[illegible] پیشین گوئی ہے کہ یہود کے مختلف فرقے ہوں گے۔ جن میں عداوت و بغض
[illegible] اس پیشین گوئی کے پورا ہونے میں کلام نہیں کیونکہ یہود کے مختلف فرقوں
[illegible] اور آئندہ رہے گی۔

# پیشین گوئی۔ ۱۶

یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ط وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ [illegible]
ط وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ط اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ [illegible]

(ترجمہ) اے رسول! پہنچا جو کچھ اتارا گیا ہے تیری طرف تیرے رب سے۔ [illegible]
پس تو نے نہ پہنچایا اس کا پیغام اور اللہ تجھ کو بچائے گا لوگوں سے۔ اللہ ہدایت نہیں [illegible]
یہ آیت بقول حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ ذات الرقاع (۴ھ) [illegible]

(۱۸) اس آیت کے نزول سے پہلے صحابہ کرام حضور اقدس ﷺ کی پاسبانی [illegible]
جب یہ آیت اتری تو حراست موقوف کر دی گئی۔ کیونکہ اس میں خود اللہ تعالیٰ [illegible]
پاک ﷺ کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے۔

حضور کی زندگی میں اس پیشین گوئی کا پورا ہونا ظاہر ہے۔ کیونکہ [illegible]
مشرکین باوجود کینہ وعداوت کے آپ کے قتل پر قادر نہ ہوئے۔ چونکہ حضور [illegible]
بعد جسد مبارک کے ساتھ مرقد منور میں حقیقۃً زندہ ہیں۔ اس لئے یہ وعدہ [illegible]
رہے گا۔ ذیل میں ہم علامہ سمہودی رحمتہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۹۱۱ھ) کی کتاب [illegible]
المصطفیٰ ﷺ سے صرف ایک واقعہ نقل کرتے ہیں جس سے ناظرین اندازہ [illegible]
شریف کے بعد اعدائے اسلام نے ہمارے آقا ہمارے مالک حضور شہنشاہ دو عالم [illegible]
اذیت پہنچانی چاہی۔ اور کس طرح یہ وعدہ پورا ہوا۔ واقعہ مذکورہ کو علامہ سمہودی [illegible]
ہیں۔

”جان لے کہ مجھے علامہ جمال الدین اسنوی (۱۹) کی تصنیف سے ایک [illegible]
ہے جس میں نصاریٰ کو حاکم بنانے سے منع کیا گیا ہے۔ بعض نے اس کا نام [illegible]
ہے۔ میں نے اس پر علامہ موصوف کے شاگرد شیخ زین الدین مراغی کے ہاتھ [illegible]
اور وہ یہ ہے۔ نصیحت اولی الالباب فی منع استخدام النصاریٰ کتاب شیخنا العلامہ جمال [illegible]
استاد نے اس رسالے کا نام نہ رکھا تھا۔ میں نے آپ کے سامنے یہ نام عرض [illegible]
برقرار رکھا انتہی۔ پس میں نے اس رسالے میں یہ عبارت دیکھی۔

سلطان عادل نور الدین شہید کے عہد سلطنت میں نصاریٰ کے نفسوں [illegible]
بڑے امر پر آمادہ کیا۔ ان کا گمان تھا کہ وہ پورا ہو جائے گا۔ اور اللہ اپنی روشنی پورا [illegible]
خواہ منکر برا مانیں۔ وہ امر یہ ہے کہ سلطان مذکور رات کو تہجد اور وظائف پڑھا کر [illegible]



[illegible] خواب میں نبی ﷺ کو دیکھا کہ دو سرخ رنگ شخصوں کی طرف اشارہ کر کے
[illegible] اور مجھے ان دو سے بچا۔ وہ ڈر کر جاگ اٹھا۔ پھر وضو کیا نماز پڑھی اور سو
[illegible] خواب دیکھا جاگ اٹھا اور نماز پڑھ کر سو گیا۔ پھر تیسری بار وہی خواب دیکھا۔
[illegible] نیند باقی نہیں رہی۔ اس کا وزیر ایک صالح شخص تھا۔ جس کا نام جمال
[illegible] کو اسے بلایا۔ اور تمام ماجرا اسے کہہ سنایا اس نے کہا تم کیسے بیٹھے ہو۔ اس وقت
[illegible] روانہ ہو جاؤ۔ اور اپنے خواب کو پوشیدہ رکھو۔ یہ سن کر اس نے بقیہ شب میں
[illegible] سواریوں پر بیس آدمیوں کے ساتھ نکلا۔ وزیر مذکور اور بہت سامال بھی اس
[illegible] میں وہ مدینے پہنچا۔ شہر سے باہر غسل کیا۔ اور داخل ہوا۔ روضہ منورہ میں
[illegible] پھر بیٹھ گیا حیران تھا کہ کیا کرے۔ جب اہل مدینہ مسجد میں جمع تھے تو وزیر
[illegible] ﷺ کی زیارت کے ارادے سے آیا ہے۔ اور خیرات کے لئے اپنے ساتھ بہت
[illegible] کے رہنے والے ہیں ان کے نام لکھو۔ اس طرح تمام اہل مدینہ کے نام
[illegible] کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ جو صدقہ لینے آتا سلطان اسے بغور دیکھتا تاکہ وہ
[illegible] ﷺ نے اسے دکھائی تھی معلوم کرے۔ جس میں وہ حلیہ نہ پاتا اسے صدقہ
[illegible] یہاں تک کہ سب لوگ آچکے۔ سلطان نے پوچھا کہ کیا کوئی باقی رہ گیا ہے۔
[illegible] انہوں نے عرض کی نہیں۔ سلطان نے کہا غور و فکر کرو۔ اس پر انہوں نے
[illegible] مغربی شخص جو کسی سے کچھ نہیں لیتے۔ وہ پارسا اور دولت مند ہیں اور
[illegible] رہتے ہیں۔ یہ سن کر سلطان خوش ہو گیا اور حکم دیا کہ ان دونوں کو
[illegible] وہ لائے گئے۔ سلطان نے انہیں وہی دو شخص پایا جن کی طرف نبی ﷺ نے
[illegible] میری مدد کر۔ اور مجھے ان سے بچا۔ پس ان سے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے
[illegible] مغرب سے حج کرنے کے لئے آئے ہیں اس لئے اس سال ہم نے نبی
[illegible] کی ہے۔ سلطان نے کہا سچ بتاؤ۔ مگر وہ اپنی بات پر قائم رہے۔ پھر لوگوں سے
[illegible] ہوئے ہیں۔ عرض کیا گیا کہ حجرہ شریف کے قریب رباط میں رہتے ہیں۔
[illegible] دونوں کو گرفتار کر لیا اور ان کے مکان میں آیا۔ وہاں بہت سامال، دو قرآن مجید
[illegible] پائیں۔ ان کے سوا اور کچھ نظر نہ آیا۔ اہل مدینہ نے ان کی بڑی تعریف کی
[illegible] ہیں۔ صائم الدہر ہیں اور روضہ شریف میں صلوات اور نبی ﷺ کی زیارت
[illegible] البقیع کی زیارت کو جاتے ہیں۔ اور ہر شنبہ قباء کی زیارت کرتے ہیں۔ کسی
[illegible] نہیں کرتے۔ ان کی فیاضی سے اس قحط سالی میں مدینہ میں کوئی محتاج نہیں رہا۔ یہ

سن کر سلطان نے کہا۔ سبحان اللہ! اور اپنے خواب کو ظاہر نہ کیا۔ سلطان [illegible]
پھر تا رہا اس میں ایک چٹائی جو اٹھائی تو اس کے نیچے تہ خانہ دیکھا جو حجرہ شریف [illegible]
تھا۔ لوگ یہ دیکھ کر ڈر گئے۔ اس وقت سلطان نے کہا۔ تم اپنا حال سچ سچ بتاؤ۔ [illegible]
پس انہوں نے اقرار کیا کہ ہم عیسائی ہیں۔ ہم کو نصاریٰ نے مغربی حاجیوں کے [illegible]
اور ہمیں بہت سامال دیا ہے اور کہا ہے کہ اسے حجرہ شریف تک پہنچنے اور جسد [illegible]
وسیلہ ٹھہراؤ بھیجنے والے عیسائیوں کا یہ وہم تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس بات پر [illegible]
کریں گے جو شیطان نے انہیں سمجھایا تھا۔ اس لئے وہ دونوں حجرہ شریف کے [illegible]
میں اترے تھے۔ اور انہوں نے وہ کیا جو اوپر ذکر ہوا۔ وہ رات کو کھودا کرتے [illegible]
پاس مغربیوں کے لباس کے مطابق چمڑے کی تھیلی تھی جو مٹی جمع ہوتی۔ ہر ایک [illegible]
لیتا۔ اور دونوں زیارت بقیع کے بہانے سے نکل جاتے اور قبروں میں پھینک آتے [illegible]
طرح کرتے رہے جب کھودتے کھودتے حجرہ شریف کے قریب پہنچ گئے [illegible]
ہوئی بجلی چمکی۔ اور ایسا زلزلہ عظیم پیدا ہوا کہ گویا پہاڑ جڑ سے اکھڑ گئے ہیں [illegible]
نور الدین آپہنچا۔ اور دونوں کی گرفتاری اور اعتراف وقوع میں آیا۔ جب دونوں [illegible]
اور اس کے ہاتھ پر ان کا حال ظاہر ہو گیا۔ اور اس نے اللہ کی یہ عنایت دیکھی [illegible]
وہ بہت رویا۔ اور ان کی گردن زنی کا حکم دیا۔ پس وہ اس جالی کے نیچے قتل کئے گئے [illegible]
قریب بقیع سے متصل ہے۔ پھر اس نے بہت سی رانگ منگوائی۔ اور تمام حجرہ شریف [illegible]
تہ تک ایک بڑی خندق کھدوائی اور رانگ پگھلائی گئی۔ اور اس سے خندق [illegible]
حجرہ شریف کے گرد پانی کی تہ تک رانگ کی دیوار تیار ہو گئی۔ پھر سلطان مذکور [illegible]
اور حکم دیا کہ نصاریٰ کمزور کر دیئے جائیں۔ اور کوئی کافر عامل نہ بنایا جائے [illegible]
محاصل چونگی تمام معاف کر دیئے جائیں۔

علامہ جمال الدین محمد مطری (متوفی ۷۴۱ھ) نے اس واقعہ کی [illegible]
اشارہ کیا ہے اور حجرہ شریف کے گرد خندق کھودنا اور اس میں رانگ کا پگھلا [illegible]
ہے مگر وہ سال بتا دیا ہے جس میں یہ حادثہ وقوع میں آیا۔ اور بیان بالا سے بعض [illegible]
کیا ہے۔ چنانچہ جو فصیل اب مدینہ کے گرد ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے [illegible]
محمود بن زنگی بن اسقنقر ۵۵۵ھ میں مدینہ منورہ میں پہنچا اس کے آنے کا سبب [illegible]
اس نے دیکھا تھا۔ اس خواب کو بعض لوگوں نے ذکر کیا ہے اور میں نے اسے [illegible]
بن ابی بکر (جس کا باپ مسجد نبوی کی آتشزدگی کی رات کو جل گیا تھا) سے [illegible]



[illegible] جن سے وہ ملا۔ کہ سلطان محمود مذکور نے ایک رات تین بار نبی ﷺ کو
[illegible] آپ فرماتے تھے اے محمود! مجھے ان دو سرخ رنگ شخصوں سے بچا۔ اس لئے
[illegible] پہلے اپنے وزیر کو بلایا۔ اور اسے یہ ماجرا سنایا۔ وزیر نے کہا کہ مدینۃ النبی ﷺ
[illegible] جس کے لئے تیرے سوا کوئی اور نہیں۔ پس وہ تیار ہو گیا۔ اور قریباً
[illegible] وغیرہ لے کر جلدی روانہ ہوا۔ یہاں تک کہ اپنے وزیر کے ساتھ مدینہ
[illegible] کو خبر نہ ہوئی۔ زیارت کے بعد مسجد میں بیٹھ گیا۔ اور حیران تھا کہ کیا
[illegible] آپ ان دو شخصوں کو دیکھ کر پہچان لیں گے؟ سلطان نے کہا ہاں۔ پس تمام
[illegible] بلایا۔ اور بہت سا زر و سیم ان میں تقسیم کیا۔ اور کہا کہ مدینہ میں کوئی باقی نہ
[illegible] رہا مگر اہل اندلس میں سے دو مجاور جو اس جانب میں اترے ہوئے تھے
[illegible] کے آگے مسجد سے باہر آل عمر بن الخطاب کے گھر (جواب دار العشرۃ کے
[illegible] پاس ہے) سلطان نے ان کو خیرات کے لئے بلایا۔ وہ نہ آئے اور کہنے لگے
[illegible] نہیں لیتے۔ سلطان ان کے بلانے میں اصرار کیا۔ پس وہ لائے گئے۔
[illegible] دیکھا تو اپنے وزیر سے کہا یہی وہ دو ہیں۔ پھر ان کا حال اور ان کے آنے کا
[illegible] نے کہا ہم نبی ﷺ کی مجاورت کے لئے آئے ہیں۔ سلطان نے کہا مجھ سے
[illegible] سوال کیا۔ یہاں تک کہ مار پیٹ کی نوبت پہنچی۔ پس انہوں نے اقرار کیا
[illegible] بادشاہوں کے اتفاق سے ہم یہاں آئے ہیں۔ تاکہ حجرہ شریف سے
[illegible] جائیں۔ سلطان نے دیکھا کہ انہوں نے مسجد کی قبلہ رو کی دیوار کے نیچے
[illegible] ہوئی ہے اور حجرہ شریف کی طرف کو لے جا رہے ہیں۔ اور جس مکان میں
[illegible] ایک گڑھا تھا۔ جس میں وہ مٹی ڈال دیا کرتے تھے۔ اس طرح علم الدین
[illegible] پاس بیان کیا۔ پس اس جالی کے پاس جو مسجد سے باہر حجرہ نبی ﷺ کے
[illegible] کر دیا گیا۔ پھر شام کو آگ سے جلا دیئے گئے۔ اور سلطان مذکور سوار ہو کر
[illegible]

## پیشین گوئی۔ ۱۷

[illegible] اللّٰهُ بِاَیْدِیْكُمْ وَ یُخْزِهِمْ وَ یَنْصُرْكُمْ عَلَیْهِمْ وَ یَشْفِ صُدُوْرَ
[illegible] وَ یُذْهِبْ غَیْظَ قُلُوْبِهِمْ وَ یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ
[illegible] (التوبہ۔ ع ۲)

(ترجمہ) لڑو ان سے تا عذاب کرے اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں کے ساتھ [illegible]
اور غالب کرے تم کو ان پر اور ٹھنڈے کرے دل کتنے مسلمان لوگوں کے [illegible]
مسلمان لوگوں کے اور دور کرے ان کے دلوں کا غصہ اور اللہ توبہ دے گا جس [illegible]
جاننے والا حکمت والا ہے۔

بنو خزاعہ میں سے کچھ لوگ ایمان لائے تھے اور ہجرت کے بعد مکہ [illegible]
تھے۔ ان کو مشرکین سے تکلیف پہنچی۔ جس کی وجہ یہ ہوئی کہ حدیبیہ میں [illegible]
قریش کے درمیان جو عہد و پیمان ہوئے تھے ان میں سے ایک یہ تھا کہ ایک دو [illegible]
کو ایذا نہ پہنچائیں گے۔ اور اگر ایک کے حلیف دوسرے کے حلیفوں سے جنگ
نہ کریں گے۔ اس عہد کے خلاف کفار قریش نے آنحضرت ﷺ کے حلیف [illegible]
اپنے حلیف بنو بکر کو ہتھیار وغیرہ سے مدد دی جس سے خزاعہ کا سخت نقصان [illegible]
خزاعہ نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی جیسا کہ اس کتاب میں پہلے بیان ہو [illegible]
اتریں جن میں مسلمانوں کی نصرت اور بعض کفار کے تائب ہونے کی پیشین گوئی [illegible]
ہو گئی۔ اور کفار میں سے مثلاً ابو سفیان اور عکرمہ بن ابی جہل اور سہل بن عمرو [illegible]

## پیشین گوئی۔ ۱۸

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ؕ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ [illegible]
لَمُحِيْطَةٌ بِالْكٰفِرِيْنَ۔ (توبہ۔ ع ۷)

(ترجمہ) اور ان میں سے بعض کہتا ہے مجھ کو رخصت دے اور فتنہ میں نہ ڈال۔ [illegible]
میں گر پڑے ہیں اور دوزخ گھیر رہی ہے کافروں کو۔

ایک منافق جد بن قیس بہانہ لایا کہ روم کی عورتیں خوبصورت ہیں۔ [illegible]
بدی میں گرفتار ہوں گا۔ رخصت دو کہ سفر (غزوہ تبوک) میں نہ جاؤں۔ لیکن [illegible]
سے (موضح القرآن) اس پر آیت یہ نازل ہوئی۔ جس میں یہ اخبار بالغیب ہے کہ [illegible]
مرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

## پیشین گوئی۔ ۱۹

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ [illegible]
اٰتٰهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ۔ فَاَعْقَبَهُمْ [illegible]
يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَاۤ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ۔ [illegible]



[illegible] بعض وہ ہے کہ عہد کیا اللہ سے۔ اگر دیوے ہم کو اپنے فضل سے تو البتہ
[illegible] ہوں گے ہم صالحین میں سے۔ پھر جب دیا ان کو اپنے فضل سے اس
[illegible] اور پھر گئے منہ پھیر کر پھر اس کا اثر رکھا خدا نے نفاق ان کے دلوں میں اس
[illegible] بسبب اس کے کہ خلاف کیا انہوں نے جو وعدہ کیا اس سے اور بسبب
[illegible]

[illegible] ثعلبہ بن حاطب اس نے آنحضرت ﷺ سے دعا چاہی کہ مجھ کو کشائش
[illegible] ہو سکے بہتر ہے بہت سے کہ غفلت لاوے۔ پھر آیا لگا عہد کرنے کہ
[illegible] خیرات کروں۔ اور غفلت میں نہ پڑوں۔ حضرت نے دعا کی۔ اس کو
[illegible] یہاں تک کہ مدینے کے جنگل سے کفایت نہ ہوتی۔ نکل کر گاؤں میں جا رہا۔
[illegible] محروم ہوا۔ حضور نے پوچھا کہ ثعلبہ کیا ہوا؟ لوگوں نے حال بیان کیا۔ فرمایا
[illegible] وقت آیا۔ سب دینے لگے اس نے کہا یہ تو مال بھرنا گویا جزیہ دینا ہے۔
[illegible] حضرت کے پاس مال لایا زکوٰۃ میں۔ آپ نے قبول نہ کیا۔ حضرت کے بعد
[illegible] میں اس کی زکوٰۃ نہ لیتے۔ خلافت عثمان میں مر گیا (موضح القرآن) اسی
[illegible] نازل ہوئیں۔ اخیر آیت میں یہ پیشین گوئی ہے کہ ثعلبہ منافق ہی مرے
[illegible] گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

## پیشین گوئی۔ ۲۰

[illegible] اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ؕ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ
[illegible] وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ
[illegible] بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا
[illegible] فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ رِجْسٌ ؗ وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا
[illegible] (توبہ۔ ع ۱۲)

[illegible] گے تمہارے پاس جب بھی پھر کر جاؤ گے ان کی طرف تو کہہ عذر مت لاؤ
[illegible] تمہاری بات ہم کو بتا دیا ہے اللہ نے تمہارا بعض احوال۔ اور ابھی دیکھے گا اللہ
[illegible] رسول پھر جاؤ گے تم طرف اس جاننے والے چھپے اور کھلے کے سو وہ بتا دے گا تم
[illegible] قسمیں کھائیں گے اللہ کی جب پھر کر جاؤ گے تم ان کی طرف تا کہ ان سے
[illegible] ان سے۔ وہ لوگ ناپاک ہیں اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے بدلہ ان کی کمائی کا۔

منافقین (جد بن قیس و معتب بن قشیر اور ان دونوں کے اصحاب) [illegible]
شریک نہ ہوئے تھے۔ اور مدینہ میں پیچھے رہ گئے تھے۔ ان کی نسبت ان آیتوں میں [illegible]
کہ وہ عدم شرکت کا یوں عذر کریں گے اور یوں قسم کھائیں گے۔ یہ پیشین گوئی [illegible]
واپسی پر پوری ہوئی۔

## پیشین گوئی۔ ۲۱

وَلَا یَزَالُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا تُصِیْبُھُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَۃٌ اَوْتَحُلُّ [illegible]
حَتّٰی یَاْتِیَ وَعْدُ اللّٰہِ ط اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ (رعد۔ ع ۴)

(ترجمہ) اور پہنچتا رہے گا کافروں کو ان کے کیے پر کھڑ کا یا اترے گا نزدیک ان کے [illegible]
تک کہ آوے وعدہ اللہ کا بیشک اللہ خلاف نہیں کرتا وعدہ۔

اس آیت میں یہ پیشین گوئی ہے کہ جب تک سارے عرب والے [illegible]
مسلمان ان کے ساتھ جہاد کرتے رہیں گے۔ اور انھیں قتل و قید کرتے رہیں [illegible]
وقوع میں آیا۔

## پیشین گوئی۔ ۲۲

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ (حجر۔ ع ۱)

(ترجمہ) ہم نے آپ اتاری ہے یہ نصیحت (قرآن) اور ہم اس کے نگہبان [illegible]
اس آیت میں یہ خبر دی گئی کہ قرآن کریم تحریف و تبدیل میں سے [illegible]
پیشین گوئی کے پورا ہونے کا مخالفین و اعدائے اسلام کو بھی اعتراف ہے۔ [illegible]
قرامطہ نے تحریف قرآن کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر ایک حرف بھی [illegible]
کتب سماویہ سابقہ اگرچہ سب کی سب کلام الٰہی تھیں۔ مگر تحریف سے کوئی خالی [illegible]
قرآن مجید ہے جو تحریف و تبدیل سے محفوظ رہا اور رہے گا۔ کیونکہ اس کا حافظ [illegible]
حکمت یہ ہے کہ اگر کتب سابقہ میں تحریف ہو جاتی تھی تو دوسرا نبی آ کر اسے [illegible]
قرآن چونکہ خاتم النبیین ﷺ پر نازل ہوا جن کے بعد کوئی نیا نبی نہ آئے گا جو [illegible]
اسے بیان فرما دیتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت اپنے ذمہ لی۔ اور اس [illegible]
پاک کی شان محبوبیت کو بھی ظاہر فرما دیا۔ اللھم صل وسلم وبارك على [illegible]
مولنا محمد و على اله و اصحابه و علينا معهم بعدد كل معلوم لك۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی حفاظت کا طرفہ سامان کیا ہے۔ [illegible]



[illegible] تواتر روایت کرتے رہے ہیں۔ جن پر کذب کا وہم تک نہیں ہو
[illegible] ﷺ کے عہد مبارک سے لے کر ہر زمانے میں کثرت سے اس
[illegible] رہیں گے اس طرح امت کے سینوں میں محفوظ ہونا اس کتاب

[illegible] بَیِّنٰتٌ فِیْ صُدُوْرِ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ط وَمَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَآ اِلَّا
[illegible] (عنکبوت۔ ع ۵)

[illegible] ہیں صاف۔ سینے میں ان کے جن کو ملا ہے علم۔ منکر نہیں ہماری
[illegible] ہیں۔

[illegible] نے شب معراج میں اپنے حبیب پاک ﷺ سے مقام قاب قوسین
[illegible] بھی ارشاد فرمایا۔ (۲۰) ”میں نے تیری امت میں ایسی جماعتیں
[illegible] انجیلیں ہیں۔“ یعنی ان کے دل کتابوں کی طرح ہیں۔ جس طرح
[illegible] وہ دل سے قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں۔

[illegible] روایت کی کہ یحییٰ بن اکثم (متوفی ۲۴۲ھ) نے کہا۔ کہ ایک یہودی خلیفہ
[illegible] نے کلام کیا اور اچھا کلام کیا۔ خلیفہ نے اسے دعوت اسلام دی۔ مگر
[illegible] سال گزرا تو وہ مسلمان ہو کر ہمارے پاس آیا اور اس نے علم و فقہ میں
[illegible] سے پوچھا کہ تیرے اسلام لانے کا کیا باعث ہے؟ اس نے کہا۔ میں
[illegible] کا امتحان کیا۔ میں نے تورات کے تین نسخے لکھے (۲۱) اور ان میں
[illegible] دیئے۔ وہ تینوں فروخت ہو گئے۔ پھر میں نے انجیل کے تین نسخے
[illegible] اور گرجا میں بھیج دیے وہ تینوں بھی فروخت ہو گئے پھر میں نے قرآن
[illegible] میں کمی بیشی کر دی۔ اور ان کو وراقین کے ہاں بھیج دیا۔ انہوں نے ان
[illegible] (۲۲) جب ان میں کمی بیشی پائی تو ان کو پھینک دیا۔ اور ان کو مول نہ لیا۔
[illegible] کتاب تحریف سے محفوظ ہے اسی لئے میں مسلمان ہو گیا۔ یحییٰ نے کہا
[illegible] اور سفیان بن عیینہ سے ملا میں نے یہ قصہ ان سے بیان کیا۔ حضرت
[illegible] مصداق قرآن مجید میں موجود ہے۔ میں نے پوچھا کس مقام پر۔ فرمایا کہ
[illegible] انجیل کی نسبت بما استحفظوا من كتب الله۔ فرمایا ہے۔ پس ان کی
[illegible] تھی اور قرآن کی نسبت فرمایا۔ انا نحن نزلنا الذكر وانا له لحفظون۔
[illegible] تحریف و تبدیل سے محفوظ رکھا۔

## پیشین گوئی۔ ۲۳

اِنَّا کَفَیْنٰکَ الْمُسْتَهْزِءِیْنَ ۙ الَّذِیْنَ یَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ [illegible]
۔ (حجر۔ع ۶)

(ترجمہ) ہم بس ہیں تیری طرف سے ٹھٹھا کرنے والوں کو جو ٹھہراتے [illegible]
معبود۔ سو وہ آگے معلوم کریں گے۔

اشراف قریش میں سے پانچ شخص جہاں رسول اللہ ﷺ کو دیکھتے [illegible]
جب ان کی شرارت حد سے بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں ان کے بارے میں [illegible]
وہ ایک دن رات میں ہلاک ہو گئے۔ ان میں سے ایک عاص بن وائل [illegible]
ساتھ سیر کرنے نکلا اور ایک درہ کوہ میں اترا۔ جونہی اس نے پاؤں زمین پر رکھا [illegible]
گیا۔ ہر چند لوگوں نے ادھر ادھر دیکھا۔ مگر کچھ نہ پایا۔ اس کے پاؤں میں ورم [illegible]
اونٹ کی گردن کی مانند ہو گیا اور وہیں مر گیا۔ دوسرا حارث بن قیس سہمی [illegible]
کھالی سخت پیاس جو لگی۔ وہ پانی پیتا رہا یہاں تک کہ اس کا پیٹ پھٹ گیا اور مر [illegible]
کہ مجھے محمد کے رب نے مار ڈالا۔ تیسرا اسود بن المطلب بن الحارث تھا وہ [illegible]
ایک درخت کی جڑ میں بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور [illegible]
مارنے لگے۔ وہ اپنے غلام سے فریاد کرنے لگا۔ غلام نے کہا مجھے تو کوئی نظر نہیں [illegible]
رہے ہیں۔ پس وہ وہیں مر گیا۔ چوتھا ولید بن مغیرہ تھا۔ وہ بنی خزاعہ میں [illegible]
دوکان سے گزرا۔ ایک پیکان اس کی چادر کے دامن سے چمٹ گیا وہ چادر [illegible]
ڈالنے لگا تو پیکان سے اس کی رگ ہفت اندام کٹ گئی۔ پھر خون بند نہ ہوا [illegible]
پانچواں اسود بن عبد یغوث تھا۔ وہ اپنے گھر سے نکلا اسے لو لگی۔ پس وہ حبشی کی [illegible]
وہ گھر آیا تو گھر والوں نے اسے نہ پہچانا۔ (۲۳) آخر وہ اس لو کے اثر سے مر گیا۔

## پیشین گوئی۔ ۲۴

وَاِنْ کَادُوْا لَیَسْتَفِزُّوْنَکَ مِنَ الْاَرْضِ لِیُخْرِجُوْکَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا [illegible]
قَلِیْلًا۔ (بنی اسرائیل۔ع ۸)

(ترجمہ) اور تحقیق وہ قریب تھے کہ چادیں تجھ کو زمین سے تا کہ نکالیں تجھ کو اس [illegible]
وقت وہ نہ رہیں گے تیرے پیچھے مگر تھوڑا زمانہ۔

کفار قریش چاہتے تھے کہ ایذاء سے رسول اللہ ﷺ کو بے آرام کر [illegible]



[illegible] اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ جس میں یہ بتلادیا گیا ہے کہ اگر وہ آپ کو نکال [illegible] تک زندہ نہ رہیں گے۔ بدر کے دن یہ پیشین گوئی پوری ہوئی۔ اس [illegible] قتل ہو گئے۔

## پیشین گوئی۔ ۲۵

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا [illegible] الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا ؕ وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ [illegible] فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔

(نور۔ع ۷)

[illegible] ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور کیے ہیں نیک کام البتہ [illegible] ملک میں جیسا کہ حاکم کیا تھا ان سے اگلوں کو اور ثابت کر دے گا ان کے [illegible] ان کے واسطے اور بدل دے گا ان کو ڈر کے بعد امن۔ میری بندگی [illegible] کے میرا کوئی۔ اور جو کوئی ناشکری کرے گا اس پیچھے سو وہی لوگ

[illegible] اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس ﷺ کے صحابہ کرام سے جو موجود تھے [illegible] امن کا وعدہ فرمایا۔ اور صاف کہہ دیا کہ یہ خلافت اس طرح ہو گی [illegible] ہوئی تھی۔ یہ وعدہ خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں [illegible] تفصیل کی اس کتاب میں گنجائش نہیں۔ لہذا جو شخص ان کی خلافت سے [illegible] جو اس آیت کے اخیر حصے میں مذکور ہے۔

## پیشین گوئی۔ ۲۶

اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ ؕ (قصص۔ع ۸)

[illegible] پر قرآن کا۔ وہ پھر لانے والا ہے۔ تجھ کو پہلی جگہ۔

[illegible] اقدس ﷺ نے حکم الٰہی مدینہ کو ہجرت فرمائی تو راستے میں مقام جحفہ [illegible] اللہ تعالیٰ نے اس وقت یہ آیت نازل فرمائی۔ اور اس میں پھر مکہ میں [illegible] یہ پیشین گوئی ہجرت کے آٹھویں سال فتح مکہ کے دن پوری ہوئی۔

## پیشین گوئی۔ ۲۷

الٓمّٓ۔ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۙ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَھُمْ مِّنْ بَعْدِ [illegible]
بِضْعِ سِنِیْنَ ؕ لِلّٰہِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَ مِنْ بَعْدُ ؕ وَ [illegible]
بِنَصْرِ اللّٰہِ ؕ یَنْصُرُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۙ (روم [illegible])

(ترجمہ) مغلوب ہو گئے ہیں رومی لگتے ملک میں۔ اور وہ اس مغلوب [illegible]
ہوں گے کئی برس میں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے کام پہلے اور پچھلے اور [illegible]
مسلمان اللہ کی مدد سے۔ مدد کرتا ہے جس کی چاہت ہے اور وہی ہے غالب [illegible]

جب کسریٰ پرویز نے رومیوں پر حملہ کیا تو عرب سے لگتی زمین [illegible]
اردن و فلسطین) میں دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا اور فارس روم پر غالب [illegible]
مشرفہ میں پہنچی تو مشرکین خوش ہوئے اور مسلمانوں سے کہنے لگے۔ تم اور [illegible]
اور ہم اور فارس بے کتاب ہیں۔ جس طرح ہمارے بھائی تمہارے بھائیوں [illegible]
پر غالب آجائیں گے۔ مسلمانوں کو یہ امر نہایت ناگوار گزرا۔ پس اللہ تعالیٰ [illegible]
جس میں مذکور ہے کہ چند سال کے اندر روم فارس پر غالب آجائیں گے۔ [illegible]
بدر کے دن یہ پیشین گوئی پوری ہو گئی۔ (۲۴)

## پیشین گوئی۔ ۲۸

اِنَّ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِ اللّٰہِ بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰھُمْ ۙ اِنْ فِیْ [illegible]
کِبْرٌ مَّا ھُمْ بِبَالِغِیْہِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ ؕ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ [illegible]

(ترجمہ) جو لوگ جھگڑتے ہیں اللہ کی باتوں میں بغیر کچھ سند کے جو پہنچی [illegible]
ان کے سینوں میں مگر تکبر وہ نہیں پہنچنے والے اس تک۔ سو تو پناہ مانگ اللہ کی [illegible]
دیکھتا۔

اس آیت میں یہ مذکور ہے کہ منکرین کے دلوں میں یہ غرور ہے کہ [illegible]
سے اوپر رہیں گے۔ مگر یہ نہیں ہونے کا چنانچہ کفار کو کبھی حضور اقدس [illegible]
حاصل نہ ہوا۔

## پیشین گوئی۔ ۲۹

فَلَا تَھِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَی السَّلْمِ ۖ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖ وَاللّٰہُ مَعَکُمْ [illegible]



[illegible] (محمد۔ ع ۴)

[illegible] کرو۔ اور نہ بلاؤ ان کو صلح کی طرف۔ اور تم ہی رہو گے غالب اور اللہ
[illegible] ہرگز ضائع نہ کرے گا تمہارے اعمال۔

[illegible] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم کفار کے مقابلہ میں سستی نہ کرو۔ اور ان سے صلح
[illegible] غالب آؤ گے۔ چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔

## پیشین گوئی۔ ۳۰

[illegible] اللّٰہُ رَسُوْلَہُ الرُّءْیَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ
[illegible] مُحَلِّقِیْنَ رُءُوْسَکُمْ وَ مُقَصِّرِیْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا
[illegible] مِنْ دُوْنِ ذٰلِکَ فَتْحًا قَرِیْبًا ۔ (فتح۔ ع ۴)

[illegible] دکھایا اپنے رسول کو خواب۔ تحقیق تم داخل ہو جاؤ گے مسجد حرام میں
[illegible] مونڈتے اپنے سروں کے اور کترتے ہوئے بے خطرہ پس جانا اللہ نے جو
[illegible] اس سے ورے ایک فتح (خیبر) نزدیک۔

[illegible] جانے سے پہلے حضور اقدس ﷺ نے خواب میں دیکھا تھا کہ آپ مع
[illegible] کعبۃ اللہ میں داخل ہوئے ہیں آپ نے یہ خواب صحابہ کرام سے بتا
[illegible] سال ہو گا۔ حالانکہ خواب میں داخلہ کے وقت کی تعیین نہ تھی۔ جب
[illegible] ہوئے بغیر حدیبیہ ہی سے صلح کر کے مدینے واپس آنے لگے تو منافقین
[illegible] وہ خواب کہاں ہے جو رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تھا۔ صحابہ کرام کو یہ امر
[illegible] تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور دوسرے سال فتح خیبر کے بعد یہ پیشین

## پیشین گوئی۔ ۳۱

[illegible] اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ ؕ وَکَفٰی
[illegible] (فتح۔ ع ۴)

[illegible] نے بھیجا اپنا رسول ساتھ ہدایت اور سچے دین کے تاکہ غالب کرے اس کو ہر
[illegible] شہادت دینے والا۔

[illegible] دین اسلام کے تمام دینوں پر غالب آنے کی پیشین گوئی ہے جس کے پورا
[illegible] موضح القرآن میں ہے۔ ”اس دین کو اللہ نے ظاہر میں بھی سب سے غالب

کر دیا ایک مدت۔ اور دلیل سے غالب ہے ہمیشہ۔"

## پیشین گوئی۔ ۳۲

اَمْ یُرِیْدُوْنَ کَیْدًا ط فَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا هُمُ الْمَکِیْدُوْنَ۔ ([illegible])

(ترجمہ) کیا چاہتے ہیں کچھ داؤ کرنا۔ سو جو کافر [illegible] وہی آ[illegible] والے ہیں۔

اس آیت مکی میں یہ اخبار بالغیب ہے کہ [illegible] مشرکین نے [illegible]

الندوہ میں جناب رسالت ﷺ سے [illegible] اتفاق کیا تھا وہ ہلاک ہو [illegible]

بدر میں ایسا ہی وقوع میں آیا

## پیشین گوئی۔ ۳۳

اَمْ یَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِیْعٌ مُّنْتَصِرٌ ۔ سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ۔ ([illegible])

(ترجمہ) کیا کہتے ہیں ہم سب جماعت بدلہ لینے والے ہیں۔ اب شکست دی [illegible]

اور بھاگیں گے پیٹھ دے کر۔

یہ آیتیں مکہ میں نازل ہوئیں۔ جب بدر کا دن آیا اور قریش کو [illegible]

اقدس ﷺ نے زرہ پہنے اور تلوار کھینچے ہوئے ان کا تعاقب کیا۔ حضرت عمر رضی [illegible]

فرمایا کہ اس دن مجھے اس پیشین گوئی کا مطلب سمجھ میں آیا کہ کفار قریش [illegible]

مسلمان تلوار و نیزے سے ان کا تعاقب کریں گے۔ صحیح بخاری کتاب المغازی [illegible]

عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ بدر کے دن نبی ﷺ نے یوں [illegible]

عریش میں تھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ انشدك عهدك ووعدك اللّٰهم ان شئت لم تعبد۔

(ترجمہ) یا اللہ میں تجھ سے تیرا عہد اور تیرا وعدہ طلب کرتا ہوں۔ یا اللہ [illegible]

غالب کرنا) چاہے تو تیری عبادت نہ کی جائے گی۔

یہ سن کر سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور کا ہاتھ پکڑ لیا اور عرض [illegible]

یہ کافی ہے۔" پس حضور عریش سے نکلے اور آپ یوں فرما رہے تھے:۔ سیهزم [illegible]

الدبر۔

## پیشین گوئی۔ ۳۴

هُوَ الَّذِیْۤ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ مِنْ دِیَارِهِمْ لِاَوَّلِ [illegible]



[illegible] نے نکال دیے جو کافر ہیں کتاب والوں میں سے ان کے گھروں سے پہلی

[illegible] میں پہلے آ چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بنی نضیر کو ہجرت کے چوتھے

[illegible] اور وہ ملک شام میں چلے گئے۔ یہ یہود کی پہلی جلاوطنی تھی جیسا کہ آیت بالا

[illegible] اشارہ تھا کہ یہود کی دوسری جلاوطنی بھی ہوگی۔ چنانچہ وہ حضرت عمر رضی

[illegible] عہد مبارک میں وقوع میں آئی۔ جب کہ یہود تمام جزیرہ عرب سے نکال دیے

[illegible] فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے مالوں کی قیمت دی۔ (۲۵)

## پیشین گوئی۔ ۳۵

[illegible] لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِیَةِ لا (علق)

[illegible] یوں اگر باز نہ آوے گا ہم گھسیٹیں گے پیشانی کے بال پکڑ کر۔

[illegible] پیشین گوئی ہے کہ ابو جہل ذلیل موت مرے گا۔ اور اس کو گھسیٹ کر

[illegible] گوئی جنگ بدر کے دن پوری ہوئی۔ چنانچہ اس دن جب وہ لعین مر رہا تھا تو

[illegible] رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو دبلے پتلے تھے اس کے سینے پر چڑھ بیٹھے اور اس کا سر

[illegible] کمزوری کے سبب اس کے سر کو نہ اٹھا سکے تو اس کے کان میں سوراخ کر کے

[illegible] ہوئے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں لائے۔

## پیشین گوئی ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹

[illegible] الْکَوْثَرَ ط فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ط اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ۔

(کوثر)

[illegible] تجھ کو کوثر۔ سو نماز پڑھ اپنے رب کے آگے اور قربانی کر۔ بیشک دشمن تیرا

[illegible] چھوٹی سی سورت ہے۔ اس کی تین آیتوں میں چار (۴) پیشین گوئیاں

[illegible] میں ہے۔ جب کہ کوثر سے مراد کثرت اتباع ہو۔ جیسا کہ بعض روایات میں

[illegible] پیشین گوئی دوسری آیت میں ہے۔ کیونکہ وانحر اور قربانی صیغہ امر ہے۔ پس اس

[illegible] اللہ تعالیٰ حضور اقدس ﷺ کو اور آپ کی امت کو تونگری عطا کرے گا جس سے

[illegible]۔ اسی طرح تیسری آیت میں دو پیشین گوئیاں ہیں۔ یعنی حضور نہیں بلکہ

حضور کا دشمن بے اولاد مرے گا کہ اس کے پیچھے کوئی اس کا نام نہ لے گا۔

یہ چاروں پیشین گوئیاں پوری ہوئیں۔ آپ کے اتباع کی کثرت [illegible] کے دن آپ بلحاظ امت تمام نبیوں سے بڑھ کر ہوں گے۔ اللہ نے حضور کو [illegible] فرمائی کہ ایک دفعہ سو اونٹ بطور ہدی بھیجے۔ عاص بن وائل جو حضور کو [illegible] تھا۔ بے اولاد مرا۔ اس کی نسل منقطع ہو گئی۔ کوئی اس کا نام بھی نہیں لیتا۔ [illegible] قیامت تک رہے گی۔ آپ کا نام قیامت تک روشن ہے۔ علاوہ ازیں سب [illegible] قیامت تک رہیں گے۔ (۲۸)

آثار اقتدار تو تا حشر متصل
خصم سیاہ روئے تو بے حاصل و خجل

## پیشین گوئی۔ ۴۰

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۙ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِیْ [illegible]
فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا۔ (نصر)

(ترجمہ) جب آوے مدد اللہ کی اور فتح اور تو دیکھے لوگوں کو داخل ہوتے ہیں اللہ [illegible] فوج۔ پس پاکی بیان کر اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ اور بخشش مانگ اس سے [illegible] والا ہے۔

یہ سورت فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی۔ اس میں فتح مکہ کی بشارت [illegible] آٹھویں سال پوری ہوئی۔ اور پیشین گوئی کے مطابق اہل مکہ و طائف و یمن [illegible] عرب دین اسلام میں گروہ ہا گروہ داخل ہوئے۔ حالانکہ اس سے پہلے انکار [illegible] کرتے تھے۔

مندرجہ بالا پیشین گوئیاں جو سب کی سب پوری ہوئیں فقط بطور مثال [illegible] اس کتاب میں زیادہ گنجائش بھی نہیں۔ ورنہ قرآن مجید میں تو اس کثرت سے پیشین [illegible] کوئی زمانہ ایسا نہیں جس میں قرآن مجید کی کوئی نہ کوئی پیشین گوئی پوری نہ ہوتی [illegible] گوئیاں ہیں کہ قرب قیامت اور یوم قیامت کو پوری ہوں گی۔ مثلاً یاجوج و ماجوج کا ظاہر ہونا۔ حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تشریف لانا۔ آسمانوں [illegible] غبار ہونا۔ زمین کا چکنا چور ہونا۔ صورت کا پھونکا جانا۔ مردوں کا زندہ ہونا۔ [illegible] اعمال کا وزن کیا جانا وغیرہ وغیرہ پس معلوم ہوا کہ قرآن کریم بے شک معجزہ [illegible]



## اعجاز القرآن کی چوتھی وجہ

[illegible] القرآن۔ علوم کے لحاظ سے بھی قرآن کریم معجزہ ہے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ [illegible] معانی منظومہ قرآن پانچ علموں سے خارج نہیں۔ اول علم احکام یعنی واجب و [illegible] مکروہ و حرام خواہ از قسم عبادت ہوں یا معاملات یا تدبیر منزل یا سیاست مدن۔ [illegible] یعنی یہود و نصاریٰ و مشرکین و منافقین کے ساتھ مخاصمہ کا علم۔ تیسرے [illegible] زمین کی پیدائش کا ذکر اور بندوں کی ضروریات کا الہام اور اللہ کی صفات کاملہ کا [illegible] کرنے کا علم۔ چوتھے ایام اللہ یعنی امم ماضیہ میں دشمنان خدا کے ساتھ خدا [illegible] کے ساتھ نصیحت کرنے کا علم۔ قرآن میں ان علوم پنج گانہ کا ہونا اس بات کی [illegible] اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی ہدایت کے لئے نازل فرمائی ہے۔ جس طرح علم [illegible] کا مطالعہ کرتا ہے اور دیکھتا ہے کہ یہ کتاب بیماریوں کے اسباب و علامات اور [illegible] غایت درجہ کو پہنچی ہوئی ہے تو اسے ذرا شک نہیں رہتا کہ اس کا مولف علم [illegible] اسی طرح شریعتوں کے اسرار کا عالم جب جان لیتا ہے کہ تہذیب نفوس میں [illegible] کن کن چیزوں کے بتانے کی ضرورت ہے۔ اور بعد ازاں فنون پنج گانہ میں تامل [illegible] معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ فنون اپنے معانی میں اس طرح واقع ہوئے ہیں کہ اس [illegible] (۲۹)

[illegible] چونکہ تزکیہ نفوس میں معجز کتاب ہے۔ اسی واسطے اس کتاب کی تلاوت کے [illegible] محبت پیدا ہوتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

[illegible] الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ [illegible] وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ

(زمر۔ ع ۳)

[illegible] اتاری بہتر کتاب۔ کتاب ہے آپس (۳۰) میں دوہرائی ہوئی۔ بال کھڑے [illegible] کھالوں پر ان لوگوں کی جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے پھر نرم ہو جاتے ہیں ان کے [illegible] اللہ کی یاد کی طرف۔

[illegible] دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:۔

[illegible] الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ [illegible] لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (حشر۔ ع ۳)

(ترجمہ) اگر ہم اتارتے اس قرآن کو ایک پہاڑ پر البتہ تو دیکھتا اس کو دب جاتے [illegible]
اللہ کے ڈر سے اور یہ مثالیں بیان کرتے ہیں ہم لوگوں کے واسطے تاکہ وہ فکر کریں۔

قرآن کریم کی اس خارق عادت تاثیر سے بچنے کے لئے کفار قریش [illegible]
کہہ دیا کرتے تھے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو تم شور مچا دیا کرو۔ (حم سجدہ [illegible])
مکذبین پر اس کا سننا نہایت دشوار گزرتا تھا۔ اور بوجہ خبث طبع نفرت سے پیٹھ [illegible]
تھے۔ (بنی اسرائیل۔ ع ۵) ذیل میں تاثیر قرآن مجید کی توضیح کے لئے ہم [illegible]
کرتے ہیں:۔

ابن (۳۱) اسحاق کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے [illegible]
کیفیت مجھے یہ معلوم ہوئی ہے کہ آپ کی بہن فاطمہ اور فاطمہ کے خاوند سعید بن [illegible]
مسلمان ہو گئے تھے۔ مگر اپنے اسلام کو اپنی قوم کے ڈر سے پوشیدہ رکھتے تھے۔ [illegible]
نعیم بن عبداللہ النحام بھی جو مکہ کے رہنے والے اور آپ ہی کی قوم بنی عدی [illegible]
اسلام لے آئے تھے اور اپنے اسلام کو اپنی قوم کے ڈر سے پوشیدہ رکھتے تھے۔ [illegible]
الارت حضرت فاطمہ کے پاس قرآن پڑھانے آیا کرتے تھے۔ ایک روز حضرت [illegible]
رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب مرد و زن قریباً چالیس کوہ صفا کے قریب [illegible]
رہے ہیں تو تلوار آڑے لٹکائے ہوئے حضور اقدس ﷺ اور حضور کے اصحاب [illegible]
ان اصحاب میں حضرت ابوبکر اور حضرت علی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہم بھی [illegible]
میں سے تھے جنہوں نے ملک حبشہ کی طرف ہجرت نہ فرمائی تھی۔ راستے میں [illegible]
جن سے یوں گفتگو ہوئی۔

عمر۔ میں اس صابی (دین سے برگشتہ) محمد کا فیصلہ کرنے چلا ہوں۔ جس نے [illegible]
کو پراگندہ کر دیا ہے۔ اور جو ان کے داناؤں کو نادان اور ان کے دین کو معیوب [illegible]
معبودوں کو برا کہتا ہے۔

نعیم۔ عمر! اللہ کی قسم! تجھے تیرے نفس نے دھوکا دیا ہے۔ کیا تو سمجھتا ہے کہ اگر [illegible]
کو قتل کر دے گا تو عبد مناف کی اولاد تجھے زمین پر زندہ چھوڑ دے گی؟ تو اپنے اہل [illegible]
انہیں سیدھا کر۔

عمر۔ کون سے اہل بیت؟

نعیم۔ اللہ کی قسم! تیرا سعید بن زید اور تیری بہن فاطمہ دونوں مسلمان ہو گئے [illegible]
محمدی کے پیرو بن گئے ہیں۔ تو ان سے سلجھ لے۔



[illegible] عمر اپنی بہن کے گھر پہنچتے ہیں۔ وہاں حضرت خباب آپ کی بہن اور بہنوئی کو
[illegible] رہے ہیں۔ جن کی آواز عمر کے کان میں پڑ جاتی ہے۔ عمر کی آہٹ سے
[illegible] میں جا چھپتے ہیں اور فاطمہ وصحیفہ قرآن لے کر اپنی ران کے نیچے چھپا لیتی

[illegible] ہو کر) یہ آواز جو میں نے سنی کیسی تھی۔

[illegible] نہیں سنا۔
[illegible] اللہ کی قسم مجھے خبر لگی ہے کہ تم دونوں دین محمدی کے پیرو بن گئے ہو۔ (یہ
[illegible] ہیں۔ بہن جو چھڑانے اٹھتی ہے اسے بھی لہولہان کر دیتے ہیں)
[illegible] مسلمان ہو گئے ہیں اور اللہ و رسول پر ایمان لے آئے ہیں تو کر جو کر سکتا ہے۔
[illegible] لہولہان دیکھ کر ندامت سے) بہن! وہ کتاب تو دکھاؤ جو ابھی تم پڑھ رہے تھے۔

[illegible] تو واپس نہ دے گا۔
[illegible] معبودوں کی قسم کھا کر) میں پڑھ کر واپس کر دوں گا۔
[illegible] اسلام کے لالچ میں آ کر) بھائی! تو مشرک ہونے کے سبب سے ناپاک ہے۔

[illegible] ہو پاک ہوں۔
[illegible] سورہ طہٰ کی شروع کی آیتیں تلاوت کر کے) یہ کلام کیسا اچھا اور پیارا ہے۔
[illegible] نکل کر) عمر! مجھے امید ہے کہ آپ نبی ﷺ کی دعا کے مصداق ہوں
[illegible] سنا کہ آپ یوں دعا فرما رہے تھے۔ "یا اللہ تو ابو الحکم بن ہشام یا عمر بن الخطاب
[illegible] تقویت دے۔" اے عمر! تو اللہ سے ڈر۔
[illegible] محمد ﷺ کے پاس لے چلو۔ تاکہ میں مسلمان ہو جاؤں۔
[illegible] ﷺ مع اصحاب کے کوہ صفا کے قریب تشریف رکھتے ہیں۔
[illegible] تلوار آڑے لٹکائے در دولت پر پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں۔ اہل خانہ میں سے
[illegible] اس ہیبت میں دیکھ کر ڈر جاتے ہیں۔)
[illegible] یہ عمر بن الخطاب ہے جو تلوار حمائل کئے ہوئے ہے۔
[illegible] آنے کی اجازت دو۔ اگر وہ کار خیر کے لئے آیا ہے تو ہمیں دریغ نہیں۔ اور اگر وہ
[illegible] تو ہم اسے اسی کی تلوار سے قتل کر دیں گے۔
[illegible] (ﷺ) اسے اندر آنے دو۔
[illegible] (عمر داخل ہوتے ہیں)۔

رسول اللہ (ﷺ عمر کی کمر یا چادر کا دامن کھینچ کر) خطاب کے [illegible]
کی قسم! میں نہیں دیکھتا۔ تو باز آئے۔ یہاں تک کہ اللہ تجھ پر کھڑ کا نازل کرے۔

عمر۔ یارسول اللہ! میں آپ کی خدمت میں آیا ہوں تاکہ اللہ پر اور اللہ کے رسول پر [illegible]
جو اللہ کے ہاں سے لائے ایمان لاؤں۔

(اس طرح عمر اسلام لاتے ہیں اور حضور اقدس ﷺ تکبیر پڑھتے ہیں۔ [illegible]
حاضرین خانہ کو معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے)۔

ایک (۳۲) روز حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک اونٹ پر [illegible]
میں سے گزر رہے تھے ایک قاری نے یہ آیت پڑھی:۔

اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ہ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ لا (طور۔ ع ۱)

(ترجمہ) بے شک عذاب تیرے رب کا ہونے والا ہے۔ اس کو کوئی نہیں ہٹانے والا۔

اسے سن کر آپ بے ہوش ہو گئے اور بے ہوشی کی حالت میں زمین پر گر پڑے [illegible]
آپ کو گھر لائے۔ مدت تک اس درد سے بیمار رہے۔ یہاں تک کہ لوگ آپ کی [illegible]
آتے تھے۔

دشمنان اسلام بھی قرآن کریم کی فوق العادت تاثیر کے قائل تھے۔ [illegible]
نبوت میں حضرت ابو بکر صدیق ہجرت کے ارادے سے حبشہ کی طرف نکلے تو ابن [illegible]
برک الغماد سے اپنی جوار میں مکہ واپس لے آیا۔ قریش نے ابن الدغنہ کی جوار کو رد [illegible]
سے کہا کہ ابو بکر سے کہہ دو کہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرے اور نماز میں [illegible]
چاہے پڑھے۔ مگر ہمیں اذیت نہ دے۔ اور اونچی آواز سے قرآن نہ پڑھے۔ کیونکہ [illegible]
مبادا ہماری عورتوں اور بچوں پر قرآن کا اثر پڑ جائے۔ ابن الدغنہ نے یہی آپ سے [illegible]
مدت آپ نے اسی پر عمل کیا۔ بعد ازاں اپنے گھر کے پاس ایک مسجد بنالی جس میں آپ [illegible]
اور قرآن باآواز پڑھتے۔ رقیق القلب تھے' قرآن پڑھتے تو بے اختیار رو پڑتے۔ آپ کی [illegible]
رقت سے سرداران قریش ڈر گئے۔ انہوں نے ابن الدغنہ کو بلا کر کہا کہ ابو بکر نے [illegible]
گھر کے پاس ایک مسجد بنالی ہے۔ جس میں وہ باآواز نماز و قرآن پڑھتا ہے۔ ہمیں ا[illegible]
ہماری عورتوں اور بچوں پر اس کا اثر پڑے۔ تم اس کو روک دو۔ ہاں اگر وہ اپنے گھر [illegible]
عبادت کرنا چاہے تو کیا کرے۔ اور اگر باآواز قرآن پڑھنے پر اصرار کرے تو تم اس کی [illegible]
داری واپس لے لو۔ کیونکہ ہمیں یہ پسند نہیں کہ ہم تمہارے عہد کی حفاظت کو توڑ دیں [illegible]
قرآت کی اجازت نہیں دے سکتے۔ یہ سن کر ابن الدغنہ آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آپ [illegible]



[illegible] آپ اس کی پابندی کریں ورنہ میری ذمہ داری واپس کر دیں۔ کیونکہ میں
[illegible] سن کر ایک شخص کی حفاظت کا عہد جو میں نے کیا تھا وہ توڑ ڈالا گیا۔ آپ
[illegible] جوار کو واپس کرتا ہوں اور خدا کی جوار پر راضی ہوں۔ (۳۳)

[illegible] مطعم (۳۴) جو اسلام لانے سے پہلے اسیران بدر کے بارے میں گفتگو
[illegible] حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے بیان کرتے ہیں کہ میں نے
[illegible] مغرب میں سورہ طور پڑھتے پایا۔ جب آپ اس آیت پر پہنچے:۔

[illegible] اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ۔ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ج بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ط
[illegible] اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ۔ (طور۔ ع ۲)

[illegible] ہیں آپ ہی آپ یا وہی ہیں پیدا کرنے والے۔ یا انہوں نے پیدا کیا ہے
[illegible] یقین نہیں کرتے۔ کیا ان کے پاس خزانے ہیں تیرے رب کے یا وہی

[illegible] (خوف سے) میرا دل پھٹ جائے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ یہ پہلی
[illegible] میرے دل میں قرار پکڑا۔

[illegible] طفیل بن عمرو الدوسی (۳۵) جو ایک شریف و دانا شاعر تھے۔ اپنے اسلام لانے
[illegible] ہیں کہ میں مکہ میں آیا۔ رسول اللہ ﷺ وہیں تھے قبیلہ قریش کے لوگوں
[illegible] طفیل! تو ہمارے شہروں میں آیا ہے۔ یہ شخص (حضرت محمد) جو ہمارے
[illegible] میں تنگ کر دیا ہے اور ہماری جماعت کو پراگندہ کر دیا۔ اس کا قول جادوگروں کا
[illegible] میں بھائی بھائی میں اور میاں بیوی میں جدائی ڈال دیتا ہے۔ ہم ڈرتے
[illegible] تجھ پر اور تیری قوم پر بھی جادو کر دے۔ اس لئے تو اس سے کلام نہ کرنا۔
[illegible] وہ مجھے یہی کہتے رہے۔ یہاں تک میں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ میں اس سے
[illegible] کلام کروں گا نوبت یہاں تک کہ پہنچی کہ جب میں مسجد کی طرف جاتا تو اس ڈر
[illegible] آپ کی آواز میرے کان میں پڑ جائے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لیتا۔ ایک
[illegible] مسجد کی طرف گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کعبہ کے پاس کھڑے نماز پڑھ
[illegible] آپ کے قریب کھڑا ہو گیا۔ پس اللہ نے مجھے آپ کا بعض قول سنا ہی دیا۔ مگر میں
[illegible] اپنے جی میں کہا۔ وائے بے فرزندی مادر من۔ میں دانا شاعر ہوں۔ برے
[illegible] سکتا ہوں۔ پھر اس کا قول سننے سے مجھے کیا چیز مانع ہو سکتی ہے۔ جو کچھ وہ بیان
[illegible] میں قبول کر لوں گا۔ اور اگر برا ہوا تو رد کر دوں گا۔ اس لئے میں ٹھہر ارہا۔

یہاں تک کہ رسول اللہ اپنے دولت خانے کی طرف واپس ہوئے۔ میں آپ [illegible] جب آپ اپنے دولت خانے میں داخل ہونے لگے تو میں نے عرض کیا۔ [illegible] مجھے ایسا ایسا کہا ہے۔ اللہ کی قسم! وہ مجھے آپ کے قول سے ڈراتے رہے۔ یہاں [illegible] کانوں میں روئی ٹھونس لی۔ تاکہ آپ کا قول نہ سنوں مگر اللہ نے سنا ہی دیا۔ میں [illegible] سنا۔ پھر میں نے التجا کی کہ اپنا دین آپ مجھ پر پیش کریں۔ اس لئے آپ نے مجھ [illegible] اور مجھے قرآن پڑھ کر سنایا۔ اللہ کی قسم! میں نے کبھی اس کی بہ نسبت نہ کوئی [illegible] راست امر سنا۔ پس میں مسلمان ہو گیا۔ اور میں نے کلمہ شہادت پڑھا۔ اور [illegible] اللہ! میری قوم میرے کہنے میں ہے۔ میں ان کی طرف جاتا ہوں۔ اور انہیں [illegible] ہوں آپ میرے لئے دعا کیجئے کہ خدا مجھے ایک نشانی دے۔ جو مجھے دعوت اسلام [illegible] میں میری مددگار ہو۔ یہ سن کر آپ نے یوں دعا فرمائی۔ "اے اللہ! اسے ایک [illegible] میں اپنی قوم کی طرف روانہ ہوا۔ چلتے چلتے جب میں گھاٹی میں پہنچا جہاں سے [illegible] تھا تو میری آنکھوں کے درمیان چراغ کی مانند ایک نور پیدا ہوا۔ میں نے کہا۔ [illegible] سوا کسی اور جگہ نور پیدا کر دے۔ کیونکہ میں ڈرتا ہوں۔ وہ یوں گمان کریں گے [illegible] ہے جو ان کا دین چھوڑنے کے سبب میری پیشانی میں ظاہر ہوئی ہے۔ پس وہ نور [illegible] میرے کوڑے کے سرے پر نمودار ہوا۔ جب میں گھاٹی سے اپنے قبیلے کی طرف [illegible] ان کو میرے کوڑے میں معلق قندیل کی طرح نظر آتا تھا۔ یہاں تک کہ میں [illegible] پھر صبح ہو گئی۔ جب میں مکان میں اترا تو میرا باپ جو بہت بوڑھا تھا۔ میرے [illegible] ابا! مجھ سے دور رہو۔ میں تیرا نہیں اور نہ تو میرا ہے۔ وہ بولا۔ بیٹا کیوں؟ میں [illegible] گیا ہوں اور حضرت محمد ﷺ کے دین کا پیرو بن گیا ہوں۔ یہ سن کر میرے [illegible] تیرا دین ہے۔ پس اس نے غسل کیا اور اپنے کپڑے پاک کئے۔ پھر میرے [illegible] اسلام پیش کیا۔ وہ مسلمان ہو گیا۔ پھر میری بیوی میرے پاس آئی۔ میں نے [illegible] دور رہو۔ میں تیرا نہیں' اور تو میری نہیں۔ وہ بولی' میرے ماں باپ تجھ پر قربان [illegible] اسلام میرے اور تیرے درمیان فارق ہے۔ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور حضرت [illegible] کا پیرو بن گیا ہوں۔ وہ کہنے لگی میرا دین تیرا دین ہے۔ اور وہ مسلمان ہو گئی۔ پھر [illegible] کو اسلام کی دعوت دی۔ مگر انہوں نے اس میں تاخیر کی۔ پھر میں مکہ میں [illegible] خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کیا یا نبی اللہ! دوس مجھ پر غالب آ گئے۔ آپ [illegible] اس پر آپ نے یوں دعا کی۔ "یا اللہ! دوس کو ہدایت دے۔" اور مجھ سے فرمایا [illegible]



[illegible] دعوت اسلام دے۔ اس لئے میں لوٹ آیا۔ اور دوس کو نرمی سے اسلام کی [illegible] یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینے کی طرف ہجرت فرمائی۔ اور غزوہ بدر و احد [illegible] پھر میں اپنی قوم کے مسلمانوں کو ساتھ لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا۔ [illegible] یہاں تک کہ مدینہ منورہ میں دوس کے ستر یا اسی گھرانے اترے۔

[illegible] صاحب لکھتے ہیں کہ عرب کے سیدھے سادھے بھیڑ بکریاں چرانے [illegible] لوگ ایسے بدل گئے جیسے کسی نے جادو کر دیا ہو۔ وہ لوگ مملکتوں کے بانی مبانی [illegible] اور جتنے کتب خانے انہوں نے خراب کئے تھے ان سے زیادہ کتب خانوں [illegible] اور فسطاط' بغداد۔ قرطبہ اور دلی کے شہروں کو وہ قوت ہوئی کہ عیسائی [illegible] قرآن کی قدر ہمیشہ ان تبدیلیوں کے اندازہ سے ہونی چاہیے۔ جو اس نے اپنے [illegible] کی عادات اور اعتقادات میں داخل کیں۔ بت پرستی کے مٹانے' جنات اور [illegible] کے عوض اللہ کی عبادت قائم کرنے اطفال کشی کی رسم کو نیست و نابود کرنے' [illegible] کرنے اور ازواج کی تعداد کو گھٹا کر اس کی ایک حد معین کرنے میں قرآن [illegible] اور قدرت حق تھا گو عیسائی مذاق پر وحی نہ ہو۔ انتہی (از دیباچہ قرآن [illegible])۔

[illegible] اور عتبہ بن ربیعہ وغیرہ کا حال بیان ہو چکا ہے۔ زیادہ کی یہاں گنجائش

[illegible] کے علاوہ علمائے کرام نے قرآن کریم کے معجزہ ہونے کی اور وجہیں [illegible] میرے خیال میں یہ چاروں وجہیں بالکل کافی ہیں۔

## قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت کی مثالیں

[illegible] ہو گا کہ ہم پہلے ایک وعدہ کر آئے ہیں اسی کے ایفاء کے لئے عنوان بالا قائم [illegible] کذاب نے اپنے زعم فاسد میں قرآن کی بعض چھوٹی چھوٹی سورتوں کا معارضہ کیا [illegible] سورہ کوثر تھی جس کو اس لعین نے یوں سجع کیا تھا:۔ (۳۶)

[illegible] فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَهَاجِرْ۔ اِنَّ مُبْغِضَكَ رَجُلٌ فَاجِرٌ۔

[illegible] تجھ کو جواہرات۔ سو نماز پڑھ اپنے رب کے آگے اور ہجرت کر بیشک جو [illegible] تجھ کو۔ وہ بدکار شخص ہے۔

[illegible] منصف مزاج اسے معارضہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ سورت ہی کے الفاظ و ترتیب

لے کر اس میں کچھ ادل بدل کر دیا جائے۔ علامہ جار اللہ زمخشری صاحب
سورت کی وجہ اعجاز پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا خلاصہ امام فخر الدین
الاعجاز فی درایت الاعجاز میں یوں لکھا ہے:۔

انا اعطینك الكوثر اس آیت میں آٹھ فائدے ہیں۔

1۔ یہ جملہ معطی کبیر کی طرف سے عطیہ کثیرہ پر دلالت کرتا ہے۔
کی طرف سے ہو تو ہو نعمت عظمیٰ ہوتا ہے۔ کوثر سے مراد وہ مومنین امت
ہوں گے۔ نیز اس سے مراد وہ فضائل و خواص ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس
میں عنایت فرمائے ہیں۔ ان کی کنہ کو خدا کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اور
کی مٹی کستوری اور جس کے سنگریزے چاندی کی ڈلیاں ہیں۔ اور جس کے کنارے
کے برتن ستاروں کی گنتی سے زیادہ ہیں۔

2۔ اسم کی تقدیم مفید تخصیص ہے۔ یعنی ہم نے (نہ کسی غیر نے)
کی۔ جس کی کثرت کی کوئی غایت نہیں۔ امام رازی فرماتے ہیں کہ تحقیق یہ ہے کہ
کی تقدیم تخصیص کے لئے نہیں۔ بلکہ اس واسطے ہے کہ ایسی تقدیم اثبات خبر
والی ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ جب اسم محدث عنہ پہلے ذکر کیا جائے تو سامع
پیدا ہوتا ہے اس لئے جب وہ خبر سنتا ہے تو اس کا ذہن اس کو یوں قبول کرتا ہے
کو۔ پس وہ خبر اس کے ذہن میں باحسن وجوہ متمکن ہو جاتی ہے۔

3۔ ضمیر متکلم بصیغہ جمع لایا گیا ہے۔ جس سے ربوبیت کی عظمت پائی جاتی

4۔ جملے کے شروع میں حرف تاکید لایا گیا ہے۔ جو قسم کے قائم مقام

5۔ فعل کو بصیغہ ماضی لایا گیا ہے تاکہ اس امر پر دلالت ہو کہ
کے حکم میں ہے۔

6۔ کوثر کے موصوف کو محذوف کر دیا گیا۔ اس لئے کہ مذکورہ میں
نہیں جو محذوف ہے۔

7۔ وہ صفت اختیار کی گئی ہے جس کے معنی میں کثرت ہے۔ پھر اس
سے معدول کر کے لایا گیا۔

8۔ اس صیغہ پر لام تعریف لایا گیا تاکہ یہ اپنے موصوف کو شامل
دینے میں کامل ہو۔ چونکہ یہ لام عہد کا نہیں۔ اس لئے واجب ہے کہ حقیقت کا
بعض افراد بعض سے اولیٰ نہیں۔ پس وہ کاملہ ہو گی۔ اس میں اس طعن کا جواب



کوئی بیٹا نہیں۔ کیونکہ آپ کے بعد بیٹے کا باقی رہنا دو حال سے خالی نہیں۔
محال ہے کیونکہ آپ خاتم الانبیاء ہیں۔ یا نبی نہ بنایا جائے۔ اور یہ امر وہم
پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو خیر کثیر عطا فرما کر اس عیب سے محفوظ رکھا۔
کی غرض ہوا کرتی ہے۔ علاوہ ازیں وہ عیب بھی لازم نہ آیا جو بیٹوں کے نبی نہ

والنحر۔ اس میں بھی آٹھ فائدے ہیں۔
یہاں دو باتوں کا سبب بنانے کے معنی کے لئے مستعار ہے۔ اول انعام
میں قیام کا سبب بنانا دوسرے انعام کثیر کو دشمن کے قول کی پروانہ
اس سورت کے نزول کا سبب یہ ہے کہ عاص بن وائل نے کہا۔ ان
قول جناب رسول اللہ ﷺ پر ناگوار گزرا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ سورت

مقصود تعریض ہے عاص اور اس جیسے دوسروں کے دین سے جن کی
کے واسطے تھی۔ اور نیز یہ مقصود ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے قدم صراط
عبادت کو اللہ کی ذات کریم کے لئے خالص کر دیں۔
عبادتوں سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ عبادت کے دو نوع ہیں۔
مقدم نماز ہے۔ دوسرے اعمال مالیہ جن میں اعلیٰ اونٹوں کی قربانی ہے۔
میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو نماز اور اونٹوں کی قربانی سے
آپ کی مبارک آنکھوں کے لئے ٹھنڈک بنائی گئی۔ اور اونٹوں کی قربانی
تھی چنانچہ روایت ہے کہ آپ نے سو اونٹ قربانی دیئے۔ جن میں ابو جہل کا
میں سونے کی نکیل تھی۔
لام کو اس لئے حذف کیا گیا کہ پہلا لام اس پر دلالت کر رہا ہے۔
کی رعایت کی گئی۔ اور یہ من جملہ بدائع ہے۔ جب قائل اسے طبعی طور
کام نہ لے۔
میں دو خوبیاں ہیں۔ ایک تو اس میں التفات ہے۔ دوسرے مضمر کی جگہ لفظ
میں اللہ تعالیٰ کی شان کبریائی اور اس کے غلبہ قدرت کا اظہار ہے۔ اسی سے
مرك امير المومنين بكذا۔
معلوم ہوا کہ حق عبادت یہ ہے کہ بندے اس کے ساتھ اپنے رب اور اپنے

مالک کو خاص کریں۔ اور اس شخص کی خطا سے تعریض ہو گئی۔(۳۸) جو اپنے [illegible]
کر کسی غیر کی عبادت کرے۔

ان شانئك هو الابتر۔ اس میں پانچ فائدے ہیں:۔

1۔ امر (فصل و انحر) کی علت میں حضور اقدس ﷺ کے شانی [illegible]
اور اس کے قول کی طرف ترک توجہ کو بر سبیل استیناف بیان کیا گیا اور استیناف [illegible]
قرآن شریف میں مواقع استیناف بکثرت ہیں۔

2۔ یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس جملہ کو معترضہ قرار دیا جائے جو [illegible]
حمت کے سیاق پر لایا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ ان خیر من [illegible]
الامین۔ (قصص۔ ع ۳) اور شانی سے مراد عاص بن وائل ہے۔

3۔ عاص کو اس صفت کے ساتھ ذکر کیا اور نام کے ساتھ ذکر نہ [illegible]
شامل ہو اس شخص کو جو دین حق کی مخالفت میں عاص کی مانند ہو۔

4۔ اس جملے کے شروع میں حرف تاکید لایا گیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ [illegible]
کہا جھوٹ ہے۔ اور محض تعنت و عناد کا نتیجہ ہے۔ اسی واسطے اس کو شانی کہا گیا۔

5۔ خبر معرفہ لائی گئی ہے تاکہ عدو شانی کے لئے بتر بدرجہ کمال [illegible]
جمود ہے۔ جس کو صنبور کہا جائے۔ پھر یہ سورت باوجود علو مطلع و تمام مقاطع [illegible]
جلیلہ سے پر ہونے اور محاسن کثیرہ کے جامع ہونے کے اس تصنع سے خالی [illegible]
اپنے خصم کو ساکت و مغلوب کر لیتا ہے۔ انتہی۔

ان تمام امور کے علاوہ اس سورت کی تین آیتوں میں چار پیشین گوئیاں [illegible]
ہو چکی ہیں۔

آیہ یا رض ابلعی مائك کی خارق عادت فصاحت کی طرف پہلے [illegible]
علامہ کرمانی (۳۹) کی کتاب عجائب میں ہے کہ معاندین نے عرب و عجم کے تمام [illegible]
مگر کوئی کلام فخامت الفاظ، حسن نظم، جودت معانی اور ایجاز میں اس کی مثل نہ پایا [illegible]
ہو گئے کہ انسانی طاقت اس آیت کی مثل لانے سے قاصر ہے۔ ابن ابی الاصبع (۴۰) [illegible]
میں نے کلام انسانی میں اس آیت کی مثل نہیں دیکھا۔ اس میں سترہ لفظ ہیں اور [illegible]
یہ ہیں:۔

1۔2۔ ابلعی اقلعی میں مناسبت تامہ ہے۔

3۔4۔ ابلعی اقلعی میں استعارہ ہے۔



[illegible] طباق ہے۔(۴۱)

[illegible] سماء میں مجاز ہے کیونکہ حقیقت یامطر السماء ہے۔

[illegible] غیض الماء میں اشارہ ہے۔(۴۲) کیونکہ اس کی کئی معانی سے تعبیر کی گئی ہے۔
[illegible] نہیں کیا جا سکتا۔ یہاں تک کہ آسمان کا مینہ تھم جائے۔ اور زمین پانی کے ان
[illegible] سے نکلتے ہیں۔ تب سطح زمین کا پانی کم ہو جائے۔

[illegible] میں صنعت ارداف ہے کیونکہ اس کی حقیقت جلست ہے۔ پس اس لفظ
[illegible] کی طرف عدول کیا گیا۔ اس واسطے کہ استواء میں اشعار ہے جلوس
[illegible] نہ ہو۔ اور یہ معنی لفظ جلوس سے ادا نہیں ہوتے۔

[illegible] وقضی الامر میں تمثیل ہے۔(۴۳)

[illegible] اس آیت میں تعلیل ہے۔(۴۴) کیونکہ غیض الماء استواء کی علت ہے۔

[illegible] اس میں صحت تقسیم ہے۔ نقص کی حالت میں جو پانی کے اقسام ہیں وہ سب اس
[illegible] اس کی صرف یہی قسمیں ہیں۔ آسمان کے پانی کا تھم جانا۔ زمین سے نکلنے
[illegible] اور سطح زمین کے پانی کا خشک ہو جانا۔

[illegible] اس میں احتراس (۴۵) فی الدعاء ہے۔ تاکہ یہ وہم نہ گزرے کہ غرق اپنے عموم
[illegible] کو شامل ہے۔ جو مستحق ہلاک نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عدل اس سے مانع ہے کہ
[illegible] کرے۔

[illegible] اس میں حسن انسق ہے۔(۴۶) کیونکہ اس میں بعض جملے پر واؤ عطف کے ساتھ
[illegible] معطوف ہیں جو بلاغت کا مقتضاء ہے۔ چنانچہ پہلے زمین پر سے پانی کا ناپید ہونا ذکر کیا
[illegible] والوں کا غایت مقصود (کشتی کی قید سے نجات) موقوف ہے۔ پھر آسمان کے پانی کا
[illegible] جس پر یہ سب یعنی کشتی سے نکلنے کے بعد کی اذیت کا دور کرنا اور زمین پر کے پانی
[illegible] موقوف ہے پھر ان ہر دو مادوں کے بند ہونے کے بعد پانی کے دور ہو جانے کی خبر
[illegible] سے متاخر ہے۔ پھر قضائے عمر کی خبر دی۔ یعنی جس کا ہلاک ہونا مقدر تھا اس کے
[illegible] اور جس کا بچنا مقدر تھا اس کے نجات پانے کی خبر دی۔ یہ امر ماقبل سے متاخر کیا
[illegible] والوں کو یہ کشتی سے نکلنے کے بعد معلوم ہوا۔ اور ان کا نکلنا ماقبل پر موقوف تھا۔ پھر
[illegible] کی خبر دی جو اضطراب و خوف دور ہونے کا افادہ کرتی ہے۔ پھر ظالموں پر بددعا
[illegible] کیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ طوفان تو تمام روئے زمین پر تھا مگر غرق ہونا صرف
[illegible] پر شامل تھا۔

14۔اس میں ائتلاف اللفظ مع المعنی ہے یعنی الفاظ معنی مقصود کے [illegible]
ہیں۔

15۔اس میں ایجاز ہے۔(۴۷) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ تمام [illegible]
عبارت میں بیان فرمادیا۔

16۔اس میں تسہیم ہے(۴۸) کیونکہ آیت کا اول اس کے آخر پر [illegible]

17۔اس میں تہذیب ہے (۴۹) کیونکہ اس کے مفردات [illegible]
ہیں۔ہر لفظ کے حروف کے مخارج سہل ہیں۔اور ان پر فصاحت کی رونق ہے۔[illegible]
سے خالی ہیں۔

18۔اس میں حسن بیان ہے۔کیونکہ سامع کو اس کے معنی [illegible]
ضرورت نہیں اسی سے وہ آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔

19۔اس میں تمکین ہے۔(۵۰)

20۔اس میں انسجام ہے۔(۵۱)

علامہ سیوطی اتقان میں اس کے بعد لکھتے ہیں کہ اس آیت میں [illegible]
یعنی تین جملے معترضہ لائے گئے ہیں اور وہ یہ ہیں۔وغیض الماء. وقضی الامر
علی الجودی۔اس سے سمجھا جاتا ہے کہ یہ امر دونوں کے درمیان واقع [illegible]
اعتراض ہے کیونکہ وقضی الامر. غیض اور استوت کے درمیان واقع [illegible]
استواء غیض کے بعد حاصل ہوا۔

ایجاز کی مثال ولکم فی القصاص حیوۃ ہے۔اس سے پہلے یہ [illegible]
القتل انفی للقتل۔جب یہ آیت نازل ہوئی تو اس مثل کا استعمال متروک ہو گیا [illegible]
مثل مذکور پر بوجوہ ذیل ظاہر ہے۔

1۔آیت میں مثل کی نسبت ایجاز ہے۔جو ممدوح ہے۔کیونکہ القصاص [illegible]
دس ہیں۔اور القتل انفی للقتل کے چودہ ہیں۔(۵۳)

2۔قتل کی نفی حیات کو مستلزم نہیں۔اور آیت حیات کے [illegible]
مطلوب اصلی ہے۔

3۔حیات کی تنکیر تعظیم کے لئے ہے۔جیسا کہ ولتجدنھم احرص [illegible]
حیوۃ الایہ میں ہے۔اور اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ قصاص میں حیات [illegible]
میں یہ بات نہیں۔کیونکہ اس میں لام جنس کے لئے ہے۔اسی واسطے مفسرین [illegible]



[illegible] میں عموم ہے اور مثل میں نہیں۔کیونکہ ہر قتل انفی للقتل نہیں۔بلکہ بعض
[illegible]) موجب قتل ہوتا ہے۔اور اس کا (یعنی قتل ظلما کا) نافی ایک خاص قتل
[illegible] جس میں ہمیشہ حیات ہے۔

[illegible] مثل میں لفظ قتل دوبار آیا ہے۔اور آیت اس تکرار سے خالی ہے۔اور تکرار سے خالی
[illegible] اس میں تکرار پائی جائے خواہ وہ تکرار مخل فصاحت نہ ہو۔

[illegible] آیت میں مقدرات نکالنے کی حاجت نہیں۔مگر مثل میں ہے۔کیونکہ اس میں افعل
[illegible] اور اس کا مابعد محذوف ہے۔اور قتل اول کے ساتھ قصاصا اور قتل ثانی کے
[illegible] اور تقدیر یوں ہے۔القتل قصاصاً انفی للقتل ظلما من ترکہ۔

[illegible] آیت میں صنعت طباق ہے۔کیونکہ قصاص کا حیات کی ضد ہونا مشعر ہے مگر مثل

[illegible] آیت ایک فن بدیع پر مشتمل ہے۔اور وہ دو ضدوں میں سے ایک کا جو فنا و موت ہے
[illegible] ہے محل و مکان بناتا ہے۔اور حیات کا موت میں قرار پکڑنا بڑا مبالغہ ہے۔
[illegible] مذکور ہے۔اور صاحب ایضاح نے اسے یوں تعبیر کیا ہے کہ فی کو قصاص پر
[illegible] حیات کے لئے گویا منبع و معدن قرار دیا گیا ہے۔

[illegible] مثل میں پے در پے اسباب خفیفہ (سکون بعد التحرک) ہیں۔اور یہ امر کلمہ کی سلا
[illegible] جریان میں نقص ڈال دیتا ہے۔جیسا کہ سواری جب ذرا سی حرکت کرے
[illegible] پھر حرکت کرے۔پھر رک جائے تو ایسی سواری کو سوار اپنی مرضی کے موافق
[illegible] آیت اس نقص سے پاک ہے۔

[illegible] مثل میں ظاہر تناقض ہے۔کیونکہ ایک شئی اپنی ہی ذات کے لئے منافی قرار

[illegible] مثل میں لفظ قاف کا تکرار ہے۔جو تنگی و شدت کا موجب ہے اور نون کا غنہ بھی

[illegible] آیت حروف متلائمہ پر مشتمل ہے۔کیونکہ اس میں قاف سے صاد کی طرف
[illegible] قاف حروف استعلاء سے ہے اور صاد حروف استعلاء و اطباق سے ہے۔مگر مثل میں
[illegible] کی طرف خروج ہے۔جو حرف منخفض ہے۔اور وہ قاف کے ملائم نہیں۔اسی طرح
[illegible] کی طرف خروج احسن ہے لام سے ہمزہ کی طرف خروج سے کیونکہ کنارہ زبان اور

اقصیٰ حلق میں بعد ہے۔

13۔ صاد اور حاء اور تاء کے تلفظ میں حسن صوت۔ مگر قاف اور [illegible] خوبی نہیں۔

14۔ آیت لفظ قتل سے خالی ہے۔ جو مشعر وحشت ہے خلاف [illegible] زیادہ مقبول و مرغوب ہے۔

15۔ آیت میں لفظ قصاص کے ذکر سے جو مشعر مساوات ہے۔ [illegible] مگر مطلق قتل میں ایسا نہیں۔

16۔ آیت اثبات پر مبنی ہے۔ اور مثل نفی پر مبنی ہے۔ اور اثبات [illegible] اثبات اول ہے۔ اور نفی اس سے دوسرے درجے پر ہے۔

17۔ آیت کے معنی سنتے ہی سمجھ میں آجاتا ہیں مگر مثل کے معنی [illegible] القصاص هو الحيوة کے معنی سمجھنے درکار ہیں۔

18۔ مثل میں فعل متعدی سے افعل تفضیل ہے۔ اور آیت اس سے [illegible]

19۔ صیغہ افعل اکثر اشتراک کا مقتضی ہوتا ہے۔ پس ترک قصاص [illegible] اور قصاص قتل کا زیادہ نافی ہوگا اور یہ درست نہیں۔ آیت اس نقص سے خالی ہے۔

20۔ آیت قتل اور جرح دونوں سے روکنے والی ہے۔ کیونکہ قصاص [illegible] ہوتا ہے۔ اور قصاص اعضاء میں بھی حیات ہے۔ کیونکہ عضو کا قطع کرنا [illegible] معطل کر دیتا ہے۔ اور بعض وقت جان تک نوبت پہنچ جاتی ہے مگر مثل میں یہ [illegible] الاتقان للسیوطی۔

امثلہ مذکورہ بالا سے جو بطور مشتے نمونہ از خروارے بیان کی گئی ہیں۔ [illegible] کی خارق عادت فصاحت و بلاغت کا اندازہ بخوبی لگا سکتے ہیں۔

علامہ سیوطی نے الله ولی الذين امنوا يخرجهم من الظلمت الى [illegible] فصاحت و بلاغت کے متعلق ایک رسالہ لکھا ہے۔ اور اس میں ایک سو [illegible] بخوف تطویل اسے یہاں درج نہیں کیا گیا۔

## دیگر معجزات کا بیان

اس فصل میں جو معجزات بطریق اختصار بیان ہوتے ہیں ان سے حضور [illegible] کے معجزات کی وسعت کا اندازہ بخوبی لگ سکتا ہے۔



## اسراء و معراج شریف

[illegible] ﷺ کے اخص خصائص اور اظہر معجزات میں سے یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ [illegible] کی فضیلت سے خاص کیا اور کسی دوسرے نبی کو اس فضیلت سے مشرف و [illegible] جہاں تک آپ کو پہنچایا کسی کو نہیں پہنچایا۔ اور جو آیات و عجائبات آپ کو [illegible] دکھائے۔ (۵۵)

دیدہ آنچہ از دیدن بروں بود

مپرس از ماز کیفیت کہ چوں بود

[illegible] انبیاء کرام کے تمام فضائل یکجا جمع کیے جائیں تو ان کا مجموعہ ہمارے آقائے [illegible] فضیلت (یعنی معراج اور اس میں جو انوار و اسراء اور حب و قرب آپ کو [illegible] ہوگا۔

[illegible] مراد خانہ کعبہ سے بیت المقدس تک رات کو جانا ہے۔ اور معراج بیت [illegible] کے اوپر تشریف لے جانے کا نام ہے۔ اسراء قرآن کریم سے ثابت [illegible] فرماتا ہے:۔

[illegible] بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ [illegible] اٰيٰتِنَا ط اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ۔

(بنی اسرائیل۔ع ۱)

[illegible] ذات جو اپنے بندے کو رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا [illegible] رکھی ہیں۔ تاکہ ہم اس کو اپنے چند عجائبات اور نشانیاں دکھلائیں۔ بے [illegible] دیکھنے والا۔

[illegible] شریف اسراء کے ثبوت پر نص ہے۔ اور اس کا اخیر حصہ لنريه من ايتنا [illegible] طرف اشارہ ہے۔ یعنی مسجد اقصیٰ تک لے گیا۔ تاکہ وہاں سے آسمانوں پر لے جا [illegible] دکھلائے۔ کیونکہ آیات کا دکھانا اور غایت کرامات و معجزات کا ظہور [illegible] ان امور پر مقصود نہیں۔ جو مسجد اقصیٰ تک لے جاتا تو اس کا مبداء ہے اور [illegible] او ادنى فاوحى الى عبده ما اوحى۔ (سورہ نجم) میں بہ اہر تحقیق منتہائے [illegible]

[illegible] کہ اسراء و معراج شریف ہر دو جسد مبارک کے ساتھ حالت بیداری میں

ایک ہی رات وقوع میں آئے۔ جمہور صحابہ و تابعین و محدثین و فقہاء و
یہی مذہب ہے۔ اور یہی قرآن مجید سے ثابت ہے کیونکہ آیہ کریمہ سبحن
میں لفظ عبد موجود ہے۔ اور عبد مجموعہ جسم و روح کو کہتے ہیں۔ قرآن شریف
انسان کو کلمہ عبد سے تعبیر کیا ہے وہاں روح اور جسم دونوں مراد ہیں۔ مثلاً سورہ
ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا۔

(ترجمہ) یہ ذکر اس رحمت کا ہے جو پروردگار نے اپنے بندے زکریا پر کی تھی۔

یہاں عبد سے یقیناً حضرت زکریا مع جسم و روح کے مراد ہیں۔ سورہ
وَأَنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ كَادُوا يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا۔

(ترجمہ) جب اللہ کے بندے (محمد ﷺ) عبادت کے واسطے کھڑے ہوتے
پڑتے ہیں (تاکہ قرآن شریف سنیں)

اس طرح آیت زیر بحث میں عبد سے مراد جسم اقدس مع روح
جسمانی کا ثبوت اس آیت سے روز روشن کی طرح ثابت ہے۔ اور احادیث
تواتر کو پہنچنے والی ہیں۔ یہی ثابت ہوتا ہے۔ فی الواقع اگر خواب میں ہوتا تو
بعض ضعیف مومن فتنہ میں نہ پڑتے۔ کیونکہ خواب میں تو اکثر دیکھا جاتا ہے۔
مشرق میں ہیں۔ دوسرے لحظہ میں ہزاروں کوسوں پر مغرب میں ہیں۔ فلاسفہ اور
جو اعتراضات اس پر کرتے ہیں ان تمام کا جواب اسریٰ بعبدہ (اپنے بندے کو
گیا) سے ملتا ہے۔ کیونکہ لے جانے والا تو خدا ہے جو قادر مطلق اور جمیع
اگر وہ اپنے کامل بندے حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ سید ولد آدم ﷺ کو جسم
بیداری میں رات کے ایک حصے میں خانہ کعبہ سے بیت المقدس تک اور بیت المقدس
کے اوپر جہاں تک چاہا لے گیا۔ تو اس میں کونسا استحالہ لازم آتا ہے۔ وما ذلک علی
(۵۶)

## شق القمر

معجزہ شق القمر قرآن کریم کی آیہ ذیل سے ثابت ہے:۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ۔ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ
(شروع)

(ترجمہ) پاس آگئی وہ گھڑی اور پھٹ گیا چاند۔ اور اگر وہ دیکھیں کوئی نشانی تو ٹال



مطلب ہے کہ قیامت قریب آگئی اور دنیا کی عمر کا قلیل حصہ باقی رہ گیا۔
علامات قیامت تھا وقوع میں آگیا۔ وانشق القمر سے مراد یہ ہے کہ شق
حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں ہو چکا۔ اس معنی کی تائید حضرت حذیفہ رضی
ہوتی ہے۔ وقد انشق القمر (اور حال یہ کہ چاند پھٹ چکا) کیونکہ اس
حال ہوگا۔ اور قیامت سے پہلے اقتراب ساعت اور وقوع انشقاق میں مقارنت کا
معنی کی تائید مابعد سے ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کا مقتضایہ ہے کہ شق القمر ایک
نے دیکھا اور ٹال دیا۔ اور اس سے پہلے بھی وہ پے در پے معجزات دیکھ چکے
سحر بتانے لگے۔ اسی معنی پر مفسرین کا اجماع ہے۔

مسلم وغیرہ میں بصراحت تام یہ قصہ مذکور ہے کہ رات کے وقت کفار
ﷺ سے کوئی نشان طلب کیا جو آپ کی نبوت پر شاہد ہو۔ آپ نے ان کو یہ
کے راوی حضرت علی۔ ابن مسعود۔ حذیفہ۔ ابن عمر۔ ابن عباس۔ اور انس
ہیں۔ ان میں سے پہلے چار صحابہ کرام نے تو بچشم خود دیکھا کہ چاند دو ٹکڑے ہو
ایک پہاڑ پر اور دوسرا ٹکڑا دوسرے پہاڑ پر تھا۔ یہ وہ معجزہ ہے کہ کسی دوسرے
نہیں آیا۔ اور بطریق تواتر ثابت ہے۔

کے سوا اور لوگ نے بھی شق القمر دیکھا؟

کے علاوہ اطراف سے آنے والے مسافروں نے بھی شق القمر کی شہادت
داؤد طیالسی (۵۸) (متوفی ۲۰۴ھ) میں بروایت حضرت عبداللہ بن مسعود
مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں چاند پھٹ گیا۔ کفار قریش نے دیکھ
(۵۹) کے بیٹے کا جادو ہے۔ پھر وہ کہنے لگے مسافر جو آئیں گے ان سے پوچھیں
ہیں۔ کیونکہ (حضرت) محمد کا جادو تمام لوگوں پر نہیں چل سکتا۔ چنانچہ
نے کہا کہ "ہم نے بھی شق القمر دیکھا ہے" اگر بالفرض بعض جگہ چاند نظر نہ
ہے کہ اختلاف مطالعہ کے سبب بعض مقامات میں چاند کا طلوع ہوتا ہی نہیں۔
سب جگہ نظر نہیں آتا۔ اور بعض دفعہ دوسری جگہوں میں ابر یا پہاڑ وغیرہ چاند

ہے۔

شق القمر حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں وقوع میں آیا۔ جسے اب تیرہ سو سال زیادہ
اس طرح قرب قیامت کا نشان ہو سکتا ہے۔ جواب تک نہیں آئی۔

سوال :۔ حضور اقدس ﷺ کا وجود مبارک اور آپ کی نبوت قرب
ہے۔ یعنی اس امر کا ایک نشان ہے کہ دنیا کی عمر کا اکثر حصہ گزر چکا ہے
ہے۔ چنانچہ صحیحین میں ہے کہ آپ نے اپنی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی
فرمایا۔

"یعنی میری بعثت اور قیامت ان دو انگلیوں کی مانند ہیں کہ
انگلی) سبابہ (شہادت کی انگلی) سے آگے ہے۔ قیامت سے پہلے میرا
کہ میں پہلے آگیا ہوں اور قیامت میرے پیچھے آرہی ہے۔ جب آپ کی
علامت ہوئی تو شق القمر کا بالفعل وقوع بھی جو آپ کی نبوت کی دلیل
ٹھہرا۔

## رد الشمس

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک
نبی ﷺ کی طرف وحی آرہی تھی۔ اور آپ کا سر مبارک حضرت علی کی
حضرت علی نے نماز عصر نہ پڑھی' یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔
تھی۔ آپ نے حضرت علی سے دریافت فرمایا' کیا تم نے نماز عصر
عرض کیا' نہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (۶۱) یا اللہ یہ تیری اطاعت
کی اطاعت میں تھا تو اس کے لئے آفتاب کو واپس لا۔ حضرت اسماء فرماتی ہیں
دیکھا کہ غروب ہو گیا تھا۔ پھر میں نے دیکھا کہ غروب ہونے کے بعد
پہاڑوں اور زمین پر پڑی۔

رد الشمس کی طرح حبس الشمس بھی آنحضرت ﷺ کے لئے
شب معراج کی صبح کو جب کفار قریش نے حضور سے اپنے قافلوں کے حالات
ایک قافلہ کی نسبت فرمایا کہ وہ چہار شنبہ کے دن آئے گا۔ قریش نے اس دن
کہ سورج غروب ہونے لگا اور وہ قافلہ نہ آیا۔ اس وقت آپ نے دعا فرمائی
ٹھہرا رکھا اور دن میں اضافہ کر دیا یہاں تک کہ وہ قافلہ آپہنچا۔ (۶۲)

## مردوں کو زندہ کرنا

امام (۶۳) بیہقی نے دلائل النبوت میں روایت کی ہے کہ
دعوت اسلام دی۔ اس نے جواب دیا کہ میں آپ پر ایمان نہیں لاتا۔



مجھے اس کی قبر دکھا۔ اس نے آپ کو اپنی بیٹی کی قبر دکھائی تو آپ
لڑکی نے قبر سے نکل کر کہا' لبیک (۶۴) وسعدیک۔ نبی ﷺ
دنیا میں تو پھر آجائے؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! قسم ہے اللہ کی
بہتر پایا۔ اور اپنے لئے آخرت کو دنیا سے اچھا پایا۔

(۶۵) نے کعب بن مالک کی روایت سے نقل کیا ہے کہ حضرت جابر بن عبد
میں آئے' اور آپ کا چہرہ متغیر پایا۔ اس لئے وہ اپنی بیوی کے پاس
میں نے نبی ﷺ کا چہرہ متغیر دیکھا ہے۔ میرا گمان ہے کہ بھوک کے
پاس کچھ موجود ہے؟ بیوی نے کہا' اللہ کی قسم! ہمارے پاس یہ بکری
میں نے بکری کو ذبح کیا' اور اس نے دانے پیس کر روٹی اور گوشت پکایا'
فرمایا۔ (۶۶) پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گیا۔ آپ نے فرمایا
میں ان کو لے کر آپ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے فرمایا' ان کو میرے
رہو۔ اس طرح وہ کھانے لگے۔ جب ایک جماعت سیر ہو جاتی تو وہ
یہاں تک کہ سب کھا چکے۔ اور پیالے میں جتنا پہلے تھا اتنا ہی بچ رہا۔
کھاؤ اور ہڈی نہ توڑو۔ پھر آپ نے پیالے کے وسط میں ہڈیوں کو جمع کیا'
پھر آپ نے کچھ کلام پڑھا۔ جسے میں نے نہیں سنا۔ ناگاہ وہ بکری کان
فرمایا۔ اپنی بکری لے جا۔ پس میں اپنی بیوی کے پاس آیا وہ بولی یہ کیا
ہماری بکری ہے۔ جسے ہم نے ذبح کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اللہ
اسے زندہ کر دیا۔ یہ سن کر میری بیوی نے کہا۔ میں گواہی دیتی ہوں کہ وہ

سلام بن مشکم یہودی کی زوجہ نے بکری کا زہر آلود گوشت آنحضرت
بھیجا۔ آپ اس میں سے بازو اٹھا کر کھانے لگے وہ بازو بولا کہ مجھ میں
طلب کی گئی۔ تو اس نے اعتراف کیا کہ میں نے اس گوشت میں زہر ملایا
زندہ کرنے سے بھی بڑھ کر ہے کیونکہ یہ میت کے ایک جزو کا زندہ کرنا
سے منفصل تھا مردہ ہی تھا۔

کے والدین کا آپ کی خاطر زندہ کیا جانا اور ان کا آپ پر ایمان لانا بھی
علامہ سیوطی نے اس بارے میں کئی رسالے تصنیف کئے ہیں۔ اور
جزاہ اللہ عنا خیر الجزاء۔

حضور اقدس ﷺ کے توسل سے بھی مردے زندہ ہو گئے۔

(٦٧) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انصار میں سے ایک جوان نے وفات پائی ... بڑھیا تھی۔ ہم نے اس جوان کو کفنا دیا۔ اور اس کی ماں کو پرسہ دیا۔ ماں نے کہا ... ہم نے کہا۔ ہاں۔ یہ سن کر اس نے یوں دعا مانگی۔ یا اللہ اگر تجھے معلوم ہے کہ میں ... اور تیرے نبی کی طرف اس امید پر ہجرت کی ہے کہ تو ہر مشکل میں میری ... مصیبت کی مجھے تکلیف نہ دے۔ ہم وہیں بیٹھے تھے کہ اس جوان نے اپنے چہرہ ... کھانا کھایا۔ اور ہم نے بھی اس کے ساتھ کھایا۔

## انقلاب اعیان

جن چیزوں کو رسول اللہ ﷺ کا دست مبارک لگا یا حضور کے استعمال میں ... حقیقت و ماہیت بدل گئی۔ بغرض توضیح ذیل میں چند مثالیں درج کی جاتی ہیں۔

ایک رات مدینہ منورہ کے لوگ ڈر گئے (گویا کوئی چور یا دشمن آتا ہے) ... نے ابو طلحہ کا گھوڑا لیا جو سست رفتار تھا۔ اور اس پر بغیر زین کے سوار ہو کر ... تشریف لے گئے۔ آپ کے بعد لوگ بھی سوار ہو کر اس طرف نکلے۔ آنحضرت ... آتے ہوئے ملے۔ آپ نے فرمایا۔ "ڈرو نہیں ڈرو نہیں۔" اور گھوڑے کی ... اسے دریا کی مانند تیز رفتار پایا۔ اس دن سے وہ گھوڑا ایسا چالاک بن گیا کہ کوئی ... آگے نہ بڑھ سکتا تھا۔ (٦٨)

حضرت ام مالک کے پاس ایک چمڑے کی کپی تھی۔ جس میں وہ آنحضرت ... خدمت میں گھی بطور ہدیہ بھیجا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ حضور نے فرمایا کہ اس کو ... آپ نے کپی ام مالک کو دے دی۔ وہ کیا دیکھتی ہیں کہ کپی گھی سے بھری ہوئی ... لڑکے آکر نان خورش مانگتے تو وہ کپی میں گھی بدستور پاتیں۔ غرض وہ گھی اسی طرح ... یہاں تک کہ ایک روز ام مالک نے کپی کو نچوڑا تو خالی ہو گئی۔ (٦٩)

ام اوس بہزیہ نے کپی میں گھی ڈال کر بطور ہدیہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ... آپ نے قبول فرمایا اور کپی میں سے گھی نکال لیا۔ اور ام اوس کے لئے دعائے برکت ... کر دی۔ جب ام اوس نے دیکھا تو گھی سے بھری ہوئی پائی اسے خیال آیا کہ رسول اللہ ... قبول نہیں فرمایا۔ اس لئے وہ فریاد کرتی ہوئی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی۔ ... صحابہ کرام نے اس سے حقیقت حال بیان کر دی۔ ام اوس اس کپی میں آنحضرت ...



... فاروقی و عثمانی میں گھی کھاتی رہی۔ یہاں تک کہ حضرت علی و امیر معاویہ ... میں آئی۔ (٧٠)

... عبدالرحمن بن زید بن خطاب قرشی عدوی کوتاہ قد پیدا ہوئے تھے۔ آنحضرت ... دست مبارک پھیرا اور دعا فرمائی اس کا یہ اثر ہوا کہ عبدالرحمن جب کسی ... سب سے بلند نظر آتے جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔

... آنحضرت ﷺ نماز عشاء کے لئے نکلے۔ رات اندھیری تھی اور بارش ہو رہی ... قتادہ بن نعمان انصاری کو دیکھا۔ انہوں نے عرض کیا' میں نے خیال کیا کہ ... لئے میں نے چاہا کہ جماعت میں شامل ہو جاؤں آنحضرت ﷺ نے نماز ... قتادہ کو کھجور کی ایک ڈالی دی۔ اور فرمایا کہ یہ ڈالی دس ہاتھ تمہارے آگے ... کرے گی۔ جب تم گھر پہنچو تو اس میں ایک سیاہ شکل دیکھو گے۔ اس کو مار ... شیطان ہے۔ جس طرح حضور نے فرمایا' ویسا ہی ظہور میں آیا۔ (٧١)

... حضرت عکاشہ بن محصن کی تلوار ٹوٹ گئی۔ وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت ... ان کو ایک لکڑی عنایت فرمائی۔ جب عکاشہ نے ہاتھ میں لے کر ہلائی تو وہ ... تلوار بن گئی جس سے وہ جنگ کرتے رہے۔ اس تلوار کا نام عون تھا۔ حضرت ... جہاد کرتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت صدیق اکبر کے عہد میں ایام الردۃ میں ...

... حضرت عبداللہ بن جحش کی تلوار ٹوٹ گئی۔ آنحضرت ﷺ نے انکو ایک ... عطا فرمائی۔ وہ انکے ہاتھ میں تلوار بن گئی۔ جسکے ساتھ وہ جنگ کرتے رہے۔ یہاں ... اس تلوار کو عرجون کہتے تھے۔ (٧٣)

... ﷺ نے ایک پانی کا مشکیزہ لیا۔ اس کا منہ باندھ کر دعا فرمائی اور صحابہ کرام کو ... آیا' تو انہوں نے اسے کھولا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ اس میں بجائے پانی کے تازہ ... دودھ پر جھاگ آ رہی ہے۔ (٧٤)

... علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سلمان فارسی کے لئے جو کھجور کے پیڑ اپنے دست ... وہ ایک ہی سال میں پھل لائے۔ بانجھ بکری کے تھنوں پر آپ کا دست ... دینے لگی۔ گنجے کے سر پر دست مبارک شفا پھیرا تو اسی وقت بال اگ گئے۔ ... حضور کے حلیہ شریف کے بیان میں آچکا ہے۔

## بچوں کی شہادت (گواہی)

معرض بن معیقیب یمانی سے روایت ہے کہ میں نے حجۃ الوداع
گھر میں داخل ہوا۔ میں نے اس میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ آپ سے ایک
آیا۔ اہل یمامہ میں سے ایک شخص آپ کی خدمت میں ایک بچہ لایا جو اسی دن پیدا
اس سے پوچھا اے بچے! میں کون ہوں؟ وہ بولا' آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ
کہا۔ اللہ تجھے برکت دے۔ پھر اس کے بعد اس بچے نے کلام نہ کیا۔ یہاں تک
اسے مبارک الیمامہ کہا کرتے تھے۔ (۷۵)

حضرت شمر بن عطیہ نے اپنے بعض شیوخ سے روایت کی ہے کہ
کی خدمت میں ایک لڑکا لائی جو جوان ہو گیا تھا۔ اس نے کہا' میرے اس
کلام نہیں کیا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے اس لڑکے سے پوچھا کہ میں کون ہوں
کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

## بیماروں کو شفا دینا

حضرت فدیک بن عمرو السلامانی کی دونوں آنکھیں سفید ہو گئی
سکتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے دم کر دیا۔ وہ ایسے بینا ہو گئے کہ اسی برس کی عمر
ڈال سکتے تھے۔ (۷۶)

امام رازی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت معاذ بن عفراء کی بیوی کو
رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے اپنا عصا مبارک اس
وقت مرض جاتا رہا۔

حضرت ابو سبرہ کے ہاتھ میں ایک ایسی گلٹی تھی کہ اونٹ کی
اللہ ﷺ نے ایک تیر منگوایا اور گلٹی پر پھیر دیا۔ وہ فوراً جاتی رہی۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سر پر اور چہرے
اللہ ﷺ نے اپنا دست شفا کپڑے پر سے ان کے چہرے اور سر پر رکھا اور
جاتا رہا۔ (۷۷)

حضرت حبیب بن یساف ذکر کرتے ہیں کہ میں ایک غزوہ میں
ساتھ تھا۔ میری گردن پر ایک ضرب ایسی لگی کہ میرا بازو لٹک پڑا۔ میں
نے اپنا لعاب دہن لگا دیا اور بازو کو اسکی جگہ پر چسپاں کر دیا' وہ فوراً چنگا ہو گیا۔



لگائی تھی۔ (۷۸)

رواحہ نے حضور اقدس ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر
آپ نے اپنا مبارک ہاتھ ان کے رخسار کی اس جگہ پر رکھا جہاں درد تھا
دست شفا وہاں سے نہ اٹھایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے شفا دی۔
بائیں ہاتھ سے کھانا کھایا کرتے تھے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ دائیں ہاتھ
عرض کیا کہ دائیں ہاتھ میں کچھ شکایت ہے جس کے سبب سے کھایا نہیں
دم کر دیا۔ حضرت جرہد کو پھر عمر بھر یہ شکایت نہ ہوئی۔ (۷۹)
متعلق اور مثالیں حلیہ شریف میں دہان مبارک اور لعاب مبارک اور
مذکور ہو چکی ہیں۔ جن کے دہرانے کی یہاں ضرورت نہیں۔

## طعام قلیل کو کثیر بنا دیا

رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ احزاب کے دن ہم خندق کھود رہے
ظاہر ہوئی۔ صحابہ کرام نبی ﷺ کے پاس آئے اور عرض کی کہ خندق میں
آپ نے فرمایا میں خندق میں اترتا ہوں۔ پھر آپ کھڑے ہوئے
سے آپ کے شکم پر پتھر بندھا ہوا تھا۔ اور ہم نے بھی تین دن سے کچھ نہ
السلام نے کدال لی اور ماری۔ وہ سخت زمین ریگ رواں کا ایک ڈھیر بن
حالت دیکھ کر اپنی بیوی کے پاس آیا اور اس سے کہا۔ کیا تیرے پاس کھانے کی
ﷺ میں سخت بھوک کی علامت دیکھی ہے۔ میری بیوی نے ایک تھیلی
جو تھے۔ ہمارے ہاں گھر میں پلا ہوا ایک بکری کا بچہ تھا۔ میں نے اسے ذبح
لئے۔ ہم نے گوشت دیگ میں ڈال دیا۔ پھر میں نبی ﷺ کی خدمت
عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ہم نے ایک بکری کا بچہ ذبح کیا ہے۔ اور میری بیوی نے
آپ مع چند صحابہ کے تشریف لائیں۔ یہ سن کر نبی ﷺ نے آواز دی اے
تیار کی ہے' جلدی آؤ۔ پھر نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا۔ تم میرے آنے
خمیر کو نہ پکانا جب آپ تشریف لائے تو میری بیوی نے آپ کے سامنے خمیر
دہن مبارک کا لعاب ڈال دیا اور دعائے برکت فرمائی۔ پھر ہماری دیگ کی
بھی لعاب مبارک ڈال دیا۔ اور دعائے برکت فرمائی۔ پھر میری بیوی سے
کو بلا کہ تیرے ساتھ روٹی پکائے اور تو اپنی دیگ میں کفگیر سے گوشت نکالنا۔

اور دیگ کو چولہے پر سے نہ اتارنا۔ راوی کا بیان ہے کہ اہل خندق جو ایک [illegible]
کھا چکے۔ یہاں تک کہ اسے باقی چھوڑ گئے مگر دیگ اسی طرح جوش مار رہی تھی [illegible]
پکایا جا رہا تھا۔ (۸۰)

قصہ مذکورہ بالا میں روایت احمد و نسائی میں ہے کہ جب حضرت [illegible]
اللہ کہہ کر کدال ماری تو اس کی ایک تہائی ٹوٹ گئی۔ آپ نے فرمایا اللہ اکبر! مجھے [illegible]
دی گئیں۔ اللہ کی قسم! میں اس وقت شام کے سرخ محلات دیکھ رہا ہوں [illegible]
کدال ماری تو دوسری تہائی ٹوٹ گئی۔ آپ نے فرمایا اللہ اکبر! مجھے فارس کی [illegible]
قسم! میں اس وقت مدائن کسریٰ کا سفید محل دیکھ رہا ہوں۔ پھر تیسری بار کدال [illegible]
ٹوٹ گئی۔ آپ نے فرمایا اللہ اکبر! مجھے یمن کی کنجیاں دی گئیں۔ خدا کی قسم [illegible]
ابواب صنعاء کو دیکھ رہا ہوں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ تبوک کے دن [illegible]
حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ان کو حکم دیں [illegible]
ہوا توشہ ہے لے آئے۔ پھر آپ اس پر دعائے برکت فرمائیں آپ نے [illegible]
فرش طلب کیا۔ وہ بچھا دیا گیا تو آپ نے صحابہ کرام کا بچا ہوا توشہ طلب فرمایا۔ کوئی [illegible]
تھا۔ کوئی چھواروں کی مٹھی بھرے آ رہا تھا۔ کوئی روٹی کا ٹکڑا لا رہا تھا۔ یہاں تک [illegible]
توشہ جمع ہو گیا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے دعائے برکت فرمائی۔ پھر فرمایا کہ [illegible]
کر لے جاؤ۔ چنانچہ لوگ اپنے برتنوں میں لے گئے۔ یہاں تک انہوں نے [illegible]
چھوڑا جسے بھر انہ ہو (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ تمام لشکر [illegible] (۸۱)
کھایا۔ اور بچ بھی رہا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میں گواہی دیتا ہوں اس امر کی [illegible]
کوئی معبود برحق نہیں۔ اور اس امر کی کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ ان دو شہادتوں [illegible]
والا کوئی بندہ اللہ سے نہ ملے گا کہ وہ بہشت سے روک دیا جائے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ [illegible]
ایک سو تیس شخص تھے۔ آپ نے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس طعام ہے۔ ایک [illegible]
صاع طعام نکلا۔ وہ گوندھا گیا۔ پھر ایک مشرک دراز قد ژولیدہ مو بکریاں ہانکتا [illegible]
ایک بکری خریدی۔ (۸۲) اسے ذبح کیا گیا۔ اور آپ کے حکم سے اس کا کلیجہ [illegible]
کلیجہ کی ایک ایک بوٹی سب کو دی۔ پھر گوشت دو پیالوں میں ڈال دیا۔ سب نے [illegible]
پیالے بھرے کے بھرے بچ رہے ہم نے بچے ہوئے کھانے کو اونٹ پر رکھ لیا [illegible]



[illegible] ایک تکثیر کلیجہ دوسرے تکثیر صاع و گوشت۔

حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ میں بھوک کی شدت سے کبھی اپنے پیٹ کو زمین
[illegible] اور کبھی پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتا تھا۔ ایک دن میں اس راستے میں بیٹھ گیا۔ جہاں
[illegible] ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام گزرا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پاس سے
[illegible] سے قرآن کی آیت پوچھی تاکہ آپ میرا پیٹ بھر دیں۔ مگر انہوں نے کچھ
[illegible] اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے۔ میں نے ان سے بھی ایک آیت
[illegible] بھی کچھ توجہ نہ کی اور گزر گئے۔ اس کے بعد حضرت ابوالقاسم ﷺ پاس سے
[illegible] حالت کو دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا کہ میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ آپ دولت خانہ
[illegible] تو ایک پیالہ میں کچھ دودھ دیکھا۔ آپ نے دریافت کیا کہ یہ دودھ کیسا ہے؟
[illegible] مجھ سے فرمایا کہ اہل صفہ کو بلا لاؤ۔ آپ کا معمول تھا کہ آپ کے پاس
[illegible] اہل صفہ کے لئے بھیج دیتے اور اس میں سے خود کچھ نہ کھاتے۔ اگر ہدیہ آتا تو اہل
[illegible] شریک کر لیتے۔ میں نے اپنے جی میں کہا کہ اتنے دودھ سے اہل صفہ کو کیا ہو گا۔
[illegible] مستحق تھا۔ مگر ارشاد تعمیل سے چارہ نہ تھا۔ میں ان سب کو بلا لایا۔ آپ نے مجھے
[illegible] ان کو پلاؤ۔ میں ایک ایک کو پلاتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ سب سیر ہو گئے۔ آپ
[illegible] اپنا دست مبارک پر رکھا اور میری طرف دیکھ کر مسکرائے۔ پھر فرمایا'
[illegible] دونوں باقی ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ آپ نے سچ فرمایا۔ آپ نے
[illegible] میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر فرمایا اور پیئو۔ میں نے پھر پیا۔ اسی طرح فرماتے رہے
[illegible] نے عرض کیا کہ اب پیٹ میں گنجائش نہیں۔ بعد ازاں باقی آپ نے پی لیا۔

حضرت جابر [illegible] (۸۴) ذکر کرتے ہیں کہ ایک بدوی نے آنحضرت ﷺ سے طعام کا سوال
[illegible] آدھا وسق جو عنایت فرمائے۔ وہ اور اس کی بیوی اور اس کے مہمان ان کو کھاتے
[illegible] رہے) یہاں تک کہ ایک روز اس نے ان کو ماپ لیا (تو وہ کم ہونے لگے) اس نے
[illegible] کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اس واقعہ کی اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا اگر ان کو
[illegible] کھاتے رہتے اور وہ کم نہ ہوتے۔

حضرت انس (۸۵) بن مالک کا بیان ہے کہ ابوطلحہ (والد انس) نے ام سلیم (والدہ انس)
[illegible] رسول اللہ ﷺ میں بھوک کی شدت سے ضعف کے آثار دیکھے ہیں۔ کیا گھر
[illegible] ام سلیم نے جو کی چند روٹیاں کپڑے میں لپیٹ کر میرے ہاتھ رسول اللہ ﷺ کی

خدمت میں بھیجیں۔ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچا۔ آپ مع اصحاب [illegible]
رکھتے تھے۔ آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ ام سلیم کے گھر چلو۔ میں گھر میں [illegible]
طلحہ سے صورت حال بیان کر دی۔ ابو طلحہ نے راستے میں رسول اللہ ﷺ کا [illegible]
گھر میں داخل ہوئے تو ام سلیم سے فرمایا کہ ما حضر لے آؤ۔ آپ کے ارشاد [illegible]
کر کے ان میں کچھ گھی ڈال دیا گیا۔ پھر آپ نے دعا فرمائی اور اصحاب میں سے [illegible]
ہو گئے تو پھر اور دس کو طلب کیا۔ اسی طرح ستر یا اسی اصحاب نے سیر ہو کر کھایا۔

حضرت ابوہریرہ کا بیان ہے کہ میں چند کھجوریں آنحضرت ﷺ کی [illegible]
میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ان میں دعائے برکت فرمائیں۔ آپ نے دست [illegible]
دعائے برکت فرمائی۔ اور فرمایا کہ لو۔ ان کو اپنے توشہ دان میں رکھ لو۔ جس [illegible]
کھانا چاہو تو ہاتھ ڈال کر نکال لیا کرنا اور توشہ دان کو نہ جھاڑنا۔ ہم نے ان میں [illegible]
وسق (۸۶) راہ خدا میں دے دیئے۔ خود کھاتے اور دوسروں کو کھلاتے رہے۔ وہ [illegible]
کمر سے جدا نہ ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ جب حضرت عثمان کی شہادت کا دن آیا تو وہ گم [illegible]
کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ اس دن فرماتے تھے:۔

لِلنَّاسِ هَمٌّ وَلِيْ هَمَّانِ بَيْنَهُمْ هَمُّ الْجِرَابِ وَهَمُّ الشَّيْخِ عُثْمَانَا۔

(ترجمہ) لوگوں کو ایک غم ہے اور مجھے دو غم ہیں توشہ دان کے گم ہونے کا [illegible]
کے شہید ہونے کا غم۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری کا بیان ہے کہ میرے والد احد کے [illegible]
اور چھ لڑکیاں اور بہت سا قرض چھوڑ گئے۔ جب کھجوروں کے توڑنے کا وقت آیا [illegible]
اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ "یارسول اللہ! آپ کو معلوم ہے [illegible]
کے دن شہید ہو گئے اور بہت سا قرض چھوڑ گئے میں چاہتا ہوں کہ قرض خواہ [illegible]
کریں۔" آپ نے فرمایا کہ تم جاؤ اور ہر ایک قسم کی کھجوروں کا الگ الگ ڈھیر لگاؤ [illegible]
ارشاد کی اور آپ کو بلانے آیا جب قرض خواہوں نے آپ کو دیکھا تو مجھے اور تنگ کر [illegible]
کر آپ سب سے بڑے ڈھیر کے گرد تین بار پھرے پھر بیٹھ گئے۔ اور فرمایا کہ قرض [illegible]
آپ ماپ کر ان کو دیتے رہے یہاں تک کہ میرے باپ کی امانت 'اللہ نے ادا کر دی [illegible]
راضی تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے والد کی امانت ادا کر دے۔ خواہ میری بہنوں کے [illegible]
بچے۔ مگر اللہ کی قسم وہ تمام ڈھیر سالم رہے۔ میں نے اس ڈھیر کو دیکھا جس پر [illegible]
تشریف رکھتے تھے۔ اس میں سے ایک کھجور بھی کم نہ ہوئی تھی۔ (۸۸)



[illegible] حضور کی دعا و برکت سے قلیل پانی کا کثیر ہو جانا بھی بہت سی احادیث
[illegible] طعام اور تکثیر آب جناب سید کائنات علیہ الوف التحیہ والصلوٰۃ کے مربی
[illegible] کیونکہ جس طرح حضور انور حسب روحانیت قلوب وارواح کے مربی و
[illegible] میں ابدان واشباہ کے پرورش فرمانے والے بھی ہیں۔ (۸۹)

[illegible] فیض تو چمن چوں کند اے ابر بہار
[illegible] اگر خاور اگر گل ہمہ پرور دہ تست

[illegible] محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز میں صفاو
[illegible] سے گزر رہا تھا۔ وہاں میں نے ایک سبزی بیچنے والے کو دیکھا کہ سبزی پر
[illegible] کہہ رہا ہے:۔
[illegible] وانزلی ثُمَّ لَا تَرتحِلِی۔
[illegible] کت آ اور میرے مکان میں اتر پھر کوچ نہ کر۔

## اجابت دعا

[illegible] کے معجزات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ جو دعا فرماتے وہ بارگاہ
[illegible] قبول ہوتی۔ یہ باب نہایت وسیع ہے۔ نظر بر اختصار صرف چند مثالیں درج کی

[illegible] بن مالک کی ماں نے حضور کی خدمت میں عرض کی۔ یارسول اللہ! انس آپ
[illegible] کے حق میں دعائے خیر فرمائیں۔ پس آپ نے یوں دعا فرمائی۔ "یا اللہ! تو اس
[illegible] اور جو نعمت تو نے اسے دی ہے اس میں برکت دے۔" ایک روایت یہ بھی ہے
[illegible] اور بہشت میں میرا رفیق بنا۔ یہ دعا ایسی قبول ہوئی کہ حضرت انس کے باغ
[illegible] سال میں دو دفعہ پھل دیتے۔ ان کی اولاد سو سے زیادہ تھی۔ ایک کم سو
[illegible] میں فرماتے تھے کہ مجھے امید ہے کہ حسب دعائے جناب مصطفیٰ ﷺ میں
[illegible] بھی ہوں گا۔

[illegible] حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے حق میں
[illegible] تجھے برکت دے۔ اس دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے حضرت عبدالرحمٰن کو
[illegible] دیا کہ جب ۳۱ھ میں انہوں نے وفات پائی تو ان کے ترکہ کا سونا کلہاڑیوں
[illegible] کہ کثرت کار سے ہاتھ زخمی ہو گئے اور ان کی چار بیویوں میں سے ہر ایک کو

اسی ہزار دینار ملے۔ انہوں نے وصیت کی تھی کہ ایک ہزار گھوڑے اور پچاس [illegible]
اللہ خیرات کر دیئے جائیں۔ یہ تمام علاوہ ان صدقات کے تھے جو انہوں [illegible]
چنانچہ ایک روز تیس غلام آزاد کیے۔ ایک مرتبہ سات سو اونٹوں کا کارواں [illegible]
دیا۔ ایک دفعہ اپنا آدھا مال راہ خدا میں دے دیا۔ پھر چالیس ہزار دینار' پھر پانچ [illegible]
اونٹ تصدق کیے۔

جنگ احد میں حضرت سعد بن ابی وقاص جناب رسول اکرم ﷺ [illegible]
تیر چلا رہے تھے اور یوں کہہ رہے تھے۔ "یا اللہ! یہ تیرا تیر ہے۔ اس [illegible]
کر۔" اور حضور فرما رہے تھے۔ "یا اللہ اس کا نشانہ درست کر دے اور اس کی [illegible]
کی دعا سے حضرت سعد مستجاب الدعوات بن گئے جو دعا کرتے قبول ہوتی اور [illegible]
نہ جاتا۔

اسی طرح حضور نے دعا فرمائی تھی کہ یا اللہ! اسلام کو عمر بن الخطاب [illegible]
(ابو جہل) کے ساتھ عزت دے۔ یہ دعا حضرت عمر کے حق میں قبول ہوئی۔ [illegible]
اس دن سے اسلام کو عزت و غلبہ حاصل ہوا۔

حضرت عبداللہ بن عباس کے حق میں حضور نے دعا کی تھی کہ "یا اللہ [illegible]
فقیہ بنا دے۔ اس دعا کی برکت سے حضرت ابن عباس رئیس المفسرین اور حبر الامت [illegible]

ایک روز آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص میری اس دعا کے تمام [illegible]
بچھائے رکھے گا۔ وہ میری احادیث میں سے کبھی کچھ نہ بھولے گا۔ حضرت ابو ہریرہ [illegible]
کہ میرے پاس ایک کملی کے سوا کوئی کپڑا نہ تھا۔ میں نے کملی ہی بچھا دی۔

یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی دعا تمام کی۔ پھر میں نے اپنی کملی [illegible]
سینے سے لگا دی۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آنحضرت ﷺ کو حق دے کر بھیجا [illegible]
کی احادیث کو آج تک نہیں بھولا۔ (۹۱)

جب حضرت طفیل بن عمرو دوسی آنحضرت ﷺ کے دست مبارک [illegible]
انہوں نے یوں عرض کیا۔ "یا رسول اللہ! میری قوم میری اطاعت کرتی ہے۔ [illegible]
جانتا ہوں اور اس کی دعوت اسلام دیتا ہوں آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایسی [illegible]
جو ان کے برخلاف میری معاون ہو۔" حضور نے دعا فرمائی کہ یا اللہ! اس کے لئے [illegible]
دے۔ یہ سن کر میں اپنی قوم کی طرف آیا۔ جب میں گھاٹی کدار میں پہنچا تو میری دونوں [illegible]
درمیان چراغ کی مانند ایک نور پیدا ہوا۔ میں نے دعا کی۔ یا اللہ! اس نور کو میری [illegible]



[illegible] میں ڈرتا ہوں کہ میری قوم اس کو میری پیشانی میں مثلہ خیال کرے
[illegible] کے سرے پر لٹکتی ہوئی قندیل کی طرح ہو گیا۔ پھر میں نے اپنی قوم کو
[illegible] ایمان نہ لائے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض
[illegible] میری اطاعت سے انکار کر دیا ہے۔ آپ ان پر بددعا فرمائیں۔ آپ نے بجائے
[illegible] فرمائی۔ اور مجھ سے ارشاد فرمایا کہ ان کو نرمی سے دعوت اسلام دو۔ میں
[illegible] یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لے آئے۔ پھر
[illegible] کے سات جو ایمان لائے تھے خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔

[illegible] نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا۔ یا رسول اللہ میں اپنی
[illegible] ہوں۔ مگر وہ قبول نہیں کرتیں۔ آپ دعا فرمائیں۔ حضور نے یہ سن کر
[illegible] ۔ جیسا کہ پہلے آچکا ہے۔

[illegible] (ابو بنی جعدہ) بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو شعر سنایا۔
[illegible] حق میں یوں دعا فرمائی۔ اللہ تیرا دانت نہ گرائے" حضرت نابغ کی عمر
[illegible] مگر آپ کا کوئی دانت نہ گرا۔

[illegible] بن زید نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میرا ایک پاؤں لنگڑا ہے۔ زمین پر نہیں
[illegible] حق میں دعا فرمائی۔ وہ پاؤں چنگا ہو گیا۔ اور دوسرے کی طرح زمین پر برابر

[illegible] البارقی کے لئے حضور ﷺ نے دعا فرمائی کہ یا اللہ! اس کے سودے میں
[illegible] حضرت عروہ جو چیز خریدتے خواہ وہ مٹی ہو اس میں نفع ہی ہوتا۔

[illegible] جب حضور غار ثور سے نکل کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو سراقہ بن
[illegible] آپ کے تعاقب میں بالکل قریب آگیا۔ حضرت صدیق اکبر نے عرض کیا' یا
[illegible] آپ نے فرمایا کہ غم نہ کر۔ کیونکہ اللہ ہمارے ساتھ ہے جب دو تین
[illegible] آپ نے دعا فرمائی کہ یا اللہ! تو جس طرح چاہے ہم کو بچا۔ اس پر سراقہ کا گھوڑا
[illegible] دھنس گیا۔ یہ دیکھ کر سراقہ نے عرض کیا۔ یا محمد! میں جانتا ہوں کہ یہ آپ کا
[illegible] سے میری نجات کے لئے دعا فرمائیں۔ اللہ کی قسم! میں کسی کو تعاقب
[illegible] نہ دوں گا۔ چنانچہ آپ کی دعا سے سراقہ نے نجات پائی۔ اور وہ واپس چلا گیا
[illegible] یہ کہہ کر موڑ دیتا کہ میں نے بہت ڈھونڈا حضرت ادھر نہیں ہیں۔
[illegible] تشریف آوری سے پہلے مدینہ میں طاعون و وبا سب سے زیادہ رہا کرتی تھی۔

آپ کی دعا سے ایسی دور ہوئی کہ آج تک وہ مبارک شہر وبا و طاعون سے محفوظ

آنحضرت ﷺ نے ابولہب کے بیٹے عتیبہ پر بددعا فرمائی۔ چنانچہ اس

ڈالا جیسا کہ آگے مفصل بیان ہوگا۔

جب قریش نے ایمان لانے سے انکار کر دیا تو حضور نے دعا فرمائی۔ یوسف کے ساتھ سالوں کی طرح سات سال قحط لا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور یہاں قریش نے مردار اور ہڈیاں کھائیں۔ ابوسفیان نے آنحضرت ﷺ کی خدمت محمد! آپ کی قوم ہلاک ہو گئی۔ اللہ سے دعا کیجئے کہ قحط دور ہو جائے۔ پس آپ مصیبت دور ہو گئی۔ (۹۲)

حضور نے کسریٰ پرویز کو جو دعوت اسلام کا خط لکھا تھا۔ اس نے اس جب آپ نے یہ سنا تو فرمایا کہ اس کا ملک پارہ پارہ ہو جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور سلطنت ہمیشہ کے لئے جاتی رہی۔

حکم بن ابی العاص نے حضور کے ساتھ استہزاء کرنے کیلئے اپنا منہ نے فرمایا کہ اسی طرح رہے۔ چنانچہ وہ کج دہان ہی رہا۔ یہاں تک کہ مر گیا۔

جناب سرور کائنات علیہ الوف التحیۃ والصلوٰۃ نے محلم بن جثامہ کو جس پر عامر بن الاضبط کو امیر بنایا تھا۔ جب وہ ایک وادی کے درمیان پہنچ معاملے کے سبب جو دونوں میں تھا دھوکے سے قتل کر دیا۔ جب حضور کو اس کی نے دعا فرمائی کہ محلم کو زمین قبول نہ کرے۔ اس دعا کے سات دن بعد محلم مر گیا کیا گیا تو زمین نے اس کو پھینک دیا۔ اسی طرح کئی دفعہ کیا گیا۔ مگر زمین نے غار میں پھینک دیا گیا۔ اور پتھروں کی ایک دیوار اس پر بنا دی گئی۔

حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کے کے دن حضور منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک بادیہ نشین عرب آپ کے پاس کرنے لگا۔ "یا رسول اللہ! ہمارے مال ضائع ہو گئے اور بال بچے بھوکے مر حق میں دعا فرمائیں۔" یہ سن کر آپ دونوں ہاتھ اٹھائے اس وقت آسمان پر (۹۳) قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے آپ نے ہاتھ پہاڑوں کی مثل بادل اٹھا۔ پھر آپ منبر سے نہ اترے یہاں تک کہ میں نے دیکھا کی ریش مبارک پر سے نیچے گر رہا ہے۔ اس طرح جمعہ آئندہ تک بارش ہوتی رہی نشین عرب آیا اور عرض کرنے لگا۔ "یا رسول اللہ! ہمارے مکانات گر گئے۔" آپ



ہمارے گرد مدینہ برسا اور ہمارے مکانات سے دور رکھ۔" پس جس طرف آپ دور ہو جاتا۔ یہاں تک کہ مدینہ گول گڑھے کی مانند ہو گیا اور وادی قنات (۹۴) پانی جاری رہا۔ جس طرف سے کوئی آتا باران کثیر کی خبر لاتا۔

جب مسلمان غزوہ تبوک (۹۵) کے لئے نکلے تو گرمی کی شدت تھی۔ ایک پڑاؤ پر پیاس تنگی کی اونٹ ذبح کرتے۔ اس کی لید نچوڑ کر پانی پی لیتے اور بقیہ کو اپنے جگر پر صدیق اکبر نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ دعا فرمائیے۔ چنانچہ حضور انور اور مسلمانوں نے اپنے برتن بھر لئے۔ پھر جو دیکھا تو یہ بارش حدود لشکر سے

آنحضرت ﷺ نے ایک نابینا کو اپنی ذات شریف سے توسل کا طریق بتایا اس نے ایسا ہی آگے بالتفصیل آئے گا۔ ہم اس عنوان کو ایک مشہور واقعہ پر ختم کرتے ہیں درج ہے۔

## نجران کے نصاریٰ کے ساتھ مباہلہ

نجران مکہ مشرفہ سے جانب یمن سات منزل کے فاصلہ پر ایک بڑا شہر ہے۔ جو نجران ب کے نام سے موسوم ہے۔ یہ شہر ملک عرب میں عیسائی مذہب کا مرکز تھا۔ متعلق تھے۔ جناب سرور دو عالم ﷺ کے وصال سے ایک سال پیشتر یہاں وفد مدینہ منورہ میں آیا۔ جب وہ عصر کے بعد مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو ان مسجد میں انہوں نے شرق رو ہو کر نماز ادا کی۔ صحابہ کرام منع کرنے لگے۔ مگر نے تالیف قلوب اور توقع اسلام کو مد نظر رکھ کر ان سے تعرض کرنے سے منع ساٹھ آدمی تھے۔ جن میں چوبیس ان کے اشراف میں سے تھے اور ان چوبیس میں ل تھے۔ عبدالمسیح جن کا لقب عاقب تھا۔ اور سید جس کا نام ایہم اور بقول بعض ابو حارثہ بن علقمہ جو ان کا اسقف (بڑا پادری) تھا۔ حضور نے ان کو دعوت اسلام ہوئے۔ بلکہ مباحثہ کرنے لگے۔ اور آخر کار کہنے لگے کہ اگر عیسیٰ خدا کا بیٹا نہیں کون تھا؟ اس کے جواب میں یہ آیتیں نازل ہوئیں:۔

عِندَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ط خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۔ اَلْحَقُّ مِنْ
مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۔ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا
اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَةَ اللّٰهِ

عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۔ (آل عمران۔ع ٦)

(ترجمہ) بے شک عیسٰی کی مثال اللہ کے نزدیک جیسی مثال آدم کی۔ بنایا اس کو [illegible]
ہو جا۔ وہ ہو گیا حق بات ہے تیرے رب کی طرف سے۔ پس تو مت رہ شک میں [illegible]
تجھ سے اس بات میں بعد اس کے کہ پہنچ چکا تجھ کو علم تو تو کہہ آؤ بلائیں ہم اپنے [illegible]
بیٹوں کو اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور اپنی جانوں کو اور تمہاری جانوں [illegible]
اور لعنت ڈالیں اللہ کی جھوٹوں پر۔

ان آیات کا خلاصہ و مطلب یہ ہے کہ حضرت آدم کا نہ باپ تھا نہ ماں۔ اگر [illegible]
باپ نہ ہو تو کیا عجب ہے۔ اگر نصاریٰ اس قدر سمجھانے پر بھی قائل نہ ہوں تو ان [illegible]
کہ یہ بھی ایک صورت فیصلہ کی ہے۔ کہ دونوں اپنی جان سے اور اولاد سے حاضر [illegible]
کہ جو کوئی ہم میں سے جھوٹا ہے اس پر لعنت اور عذاب پڑے۔

اہل اسلام اس طرح کے فیصلے کو مباہلہ کہتے ہیں۔ اور یہ کیا خوب فیصلہ [illegible]
صرف عادل حقیقی جو بے رو و رعایت اور بغیر بھول چوک کے فیصلہ کرنے والا [illegible]
اس ارشاد الٰہی کے مطابق حضور اقدس ﷺ نے ان علمائے نصاریٰ سے مباہلہ کے [illegible]
نے مہلت مانگی۔ دوسرے روز صبح کو حضرت ﷺ نے حضرت امام حسن اور امام [illegible]
سال تھال تھے۔ ہاتھ میں پکڑا۔ آپ کے پیچھے حضرت فاطمۃ الزہرہ اور ان کے [illegible]
المرتضٰی مقام مباہلہ کو روانہ ہوئے۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ جب میں دعا کروں [illegible]
پاک کو دیکھ کر ابو حارثہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا:۔

"میں (٩٦) وہ صورتیں دیکھتا ہوں کہ اگر وہ خدا سے دعا کریں کہ پہاڑ [illegible]
جائے تو بیشک ان کی دعا سے ٹل جائے گا۔ اس لئے تم مباہلہ نہ کرو۔ ورنہ ہلاک [illegible]
روئے زمین پر قیامت تک کوئی عیسائی نہ رہے گا۔ اللہ کی قسم انھیں اس کی [illegible]
ہے۔ اور وہ تمہارے صاحب (عیسٰی) کے بارے میں قول فیصل لایا ہے۔ اللہ کی [illegible]
پیغمبر سے مباہلہ کیا وہ ہلاک ہو گئی۔"

یہ سن کر عیسائی ڈر گئے اور مباہلہ کی جرات نہ کر سکے۔ بلکہ صلح کر لی [illegible]
کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر وہ مباہلہ کرتے تو بندر اور سور بن جاتے۔ اور یہ جنگل [illegible]
اللہ نجران اور اس کے باشندوں کو تباہ کر دیتا۔ یہاں تک کہ کوئی پرندہ بھی [illegible]
رہتا۔ (٩٧)

نصاریٰ کا اس طرح مباہلہ سے گریز صاف بتا رہا ہے کہ اعدائے اسلام بھی [illegible]



[illegible] کے قائل تھے۔ اس مباہلہ سے ایک اور بڑا نتیجہ یہ نکلا کہ اگر دین اسلام خدا کی
[illegible] حضور برحق نہ ہوتے تو ہرگز اپنے دعویٰ پر خدا کے حضور جھوٹے پر لعنت
[illegible] کی بد دعا کرنے کا حوصلہ اور جرأت نہ کر سکتے کیا کوئی اپنی چالاکی سے خدا کو
[illegible] اگر ایسا ہو سکتا تو پھر عیسائی علماء کیوں دعا مانگنے کی جرأت نہ کر سکے۔

## [illegible]وں سے چشموں کی طرح پانی جاری ہونا

[illegible] سالم بن الجعد (٩٨) حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن
[illegible] ﷺ کے پاس ایک چھاگل تھی آپ نے اس سے وضو فرمایا تو لوگ پانی کے
[illegible]۔ آپ نے فرمایا تمہیں کیا ہوا؟ انہوں نے عرض کیا کہ آپ کی چھاگل
[illegible] پاس نہ وضو کرنے کو پانی ہے نہ پینے کو۔ آپ نے اپنا ہاتھ مبارک چھاگل پر
[illegible]وں سے چشمے کی طرح پانی نکلنے لگا۔ ہم نے لیا اور وضو کیا۔ میں نے حضرت
[illegible] کتنے تھے حضرت جابر نے جواب دیا کہ ہم ڈیڑھ ہزار تھے۔ اگر ایک لاکھ
[illegible] پانی کفایت کرتا۔

[illegible] حضور سے متعدد دفعہ مختلف جگہوں میں ایک جماعت کثیرہ کے سامنے ظہور
[illegible] راوی حضرت جابر بن عبداللہ۔ انس بن مالک۔ عبداللہ بن مسعود۔ عبداللہ بن
[illegible] زید بن الحارث الصدائی۔ اور ابو عمرہ انصاری رضی اللہ عنہم ہیں۔ پس یہ
[illegible] اختصار یہاں صرف ایک روایت پر کفایت کی گئی ہے۔ یہ معجزہ بھی شق
[illegible] ﷺ کے خصائص میں سے ہے۔

## حیوانات کی اطاعت اور کلام

[illegible] طرح وہ انسان جن کے نام پر قرعہ سعادت پڑا ہوا ہے۔ حضور اقدس ﷺ کی
[illegible] ہیں۔ اسی طرح اللہ تبارک و تعالیٰ نے حیوانات کو بطریق اعجاز و خرق عادت
[illegible] ان جملہ چند مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں:۔

## اونٹ کی شکایت اور سجدہ

[illegible] انس (٩٩) بن مالک سے روایت ہے کہ انصار میں سے ایک کے ہاں ایک اونٹ
[illegible] کیا کرتے تھے۔ وہ سرکش ہو گیا۔ اور اپنی پیٹھ پر پانی نہ اٹھاتا تھا۔ اونٹ کے
[illegible] کی خدمت میں آئے۔ اور عرض کرنے لگے۔ کہ ہمارے ہاں ایک اونٹ ہے۔

جس سے ہم آب کشی کیا کرتے تھے۔ وہ سرکش ہو گیا ہے۔ اپنی پیٹھ پر ہاں
کھجوریں اور کھیتی سوکھ رہی ہے۔ آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ اٹھو اور
ساتھ ایک باغ میں داخل ہوئے۔ وہ اونٹ اس باغ کے ایک گوشہ میں تھا۔ آپ
ہوئے اصحاب نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! یہ اونٹ کاٹنے والے کتے کی مانند
کہ کہیں آپ کو تکلیف پہنچے۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے اس سے کچھ ڈر نہیں۔ جب
ﷺ کو دیکھا تو آپ کی طرف آیا۔ یہاں تک کہ آپ کے آگے سجدے میں گر
پیشانی کے بال پکڑ لئے۔ اور وہ ایسا مطیع ہوا کہ کبھی نہ ہوا تھا۔ یہاں تک کہ آپ
دیا۔ آپ کے اصحاب نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ حیوان لایعقل آپ کو سجدہ کر
والے ہیں۔ اس لئے ہم اس کی نسبت آپ کو سجدہ کرنے کے زیادہ سزاوار
انسان کو سزاوار نہیں کہ دوسرے انسان کو سجدہ کرے۔ اگر ایک انسان کا دو
کرنا جائز ہوتا تو میں حکم دیتا کہ عورت اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ کیونکہ خاوند کا
ہے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر سے روایت ہے کہ سب سے پسندیدہ
ﷺ قضائے حاجت کے لئے اوٹ بنایا کرتے تھے۔ کوئی بلند چیز یا درختان خرما
آپ انصار میں سے ایک شخص کے باغ میں داخل ہوئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک
ہے۔ اس اونٹ نے جب نبی ﷺ کو دیکھا تو رو پڑا۔ اور اس کی آنکھوں سے آنسو
اللہ ﷺ اس کے پاس آئے اور اس کے پس گوش پر اپنا مبارک ہاتھ پھیرا
دریافت فرمایا کہ اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ انصار میں سے ایک نوجوان نے
اللہ! یہ اونٹ میرا ہے۔ آپ نے فرمایا کیا تو اس چوپایہ کے بارے میں جس کا
ہے اللہ سے نہیں ڈرتا' اس نے میرے پاس شکایت کی ہے کہ تو اسے بھوکا
استعمال سے اسے تکلیف دیتا ہے۔

## بکری کی اطاعت اور سجدہ

حضرت انس (۱۰۰) بن مالک فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ انصار کے ایک
ہوئے۔ اور آپ کے ہمراہ حضرت ابوبکر و عمر اور انصار یک چند اشخاص تھے۔ ایک
تھی' اس نے رسول اللہ ﷺ کے آگے سجدہ کیا۔ حضرت ابوبکر نے عرض کیا
بکری کی نسبت ہم آپ کو سجدہ کرنے کے زیادہ سزاوار ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ



کو سجدہ کرے۔ اگر ایک کا دوسرے کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں حکم دیتا کہ
کو سجدہ کرے۔ ام معبد کی بکری (۱۰۱) کا قصہ حالات ہجرت میں آچکا ہے۔ دودھ
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا سے اس نے دودھ دیا۔

## بھیڑیئے کی شہادت اور اطاعت

سے روایت ہے کہ ایک بھیڑیا بکریوں کے ریوڑ کی طرف آیا۔ اس نے
بکری پکڑ لی۔ چرواہے نے بھیڑیئے کا پیچھا کیا۔ یہاں تک کہ بکری اس سے
ریت کے ٹیلے پر چڑھ گیا۔ اور کتے کی طرح اپنے چوتڑوں پر بیٹھ گیا اور اپنی
درمیان کر لیا۔ اور بولا میں نے رزق کا قصد کیا۔ جو اللہ نے مجھے دیا۔ اور میں
تو نے اسے مجھ سے چھین لیا۔ چرواہے نے کہا خدا کی قسم! میں نے آج کی
کو کلام کرتے نہیں دیکھا۔ بھیڑیئے نے کہا اس سے عجیب تر ایک شخص
کا حال ہے جو نخلستان میں ذوحرہ کے درمیان یعنی مدینہ میں ہے تمہیں خبر دیتا
اور جو تمہارے بعد ہونے والا ہے۔ (اور لوگ اس امی لقب نبی کا یہ معجزہ دیکھ کر
حضرت ابوہریرہ کا قول ہے کہ چرواہا یہودی تھا اس نے جناب پیغمبر خدا ﷺ
کو اس واقعہ کی خبر دی اور مسلمان ہو گیا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی
فرمایا کہ اس طرح کے امور قیامت کی نشانیوں میں سے ہیں قریب ہے کہ
نکلے گا اور واپس نہ آئے گا۔ یہاں تک کہ اس کے ہر دو نعل اور اس کا تازیانہ
حاضری میں اس کے اہل خانہ نے کیا عمل کیا ہے۔ (۱۰۲)

ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ ایک چرواہا (۱۰۳) حرہ میں بکریاں چرا رہا تھا۔
بکریوں میں سے ایک بکری کو پکڑنے آیا۔ چرواہا بکری اور بھیڑیئے کے درمیان
دم پر کتے کی طرح بیٹھ گیا۔ پھر چرواہے سے بولا کیا تو اللہ سے نہیں ڈرتا کہ
درمیان جو اللہ نے میرے قابو میں کر دیا ہے حائل ہوتا ہے۔ چرواہے نے کہا
انسان کی طرح کلام کرتا ہے۔ بھیڑیئے نے کہا۔ دیکھ! تجھے اس سے بھی عجیب
رسول اللہ ﷺ ذوحرہ (۱۰۴) (سنگلاخ زمینوں) کے درمیان (مدینہ میں) لوگوں
کے حال بیان فرما رہے ہیں۔ (اور وہ اس امی لقب نبی کا یہ معجزہ دیکھ کر بھی ایمان
نے بکریاں ہانک لیں۔ یہاں تک کہ مدینہ منورہ میں آیا۔ اور نبی ﷺ کی
بھیڑیئے کا قصہ بیان کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سچ ہے۔ دیکھو اور ندوں

کا انسان سے کلام کرنا قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔ قسم ہے اس ذات کی [illegible] میری جان ہے۔ قیامت نہ آئے گی یہاں تک کہ درندے انسان سے کلام کریں [illegible] سے اس کے جوتے کا تسمہ اور اس کے کوڑے کا سرا کلام کرے گا۔ اور انسان کو [illegible] گی جو اس کی بیوی نے اس کی غیر حاضری میں کیا۔ (۱۰۵)

حضرت حمزہ بن اسید روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک [illegible] نکلے دیکھتے کیا ہیں کہ ایک بھیڑیا راستے میں پاؤں پھیلائے بیٹھا ہے رسول اللہ [illegible] سے اپنا حصہ طلب کرتا ہے اس کے لئے کچھ مقرر کرو۔ صحابہ نے عرض کیا [illegible] کیا رائے ہے۔ آپ نے فرمایا ہر اونٹ پر ہر سال ایک بکری انہوں نے عرض کیا [illegible] بہت ہے۔ آپ نے بھیڑیے کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہاں سے جلدی چل [illegible] گیا۔ (۱۰۶)

## شیر کی اطاعت

حضور اقدس ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت سفینہ کا بیان ہے کہ [illegible] کشتی پر سوار ہوا۔ وہ کشتی ٹوٹ گئی۔ پس میں اس کے ایک تختے پر چڑھ [illegible] جس میں شیر تھے۔ ناگاہ ایک شیر آیا۔ جب میں نے اسے دیکھا تو میں [illegible] الحارث! (۱۰۷) میں رسول اللہ ﷺ کا آزاد کردہ غلام سفینہ ہوں۔ یہ سن کر [illegible] یہاں تک کہ میرے پہلو میں کھڑا ہو گیا۔ پھر میرے ساتھ چلا۔ یہاں تک کہ [illegible] دیا۔ پھر اس نے کچھ دیر ہلکی آواز نکالی۔ میں سمجھا کہ یہ مجھے وداع کرتا ہے۔ (۱۰۸)

جب ہجرت کے وقت حضور اقدس ﷺ کوہ ثور کے غار میں [illegible] مکڑی نے جالا تنا ہوا تھا۔ اور کنارے پر کبوتری نے انڈے دے رکھے تھے۔ [illegible] پہنچے۔ اس عجیب دربانی و پاسبانی کو دیکھ کر واپس ہوئے اور کہنے لگے کہ اگر [illegible] ہوتے تو مکڑی جالا نہ بنتی اور کبوتری انڈے نہ دیتی امثلہ مذکورہ بالا کے علاوہ [illegible] کی حدیث مشہور ہے۔

## نباتات کا کلام و اطاعت اور سلام و شہادت

جس طرح حیوانات حضور اقدس ﷺ کے امر کے مطیع تھے۔ اسی [illegible] آپ کے فرمانبردار تھے۔ چنانچہ درختوں کا آپ کی خدمت اقدس میں آنا اور [illegible] رسالت پر شہادت دینا احادیث کثیرہ سے ثابت ہے جن میں سے صرف دو [illegible]



[illegible] عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (۱۰۹) کہ رسول اللہ ﷺ نے [illegible] کی طرف وحی بھیجی گئی تو جس پتھر اور درخت پر میرا گزر ہوتا تھا وہ کہتا تھا۔ السلام [illegible] رسول اللہ۔

[illegible] عبداللہ بن عمر کا بیان ہے کہ ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے ایک [illegible] آپ کے سامنے آیا۔ جب وہ نزدیک ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ کیا [illegible] محمد کی رسالت کی گواہی دیتا ہے؟ اس نے کہا آپ جو کچھ فرماتے ہیں اس پر کون [illegible] آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ یہ درخت! پس آپ نے اسے بلایا حالانکہ وہ وادی [illegible] زمین کو چیرتا ہوا سامنے آکھڑا ہوا۔ آپ نے تین بار اس سے شہادت طلب [illegible] بار شہادت دی۔ کہ واقع میں ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا۔ پھر درخت [illegible] (۱۱۰)

[illegible] ابن عباس (۱۱۱) سے روایت ہے کہ بنی عامر بن صعصعہ میں سے ایک بادہ نشین [illegible] خدمت اقدس میں آیا اور کہنے لگا۔ میں کس چیز سے پہچانوں کہ آپ اللہ کے [illegible] فرمایا بتا! اگر میں اس میں اس درخت خرما کی شاخ کو بلالوں تو کیا تو میری [illegible] گا؟ اس نے عرض کیا ہاں۔ پس آپ نے اس شاخ کو بلایا۔ وہ درخت سے [illegible] زمین پر گری اور پھدکنے لگی۔ حافظ ابو نعیم کی روایت میں ہے کہ وہ آپ کی [illegible] کہ سجدہ کر رہی تھی اور اپنا سر اٹھا رہی تھی۔ یہاں تک کہ وہ آپ کے پاس [illegible] سامنے کھڑی ہو گئی۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اپنی جگہ پر واپس چلی جا۔ پس وہ اپنی [illegible] دیکھ کر اس اعرابی نے کہا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

[illegible] جابر (۱۱۲) فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سیر کی یہاں تک [illegible] وادی میں اترے رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے آپ [illegible] جس کے ساتھ پردہ کر لیں ناگاہ آپ نے اس وادی کے ایک کنارے دو [illegible] ان دو میں سے ایک کے پاس قدم رنجہ فرمایا اور اس کی ایک شاخ کو پکڑ کر یوں [illegible] اللہ کے اذن سے میری فرمانبرداری کر اس درخت نے آپ کی اس طرح فرمانبرداری [illegible] اونٹ شتربان کی فرمانبرداری کرتا ہے۔ یہاں تک کہ آپ دوسرے درخت [illegible] اس کی شاخ کو پکڑ کر فرمایا اللہ کے اذن سے تم مجھ پر مل جاؤ پس وہ درخت باہم مل

گئے۔ (حضرت جابر کہتے ہیں) میں اپنے دل میں اس امر عجیب کی نسبت
نے جو نظر اٹھائی کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ میری طرف آرہے ہیں۔
ہو گئے اور ہر ایک اپنی اصلی حالت میں اپنے تنے پر قائم ہے۔

## جمادات کی اطاعت اور تسبیح و سلام

جس طرح نباتات حضور اقدس ﷺ کے زیر فرمان تھے اسی طرح
کے مطیع تھے۔ چنانچہ شجر کا آپ کو سلام کرنا۔ اور آپ کی رسالت پر شہادت
سخت پتھروں کا آپ کے لئے نرم ہو جانا اور صخرہ بیت المقدس کا خمیر کی مانند
آگے آئے گا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ
ہم اس کے بعض نواح میں نکلے۔ جو پہاڑ یا درخت آپ کے سامنے آتا تھا وہ
یا رسول اللہ۔

حضرت ابوذر (۱۱۳) کا بیان ہے کہ ایک روز میں دوپہر کے وقت
دولت خانہ پر حاضر ہوا نبی ﷺ تشریف فرما نہ تھے۔ میں نے خادم سے دریافت
حضرت عائشہ کے گھر میں ہیں۔ میں وہاں آپ کی خدمت میں پہنچا۔ آپ بیٹھے
آدمی آپ کے پاس نہ تھا۔ مجھے اس وقت یہ گمان ہوتا تھا کہ آپ وحی کی حالت
آپ کو سلام کیا۔ آپ نے میرے سلام کا جواب دیا۔ پھر فرمایا' تجھے کیا
عرض کیا۔ اللہ اور رسول کی محبت۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ بیٹھ جا۔ میں آپ
نہ میں آپ سے کچھ پوچھتا تھا۔ اور نہ آپ مجھ سے کچھ فرماتے تھے۔ میں تھوڑی
میں حضرت ابوبکر جلدی جلدی چلتے ہوئے آئے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ
سلام کا جواب دیا۔ پھر فرمایا تجھے کیا چیز یہاں لائی؟ حضرت ابوبکر نے عرض کیا
محبت۔ آپ نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ بیٹھ جا۔ وہ ایک بلند جگہ پر نبی ﷺ کے
حضرت عمر آئے۔ انہوں نے ویسا ہی کیا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے بھی ویسا ہی
حضرت ابوبکر کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ پھر اسی طرح حضرت عثمان آئے اور
بیٹھ گئے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے سات یا نو یا اس کے قریب سنگریزے
نے آپ کے مبارک ہاتھ میں تسبیح پڑھی۔ یہاں تک کہ آپ کے ہاتھ میں
مانند آواز سنی (پھر آپ نے ان کو زمین پر رکھ دیا اور وہ چپ ہو گئے) پھر آپ



کو دیئے۔ ان سنگریزوں نے حضرت ابوبکر کے ہاتھ میں تسبیح پڑھی۔ (یہاں
شہد کی مکھی کی مانند ان کی آواز سنی) پھر آپ نے وہ کنکر حضرت ابوبکر سے لے کر
چپ ہو گئے' اور ویسے ہی سنگریزے بن گئے۔ پھر آپ نے حضرت عمر کو
بھی انہوں نے تسبیح پڑھی جیسا کہ حضرت ابوبکر کے ہاتھ میں پڑھی تھی
شہد کی مکھی کی مانند ان کی آواز سنی) پھر آپ نے زمین پر رکھ دیئے۔ وہ چپ
حضرت عثمان کو دیئے۔ ان کے ہاتھ میں بھی انہوں نے تسبیح پڑھی۔ جیسا کہ
عمر کے ہاتھ میں پڑھی تھی (یہاں تک کہ میں نے شہد کی مکھی کی مانند ان
(۱۱۴) نے لے کر ان کو زمین پر رکھ دیا۔ وہ چپ ہو گئے۔ (پھر رسول اللہ ﷺ
کی خلافت ہے)۔ (۱۱۵)

امام محمد باقر (۱۱۶) فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ بیمار ہوئے۔ حضرت جبرائیل ایک
(بہشت کے) انار اور انگور تھے۔ جب آپ نے تناول فرمانے کے لئے ان
میں سے سبحان اللہ۔ کی آواز آئی۔

(تسبیح الطعام) بہت دفعہ آپ کے اصحاب کرام سے بھی ظہور میں آیا ہے
مسعود فرماتے ہیں۔ "ہم البتہ بے شک طعام کی تسبیح سنا کرتے تھے جس
تھا۔

سیدر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (۱۱۷) کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت
فرمایا۔ اے ابوالفضل! کل تم اور تمہارے (۱۱۸) بیٹے اپنے مکان سے نہ
میں تمہارے پاس آؤں۔ کیونکہ مجھے تم سے ایک کام ہے انہوں نے آپ کا
آپ چاشت کے بعد تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا السلام علیکم انہوں
وعلیکم السلام و رحمتہ اللہ و برکاتہ آپ نے فرمایا۔ تم نے کیونکر صبح کی۔
الحمد للہ ہم نے خیریت صبح کی۔ پس آپ نے ان سے فرمایا' نزدیک ہو جاؤ' وہ
نزدیک ہو گئے۔ یہاں تک کہ جب وہ آپ کے متصل ہو گئے تو آپ نے اپنی چادر
اوڑھا لیا۔ اور یوں دعا فرمائی۔ "اے پروردگار یہ میرا چچا اور میرے باپ کا بھائی
اہل بیت ہیں تو ان کو دوزخ کی آگ سے یوں چھپا لینا جیسا کہ میں نے ان کو اپنی
"اس پر گھر کی چوکھٹ اور دیواروں نے تین بار آمین کہی۔

حضرت انس بن مالک سے روایت (۱۱۹) ہے کہ نبی ﷺ کوہ احد پر چڑھے اور آپ کے
ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنھم تھے۔ وہ پہاڑ ہلا۔ آپ نے اسے اپنے پائے مبارک

سے ٹھوکر لگا کر فرمایا تو ساکن رہ۔ کیونکہ تجھ پر نبی اور صدیق اور شہید ہیں۔

حضرت عثمان (۱۲۰) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کوہ [illegible]
ساتھ حضرت ابوبکر و عمر تھے اور میں تھا۔ وہ پہاڑ ہلا۔ یہاں تک کہ اس کے [illegible]
گر پڑے۔ آپ نے پائے مبارک سے ٹھوکر لگا کر فرمایا۔ اے ثبیر ساکن [illegible]
صدیق اور دو شہید ہیں۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جس وقت نبی ﷺ اور [illegible]
علی طلحہ و زبیر کوہ حراء پر تھے۔ وہ پہاڑ ہلا۔ نبی ﷺ نے فرمایا۔ اے حراء ساکن [illegible]
ہیں (۱۲۱) مگر نبی یا صدیق یا؟ شہید۔ ایک روایت میں سعد بن ابی وقاص کا ذکر [illegible]
کا ذکر نہیں اور ایک روایت میں سوائے ابو عبیدہ کے تمام عشرہ مبشرہ (۱۲۲) [illegible]
روایت میں ہے کہ جب ہجرت کے وقت قریش نے جناب رسول اکرم ﷺ [illegible]
آدمی بھیجے تو کوہ ثبیر نے کہا۔ یا رسول اللہ! اتریئے کیونکہ مجھے خوف ہے کہ وہ آپ [illegible]
قتل کر دیں۔ اور مجھے اللہ تعالیٰ عذاب دے پس حراء نے کہا یا رسول اللہ [illegible]
(۱۲۳)

حضرت جابر (۱۲۴) سے روایت ہے کہ جس وقت نبی ﷺ خطبہ [illegible]
کے ستونوں میں سے ایک درخت خرما کے خشک تنے سے پشت مبارک لگایا کر [illegible]
کے لئے منبر بنایا گیا۔ اور آپ اس پر رونق افروز ہوئے تو اس تنے نے جس [illegible]
کرتا تھا۔ فریاد کی' قریب تھا کہ وہ پارہ پارہ ہو جائے۔ پس نبی ﷺ منبر سے [illegible]
اس نے آرام و قرار پایا۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ یہ اس لئے رویا کہ جو ذکر یہ [illegible]
جدا ہو گیا۔ اس ستون کو نالہ کرنے کے سبب حنانہ بولتے ہیں۔ نالہ حنانہ کی [illegible]
لئے میں کسی طرح کے شک کی گنجائش نہیں۔

فتح مکہ کے روز حضور اقدس ﷺ پہلے مسجد حرام میں داخل ہوئے [illegible]
آپ کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں تھے۔ آپ نے پہلے حجر اسود کو بوسہ دیا [illegible]
وقت بیت اللہ شریف کے گرد اور اوپر تین سو ساٹھ بت تھے۔ جو رانگ کے ساتھ [illegible]
کئے ہوئے تھے۔ حضور کے دست مبارک میں ایک لکڑی تھی۔ اس سے آپ [illegible]
اشارہ فرماتے اور یہ پڑھتے:۔
جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔ (بنی اسرائیل۔ ع ۹)
(ترجمہ) آیا سچ اور نکل بھاگا جھوٹ بیشک جھوٹ نکل بھاگنے والا ہے۔



[illegible] گرپڑتا۔ اس طرح آپ نے بیت اللہ شریف کو بتوں سے پاک کر دیا۔
[illegible] لڑائی سخت ہو گئی تو حضور اقدس ﷺ نے سنگریزوں کی ایک مٹھی لی
[illegible] کر کے فرمایا:۔ شاهت الوجوه (ان کے چہرے بدشکل ہو گئے) پھر ان کی
[illegible] شکست ہوئی۔ اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:۔
[illegible] وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ج (انفال۔ ع ۲)
[illegible] تو نے جس وقت کہ پھینکا تو نے لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکا۔
[illegible] کے دن جب حضور کے ساتھ صرف صحابہ رہ گئے تو آپ نے اپنے خچر
[illegible] خاک لی اور شاهت الوجوه کہہ کر کفار کی طرف پھینک دی۔ کوئی کافر (۱۲۵)
[illegible] آنکھوں میں وہ مٹی نہ پڑی ہو۔ پس وہ شکست کھا کر بھاگ گئے۔

## مغیبات پر مطلع ہونا

[illegible] ﷺ کے معجزات میں سے آپ کا مغیبات پر مطلع ہونا اور غیوب ماضیہ اور
[illegible] علم غیب بالذات اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ جو کچھ اس قبیل سے
[illegible] ظاہر ہوا وہ اللہ تعالیٰ کی وحی و الہام سے ہوا۔ جیسا کہ آیات ذیل سے ظاہر

[illegible] جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ
[illegible] ع ۱۷)
[illegible] ہم نے تم کو بہتر امت بنایا' تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم
[illegible]

[illegible] مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ط (ال عمران۔ ع ۵)
[illegible] غیب کی خبروں سے ہے جسے ہم تیری طرف وحی کرتے ہیں۔
[illegible] اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ط
[illegible]

[illegible] اللہ کہ خبردار کرے تم کو غیب پر۔ لیکن اللہ پسند کرتا ہے اپنے
[illegible] میں سے جس کو چاہے۔
[illegible] اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ط وَكَانَ فَضْلُ
[illegible] (نساء۔ ع ۱۷)

(ترجمہ) اور خدا نے اتاری تجھ پر کتاب اور حکمت اور سکھایا تجھ کو جو
تھا۔ اور اللہ کا فضل تجھ پر بڑا ہے۔

5۔ تِلْكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَآ اِلَیْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا
هٰذَا ؕ (ہود۔ ع ۴)

(ترجمہ) یہ بعض خبریں ہیں غیب کی جن کو ہم تیری طرف وحی کرتے ہیں
جانتا نہ تھا تو اور نہ تیری قوم اس سے پہلے۔

6۔ ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا
وَهُمْ یَمْكُرُوْنَ۔ (یوسف۔ ع ۱۱)

(ترجمہ) یہ غیب کی خبروں سے ہے۔ جسے ہم تیری طرف وحی کرتے ہیں
کے پاس نہ تھا جس وقت انہوں نے اپنا کام مقرر کیا اور وہ مکر کرتے

7۔ فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰی۔ (نجم۔ ع ۱)

(ترجمہ) پس اللہ نے وحی پہنچائی اپنے بندے کی طرف جو پہنچائی۔

8۔ عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا ۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ
(۲)

(ترجمہ) وہ غیب کا جاننے والا۔ پس مطلع نہیں کرتا اپنے غیب پر کسی کو مگر
جس کو اس نے پسند کر لیا۔

اس مضمون کی اور آیتیں بھی ہیں۔ ان سب کی تفسیر کے لئے
ہے۔ یہاں صرف آیت (۱۲۶) کے حصہ اخیر کی نسبت کچھ ذکر کیا جاتا
قدس سرہٗ اپنی تفسیر روح البیان میں بعض ارباب حقیقت کا قول یوں نقل فرماتے

ومعنی شهادة الرسول علیهم اطلاعه علی رتبة كل متدین
التی هو علیها من دینه و حجابه الذی هو به محجوب عن
یعرف ذنوبهم وحقیقة ایمانهم و اعمالهم و حسناتهم
واخلاصهم و نفاقهم و غیر ذلك بنور الحق۔

(ترجمہ) ان پر رسول کے گواہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ حضور مطلع ہیں
کے رتبے پر۔ اور اس کے ایمان کی حقیقت پر اور اس حجاب پر کہ جس کے سبب
محجوب ہے۔ پس حضور ان کے گناہوں کو اور ان کے ایمان کی حقیقت کو اور ان
کی نیکیوں اور برائیوں کو اور ان کے اخلاص و نفاق وغیرہ کو نور نبوت سے پہچانتے ہیں



شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ تفسیر عزیزی میں تحریر فرماتے ہیں ویکون
یعنی و باشد رسول شما بر شما گواہ۔ زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبہ۔ ہر
متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست۔ و حجاب کہ بداں از
ترقی محجوب ماندہ است۔ پس او مے شناسد گناہان شما و درجات ایمان شما و اعمال نیک و

اپنی امت کے حالات سے آگاہ رہا کرتے تھے۔
الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ ملا حسن کشمیری کو یوں تحریر
ولاینام قلبی کہ تحریر یافتہ اشارت بدوام آگاہی نیست۔ بلکہ اخبار
احوال خویش و امت خویش۔ (۱۲۷)

بھی آنحضرت ﷺ اپنی امت کے احوال سے آگاہ رہتے ہیں۔ چنانچہ
میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔

عند محاذاة اربعة اذرع ویلازم الادب والخشوع
غاض البصر فی مقام الهیبة كما كان یفعل فی حال حیاته اذلا
و حیاته فی مشاهدته لامته و معرفته باحوالهم دنیاتهم و
وخواطرهم ذلك عندهٗ جلی لاخفآء به ۔ فان قلت هذه الصفات
الله تعالیٰ فالجواب ان من انتقل الیٰ عالم البرزخ من المؤمنین
الاحیاء غالباً وقد وقع كثیر من ذلك كما هو مستور فی مظنة
الكتب وقد روی ابن المبارك عن سعید بن المسیب قال لیس من
یعرض علی النبی صلی اللہ علیه وسلّم اعمال امته غدوة و عشیة
سیماهم و اعمالهم فلذلك یشهد علیهم۔

(مواہب لدنیہ)

کرنے والا قبر شریف سے چار ہاتھ پر سامنے کھڑا ہو۔ اور ادب و
اور مقام ہیبت میں آنکھیں بند کرے جیسا کہ حضور کی حیات شریف
اپنی امت کے مشاہدے اور ان کے احوال و نیات و عزائم و خواطر کی
وحیات یکساں ہے۔ اور یہ آپ کے نزدیک ظاہر ہے اس میں کوئی
کہا جائے کہ یہ صفات تو اللہ تعالیٰ سے مختص ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ
شخص عالم برزخ میں چلا جاتا ہے وہ زندوں کے حالات غالباً جانتا ہے۔

ایسا بہت وقوع میں آیا ہے۔ جیسا کہ اس کے متعلق کتابوں میں مذکور ہے [illegible]
مبارک نے بروایت سعید بن مسیب نقل کیا ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں کہ [illegible]
آنحضرت ﷺ پر پیش نہ کئے جاتے ہوں۔ لہذا آپ ان اعمال کو اور خود ان [illegible]
پہچانتے ہیں۔ اسی واسطے آپ ان پر گواہی دیں گے۔

مواہب لدنیہ کی طرح مدخل ابن حاج میں بھی زیارت سید الاولین [illegible]
مضمون مذکور ہے اور یہ بھی لکھا ہے۔

فاذازارہٗ صلی اللہ علیه وسلم فان قدران لایجلس فھو به اولیٰ [illegible]
ان یجلس بالادب والاحترام والتعظیم وقد لا یحتاج [illegible]
حوائجه و مغفرة ذنوبه ان یذکرھا بلسانه بل یحضر [illegible]
حاضر بین یدیه صلی اللہ علیه وسلم لانه علیه الصلٰوة [illegible]
بحوائجه ومصالحه وارحم به منه لنفسه واشفق علیه من [illegible]
علیه الصلٰوة والسلام انما مثلی و مثلکم کمثل الفراش [illegible]
اخذ بحجزکم عنها اوکما قال وھٰذا فی حقه صلی اللہ علیه [illegible]
وقت واوان اعنی فی التوسل به وطلب الحوائج بجاھه [illegible]
ومن لم یقدر له زیارته صلی اللہ علیه وسلم بجسمه فلینو [illegible]
ولیحضر قلبه انه حاضر بین یدیه متشفعا الی من من به علیه [illegible]
الحاج جزء اول۔ زیارة سید الاولین والاٰخرین صلی اللہ علیه [illegible]

(ترجمہ) جس وقت زائر آنحضرت ﷺ کی زیارت کرے۔ اگر وہ طاقت رکھتا ہو [illegible]
کے لئے نہ بیٹھنا اولیٰ ہے۔ اگر وہ کھڑا رہنے سے عاجز ہو تو اسے ادب واحترام اور [illegible]
ہے۔ زائر کے لئے اپنی حاجتیں اور گناہوں کی معافی طلب کرنے میں یہ ضروری [illegible]
زبان سے ذکر کرے۔ بلکہ ان کو آنحضرت ﷺ کے حضور میں دل میں حاضر [illegible]
علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زائر کی حاجات وضروریات کا علم خود زائر سے زیادہ ہے [illegible]
اس کی نسبت زیادہ رحم والے اور اس کے اقارب سے زیادہ شفقت والے ہیں [illegible]
الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ "میرا حال اور تمہارا حال پروانوں کے حال کی طرح [illegible]
میں گرتے ہو اور میں تم کو کمر سے پکڑ کر آگ سے بچانے والا ہوں۔" اور یہ آنحضرت [illegible]
میں ہر وقت اور ہر لحظہ میں ہے یعنی حضور سے توسل کرنے میں اور آپ کے [illegible]
حاجتیں مانگنے میں اللہ عزوجل سے۔ اور جس شخص کے لئے بذات خود آنحضرت [illegible]



[illegible] کہ ہر وقت اپنے دل میں زیارت کی نیت کرے اور یہ سمجھے کہ میں حضور
[illegible] اور حضور کو بارگاہ الٰہی میں شفیع لا رہا ہوں۔ جس نے آپ کو بھیج کر مجھ پر بڑا

[illegible] عالم برزخ میں آنحضرت ﷺ کے اشغال میں یوں تحریر فرماتے ہیں:۔
[illegible] فی اعمال امته والاستغفار لھم من السیات والدعاء بکشف البلاء
[illegible] والبرکة فی اقطار الارض لحول البرکة فیھا و حضور جنازة من مات
[illegible] صالح امته فان ھٰذہ الامور من جملة اشغاله فی البرزخ کماوردت
[illegible] الاحادیث والاٰثار۔

[illegible] کے اعمال کو دیکھنا اور ان کے گناہوں کی بخشش طلب کرنا۔ اور ان سے بلا دور
[illegible] اطراف زمین میں حلول برکت کے لئے تشریف لے جانا اپنی امت کے صالحین
[illegible] میں حاضر ہونا۔ بیشک یہ امور برزخ میں حضور کے اشغال میں سے ہیں۔
[illegible] میں وارد ہے۔

[illegible] نے حضور اقدس ﷺ کو علم ماکان و ما یکون عطا فرمایا۔ چنانچہ صحیح
[illegible] میں حضرت حذیفہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہم میں (وعظ کے لئے)
[illegible] آپ نے جو کچھ قیامت تک واقع ہونے والا ہے سب بیان فرمادیا۔ اسے یاد
[illegible] بھلادیا جس نے بھلادیا۔ اس واقعہ کا میرے یاروں کو بھی علم ہے جو کچھ آپ
[illegible] واقع ہوتی ہے جس کو میں بھول گیا ہوں۔ جب اس کو دیکھتا ہوں تو یاد کر
[illegible] شخص دوسرے شخص کا چہرہ (بطریق اجمال) یاد رکھتا ہے جب کہ وہ غائب
[illegible] کہتا ہے تو اسے (بہ تفصیل و تشخیص) پہچان لیتا ہے۔

[illegible] فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز فجر پڑھائی اور منبر پر رونق
[illegible] وعظ فرمایا۔ یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہو گیا۔ آپ منبر سے اتر آئے اور نماز
[illegible] افروز ہوئے اور ہمیں وعظ فرمایا۔ یہاں تک کہ عصر کا وقت ہو گیا۔ پھر آپ
[illegible] پھر منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں وعظ فرمایا۔ یہاں تک کہ سورج
[illegible] ہم کو جو کچھ واقع ہو چکا ہے اور جو ہونے والا ہے سب کی خبر دی۔ ہم میں سے
[illegible] وہ زیادہ عالم ہے۔

[illegible] ثوبان روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے میرے لئے
[illegible] نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ لیا اور قریب ہے کہ میری امت کی

سلطنت ان تمام مقامات پر پہنچے اور مجھے دو خزانے سرخ و سفید دیئے گئے۔ اللہ …

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت اسامہ بن زید سے روایت ہے کہ نبی ﷺ … قلعوں میں سے ایک پر کھڑے ہوئے۔ پھر فرمایا۔ کیا تم دیکھتے ہو جو میں دیکھتا ہوں … کیا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا میں دیکھ رہا ہوں کہ فتنے تمہارے گھروں کے … ہیں۔

حضرت عبدالرحمن بن عائش سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ … اپنے پروردگار کو نہایت اچھی صورت میں دیکھا۔ اس نے پوچھا کہ فرشتے کس … ہیں۔ میں نے عرض کیا تو زیادہ دانا ہے۔ آنحضرت نے فرمایا۔ پس پروردگار … شانوں کے درمیان رکھا۔ میں نے اس ہاتھ کی ٹھنڈک اپنے دو پستانوں کے درمیان … جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں تھا۔ اور آنحضرت نے یہ آیت پڑھی:-

وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ …

(ترجمہ) اور اسی طرح ہم دکھانے لگے ابراہیم کو سلطنت آسمان اور زمین کی … آوے۔

اس حدیث کو دارمی نے بطریق ارسال روایت کیا ہے۔ اسی کی … ہے۔(۱۳۰)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ … سے نکلے۔ اور آپ کے دونوں ہاتھوں میں دو کتابیں تھیں۔ آپ نے فرمایا کیا تم جانتے … کیسی ہیں؟ ہم نے عرض کیا، نہیں یا رسول اللہ! مگر یہ کہ آپ ہمیں بتا دیں۔ جو آپ … میں تھی اس کی نسبت فرمایا کہ یہ رب العالمین کی طرف سے ایک کتاب ہے۔ اس … نام اور ان کے آباء و قبائل کے نام ہیں۔ پھر آخر میں ان کا مجموعہ دیا گیا ہے۔ ان میں … گی اور نہ کمی ہو گی۔ پھر جو آپ کے بائیں ہاتھ میں تھی اس کی نسبت فرمایا کہ … طرف سے ایک کتاب ہے اس میں دوزخیوں کے نام ہیں۔ پھر آخر میں مجموعہ دیا … کبھی نہ زیادتی ہو گی اور نہ کمی ہو گی۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ اگر اس امر … چکی تو عمل کس واسطے ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اپنے عملوں کو درست کرو اور قرب الٰہی … جو بہشتی ہے۔ اس کا خاتمہ بہشتیوں کے عمل پر ہو گا خواہ وہ عمر بھر کیسا ہی عمل کرے … دوزخی ہے اس کا خاتمہ دوزخیوں کے عمل پر ہو گا خواہ وہ عمر بھر کیسا ہی عمل کرتا رہے … ﷺ نے دونوں ہاتھوں سے اشارہ فرمایا اور ان دو کتابوں کو پس پشت ڈال دیا۔ پھر فرمایا …



… فارغ ہو گیا ہے۔ ایک گروہ بہشت میں اور ایک گروہ دوزخ میں۔ اس حدیث کو … نقل کیا ہے۔(۱۳۱)

… طبرانی نے بروایت ابوذر نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ ہم رسول اللہ ﷺ … اس حال میں کہ آسمان میں پرندہ جو اپنا بازو ہلاتا ہے اس کے متعلق بھی اپنے علم کا … ذکر فرمایا۔(۱۳۲)

… طبرانی میں بروایت ابن عمر مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے … کو میں دنیا کی طرف اور اس میں قیامت تک ہونے والے حوادث کی طرف … اپنے اس ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔(۱۳۳)

… طبرانی میں حضرت حذیفہ بن اسید سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کل … اس میری امت اول سے آخر تک مجھ پر پیش کی گئی۔ آپ سے عرض کیا گیا۔ یا … کیے گئے آپ پر وہ جو پیدا ہو چکے ہیں۔ کیونکہ وہ موجود ہیں مگر وہ کیونکر پیش کیے … گئے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے لئے آب و گل میں ان کی صورتیں بنائی گئیں۔ … ان میں سے ہر ایک کو اس سے بھی زیادہ پہچانتا ہوں جتنا کہ تم اپنے ساتھی کو … (۱۳۴)

… فردوس میں ہے کہ میرے لئے آب و گل میں میری امت کی شکل بنائی گئی اور مجھے … آدم کی طرف دیا گیا۔(۱۳۵)

… حضور کے علم کی وسعت کا یہ حال ہے تو انس و جن و ملک میں سے کس کو یارا … کر سکے۔ لہذا یہاں جو کچھ بیان ہوتا ہے اسے سمندر میں سے ایک قطرہ تصور کرنا

… قصیدہ بردہ شریف یوں فرماتے ہیں:-

… الدُّنْيَا وَ ضَرَّتَهَا وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

… دنیا اور آخرت آپ کی بخشش سے ہے اور لوح و قلم کا علم آپ کے علوم میں سے

… بردہ کی شرح میں ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری زبدہ شرح بردہ میں یوں فرماتے

… ان المراد بعلم اللوح ما اثبت فيه من النقوش القدسية والصور … وبعلم القلم ما اثبت فيه كماشا ، الاضافة لادنى ملابسة وكون

علمها من علومه صلی اللّٰہ علیہ وسلم لان علومة ... والجزئیات وحقائق و دقائق وعوارف و معارف تتعلق بالذات ... وعلمها انما یکون سطراً من سطور علمہٖ و نہراً من بحور علومہٖ ... ہو من برکة وجودہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلّم۔

(ترجمہ) توضیح اس کی یہ ہے کہ لوح کے علم سے مراد نقوش قدسیہ اور صور ... میں منقوش ہیں۔ اور قلم علم سے مراد وہ ہے جو اللہ نے جس طرح چاہا اس میں ... دونوں کی طرف علم کی اضافت ادنیٰ علاقہ کے باعث ہے۔ اور ان دونوں کا علم ... علوم کا ایک جزو ہے اس لئے کہ حضرت کے علم کئی قسم کے ہیں علم کلیات ... اشیاء علم اسرار اور وہ علوم و معارف جو ذات و صفات باری تعالیٰ سے متعلق ہیں ... علوم تو علوم محمدیہ کی سطروں میں سے ایک سطر اور ان کی دریاؤں میں سے ایک ... لوح و قلم آنحضرت ﷺ ہی کے وجود کی برکت سے ہے (کہ اگر حضور نہ ہوتے ... ہوتے نہ ان کا علم)

اس بیت کی شرح میں شیخ ابراہیم باجوری رحمۃ اللہ تعالیٰ یوں لکھتے ہیں:

استشکل جعل علم اللوح والقلم بعض علومہٖ صلی اللّٰہ علیہ و... من جملة علم اللوح والقلم الامور الخمسة المذکورة فی ... لقمان مع ان النبی علیہ الصلٰوة والسلام لا یعلمها لان اللّٰہ ... بعلمها فلایتمّ التبعیض المذکور واجیب بعدم تسلم ان ... الخمسه مما کتب القلم فی اللوح والا لا طلع علیہ من شانہ ... اللوح کبعض الملٰئکة المقربین وعلی تسلیم انها مما کتب القلم ... فالمراد ان بعض علومہٖ صلی اللّٰہ علیہ وسلم علی اللوح والقلم ... علیہ المخلوق فخرجت ھٰذہ الامور الخمسة علیٰ انہ صلی اللّٰہ ... لم یخرج من الدنیا الا بعد ان اعلم اللّٰہ تعالیٰ بھذہ الامور فان قیل ... علم اللوح والقلم بعض علومہٖ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فما البعض ... اجیب بان البعض الاخر ھو ما اخبرہ اللّٰہ عنہ من احوال الاخرة ... انما کتب فی اللوح ما ھو کائن الی یوْم القیامة۔

(ترجمہ) ناظم نے علم لوح و قلم کو حضرت کے علوم کا ایک جزو قرار دیا ہے اس میں ... آتا ہے کہ امور خمسہ جو آخر سورۂ لقمان میں مذکور ہیں۔ علم لوح و قلم میں سے ...



... کیونکہ ان کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے خاص کر لیا ہے۔ لہذا اجزئیت مذکورہ ... اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ امور خمسہ مذکورہ قلم ... میں لکھے ہیں اگر ایسا ہوتا تو بعض مقرب فرشتے جن کی شان یہ ہے کہ وہ لوح پر مطلع ... مطلع ہوتے۔ اگر ہم تسلیم کرلیں کہ امور خمسہ کو قلم نے لوح میں لکھا ہے تو ... کہ آنحضرت کے علوم کا جزو وہ علم لوح و قلم ہے جس پر مخلوق مطلع ہے پس یہ ... علاوہ ازیں حضرت اس دنیا سے تشریف نہیں لے گئے مگر بعد اس کے کہ اللہ ... ان امور کا علم دے دیا۔ اگر یہ کہا جائے کہ جب علم لوح و قلم حضرت کے علوم کا ... اجزو کونسا ہے؟ اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ دوسرا اجزو وہ احوال آخرت ہیں ... حضرت کو خبر دی ہے۔ کیونکہ قلم نے تو لوح میں فقط وہ لکھا ہے جو روز قیامت ...

... شیخ محی الدین محمد بن مصطفیٰ معروف بہ شیخ زادہ جنہوں نے تفسیر بیضاوی پر حاشیہ ... کی شرح میں لکھتے ہیں:۔

والعلم فی ھذا البیت اما بمعناہ او بمعنی المعلوم ای بمعلوماتك المعلومات الحاصلة منها ولعل اللّٰہ اطلعه علی جمیع ما فی اللوح وزادہ ... لان اللوح والقلم متناھیان فما فیها متناہ ویجوز احاطة المتناھی بالمتناھی ھذا علی قدر فهمك اما من اکتحلت عین بصیرة بالنور الالٰهی ... بالذوق ان علم اللوح والقلم جزء من علومه کما ھی جزء من علم اللّٰہ سبحانهٗ لانہ علیه السّلام عند الانسلاخ من البشریة کما لا یسمع ولا یبصر ولا یبطش ولا ینطق الابه جلت قدرته وعمت نعمة کذلك لا یعلم الاعلمه الذی لا یحیطون بشیء منه الا بما شاء کما اشار الیه بقوله وعلمك مالمْ تکُنْ تعلَمُ۔

... میں علم یا تو اپنے معنی میں ہے یا معلوم کے معنی میں ہے یعنی آنحضرت ﷺ ... معلومات ہیں جو دونوں سے حاصل ہوئے ہیں اور شاید اللہ نے حضرت کو اس تمام پر ... لوح میں ہے اور اس سے زیادہ کا بھی علم دیا ہے کیونکہ لوح و قلم متناہی ہیں۔ پس جو ... ہے وہ متناہی ہے اور متناہی کا احاطہ متناہی سے جائز ہے۔ اس قدر بات تیری سمجھ ... لیکن وہ شخص جس کی بصیرت کی آنکھ میں نور الٰہی کا سرمہ پڑا ہوا ہے۔ وہ ذوق سے ... کہ علوم لوح و قلم حضرت کے علوم کا جزو ہیں جیسا کہ اللہ سبحانہ کے علم کا جزو ہیں۔

کیونکہ حضرت علیہ السلام بشریت سے السلاخ کے وقت جیسا کہ نہیں
پکڑتے اور نہیں بولتے مگر ساتھ اللہ کے اسی طرح حضور نہیں جانتے مگر ساتھ
جس میں سے کسی چیز کو نہیں گھیرتے ملائک وانبیاء وغیرہ مگر جو وہ چاہے۔ جیسا کہ
ارشاد (وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ) میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

بیان بالا سے یہ نہ سمجھا جائے کہ آنحضرت ﷺ کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے
دونوں میں بلحاظ کیفیت وکمیت بڑا فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم بغیر ذرائع ووسائل
علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم عطائی حادث ہے اسی طرح کمیت میں بھی فرق بین ہے کہ
علیہم السلام کا علم اللہ تعالیٰ کے علم سے وہ نسبت بھی نہیں رکھتا جو قطرے کو سمندر
چنانچہ صحیح بخاری (تفسیر کہف) میں قصہ حضرت موسیٰ وحضرت خضر علیہما السلام میں

قال و جاء عصفور فوقع علیٰ حرف السفینۃ فنقر فی البحر
الخضر ما علمی و علمک من علم اللہ الامثل ما نقص ھذا العصفور
البحر۔

(ترجمہ) فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ایک چڑیا کشتی کے کنارے پر آکر بیٹھی
سمندر میں ڈبوئی۔ حضرت خضر نے حضرت موسیٰ سے فرمایا کہ میرا علم اور آپ کا علم
علم کے مقابلے میں اتنا بھی نہیں جتنا (پانی) اس چڑیا نے سمندروں میں سے اپنی چونچ میں

شیخ اسمٰعیل حقی رحمتہ اللہ علیہ تفسیر روح البیان میں آیہ ولا یحیطون
علمہ الا بما شاء کے تحت میں یوں لکھتے ہیں:۔

قال شیخنا العلامۃ ابقاہ اللہ بالسلامۃ فی الرسالۃ الرحمانیۃ فی
الفرقانیۃ علم الاولیاء من علم الانبیاء بمنزلۃ قطرۃ من سبعۃ
الانبیاء من علم علم نبینا محمد علیہ الصلوٰۃ والسّلام بھذہ
نبینا من علم الحق سبحانہ بھذہ المنزلۃ۔

(ترجمہ) ہمارے استاد علامہ نے اللہ ان کو سلامت رکھے الرسالۃ الرحمانیہ فی
الفرقانیہ میں فرمایا کہ اولیاء کا علم انبیاء کے علم کے مقابلہ میں بمنزلہ ایک قطرہ کے
سمندروں میں سے اور انبیاء کا علم ہمارے نبی محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کے ساتھ
رکھتا ہے اور ہمارے نبی کا علم حق سبحانہ کے علم کے ساتھ یہی نسبت رکھتا ہے۔
بردہ شریف فرماتے ہیں:۔

وَكُلُّهُمْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ مُلْتَمِسٌ غَرْفًا



مِنَ الْبَحْرِ اَوْرَ شَفًا مِنَ الدِّيَمِ
لَدَيْهِ عِنْدَ حَدِّهِمِ
مِنْ نُقْطَةِ الْعِلْمِ اَوْ مِنْ شَكْلَةِ الْحِكَمِ

## ترجمہ منظوم

ہیں رسول اللہ کے فیضان سے سیراب سب
وہ کسی کے حق میں شبنم ہیں کسی کے حق میں یم
اس کی پیشی میں کھڑے ہیں اپنی اپنی حد پہ سب
ہے کوئی تو نقطہ علم کوئی اعراب حکم

ان شعروں کی تشریح ومطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے سیدنا محمد مصطفیٰ
کی روح پاک کو پیدا کیا پھر اسے خلعت نبوت سے سرفراز فرمایا وہ روح پاک عالم ارواح میں دیگر
علیہم السلام کی روحوں کو تعلیم دیا کرتی تھی۔ ہر ایک روح نے حسب قابلیت واستعداد حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح سے استفادہ علم کیا۔ کسی نے حضور کے علم کے بحر زخار سے بقدر ایک
کسی نے حضور کے فیضان کی لگاتار بارشوں سے بقدر ایک قطرہ یا گھونٹ کے لیا۔ علوم و
علیہم الصلوٰۃ والسلام نے حضور اقدس ﷺ کی روح اقدس سے حاصل کیے ان کی
حضور کے علم کے دفتر کا فقط ایک نقطہ یا آپ کے معارف کے دفتر کا محض ایک

جو شخص حضور انور ﷺ کے علم غیب کا مطلقاً انکار کرتا ہے اسے آیہ ذیل اور اس کا شان
نزول پڑھنا چاہیے۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ
تَسْتَهْزِءُوْنَ۔ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ

(توبہ۔ع ۸)

اور البتہ اگر تو ان سے پوچھے تو البتہ وہ کہیں گے سوائے اس کے نہیں کہ ہم بول چال
کرتے تھے تو کہہ دے کیا تم اللہ سے اور اس کے کلام اور اس کے رسول سے ٹھٹھا
کرتے تھے بہانے مت بناؤ تحقیق تم اپنے ایمان کے بعد کافر ہو گئے۔

امام جلال الدین سیوطی تفسیر در منثور (جزو ثالث ص ۲۵۴) میں فرماتے ہیں کہ ابن
ابی شیبہ اور ابن ابی حاتم وابو الشیخ نقل کرتے ہیں کہ امام مجاہد نے اللہ تعالیٰ کے قول

ولئن سالتهم لیقولن انما کنا نخوض و نلعب کا شان نزول یہ بیان کیا ہے۔

قال رجل من رجل من المنافقین یحدثنا محمد ان ناقة فلان [illegible] کذا فی یوم کذا و کذا و ما یدریه الغیب۔

(ترجمہ) منافقین میں سے ایک شخص نے کہا کہ محمد (ﷺ) ہمیں بتاتے ہیں [illegible] اونٹنی فلاں دن فلاں وادی میں تھی۔ وہ غیب کیا جانیں۔

مطلب یہ کہ ایک شخص کی اونٹنی گم ہو گئی تھی۔ آنحضرت ﷺ [illegible] وادی میں ہے۔ ایک منافق بولا۔ وہ غیب کی خبریں کیا جانیں اس پر اللہ تعالیٰ نے [illegible] بطریق استہزاء کہتے ہیں کہ حضرت غیب کی خبر کیا جانیں اور اس کے لئے [illegible] سے کہہ دیجئے کہ اس استہزاء کے سبب تم کافر ہو گئے۔ یہ قصہ غزوہ تبوک میں [illegible] بروایت ابن اسحاق وواقدی پہلے نقل کر آئے ہیں۔

اخبار بالغیبات کی دو قسمیں ہیں' ایک تو وہ جو قرآن مجید میں مذکور [illegible] احادیث میں وارد ہیں۔ قسم اول کا ذکر اعجاز القرآن میں ہو چکا۔ قسم دوم کی چند مثالیں [illegible] کفار پر اپنی امت کے غلبہ کی خبر دینا۔ حضرت معاذ بن جبل کو [illegible] کرتے وقت فرما دینا کہ اس سال کے بعد تو مجھے نہ پائے گا۔ حضرت عدی ابن حاتم [illegible] کی خبر دینا اور فرما دینا کہ اگر تیری زندگی دراز ہوئی تو تو دیکھ لے گا کہ ایک عورت [illegible] کر کے خانہ کعبہ کا طواف کرے گی اور اسے خدا کے سوا کسی کا ڈر نہ ہو گا صحیفہ قریش [illegible] معاہدہ تمام خانہ کعبہ کی چھت میں رکھا تھا اس کی نسبت تین سال کے بعد بتا دینا کہ اللہ [illegible] باقی کو دیمک چاٹ گئی ہے حضرت فاطمۃ الزہرا کی نسبت فرمانا کہ اہل بیت میں [illegible] بعد وہ سب سے پہلے میرے پاس پہنچے گی۔ ام المومنین حضرت زینب کی نسبت [illegible] وفات کے بعد میرے ازواج میں سے سب سے پہلے جو مجھ سے ملے گی وہ دراز [illegible] والی) ہے۔ ابی بن خلف کی نسبت خبر دینا کہ یہ میرے ہاتھ سے قتل ہو گا۔ اصحمہ نجاشی [illegible] خبر دینا جس دن اس نے حبشہ میں وفات پائی۔ شب معراج کی صبح کو قریش کے قافلہ [illegible] تجارت کے لئے شام کو گئے ہوئے تھے۔ غار ثور سے نکلنے کے بعد مدینہ کے راستہ [illegible] مالک سے فرمانا کہ تجھے کسریٰ کا کنگن پہنایا جائے گا۔ سلسلہ خلافت اور خلفائے [illegible] عثمان و علی رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبر دینا۔ واقعہ جمل وصفین کی خبر دینا۔ [illegible] دینا۔ حضرت امام حسن کے ذریعہ دو گروہ اسلام میں صلح ہونے کی خبر دینا۔ [illegible] شہادت کی خبر دینا۔ حضرت امیر معاویہ کی ولایت کی خبر دینا۔ حضرت عمار ابن [illegible]



[illegible] کرے گا۔ خلفائے بنی امیہ و بنی عباس کے حالات کی خبر دینا۔ حجاج ظالم اور [illegible] دینا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر کی نسبت فرمانا کہ یہ بیت اللہ شریف کو بچائے گا۔ [illegible] ہو جائے گا۔ خوارج و رافضہ و قدریہ و مرجیہ و زنادقہ کی خبر دینا۔ امت کے تہتر [illegible] میں سے ایک کے ناجی ہونے کی خبر دینا۔ غزوہ احد میں خبر دینا کہ حضرت [illegible] رہے ہیں۔ بدر کے میدان جنگ میں کفار قریش کے مرنے کی جگہوں کا [illegible] کہ یہاں فلاں کافر مرے گا اور وہاں فلاں۔ جنگ بدر کے خاتمہ پر اپنے چچا [illegible] تم اپنی بیوی ام الفضل کے پاس مکہ میں مال چھوڑ آئے ہو حالانکہ عباس وام [illegible] کو اس مال کا علم نہ تھا۔ غزوہ بنی المصطلق سے واپسی کے وقت مدینہ منورہ [illegible] تیز ہوا ایک بڑے منافق (رفاعہ بن زید بن التابوت) کی موت کے لئے چلی [illegible] شقی الحمی سے حالت بیماری میں فرما دینا تو اس بیماری میں نہیں مرے گا۔ [illegible] کرے گا اور وہیں وفات پائے گا اور رملہ میں دفن ہو گا۔ فتح مکہ کی تیاریوں [illegible] کے خط کی خبر دینا جو اس نے اہل مکہ کو ان تیاریوں سے مطلع کرنے کے [illegible] وغیرہ سے بتا دینا کہ اس حلیہ کی ایک عورت اس خط کو لے جا رہی ہے اور [illegible] گے۔ وفد عبدالقیس کے آنے کی خبر دینا۔ غزوہ موتہ جو مدینہ منورہ سے [illegible] ملک شام میں ہو رہا تھا اس کی نسبت خبر دینا کہ حضرت زید و جعفر وابن [illegible] شہید ہو گئے اور آخر حضرت خالد نے فتح پائی۔ مقام تبوک میں جو شام مدینہ [illegible] آج مدینہ میں حضرت معاویہ لیثی نے انتقال فرمایا اور وہیں ان کی نماز [illegible] کے ہلاک ہونے اور فارس و روم کے فتح ہونے کی خبر دینا۔ لبید بن عاصم [illegible] مومنین و منافقین کے اسرار کی خبر دینا۔ حضرت اویس قرنی کی خبر [illegible] کوفہ کی خبر دینا۔ امام ابو حنیفہ و مالک و شافعی کی بشارت دینا وغیرہ وغیرہ یہ [illegible] میں آئے جس طرح حضور نے خبر دی تھی۔

[illegible] جو آپ نے بیان فرمائیں وہ ان کے علاوہ ہیں۔ اور وہ تین قسم کی ہیں۔ [illegible] سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور تیسری کو آثار کبریٰ کہتے ہیں:۔

[illegible] وہ آثار جو وقوع میں آ چکے۔ مثلاً حضور اقدس ﷺ کی وفات شریف۔ تمام [illegible] رحلت فرمانا۔ حضرت عثمان غنی کا شہید ہونا۔ تاتاریوں کا فتنہ۔ حجاز کی [illegible] کا عوائے رسالت کے ساتھ نکلنا۔ بیت المقدس اور مدائن کا فتح ہو جانا۔ [illegible] ہو جانا۔ تین خسوف کا وقوع (ایک مشرق میں ایک مغرب میں اور ایک

جزیرہ عرب میں) قتل اور فتنوں اور زلزلوں کی کثرت۔ مسخ و قذف۔ [illegible]
کعبۃ اللہ سے حجر اسود کا اٹھ جانا۔ کثرت موت وغیرہ۔

دوم :۔ وہ آثار جو ظہور میں آچکے اور زیادہ ہو رہے ہیں حتیٰ کہ [illegible]
گے۔ مثلاً عابدوں کا جاہل ہونا۔ قاریوں کا فاسق ہونا۔ چاندوں کا انتفاخ انظر آنا [illegible]
رات کا چاند ہے۔ بارش کا زیادہ ہونا اور روئیدگی کا کم ہونا۔ قاریوں کی کثرت [illegible]
امیروں کی کثرت اور امینوں کی قلت فاسقوں کا سردار قبیلہ اور فاجروں کا حاکم [illegible]
اپنے قبیلہ میں نقد (۱۳۶) سے زیادہ ذلیل ہونا۔ تجارت کی کثرت۔ عورت کا [illegible]
شریک تجارت ہونا۔ قطع رحم کرنا۔ کاتبوں کی کثرت اور علماء کی قلت۔ جھوٹ [illegible]
امانت کو غنیمت سمجھنا۔ زکوٰۃ کو تاوان خیال کرنا۔ علم دین کو دنیا کی خاطر سیکھنا [illegible]
کثرت۔ بڑوں کی عزت نہ ہونا۔ چھوٹوں پر رحم نہ کیا جانا۔ اولاد زنا کی کثرت [illegible]
کرنا۔ مسجدوں میں دنیا کی باتیں کرنا۔ نماز پڑھانے کے لئے مسجدوں میں اماموں [illegible]
ارکان نمازیں پڑھنا حتیٰ کہ پچاس میں سے ایک نماز کا بھی قابل قبول نہ ہونا [illegible]
کرنا۔ مسجدوں کو راستے بنانا۔ قریبی لڑکی سے اس کی مفلسی کے سبب نکاح [illegible]
الاصل سے اس کی دولتمندی کے سبب نکاح کر لینا۔ ناحق مال لینا۔ حلال [illegible]
محروم رہنا۔ اسلام کا غریب ہونا۔ لوگوں میں کینہ و بغض ہونا۔ عمریں کم ہونا اور [illegible]
کم ہونا۔ جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا جاننا۔ مال حاصل کرنے کے لئے لوگوں کی [illegible]
خطباء کا جھوٹ بولنا۔ حکام کا ظلم کرنا۔ نجومیوں کو سچا جاننا۔ قضاو قدر کو حق [illegible]
دوسرے مرد سے لواطت کرنا۔ جہاد نہ کرنا۔ مالداروں کی تعظیم کرنا۔ [illegible]
سود اور رشوت کھانا۔ قرآن کو مزامیر بنانا۔ درندوں کے چمڑوں کے فرش [illegible]
وزنا و شراب نوشی کی کثرت۔ خائن کو امین اور امین کو خائن سمجھنا۔ گانے والی لونڈیوں [illegible]
لہو کا حلال سمجھنا۔ حدود شرعیہ کا جاری نہ ہونا۔ عہد توڑنا۔ عورتوں کا مردوں [illegible]
عورتوں سے مشابہت پیدا کرنا۔ اخیر امت کا اول امت کو برا کہنا۔ مردوں کا [illegible]
کی طرح تاج پہننا۔ قرآن کو تجارت بنانا۔ مال میں سے اللہ کا حق ادا نہ کرنا [illegible]
کم تولنا۔ جاہلوں کو حاکم بنانا۔ مسجدیں بنانے پر فخر کرنا۔ مردوں کی قلت اور عورتوں [illegible]
تک کہ ایک مرد پچاس عورتوں کا متکفل ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ۔

سوم :۔ آثار کبریٰ جن کے بعد ہی قیامت آجائے گی۔ یہ آثار [illegible]
پے ظاہر ہوں گے جیسے سلک مروارید سے موتی گرتے ہیں۔ امام مہدی علیہ السلام [illegible]



[illegible] قتل ہو جائیں گے۔ ان کا بیان جو آنحضرت ﷺ کی حدیثوں میں پایا جاتا ہے۔
[illegible] معلومات خود نیچے درج کیا جاتا ہے :۔
[illegible] آثار صغریٰ سب ظاہر ہو چکیں گے تو اس وقت نصاریٰ کا غلبہ ہوگا۔ ایک مدت کے
[illegible] سفیان اموری کی اولاد سے ایک شخص سفیان نام جانب دمشق سے ظاہر ہو گا
[illegible] غلب ہو گا وہ اہل بیت کو بری طرح قتل کرے گا۔ شام و مصر کے اطراف میں
[illegible] اسی اثناء میں شام روم کی عیسائیوں کے ایک فرقہ سے جنگ اور دوسرے
[illegible] قسطنطنیہ پر قبضہ کرلے گا۔ شام روم ملک شام میں آجائے گا اور دوسرے
[illegible] لڑائی کے بعد فتح پائے گا۔ دشمن کی شکست کے بعد فرقہ موافق میں سے
[illegible] فتح صلیب کی برکت سے ہوئی ہے اسلامی لشکر میں سے ایک شخص اسے
[illegible] نہیں۔ بلکہ اسلام کی برکت سے ایسا ہوا ہے۔ الغرض دونوں اپنی اپنی قوم
[illegible] گے اور خانہ جنگی شروع ہو جائے گی۔ جس میں بادشاہ اسلام شہید ہو جائے گا
[illegible] صلح کرلیں گے۔ اس طرح شام میں عیسائی راج ہو جائے گا۔ بقیۃ السیف
[illegible] چلے آئیں گے۔ اور عیسائیوں کی حکومت مدینہ منورہ کے قریب خیبر تک
[illegible] اہل اسلام کو امام مہدی علیہ السلام کی تلاش ہوگی۔

## حضرت امام مہدی علیہ السلام

[illegible] مدینہ سے مکہ تشریف لے آئیں گے۔ اہل مکہ کی ایک جماعت حجر اسود و
[illegible] آپ سے بیعت کرے گی حالانکہ آپ اس منصب امامت پر راضی نہ ہوں
[illegible] محمد باپ کا نام عبداللہ اور ماں کا نام آمنہ ہوگا۔ آپ حضرت فاطمۃ الزہرا کی
[illegible] آپ کی عمر مبارک اس وقت چالیس سال ہوگی۔
[illegible] ماوراء النہر سے ایک شخص حارث حراث نام اہل اسلام کی مدد کے لئے
[illegible] منصور کے زیر کمان ہوگا۔ یہ لشکر راستہ ہی میں بہت سے عیسائیوں اور
[illegible] گا۔ ظالم سفیانی جس کا اوپر ذکر ہوا اپنا لشکر امام مہدی کے مقابلہ کے لئے بھیجے گا
[illegible] کے بعد خود سفیان لشکر کے ساتھ مقابلہ کے لئے آئے گا اور مقام بیداء میں
[illegible] لشکر سمیت زمین میں دھنس جائے گا۔ صرف ایک شخص بچے گا جو امام مہدی
[illegible] گا۔ حضرت امام کی اس کرامت کی خبر دور دور پہنچ جائے گی۔ شام کے ابدال
[illegible] آپ کے دست مبارک پر بیعت کریں گے۔ فوج مدینہ کے علاوہ باقی عرب و

یمن کے لوگ بکثرت آپ کے لشکر میں داخل ہو جائیں گے۔

افواج اسلام کی خبر سن کر نصاریٰ بھی ممالک روم وغیرہ سے لشکر جرار
جمع ہو جائیں گے۔ لشکر کفار میں اسی جھنڈے ہوں گے اور ہر جھنڈے تلے بارہ ہزار
گے۔ امام مہدی مکہ سے بغرض زیارت مدینہ منورہ جائیں گے اور وہاں سے ملک شام
حلب یا دمشق کے نواح میں لشکر کفار سے مقابلہ ہو گا۔ حضرت امام کے لشکر کا تہائی
جائے گا جن کی موت کفر پر ہو گی اور ایک تہائی شہادت سے مشرف ہو گا اور باقی تہائی
دوسرے روز امام موصوف نصاریٰ کے مقابلہ کے لئے نکلیں گے۔ مسلمانوں کی ایک
کرے گی کہ بغیر فتح پائے یا شہید ہوئے میدان سے واپس نہ آئیں گے۔ یہ سب کے
جائیں گے۔ اگلے روز پھر ایک جماعت یہی عہد کرے گی اور جام شہادت نوش کر
طرح تیسرے دن بھی وقوع میں آئے گا۔ چوتھے روز باقیہ اہل اسلام کفار پر فتح پائیں
سے کسی کو خوشی نہ ہو گی کیونکہ اس لڑائی میں بہت سے خاندان ایسے ہوں گے جن میں
بچا ہو گا۔ اس کے بعد امام موصوف نظم و نسق میں مشغول ہوں گے اور دنیا کو عدل و انصاف
دیں گے۔ پھر ایک مختلوائی کے بعد قسطنطنیہ فتح ہو جائے گا۔

## دجال لعین

جب اہل اسلام غنائم قسطنطنیہ تقسیم کر رہے ہوں گے تو شیطان آواز دے
تمہارے اہل و اولاد میں آگیا ہے۔ یہ سنتے ہی غنائم چھوڑ کر دجال کی طرف متوجہ ہوں
سوار بطور طلیعہ خبر لانے کے لئے بھیجیں گے ان کی نسبت حضور رسول کریم ﷺ نے
ان کے نام' ان کے باپوں کے نام' ان کے گھوڑوں کے رنگ پہچانتا ہوں اور وہ اس وقت
پر بہترین سواروں میں سے ہوں گے۔ یہ افواہ غلط ثابت ہو گی۔ لشکر اسلام جب قسطنطنیہ
ہو کر شام پہنچے گا تو جنگ عظیم سے ساتویں سال شام و عراق کے درمیان ایک راستے
ظاہر ہو گا۔ اس کے ظہور سے پہلے دو سال قحط رہے گا۔ تیسرے سال دوران قحط ہی میں
ہو گا۔

دجال کی ایک آنکھ اور ایک ابرو بالکل نہ ہو گی بلکہ وہ جگہ ہموار ہو گی۔ ممسوح
ہونے کے سبب سے اسے مسیح الدجال کہتے ہیں۔ وہ ایک بڑے گدھے پر سوار ہو گا اور اس کی
کے درمیان ک اف ر (کافر) لکھا ہو گا جسے صرف اہل ایمان کا تب پڑھ لیں گے۔ وہ
پھرے گا اور لوگوں کو اپنی الوہیت کی دعوت دے گا۔ اور وہ اسی غرض کے لئے اپنے



اس کے ساتھ ایک باغ ہو گا۔ جسے وہ جنت کہے گا۔ اور ایک آگ ہو گی جسے
کو وہ اپنی بہشت میں اور مخالفین کو اپنی دوزخ میں ڈالے گا۔ مگر حقیقت میں
رکھتی ہو گی اور دوزخ باغ بہشت کے مانند ہو گی اس کے پاس اشیاء
اس میں سے جسے چاہے دے گا۔ لوگوں کو آزمائش کے لئے اس سے خارق
گے۔ جو لوگ اس پر ایمان لائیں گے ان کے لئے آسمان کو حکم دے تو مینہ
زمین کو حکم دے گا تو گھاس اور زراعت بکثرت اگائے گی۔ جو انکار کریں گے
نباتات کو روک دے گا۔ ایک ویرانے کے خزانے اس کے پیچھے چلیں
کے گا کہ میں تمہارے مردہ ماں باپ کو زندہ کر دیتا ہوں اگر تم میری خدائی
شیطانوں کو حکم دے گا کہ زمیں سے ان کے ماں باپ کے ہم شکل ہو کر نکلو۔
گے۔ اسی طرح اس کے لشکری ایک مومن کو پیش کریں گے وہ دیکھتے ہی کہہ
دجال ہے جس کا ذکر رسول اللہ ﷺ نے کر دیا ہے۔ یہ سن کر دجال حکم دے گا
توڑ دو۔ ایسا ہی کیا جائے گا۔ پھر دجال اسے پوچھے گا کیا تو مجھ پر ایمان نہیں
گا کہ تو جھوٹا مسیح ہے۔ پھر دجال کے حکم سے سر سے پاؤں تک اس کے دو
دجال دونوں ٹکڑوں کے درمیان چلے گا اور کہے گا اٹھ۔ وہ اٹھ بیٹھے گا۔ دجال
لاتا ہے؟ مومن جواب دے گا۔ اب تو مجھے خوب یقین ہو گیا کہ تو جھوٹا
اے لوگو! میرے بعد یہ کسی اور سے ایسا نہ کر سکے گا۔ بعد ازاں دجال اسے
کر سکے گا۔ اور اسے اپنی دوزخ میں پھینک دے گا مگر وہ اس مومن کے لئے
حضور رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ وہ مومن اللہ کے نزدیک بڑا شہید ہو
مختلف مقامات پر جائے گا۔ شام سے اصفہان میں پہنچے گا۔ وہاں ستر ہزار یہودی
گے۔ پھرتا پھراتا سرحد یمن پر پہنچ جائے گا۔ وہاں سے مکہ معظمہ کا قصد
کی محافظت کے سبب اس میں داخل نہ ہو سکے گا۔ پھر مدینہ منورہ میں پہنچے گا۔
کے سات دروازے ہوں گے ہر دروازے پر دو دو فرشتے محافظ ہوں گے اس
داخل نہ ہو سکے گا۔ یہاں سے وہ لوگوں کو گمراہ کرتا ہوا شام کی طرف روانہ ہو
معظمہ کا قصد کرے گا مگر فرشتوں کی محافظت کے سبب اس میں داخل نہ ہو
منورہ میں پہنچے گا۔ اس وقت مدینہ طیبہ کے سات دروازے ہوں گے ہر دروازے
ہوں گے اس لئے شہر کے اندر داخل نہ ہو سکے گا۔ یہاں سے وہ لوگوں کو گمراہ
طرف روانہ ہو گا۔

## حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام

قبل اس کے کہ دجال دمشق میں پہنچے' امام مہدی علیہ السلام وہاں پہنچ
کر چکے ہوں گے۔ اسی اثنا میں اچانک اللہ تعالیٰ حضرت مسیح بن مریم علیہما السلام کو
آپ دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھے ہوئے زرد رنگ کا جوڑا زیب تن کئے ہوئے
شکل میں دمشق کے مشرقی جانب سفید منارہ پر اتریں گے اور اس امت کی تکریم
سے حضرت امام مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ پھر لشکر اسلام لشکر دجال
گھمسان کا معرکہ ہو گا۔ اس وقت دم عیسیٰ کی یہ خاصیت ہو گی کہ جہاں تک آپ کی
گی وہاں تک آپ کا سانس بھی پہنچے گا اور جس کافر تک وہ پہنچے گا ہلاک ہو جائے گا۔
جائے گا مگر حضرت مسیح علیہ السلام اس کو بیت المقدس کے قریب موضع لد کے
لیں گے اور نیزہ سے اس کا کام تمام کر دیں گے۔ لشکر اسلام دجال کے قتل و غارت
جائے گا۔ لشکر دجال میں جو یہود ہوں گے ان کو کوئی چیز پناہ نہ دے گی یہاں تک کہ
اگر کوئی یہودی پتھر یا درخت کی آڑ میں چھپا ہو گا تو وہ پتھر یا درخت بول اٹھے گا کہ
اس کو قتل کر دو۔

زمین پر دجال کا فتنہ چالیس دن رہے گا جن میں سے ایک دن ایک سال
مہینے اور ایک دن ایک ہفتہ کی مانند ہو گا۔ باقی دن معمولی دنوں کے مانند ہوں گے۔
اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا۔ جو دن ایک سال کے برابر ہو گا کیا اس
کی نمازیں کافی ہوں گی۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں ایک سال کی نمازیں اس دن میں
ہوں گی۔

دجال کے فتنہ کے رفع ہونے کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام
ہوں گے۔ صلیب کو توڑ دیں گے' خنزیر کو قتل کر دیں گے اور کفار سے جزیہ قبول
سوائے قبول اسلام اور قتل کے دوسرا حکم نہ ہو گا سب کافر مسلمان ہو جائیں گے۔
السلام کی خلافت ۷ یا ۸ یا ۹ سال ہو گی' اس کے بعد آپ کا وصال ہو گا۔ حضرت
آپ کے جنازہ کی نماز پڑھائیں گے۔

## یاجوج و ماجوج

اس کے بعد لوگ امن و امان کی زندگی بسر کرتے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ
علیہ السلام کی طرف وحی بھیجے گا کہ میں ایسے بندے نکالنے والا ہوں کہ کسی میں ان کے



نہیں ہے۔ تم میرے خالص بندوں کو کوہ طور کی طرف لے جاؤ۔ آپ قلعہ طور
ہو کر سامان حرب و رسد کے مہیا کرنے میں مشغول ہوں گے۔ اس وقت یاجوج و
گے یہ لوگ یافث بن نوح کی اولاد سے ہیں۔ ان کا ملک قطب شمالی کی طرف ہفت
جاتا ہے۔ اس کے جانب شمال سمندر ہے جو سال بھر منجمد رہتا ہے۔ مشرق و
کی مشکل دو پہاڑ ہیں ان کے درمیان کی ایک گھاٹی سے نکل کر وہ اس طرف کے
کرتے تھے۔ سکندر ذوالقرنین نے ان کو ایک آہنی دیوار کے ذریعہ سے بند کر دیا
ان دونوں پہاڑوں کی چوٹی تک پہنچتی ہے اور موٹائی ساٹھ گز ہے۔ وہ دن بھر اس
میں لگے رہتے ہیں مگر رات کو قدرت الٰہی سے وہ دیوار ویسی ہی ہو جاتی ہے۔ جب
وقت آئے گا تو وہ دیوار ٹوٹ جائے گی اور یہ لوگ ٹڈی دل کی طرح ہر طرف پھیل
دریغ قتل و غارت کریں گے۔ ان کی کثرت کا یہ حال ہے کہ جب ان کی پہلی
میں (جو دس میل لمبا ہے) پہنچے گی تو اس کا تمام پانی پی جائے گی اور دیکھ کر کہے
پانی تھا؟ پھر وہ قتل و غارت کرتے ہوئے قدس کے پہاڑ خمر میں پہنچیں گے تو کہیں
زمین والوں کا تو صفایا کر دیا۔ چلو آسمان والوں کو بھی مار ڈالیں۔ پھر وہ آسمان کی طرف
گے جن کو اللہ تعالیٰ خود آلود کر کے لوٹا دے گا۔ وہ دیکھ کر خوش ہوں گے کہ اب تو
نہیں رہا۔ محصورین (حضرت عیسیٰ اور آپ کے اصحاب) میں قحط کا یہ عالم ہو گا کہ
سو دینار سے بھی زیادہ قیمتی ہو گا۔ پس محصورین دعا کریں گے اس پر اللہ تعالیٰ ان میں
کا یہ ایک دانہ ہوتا ہے جو اونٹ اور بھیڑ بکری کی گردنوں میں نکلتا ہے اور طاعون کی
کر دیتا ہے۔ اس مرض میں یاجوج و ماجوج یکبارگی ہلاک ہو جائیں گے۔ پھر حضرت
السلام اور آپ کے اصحاب میدان کی طرف آئیں گے اور زمین میں ایک بالشت بھر جگہ
گے جو ان کی چربی و گندگی سے پر نہ ہو۔ پھر آپ مع اصحاب دست بدعا ہوں گے تو اللہ
بھیجے گا جن کی گردنیں شتران بختی کی مانند ہوں گی۔ وہ پرندے ان کی لاشوں
دیں گے جہاں اللہ تعالیٰ چاہے۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک عالمگیر بارش بھیجے گا جس سے زمین
ہو جائے گی۔ اس بارش کی برکت سے زمین کی پیداوار میں بڑی ترقی ہو گی یہاں تک کہ
جماعت کے لئے کافی ہو گا۔ حیوانات کا دودھ اس کثرت سے ہو گا کہ ایک اونٹنی کا
قبیلہ کے لئے کافی ہو گا۔ اور ایک بکری کا دودھ ایک کنبہ کے لئے کافی ہو گا۔ قوم یاجوج و
کمانیں ترکش اور تیر مومنوں کے لئے سات سال ایندھن کا کام دیں گے۔ حضرت عیسیٰ
الصلوٰۃ والسلام دنیا میں چالیس سال رہیں گے۔ آپ کا نکاح ہو گا اور اولاد پیدا ہو گی۔ پھر

آپ انتقال فرمائیں گے اور حضور اکرم ﷺ کے روضہ مطہرہ میں دفن ہوں گے۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بعد قبیلہ قحطان میں سے ایک شخص [illegible] رہنے والے آپ کے خلیفہ ہوں گے اور امور خلافت کو عدل و انصاف کے [illegible] گے۔ جہجاہ کے بعد چند اور بادشاہ ہوں گے جن کے عہد میں رسوم کفر و جہل شائع [illegible] علم کم ہو جائے گا۔ اسی اثنا میں ایک مکان مشرق اور مغرب میں زمین میں دھنس [illegible] منکرین تقدیر ہلاک ہو جائیں گے۔

## دخان (دھواں)

اس کے بعد ایک بڑا دھواں آسمان سے نمودار ہوگا جو چالیس روز [illegible] مسلمان زکام میں مبتلا ہو جائیں گے۔ کافروں اور منافقوں پر بیہوشی طاری ہو جائے [illegible] دن بعض دو دن اور بعض تین دن کے بعد ہوش میں آئیں گے۔

## آفتاب کا مغرب سے نکلنا

اس کے بعد ماہ ذی الحجہ میں یوم نحر کے بعد رات اس قدر لمبی ہو جائے [illegible] اٹھیں گے، مسافر تنگ دل اور مویشی چراگاہ کے لئے بے قرار ہوں گے۔ یہاں تک [illegible] چینی کی وجہ سے نالہ وزاری کریں گے اور توبہ توبہ پکاریں گے۔ آخر تین چار رات [illegible] رات کے دراز ہونے کے بعد اضطراب کی حالت میں آفتاب مغرب سے چاند [illegible] تھوڑی سی روشنی کے ساتھ نکلے گا۔ اس کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ اور اس [illegible] بلند ہو کر غروب ہوگا جتنا کہ چاشت کے وقت ہوتا ہے۔ پھر حسب معمول مشرق [illegible] نکلتا رہے گا۔

## دابۃ الارض

دوسرے روز لوگ اسی کا ذکر کر رہے ہوں گے کہ کوہ صفا زلزلہ سے پھٹ [illegible] اس سے ایک عجیب شکل کا جانور نکلے گا جسے دابۃ الارض کہتے ہیں وہ چہرے میں آدمی [illegible] میں اونٹ سے، دم میں بیل سے، سرین میں ہرن سے، سینگوں میں بارہ سنگے سے، ہاتھوں [illegible] سے، اور کانوں میں ہاتھی سے مشابہ ہوگا۔ پہلے یمن میں پھر نجد میں ظاہر ہو کر غائب [illegible] پھر دوبارہ مکہ مشرفہ میں ظاہر ہوگا۔ اس کے ایک ہاتھ میں حضرت موسیٰ کا عصا اور [illegible] حضرت سلیمان کی انگوٹھی ہوگی۔ وہ ایسی تیزی سے شہروں کا دورہ کرے گا کہ کوئی [illegible]



[illegible] گا۔ وہ اہل ایمان کی پیشانی پر عصائے موسیٰ سے ایک نورانی خط کھینچ دے گا جس سے [illegible] ہو جائے گا اور کفار کی ناک یا گردن پر خاتم سلیمان سے مہر کر دے گا جس سے ان کا [illegible] رونق ہو جائے گا۔

## خانہ کعبہ کا گرایا جانا

اس کے بعد ایک ٹھنڈی ہوا چلے گی جس کے سبب سے ہر صاحب ایمان کی بغل میں درد [illegible] فاضل سے، فاضل ناقص سے، اور ناقص فاسق سے پہلے مرنے شروع ہو جائیں [illegible] کوئی اہل ایمان باقی نہ رہے گا۔ بعد ازاں کفار حبشہ کا غلبہ ہوگا اور ان کی سلطنت [illegible] خانہ کعبہ کو ڈھا دیں گے۔ حج موقوف ہو جائے گا۔ قرآن مجید دلوں، زبانوں اور [illegible] اٹھ جائے گا۔ خدا ترسی اور خوف آخرت دلوں سے اٹھ جائے گا۔ شرم و حیا نہ رہے گی۔ [illegible] اور کتوں کی مانند دوستوں کے سامنے جماع کریں گے حکام کا ظلم اور رعایا کی ایک [illegible] دست درازی رفتہ رفتہ بڑھ جائے گی۔ جس سے شہر و قصبات ویران ہو جائیں گے۔ قحط [illegible] ہوگا۔

## ایک بڑی آگ

اس وقت ملک شام میں کچھ ارزانی ہوگی۔ دیگر ممالک کے لوگ اہل و عیال سمیت شام کو [illegible] گے۔ اسی اثنا میں ایک بڑی آگ جنوب کی طرف سے نمودار ہوگی وہ ان کا تعاقب کرے [illegible] کہ وہ شام پہنچ جائیں گے پھر وہ آگ غائب ہو جائے گی۔

## نفخ صور

اس کے بعد چار پانچ سال عیش و عشرت کے ساتھ غفلت میں زندگی بسر کریں گے۔ [illegible] عام ہو گی۔ کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ ہوگا۔ یکایک جمعہ کے روز جو یوم عاشورہ بھی ہوگا صبح [illegible] اللہ تعالیٰ اسرافیل علیہ السلام کو صور پھونکنے کا حکم دے گا۔ صور کی آواز کے صدمہ سے [illegible] ہو جائے گا۔ زمین و آسمان کے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ چاند، سورج اور تمام ستارے [illegible] گے۔ دریا خشک ہو جائیں گے۔ آگ بجھ جائے گی۔ سوائے ذات باری تعالیٰ کے [illegible] رہے گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ لمن الملک الیوم (آج سلطنت کس کی ہے۔) [illegible] جواب دے گا۔ للہ الواحد القہار (اس ایک اللہ کی جو قہار ہے) ایک مدت کے بعد بار [illegible] آسمان اور نئی زمین پیدا ہوگی۔ پھر حضرت اسرافیل علیہ السلام دوبارہ صور پھونکیں گے۔

اس کی آواز سے سب مردوں کے جسم دوبارہ وہی بن جائیں گے اور زندہ ہو کر قبروں گے۔ اسی کو قیامت کہتے ہیں۔ قیامت کے واقعات جو قرآن مجید واحادیث شریف مثلاً مردوں کا ان ہی اجساد کے ساتھ زندہ ہو کر اٹھنا۔ آفتاب کا زمین کے قریب اعمال ہونا۔ ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضاء کا نیک وبد اعمال کی گواہی دینا۔ نیکوں کو نامہ طرف سے دائیں ہاتھ میں ملنا اور بدوں کو پشت کی طرف سے بائیں ہاتھ میں ملنا۔ تلنا۔ پل صراط سے گزرنا۔ مومنوں کا اپنے مرتبہ کے موافق کسی کا بجلی کی طرح گھوڑے کی طرح، کسی کا اڑتے پرندے کی طرح، کسی کا معمولی چال سے پل صراط منافقین وکفار کا کٹ کٹ کر دوزخ میں گرنا۔ حوض کوثر کے لذیذ وسرد پانی کے کی سب کلفتوں کا دور ہو جانا اور جنت میں داخل ہونا وغیرہ۔ ان سب کے لئے ایک درکار ہے یہاں بطور نمونہ ذیل میں دو تین پیش گوئیوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

## حجاز کی آگ

صحیحین (۱۳۷) میں بروایت سعید بن المسیب مذکور ہے کہ حضرت ابو ہریرہ تعالیٰ عنہ نے مجھے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہو گی یہاں آگ حجاز کی زمین سے نکلے گی جو بصریٰ (۱۳۸) میں اونٹوں کی گردنیں روشن کرے گی۔

مذکورہ بالا پیشین گوئی کے مطابق وہ آگ سرزمین حجاز میں ظاہر ہوئی۔ اس سے پہلے کئی زلزلے آئے جو اس کا پیش خیمہ تھے۔ چنانچہ ماہ جمادی الاولیٰ ۶۵۴ھ کی مدینہ منورہ میں کئی دفعہ زلزلہ آیا مگر چونکہ خفیف تھا اس لئے بعض لوگوں کو محسوس کے روز سخت زلزلہ آیا جسے عام وخاص سب نے محسوس کیا۔ شب چہار شنبہ ۳ جمادی رات کے اخیر تہائی حصہ میں مدینہ میں ایسا سخت زلزلہ آیا کہ لوگ ڈر گئے اور اس کی کانپ گئے۔ زلزلے کا یہ سلسلہ جمعہ کے دن تک رہا۔ اس کی آواز بجلی سے بڑھ کر تھی اور دیواریں ہل رہی تھیں۔ یہاں تک کہ صرف دن کے وقت اٹھارہ دفعہ حرکت چاشت کے وقت زلزلہ بند ہو گیا دوپہر کے وقت مدینہ منورہ سے تقریباً ایک منزل آگ نمودار ہوئی اس کے ظاہر ہونے کی جگہ سے آسمان کی طرف بکثرت دھواں اٹھا گھیر لیا۔ جب تاریکی چھا گئی اور رات آ گئی تو آگ کے شعلے تیز ہو گئے۔ یہ آگ ایک کی مانند معلوم ہوتی تھی جس کے گرد ایک فصیل ہو اور اس فصیل پر کنگرے اور برج غرض اس آگ کو دیکھ کر اہل مدینہ ڈر گئے (۱۳۹) چنانچہ قاضی سنان حسینی کا بیان ہے کہ



یف بن شیمہ کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ عذاب نے ہم کو گھیر لیا ہے۔ اللہ کی کر۔ یہ سن کر اس نے اپنے تمام غلام آزاد کر دیئے اور لوگوں کے اموال ان کو واپس کر اپنے قلعہ سے نکل کر حرم شریف میں آیا۔ اس نے اور تمام اہل مدینہ حتیٰ کہ عورتوں جمعہ اور ہفتہ کی رات حرم شریف میں گزاری اور باغات میں کوئی ایسا نہ رہا جو حرم گیا ہو۔ لوگ رات کو گریہ وزاری اور تضرع کرتے تھے اور حجرہ شریف کے گرد ننگے ہوں کا اعتراف کرتے ہوئے گڑگڑا کر دعا مانگ رہے تھے اور نبی الرحمۃ ﷺ سے پناہ تھے۔"

قسطلانی جو اس وقت مکہ میں مقیم تھے' ان کا بیان ہے کہ یہ آگ بڑھتی ہوئی حرہ اور متصل آ پہنچی۔ اور وادی شظات میں سے جس کی ایک طرف وادی حمزہ رضی اللہ حرم نبی ﷺ کے مقابل ٹھہر گئی۔ اس آگ کے شعلے ایسے تیز تھے کہ شجر و حجر جو میں آتا اسے پارہ پارہ کر دیتی اور پگھلا دیتی۔ غرض اس رحمتہ للعلمین ﷺ کی کی برکت سے یہ آگ حرم شریف سے خارج ہی رہی۔ اور وہاں سے پیچھے ہٹ کر اپنا کر لیا۔ اور ۵۲ دن تک روشن رہی۔

آگ مکہ، ینبع اور تیماء سے دکھائی دیتی تھی اور شہر بصریٰ کے لوگوں کو اس کی روشنی گردنیں نظر آ گئیں جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ مورخین کا قول ہے کہ یہ لمبی اور چار میل چوڑی اور ڈیڑھ قامت عمیق وادی میں چلتی تھی۔ اس کی حرارت کی مانند پگھل جاتا تھا۔ اس طرح وادی کے اخیر میں حرہ کے منتہا کے نزدیک پگھلے ہوتے گئے اور آخر کار وادی شظات کے وسط میں کوہ وغیرہ کی طرف ایک سد بن کے آثار ہنوز باقی ہیں۔ اور اہل مدینہ اسے حبس کہتے ہیں۔ مدینہ منورہ میں اس آگ کا مشہور ہے کہ مورخین کے نزدیک حد تواتر کو پہنچا ہوا ہے۔ کذا فی الوفاء

امام نووی (متوفی ۶۷۶ھ) جو اس زمانے میں موجود تھے۔ اس آگ کی نسبت شرح صحیح انصاری۔ جلد ثانی۔ کتاب الفتن ص ۳۹۳) میں یوں تحریر فرماتے ہیں:۔

في زماننا نا بالمدينة سنه اربع و خمسين وستمائة و كانت ناراً عظيمة من جنب المدينة الشرقي وراء الحرة تواتر العلم بها عند جميع اهل البلدان واخبرني من حضرها من اهل المدينة۔

اور تحقیق ہمارے زمانے میں ۶۵۴ھ میں مدینہ میں ایک آگ نکلی اور نہایت بڑی آگ

تھی جو مدینہ کے شرقی جانب سے حرہ کے پیچھے نکلی۔ شام اور باقی شہروں کے [illegible]
طریق تواتر اس کا علم ہوا۔ اور مجھے اہل مدینہ میں سے ایک شخص نے خبر دی جس [illegible]
دیکھا۔

علامہ تاج الدین سبکی (متوفی ۷۷۱ھ) طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ([illegible]
۱۱۲) میں لکھتے ہیں کہ جب ماہ جمادی الاخریٰ ۶۵۶ھ کی پانچویں تاریخ ہوئی تو [illegible]
آگ کا ظہور ہوا اور اس سے پہلے کی دو راتوں میں ایک بڑی آواز ظاہر ہوئی پھر ایک [illegible]
قریظہ کے قریب حرہ میں آگ ظاہر ہوئی۔ اہل مدینہ اپنے گھروں سے اسے دیکھتے [illegible]
روئیں پانی کی طرح جاری ہوئیں اور پہاڑ آگ بن کر رواں ہوئے۔ یہ آگ حاجیوں [illegible]
کی طرف روانہ ہوئی پھر ٹھہر گئی اور زمین کو کھانے لگی۔ رات کے اخیر حصہ سے [illegible]
تک اس میں سے ایک بڑی آواز آتی تھی۔ لوگوں نے نبی ﷺ سے مدد طلب کی [illegible]
دیئے۔ یہ آگ ایک مہینہ سے زیادہ روشن رہی۔ یہ وہی آگ ہے جس کی خبر جناب [illegible]
اللہ علیہ نے دی تھی۔ کیونکہ آپ نے فرمایا تھا کہ "قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک [illegible]
سے ایک آگ نکلے گی جس سے بصریٰ میں اونٹوں کی گردنیں روشن ہو جائیں گی۔ [illegible]
جو رات کے وقت بصریٰ میں تھا روایت ہے کہ اس کو آگ کی روشنی میں اونٹوں کی [illegible]
گئیں۔

## تاتاریوں کا فتنہ اور حادثۂ بغداد

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ [illegible]
میری امت کے لوگ ایک پست زمین میں جس کا نام بصرہ ہوگا ایک دریا کے [illegible]
جس کو دجلہ کہتے ہیں۔ اس دریا پر ایک پل ہوگا۔ بصرہ کے باشندے بکثرت ہوں [illegible]
مسلمانوں کے بڑے شہروں میں سے ہوگا۔ جب آخر زمانہ آئے گا تو قطورا کے [illegible]
کے چہرے فراخ اور آنکھیں چھوٹی ہوں گی یہاں تک کہ وہ اس دریا کے کنارے پر [illegible]
وقت بصرہ کے باشندے تین گروہ ہو جائیں گے۔ ایک گروہ بیلوں کی دموں (۱۴۰) [illegible]
پناہ لے گا اور ہلاک ہو جائے گا۔ اور ایک گروہ اپنی جانوں کے لئے طالب امان ہو [illegible]
جائے گا۔ اور ایک گروہ اپنی اولاد کو پس پشت ڈال دے گا اور ان سے لڑے گا۔ وہی [illegible]
گے۔ اس حدیث کو ابوداؤد (۱۴۱) نے روایت کیا ہے۔ (۱۴۲)

اس حدیث میں قطوراء سے مراد تاتاری لوگ یعنی ترک ہیں کیونکہ [illegible]



[illegible] علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک لونڈی کا نام ہے جس کی نسل سے یہ لوگ ہیں۔ ان کے
[illegible] اور آنکھوں کے چھوٹا ہونے میں کسی کو کلام نہیں۔ البتہ حدیث میں بصرہ کا لفظ
[illegible] مراد شہر بغداد ہے۔ کیونکہ دریائے دجلہ اور پل بغداد میں ہیں نہ کہ بصرہ میں۔ و نیز
[illegible] لئے اس کیفیت سے جو حدیث میں مذکور ہے بصرہ میں نہیں آئے بلکہ بغداد میں
[illegible] مشہور و معروف ہے۔ حدیث میں بصرہ کا ذکر اس لئے ہے کہ بغداد کی نسبت بصرہ
[illegible] جس کے مضافات میں سے وہ گاؤں اور مواضع تھے جن میں شہر بغداد بنا۔ علاوہ ازیں
[illegible] ایک گاؤں کا نام (۱۴۳) بھی بصرہ ہے۔

[illegible] پیشین گوئی ماہ محرم ۶۵۶ھ میں پوری ہوئی جب کہ چنگیز خان تاتاری کے پوتے ہلاکو
[illegible] لشکر کشی کی۔ اس کی مختصر کیفیت (۱۴۴) یہ ہے کہ اس وقت بغداد میں خاندان
[illegible] خلیفہ معتصم باللہ مسند خلافت پر متمکن تھا۔ اس کا وزیر مویدالدین محمد بن علی العلقمی
[illegible] مگر رافضی تھا اور اس کے دل میں اسلام اور اہل اسلام کی طرف سے کینہ و بغض تھا۔
[illegible] ابوبکر اور امیر کبیر رکن الدین دویدار کا بھی دشمن تھا۔ کیونکہ یہ دونوں اہل سنت
[illegible] نے یہ سن کر کہ کرخ (۱۴۵) کے رافضیوں نے اہل سنت سے تعرض کیا ہے کرخ کو
[illegible] رافض کو سخت سزائیں دی تھیں۔ ابن علقمی چونکہ بظاہر ان کے خلاف کچھ نہ کر سکتا
[illegible] نے پوشیدہ طور پر بذریعہ کتابت تاتاریوں کو عراق پر حملہ کرنے کی ترغیب دی۔
[illegible] خواجہ نصیر الدین طوسی رافضی تھا جس نے ابن علقمی کی ترغیب کو اور سہارا دیا اور آخر
[illegible] چڑھائی کے لئے آمادہ کر دیا۔ چنانچہ ہلاکو بڑی تیاری کے ساتھ بغداد پر چڑھ آیا۔
[illegible] دی رکن الدین دویدار مقابلہ کے لئے بڑھا اور بغداد سے دو منزل کے فاصلہ پر ہلاکو
[illegible] لشکر سے جس کا سردار تابجو تھا' مٹھ بھیڑ ہوئی۔ بغدادیوں کو شکست ہوئی کچھ تہ تیغ
[illegible] پل میں ڈوب گئے اور باقی بھاگ گئے۔ تابجو آگے بڑھا اور دریائے دجلہ کے مغربی کنارہ پر ا
[illegible] مشرق سے حملہ کیا اور بغداد کو گھیر لیا۔ اس وقت ابن علقمی نے خلیفہ کو صلح کا مشورہ دیا
[illegible] صلح کی شرائط ٹھہرانے جاتا ہوں۔ چنانچہ وہ گیا اور واپس آکر خلیفہ معتصم سے کہنے لگا۔
[illegible] ہلاکو کی دلی خواہش ہے کہ اپنی بیٹی کا نکاح آپ کے بیٹے امیر ابوبکر سے کر دے
[illegible] خلافت پر قائم رکھے۔ مگر وہ صرف آپ سے اتنا چاہتا ہے کہ آپ اس کی اطاعت
[illegible] پھر وہ اپنا لشکر لے کر واپس چلا جائے گا۔ لہٰذا آپ اس پر عمل کریں کیونکہ اس طرح
[illegible] سے بچ جائیں گے۔ یہ سن کر خلیفہ مع ارکان و اعیان سلطنت طالب امن و امان ہو
[illegible] گیا تو وہ ایک خیمہ میں اتار اگیا۔ پھر وزیر مذکور شہر میں آیا اور علماء و فقہاء سے کہا کہ